محک الفقر کلاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ رَبِّ یَسِّرۡ وَ لَا تُعَسِّرۡ وَ تَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

اللہ تعالیٰ کی تقدیس اُس کے تمام اسما اور اُس کی کامل کبریائی کے ساتھ۔ اِس کے بعد ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار درود و سلام ہوں اُس سیّد السادات ہستی پر کہ جس کی شان میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اے نبی! آپ فرمادیں کہ اگر تم محبتِ الٰہی کے طلبگار ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔" جس کی شان میں احادیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ (1) "محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو مَیں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا۔" (2) "ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے لیکن اے محبوب! مَیں آپ کی رضا چاہتا ہوں۔" جان لے کہ اِس کتاب کا نام "محک الفقر" رکھا گیا ہے۔ جو شخص دائرۂ شریعت میں آجاتا ہے اُسے صاحبِ شریعت کہتے ہیں اور شریعت میں دو طریقے ہیں، ایک طریقہ اہلِ فتویٰ کا ہے اور دوسرا طریقہ اہلِ تقویٰ کا ہے۔ جو آدمی دائرۂ طریقت میں آجاتا ہے اُسے صاحبِ طریقت کہتے ہیں، جو آدمی دائرۂ حقیقت میں آجاتا ہے اُسے محقق کہتے ہیں اور جو آدمی دائرۂ معرفت میں آجاتا ہے اُسے عارف کہتے ہیں۔ جو آدمی یہ چاروں مقامات طے کر کے چاروں نفسوں (نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ، نفسِ ملہمہ اور نفسِ مطمئنہ) کو اپنا

لے :- اہلِ فتویٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جو راہِ شریعت اختیار کر کے خود کو شریعت کے فتاویٰ تک محدود کر لیتے ہیں اور ان کے اعمال کی حد مسائلِ فقہ سے آگے نہیں بڑھتی لیکن اہلِ تقویٰ وہ لوگ ہیں جو خوفِ خدا میں مبتلا ہو کر نہایت محتاط ہو جاتے ہیں اور شریعت کے باطن کی طرف بڑھ کر قربِ الٰہی تلاش کرتے ہیں اور اپنے ہر فعل میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے لباس پر چڑیا کی بیٹ پڑ گئی، آپ اُسے دھونے کے لئے اُٹھے تو ایک آدمی نے کہا :- "حضرت! آپ کا تو فتویٰ ہے کہ چڑیا کی بیٹ سے لباس نجس نہیں ہوتا۔" آپ نے جواب دیا:- "وہ میرا فتویٰ ہے اور یہ میرا تقویٰ ہے۔"

مطیع کر لیتا ہے، خود کو نفسانیتِ اربعہ عناصر کے خصائل سے پاک کر لیتا ہے، مقامِ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" پر پہنچ کر میدانِ معرفت میں قدم رکھ لیتا ہے، نفس کو زیرِ قدم لے آتا ہے وہ مقامِ ہویت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ مراتب ہیں فقیر فنا فی اللہ ذات کے۔ جو آدمی اس کتاب کو ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھے گا اور انتہائی ذوق شوق اور قلبی طہارت کے ساتھ اسے پڑھے گا تو بے شک وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف ہو جائے گا اور غرقِ توحید ہو کر جملہ واصلانِ حق کی صف میں شامل ہو جائے گا۔ شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ شریعت ہوشیار ہوتا ہے اور صاحبِ طریقت مست ہوتا ہے لیکن اُس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ میں غرق ہو کر دائم زندہ و بیدار رہتا ہے۔ حقیقت و معرفت میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ حقیقت حق شناس ہوتا ہے اور نیکی و بدی کے معاملات میں اپنے نفس سے انصاف کرتا ہے اور صاحبِ معرفت خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے باز رکھتا ہے۔ معرفت و فقر میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ معرفت دائم خاموش ہوتا ہے اور صاحبِ فقر دریا نوش ہوتا ہے جو مستی میں بھی باہوش ہوتا ہے، اگرچہ بظاہر وہ لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے لیکن بباطن ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معیت میں رہتا ہے۔

ابیات:- (1) "جو آدمی اس کتاب کو رضائے الٰہی کی خاطر پڑھے گا اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری نصیب ہو جائے گی۔" (2) "اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے صاحبِ مطالعہ کی صورت و سیرت میں انقلاب آ جائے گا اور وہ صاحبِ نظر عارف باللہ ہو جائے گا۔" (3) "یہ کتاب مرشدِ کامل کی طرح مکمل رہنما ہے اور راہِ حق کے ہر مرتبہ و مقام سے آگاہی بخشتی ہے۔" (4) "اس کتاب کے مطالعہ سے اہلِ بصیرت اولیا اللہ پر حقیقتِ اسرارِ ربانی کھلتی چلی جائے گی۔" (5) "یہ کتاب دیگر ہر کتاب کا جواب دیتی ہے اور ہر ولی اللہ سے مخاطب ہوتی ہے۔" (6) "یہ کتاب اولیا اللہ کو ہر مقام کا مشاہدہ کراتی ہے اور پختہ و خام طالب و مرشد کی تحقیق

بخشی ہے۔“

اِس کتاب کے ہر حرف اور ہر سطر میں معرفتِ سبحانی، سرِّ ربانی، اسرارِ نہانی، دریائے توحید کے دُرِّ معانی اور عارفیت و کیفیتِ وحدانیتِ الٰہی کا معمہ پنہاں ہے جس کے قفل کو جب کوئی صاحبِ مسمّٰی عارف باللہ فنا فی اللہ غواص طریق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسمِ اَللّٰہُ کی چابی سے کھولتا ہے تو اُس پر ظاہر و باطن کا تمام علم علوم اور مقامِ حیّ قیوم کا تمام سلک سلوک کھل جاتا ہے اور وہ مطلق بے حجاب عارف باللہ ہو جاتا ہے۔

شرحِ توحیدِ الٰہی، معرفتِ ذات وصفاتِ کل و جز اور حضوریٔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

جان لے کہ اِس کتاب کا مصنف اللہ کا بندہ فقیر باھوؒ ولد بازیدؒ عرف اعوان ساکن قرب وجوارِ قلعۂ شور ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے (قلعۂ شور کو) ہر آفت اور ظلم وستم سے محفوظ رکھے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" کہا! مَیں جاہلوں میں شمار ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“ علمِ شریعت ایک شرف ہے، طریقت ایک حرف ہے جس میں مشاہدۂ حق ہے اور معرفت مرتبۂ حق الیقین ہے۔ شریعت دار السلطنتِ شاہ ہے، طریقت کو شریعت ہی سے راہ ہے، حقیقت کی طریقت ہی سے حق پر نگاہ ہے اور معرفت براہِ حقیقت محرمِ سرِّ اسرارِ الٰہ ہے۔ جو آدمی شریعت کے دائرے سے باہر قدم رکھتا ہے وہ اِستدراج کا شکار ہو جاتا ہے کہ یہ سراسر گناہ ہے کیوں کہ باطن کی ہر راہ و ہر مقام شریعت ہی سے نکلتا ہے اور شریعت ہی میں واپس آتا ہے[1] جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔" انتہا ابتدا کی طرف لوٹ آنے کا نام ہے۔“ شریعت کا شرف قرآن سے ہے اور قرآن کا شرف

[1]:۔ یعنی باطن میں ہر راہ اور ہر مقام کی ابتدا بھی شریعت ہے اور انتہا بھی شریعت ہے۔

اسمِ اَللّٰہُ سے ہے، کوئی بھی چیز شریعت و قرآن و اسمِ اَللّٰہُ سے باہر نہیں ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ "اور اللہ ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی اور وہی اُنہیں جانتا ہے اور وہ خشکی اور تری کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر گرنے والے پتے کو بھی جانتا ہے اور زمین کی گہرائیوں میں پوشیدہ کوئی دانہ اور نہ خشکی اور تری کی کوئی چیز ایسی ہے جو اِس کتابِ مبین کے اندر درج نہ ہو۔" ہر وہ راہ کہ جسے اللہ اور اُس کا رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن و شریعت و علمائے عامل اور عارف باللہ فقیر کامل رد کر دے وہ سراسر کفر کی راہ ہے اور اُس پر چلنے والا کافر و زندیق ہے۔

بیت :۔ " جو آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے کے خلاف چلتا ہے وہ ہرگز منزلِ مقصود پر نہیں پہنچتا۔"

جوابِ مصنف :۔ " فقیر باھوؒ دل و جان سے محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرید ہے اس لئے جملہ اسرارِ الٰہی اُس پر منکشف ہیں۔"

شریعت کیا چیز ہے؟ شریعت راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلاصہ و نچوڑ ہے اور دنیا و راہِ دنیا رد کردۂ رحمان ہے کہ یہ اصلِ فرعون و ہامان ہے اور اصلِ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقرِ اسلام ہے۔ جو آدمی دنیا طلب کرتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف چلتا ہے۔ دنیا کیا چیز ہے اور دنیا کسے کہتے ہیں؟

مثنوی :۔ "جو چیز اللہ سے دور کرتی ہے وہ دنیائے زشت ہے اور جو چیز اللہ کے قریب کرتی ہے وہ فقر مزرعۂ بہشت ہے۔ فقر کو اللہ تعالیٰ نے عزت و تکریم سے نوازا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے اپنا فخر قرار دیا ہے۔"

جان لے کہ فرض دو قسم کا ہے، ایک فرضِ وقتی اور دوسرا فرضِ دائمی۔ فرضِ وقتی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ ہے اور فرضِ دائمی ذکر اللہ و مشاہدہ و معرفتِ الٰہی ہے۔ فرضِ دائمی کو غالب رکھ اور فرضِ وقتی کی نگہبانی کر اور اُس کی ادائیگی کے لئے ایک وقت سے دوسرے وقت تک انتظار کر۔ ذکر اللہ

کار از نماز میں ہے، نماز کے بغیر ذکر اللہ کو راز نہیں کہا جا سکتا کہ نماز کے بغیر ذکر اللہ محض رہزنی اور وقت و عمر گرانمایہ کی بربادی و ضیاع ہے جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے:۔" وقت ایک کاٹ دار تلوار ہے۔" شریعت راہ ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کا غیر مخلوق کلام ہے اور اسمِ اَللّٰهُ مخزنِ ہدایت ہے۔ آدمی قرآن کی تلاوت کرنے، علم حاصل کرنے، ریاضت عبادت کرنے اور اللہ کا نام جپنے سے ہرگز مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ کلمہ طیب کا اقرار تصدیق دل کے ساتھ نہیں کر لیتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" تمام فرائض میں پہلا فرض ذکرِ اللہ ہے یعنی کلمہ طیب لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔" سب سے پہلا فرض ذکرِ اَللّٰهُ ہے چنانچہ پہلے تکبیر تحریمہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نماز میں فرض ہے اس کے بعد نماز فرض ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اور اُس نے اپنے ربّ کا نام لیا اور نماز پڑھی۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"افضل ترین ذکر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔"افضل ترین عبادت تلاوتِ قرآن ہے کہ یہ ذکرِ اَللّٰهُ کی وہ عبادت ہے جس کا تعلق سعادت سے ہے کیونکہ ذکرِ اَللّٰهُ قدیم ترین عبادت ہے۔

سوال:۔ کلمہ طیب کا نام کلمہ طیب کیوں رکھا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ کلمہ طیب میں خدائے عزوجل کی پاکی بیان کی گئی ہے اور اس کے ذکر سے کفر و شرک کی ناپاکی دُور ہوتی ہے۔ کلمہ طیب پڑھنے والا پانچ باتوں کا محتاج ہے، (1) جو آدمی کلمہ طیب کا اقرار نہیں کرتا وہ کافر ہے، (2) جو آدمی کلمہ طیب کی تصدیق نہیں کرتا وہ منافق ہے، (3) جسے کلمہ طیب کی حرمت کا لحاظ نہیں وہ فاسق ہے، (4) جو کلمہ طیب کے ذکر سے حلاوت نہیں پاتا وہ ریاکار ہے، (5) جو کلمہ طیب کی تعظیم نہیں کرتا وہ بدبخت ہے۔

نظم

"جنت کی کنجی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور نجات کا ذریعہ بھی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اُسے آتش

دوزخ اور شیطانِ لعین کا کیا خطرہ کہ جس کا وِردِ زبان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ایک وقت تھا کہ دو عالم کا وجود نہ تھا اور نہ ہی نیلے آسمان کی گردش تھی ،اُس وقت صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا دور اماں تھا۔

ہر چیز کی آفت ہے اور آدمی کی آفت اُس کا نفس ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" وہ باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے لئے ظالم بنا۔" اور نفس کی آفت طمع ہے۔ نفس و طمع آدمی سے جدا نہیں ہوتے جب تک کہ وہ ترک و توکل اختیار نہ کرے اور ترک و توکل حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ دل میں دردِ داغِ محبتِ مولیٰ پیدا نہ ہو اور دردِ داغ مولیٰ پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ کلمہ طیب کا ذکر نہ کیا جائے اور کلمہ طیب کا ذکر تاثیر نہیں کرتا جب تک کہ مرشدِ کامل کے ارشاد کے تحت نہ ہو اور اگر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ارشادِ مرشدِ کامل کے تحت کیا جائے تو توحید و توکل دونوں حاصل ہو جاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" توحید اور توکل دونوں جڑواں بھائی ہیں۔" اور یہ دونوں تلاوتِ قرآن ، ذکرِ نفی اثبات اور لازوال استغراقِ تصورِ اسمِ اَللّٰهُ ذات سے حاصل ہوتے ہیں۔صاحبِ وصال کا مرتبہ یہ ہے کہ اُس کے وجود میں ہر وقت کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " کا ذکر جاری رہتا ہے اور وہ ہمیشہ تلاوتِ قرآن مجید سے تعلق قائم رکھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"سب سے افضل ذکر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔" قرآن اللہ رحمان کا حکم و فرمان ہے اور اُس کا یہ حکم و فرمان ازل سے ابد تک جاری ہے ،شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریائے فیض ہے جو ہر خاص و عام کے لئے مراد بخش مرشد ہے اور اسمِ اَللّٰهُ بارانِ رحمت کی طرح فضلِ الٰہی ہے۔نیز اسمِ اَللّٰهُ امرِ حق تعالیٰ ہے جو اُس کے ہر امر پر غالب ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور اَللّٰهُ غالب ہے اپنے ہر امر پر۔" حدیث مبارک میں آیا ہے:۔" تعمیلِ حکم ادب سے فائق تر ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"جس چیز پر اسمِ اَللّٰهُ نہ پڑھا جائے بے شک وہ چیز ناپاک ہے۔" قرآن میں سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ اسم اَللّٰهُ ہی کے ذکر کے بارے میں ہے چنانچہ

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" پڑھ اپنے ربّ کا نام لے کر جس نے مخلوق کو پیدا کیا-" پس ذکرِ "اَللّٰہُ" معرفتِ الٰہی اور حُبِّ ہدایتِ الٰہی کی چابی ہے- یاد رکھ کہ ہدایتِ الٰہی کے بغیر علم اِنسان کو خود پسندی اور کبر و ہوا میں مبتلا کر دیتا ہے چنانچہ علم نے بلعم باعور اور ابلیس کو اللہ تعالیٰ کے قربِ حضوری سے محروم کر دیا لیکن ہدایتِ الٰہی ، اخلاص و محبت اور حُبِّ مولیٰ نے اصحابِ کہف اور اُن کے کتے کو بُعد و دوری سے نکال کر قربِ حضوری میں پہنچا دیا-حُبِّ مولیٰ سرِ ہدایت ہے اور حُبِّ دنیا سرِ بدعت ہے- پس روایت کا مقصود بھی ہدایت ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"اور سلامتی ہے اُس کے لئے جس نے راہِ ہدایت اختیار کی-" چنانچہ تمام صاحبِ روایت مجتہد اور صاحبِ مذہب امام اِس دنیائے فانی سے اپنا مقصود و مطلوب حاصل کر کے رخصت ہوئے- اُن کے بعد اگر کوئی آدمی صاحبِ روایت مجتہد یا صاحبِ مذہب امام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا و دروغی ہے کہ پانچ مراتب ایسے ہیں کہ جن پر اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی اُن پر پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے برگشتہ و کافر ہے- میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (1)- قرآن مجید حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی پر نازل نہیں ہوسکتا-(2) مراتبِ معراج پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا-(3) مراتبِ نبوت پر انبیاؑ کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکتا-(4) سوائے پیغمبروں کے کسی اور پر وحی نازل نہیں ہو سکتی- (5) اصحابِ کبار اور دیگر صحابۂ کرام کے مراتب تک اور کوئی نہیں پہنچ سکتا- مجھے حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ مرشد ولی اللہ پہلے ہی روز کسی کو بلا ریاضت رازِ توحید کہاں بخش سکتا ہے؟ یہ احمق لوگ اِتنا بھی نہیں جانتے کہ ریاضت و محنت اور رازِ توحید خدا کی بخشش ہے وہ جسے چاہے بخش دے لیکن لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اِس بخشش پر بخل سے کام لیتے ہیں-

ابیات:- (1)" مردِ مرشد اپنے طالبوں کو رازِ حق بخشتا ہے اور اُنہیں شرک و کفر اور حرص و ہوا سے پاک کرتا ہے-"(2)" جس کے دل میں طلبِ مولیٰ نہ ہو وہ شیطان کا مرید ہے اور

جس کے دل میں طلبِ مولیٰ ہو وہ قربِ حق کو پا لیتا ہے۔"

جان لے کہ شریعت قال ہے، طریقت افعال ہے، حقیقت احوال ہے اور معرفت وصال ہے۔ شریعت و طریقت کے درمیان غیر ما سویٰ اللہ کے ستر ہزار حجاباتِ اکبر ہیں جن میں سب سے بڑا حجاب علم ہے کہ وہ کبر و ہوا کا سرچشمہ ہے۔ انسان جب تک انانیت اور کبر و ہوا سے پاک نہیں ہو جاتا مقامِ طریقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح طریقت و حقیقت کے درمیان بھی کشف و کرامات کے ستر ہزار حجاباتِ اکبر ہیں، جب تک انسان کشف و کرامات سے دست بردار نہیں ہو جاتا حقیقتِ حق تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت و معرفت کے درمیان ستر ہزار صفاتی حجاباتِ اکبر ہیں، جب تک عارف عارفیت لباسِ معرفت سے جان نہیں چھڑا لیتا ہرگز مقامِ غرق نورِ اَللّٰهُ میں نہیں پہنچ سکتا۔ مقامِ غرق نورِ اَللّٰهُ اور مقامِ حیٔ قیوم بقا باللہ کے درمیان ستر ہزار حجاباتِ اکبر ہیں، جب تک انسان اپنے جسم کو اسمِ اَللّٰهُ کے تصور و تصرف میں غرق نہیں کر دیتا ہرگز بقا باللہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حیاتِ دو جہان سے سرفراز ہو سکتا ہے کہ اس مقام کو نعمتِ الٰہیہ کا مقام کہا گیا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔"الٰہی! ہمیں اُن لوگوں کی راہ پہ چلا جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔" جو آدمی نعمتِ الٰہی کی اس راہ پر پہنچ جاتا ہے وہ خلقِ خدا کا ہادی و راہنما مرشد ہو جاتا ہے کہ وہ صاحبِ نظر ناظر اور صاحبِ وصال مقرب ہو کر ہر وقت حضورِ حق میں حاضر رہتا ہے اور اُسے اس قدر قوت و قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ہزار کوس کے فاصلے سے اپنے طالب کو جذبِ قلب کے ذریعے اپنے پاس حاضر کر لیتا ہے اور اُسے ایک ہی نظر میں مقامِ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت طے کرا کے حضورِ حق میں پہنچا دیتا ہے اور طالب اللہ ہمیشہ کے لئے راہِ حق پر گامزن ہو جاتا ہے۔ یہ وہ راہ ہے کہ جسے صاحبِ نظر و صاحبِ وصال مرشد اور منظورِ نظر طالب اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

بیت:۔"طالبانِ حق کے لئے مردِ کامل کی نیم نظر ہی کافی ہے کہ اُس سے مجلسِ محمدی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔"

جس کی نظر میں اِس قدر تاثیر نہیں اُسے صاحبِ نظر ناظر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مطلق توفیق الٰہی کی راہ ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔"مجھے اِس کی توفیق اللہ ہی نے بخشی ہے۔" معرفتِ الٰہی کی راہ سراسر اسرارِ الٰہی کی راہ ہے، اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔ ذاکرِ زبانی نقصان وخسارے میں رہتا ہے کہ وہ دعا و بد دعا سے کام لیتا ہے جیسا کہ فرعون کی دعا نے دریائے نیل میں طغیانی پیدا کر دی۔ ذاکرِ قلبی کسی چیز کی قید میں نہیں آتا، ذاکرِ روحی کسی چیز میں راحت نہیں پاتا، ذاکرِ سِرّی ہر دم سکوت میں رہتا ہے اور ذاکرِ ناظر غرقِ حضور ہو کر ہر دم بے نیاز رہتا ہے۔ ذکرِ خفیہ کی مثل اور کوئی ذکر نہیں کہ ذکرِ خفیہ کا تعلق زبان سے ہے نہ قلب سے، روح سے ہے نہ سِرّ سے بلکہ ذکرِ خفیہ غیر مخلوق نور ہے جس سے ذاکر ہر وقت حضوریٔ حق میں غرق رہتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ جزوی یا کلی طور پر جو کچھ سنتا یا پڑھتا ہے اُسے یاد رکھتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ کو غصہ نہیں آتا کہ اُسے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور وہ ہر دم ذوق شوق اور محبت سے مشاہدۂ انوارِ پروردگار میں غرق رہتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ صاحبِ سلک سلوکِ الٰہی، صاحبِ توکل، صاحبِ ترحم، صاحبِ ترک، صاحبِ راز، صاحبِ قدم اور صاحبِ سلک سلوکِ کامل ہوتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ ہر وقت ہوشیار رہتا ہے مگر اپنی شہرت و نیک نامی پسند نہیں کرتا۔ جس آدمی پر اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا ہوتی ہے وہی ذکرِ خفیہ کرنا جانتا ہے۔ ذکرِ خفیہ عارفوں کا نصیبہ ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔(1)" اپنے ربّ کا ذکر عاجزی اور خفیہ طریقے سے کرو۔"(2)" آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کمال پاکی والا اور عزت و حکمت والا بادشاہ ہے۔"(3)" پھر جب تم نماز ادا کر لو تو اَللّٰہُ کا ذکر کرو چاہے تم کھڑے ہو یا بیٹھے ہو یا لیٹے ہو۔"(4)" اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اہلِ جہنم ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔"(5)" اور بے شک کافر تو اِس کوشش میں ہیں کہ آپ پر نگاہِ بد ڈال کر آپ کو گرا دیں اِس لئے جب وہ قرآن

سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو عقل سے بعید کلام ہے لیکن وہ تو نصیحت ہے تمام جہانوں کے لئے۔" (6) "اور وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔" (7) " اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ پکڑو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔" (8) "اور فرمایا! یونہی تجھ کو ہماری آیات پہنچی تھیں، پھر تو نے اُنہیں بھلا دیا اور آج ہم بھی تجھے بھلا دیں گے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اتنی کثرت سے ذکر اللہ کرو کہ منافق لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں۔" ذکرِ سِرّ پاک و صادق لوگوں کا مشغلہ ہے اور یہ طاعت الٰہی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور جو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانے اُسے اُن لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاً، صدیقین، شہدا اور صالحین، یہ کتنے ہی اچھے ساتھی ہیں۔" جان لے کہ فقہ کا علم آدمی کے جسم و جان اور زبان کو تو پاک کر دیتا ہے لیکن اس کے پڑھ لینے سے آدمی کے دل سے نفاق، حرص اور حسد نہیں جاتا۔ فقہ کا عالم دل کی پاکیزگی سے بے خبر رہتا ہے۔ یہ فقط ذکرِ اللہ معرفت الٰہی، علمِ تصوف اور اشتغال توحید ہی ہیں کہ جن سے بندہ روشن ضمیر و صاحب تاثیر ہوتا ہے لیکن علمِ فقہ کے بغیر فقیری محض فضیحت و فساد اور کفر و شرک ہے کہ فقہ شرح بنائے اسلام ہے اور فقر شرح بنائے اسم اللہ ذات ہے جس سے معرفت الٰہی مکشوف ہوتی ہے۔ پس علمِ فقہ اور علمِ فقر چھ حروف کا مجموعہ ہے۔ جس آدمی نے بنائے اسلام فقہ اور فقر دونوں کو جمع کر لیا چھ سمتوں کی ہر چیز اُس کے قدموں میں آ گئی۔ یہ مراتب ہیں ذکرِ دوام اور فکرِ تمام کے۔ بے علم فقیر ناقص و خام رہتا ہے۔

ابیات:۔(1) "پہلے علم حاصل کر پھر اِدھر آ کہ حضورِ حق میں جاہلوں کی کوئی گنجائش نہیں۔" (2) "پہلے وہ علم حاصل کر کہ جس کا تعلق معرفتِ حق تعالیٰ سے ہے۔ علمِ فقہ و علمِ ذکر فکر وہ علم ہے جو انسان کو ہوائے نفس سے باز رکھتا ہے۔"

فقیہ عامل اور فقیر صاحب معرفت کامل وہ ہے جو سوتے وقت یہ فکر کرے کہ اے نفس!

اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی بندگی و عبادت، ذکر فکر اور معرفت و سعادت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ سونے کے لئے۔ اے نفس! تُو قبر میں قیامت تک سالہا سال ایک ہی پہلو پر سوتا رہے گا۔ تُو اشتغالِ حق تعالیٰ اختیار کرتا کہ ایک ہی دم میں تجھے وصالِ حق نصیب ہو جائے۔ اے نفس یاد رکھ کہ قیامت کے دن تجھے پل صراط پر سے بھی گزرنا ہے۔ اے درویش! عاقل مرد وہ ہے جو ان تین دشمنوں سے باخبر رہے یعنی نفس سے کہ وہ دشمن جان ہے، شیطان سے کہ وہ دشمن ایمان ہے اور دنیا سے کہ وہ دشمن موجبِ زیان ہے۔ جو لوگ اِن تین دشمنوں سے بے خبر ہیں وہ احمق و نادان و بے عقل و بے دانش و مطلق جاہل ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔(1)"جو آپ سے دست بیعت کرتے ہیں بے شک وہ اللہ سے دست بیعت کرتے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" (2)" جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُس کے برابر کوئی اور آیت بھیج دیتے ہیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟" (3)"جو میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اُس کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے دن اُسے اندھا کھڑا کیا جائے گا، اِس پر وہ کہے گا کہ الٰہی! تُو نے مجھے اندھا کیوں کر دیا؟ میں تو دیکھنے والا تھا۔" صاحبِ ہدایت و صاحبِ ولایت عارف باللہ اولیأ اللہ اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے دست بیعت و تلقین و ارادت و ارشاد اور صدق و یقین کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں جو قیامت تک ختم نہیں ہوگا۔ جس دن روئے زمین پر طالبانِ مولیٰ ختم ہو جائیں گے اور ظاہر باطن میں اللہ کا نام لینے والا ذاکر کوئی نہیں رہے گا تو قیامت قائم کر دی جائے گی۔ زمین اور خلق خدا اہلِ ہدایت عارف باللہ فقیروں کی برکت ہی سے سلامت چلی آ رہی ہے۔ ظاہری علم کے وہ حقائق جنہیں علمائے ظاہر پڑھتے اور جانتے ہیں انہیں صاحبِ باطن عارف نہیں جانتے اور باطنی علم کے دقیق نکات و برکاتِ معرفتِ الٰہی اور مشاہداتِ تجلیاتِ انوارِ پروردگار جو عارفانِ حق کو خواب و مراقبہ میں نصیب ہوتے ہیں اُن سے علمأ واقف نہیں اس لئے اِن دونوں کے درمیان

ایک حجاب پایا جاتا ہے۔ لائق ارشاد عالم وہ ہے جو ظاہری و باطنی دونوں علوم میں کامل ہو۔ ایسا عالم صاحبِ ہدایت ولی اللہ ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ (1)"اور اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔"(2)"الٰہی! ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت بخش۔" اِبتدا سے اِنتہا تک معرفت اور فقر کا تمام کمال اسمِ اللہ ذات میں پایا جاتا ہے۔

بیت :۔"اہلِ دل کے اندر خود پرستی کا جذبہ راہ نہیں پا سکتا جس طرح کہ چور شاہی خزانے تک راہ نہیں پاتا۔"

باطن میں معرفتِ الٰہی کی راہ پر چلنے کے لئے وسیع حوصلے اور حجتِ نص و حدیثِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نہایت ضروری ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"وہ علم میں راسخ ہیں۔"

بیت :۔"علم ایک روشن شاہراہ ہے اور ہادی ایک راہنما ہے، اِس راہ میں بے علم آدمی محض بیل و گدھے جیسا حیوان ہے۔"

علم عمل پر دلالت کرتا ہے، عبادت معرفت پر دلالت کرتی ہے اور ذکرِ "اَللّٰہُ" سعادت، تصدیقِ قلب، صدق اور اِرادتِ خاص سے بہرہ مند کر کے باطل سے بیزار کرتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" میں نے جنوں اور اِنسانوں کو اپنی عبادت یعنی معرفت و پہچان کے لئے پیدا کیا ہے۔" زندگی بندگی کے لئے ہے، بندگی کے بغیر زندگی شرمندگی ہے۔ اگر علم کسی کو چوں و چرا کے بغیر عمل بخشتا ہے تو وہ باعمل عالم ہے اور بندگی و عبادت اُسے لذت و حلاوت بخشتی ہے لیکن جو شخص علم چوں و چرا سے حاصل کرتا ہے وہ متکبر ہو کر مقامِ خود پرستی میں آ جاتا ہے اور کبر و ہوا سے مغرور ہو کر دنیا و عزّ و جاہِ دنیا کی لذت سے مسرور رہتا ہے۔ جان لے کہ صاحبِ قال علمأ باطن میں معرفتِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال پر اعتبار نہیں کرتے لیکن اہلِ ذکر فقیروں کا دل جب ذکرِ اللہ میں محو ہو کر اللہ کے نام سے گویائی حاصل کرتا ہے تو اُن کی زبانِ قال کی گویائی سے مکمل

طور پر رک جاتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ”جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی-“ جان لے کہ شریعت کا مقام زبان ہے یعنی قال ہے اور طریقت کا مقام قلب یعنی دل ہے- دل جب تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق سے زندہ ہو جاتا ہے اور ذکرِ ” اَللّٰہُ “ کی مستی سے جنبش میں آتا ہے تو اسمِ ” اَللّٰہُ “ کی تاثیر سے نفس بالکل مرجاتا ہے- بھلا یہ کیسے پتہ چلے کہ نفس مرگیا ہے؟ اِس کی نشانی یہ ہے کہ ذاکرِ قلبی کے وجود میں حرص، حسد، کبر، طمع اور ہوا باقی نہیں رہتی اور وہ چوں و چرا سے مکمل طور پر پاک ہو جاتا ہے- جو آدمی چوں و چرا سے نجات پالیتا ہے اُس کے دل میں خطرات پیدا نہیں ہوتے- ذاکرِ قلبی جب اس مرتبے پر پہنچتا ہے تو اُس کا دل ہمیشہ کے لئے پاک ہو جاتا ہے اور اُسے باطن میں انبیاؑ و اولیا کی ہم نشینی حاصل ہو جاتی ہے- اِس طرح جب ذاکرِ قلبی کو مجلسِ انبیاؑ و اولیا میں دوام حاصل ہو جاتا ہے تو اُن کی صحبت کی برکت اور اسمِ ” اَللّٰہُ “ کی تاثیر سے اُس کا دل شعلۂ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے- علاوہ ازیں ذاکرِ قلب کو اسرارِ الٰہی کا دائمی مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے جو اُس کے وصالِ جمالِ مطلق کا شاہدِ حال ہوتا ہے- یہ لوگ ذاکرِ قلب نہیں جو محض گوشت کے دل کو رسمی رواجی طور پر جنبش دیتے ہیں اور تالو و زبان کے تعلق سے ذکر کرتے ہیں- اِن کی حقیقت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فقیروں اور درویشوں کے مراتب سے بہت دور ہیں اور حسن و سرود کی خام خیالی میں مست ہو کر معرفت و وصالِ الٰہی سے محروم ہیں کیونکہ ذاکرِ قلب تو اس قدر صاحب نظر ہوتا ہے کہ اگر وہ کفار کی مجلس میں جا بیٹھے اور کفار کے دلوں پر توجہ کر کے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی ضرب لگا دے تو تمام کفار کے دل جنبش پذیر ہو کر ذکرِ اَللّٰہُ میں غرق ہو جائیں اور غلباتِ ذکرِ ”اَللّٰہُ “ سے اہلِ تصدیق ہو جائیں اور قلبی تصدیق کے ساتھ زبان سے کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کا اقرار کر کے مسلمانِ حقیقی و عارف باللہ تحقیقی ہو جائیں اور اُن کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہے- ذاکرِ قلب دنیا و اہلِ دنیا اور تمام خلقِ خدا سے تارک فارغ ہو کر ہر وقت اِشتغال اللہ

میں غرق رہتا ہے۔اگر چہ بظاہر وہ مطالعۂ علم میں مسرور ہوتا ہے لیکن بباطن مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتا ہے۔جو شخص ذاکرِ قلبی کے یہ مراتب نہیں رکھتا وہ ذکرِ قلب سے بہت دور ہے۔اکثر لوگ خود کو ذاکر گردانتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اُنہیں ذاکر سمجھتے ہیں لیکن ایسے مدعی ذکرِ اَللّٰہُ سے بہت دور ہوتے ہیں بلکہ اُنہیں ذکرِ اَللّٰہُ کی خبر ہی نہیں ہوتی۔مصنف کہتا ہے کہ ذکرِ اَللّٰہُ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے جس کے لائق یہ ہوائے نفس کے غلام طالبانِ دنیا ہرگز نہیں ہوتے۔ ذاکرِ قلبی نہ خدا ہے نہ خدا سے جدا، ذاکرِ قلبی کے نزدیک زندگی وموت برابر ہوتی ہے۔جب ذاکرِ قلبی کا دل اسمِ اللہ ذات کے ذکر سے زندہ ہو جاتا ہے تو وہ ہر وقت یا اللہ، یا اللہ پکارتا رہتا ہے اور جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اُس کا دل اس قدر زور شور سے یا اللہ، یا اللہ کے نعرے لگاتا ہے کہ غسال حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور اہلِ جنازہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور جب اُسے قبر میں رکھتے ہیں تو اُس کا دل بلند آواز کے ساتھ یا اللہ یا اللہ پکارنے لگتا ہے۔ذاکرِ قلبی کے ایسے ہی ذکر کو پائیدار ذکر کہتے ہیں۔جو ذکر توفیقِ الٰہی سے دل کو زندہ نہ کرے اور قبر میں دل زور شور سے ذکر نہ کرے تو ایسے ذکر کو ذکرِ قلبی اور ذاکر کو ذاکرِ قلبی نہیں کہا جا سکتا۔ایسے ذکر وذاکر کو محض رسمی رواجی بے اعتبار ذکر وذاکر کہتے ہیں۔ایسا بے اعتبار ذکر اُس بے وصال مرشد سے حاصل ہوتا ہے جو بے معرفت ونادیدہ ہو اور اُس کا طالب خام خیال اور ذکرِ ''اَللّٰہُ'' ومعرفتِ الٰہی تک نارسیدہ ہو۔اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ ہر وہ مرشد ناقص ونقصان دہ ہے جو طالب اللہ کو معرفتِ الٰہی کے کمال تک نہ پہنچائے بلکہ ایسا ناقص مرشد شیطان ہے۔اس کے برعکس مرشدِ کامل صاحبِ عیاں ہوتا ہے جو طالب اللہ کو معرفتِ رحمان تک پہنچاتا ہے۔ذاکر بننا آسان کام نہیں ہے بلکہ مراتبِ ذاکر تک پہنچنا بہت مشکل کام ہے۔الغرض! خاص الخاص ذکر وہ ہے جو رات دن ذاکر پر اس طرح غالب وجاری رہے کہ جس طرح بہتا ہوا دریا کہ جس کا پانی رکتا ہے نہ قرار پکڑتا ہے۔ایسے ذاکر کو ذکر فکر کی حاجت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ فکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اُس کے وجود میں ذکرِ ''اَللّٰہُ''

جاری ہوتا ہے اور ذکرِ اَللّٰہُ کی موجودگی نفس کو نیست و نابود رکھتی ہے۔ اُس کے ذکر کو صرف ذاکر ہی جانتے ہیں۔ جان لے کہ آدمی پانچ بنائے اسلام سے مسلمان ہوتا ہے جو دس طریق پہ ہیں، پانچ کا تعلق ظاہر سے ہے اور پانچ کا تعلق باطن سے ہے۔ پہلا بنائے اسلام کلمہ طیب "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ہے جس کا ظاہر زبانی اقرار ہے اور باطن تصدیق قلب ہے۔ دوسرا بنائے اسلام نماز ہے جس کا ظاہر نمازِ وقتی (نمازِ پنجگانہ) ہے اور باطن نمازِ دائمی ہے جو سرا سرِ رازِ الٰہی ہے۔ تیسرا بنائے اسلام روزہ ہے جس کا ظاہر ماہِ رمضان کے روزے ہیں اور باطن رضائے الٰہی ہے یعنی ہر مصیبت پر صبر کرنا۔ چوتھا بنائے اسلام زکوٰۃ ہے جس کا ظاہر مال کی زکوٰۃ ہے اور باطن قربِ الٰہی میں جان کی زکوٰۃ ہے۔ پانچواں بنائے اسلام حج ہے جس کا ظاہر حج ثواب ہے اور باطن حجِ بے حجاب ہے۔ پس حاجی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک ظاہر کے حاجی یعنی حاجی الحرم اور دوسرے باطن کے حاجی یعنی حاجی الکرم۔ ظاہر کے حاجی میدانِ عرفات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور باطن کے حاجی وحدانیت مع اللہ ذات میں غرق ہوتے ہیں۔ یاد رکھ کہ ظاہری کعبہ وہ ہے جسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے آب و گِل سے تعمیر کیا اور باطنی کعبہ وہ ہے جسے ربِّ جلیل نے جان و دل سے پیدا کیا۔ پس ظاہری حاجی کا لباس ریا وغیرہ کا سات رنگا لباس ہے اور اُس کا دل سخت پتھر کی مثل ہے جب کہ باطنی حاجی کا دل قلبِ سلیم ہے جو اُس وقت تک نفس کے خلاف محوِ جہاد رہتا ہے جب تک کہ حاجی کا ظاہر و باطن ایک نہیں ہو جاتا۔ اسلام کے ظاہری و باطنی دونوں طریق مسلمان کے لئے بال و پر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب تک وہ ظاہر و باطن کے دونوں قدم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر نہیں لے جاتا نفاق سے باہر نہیں نکل سکتا۔ جب تک وہ نفاق سے باہر نہیں نکلتا وہ مومن مسلمان حاجی اور ذاکرِ قلبی کہاں ہو سکتا ہے؟

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ صاحبِ معرفت پر ذکر حرام ہے کہ وہ ہر وقت مشاہدۂ فنا فی اللہ میں مشغول رہتا ہے اور عین بعین وحدانیتِ الٰہی میں غرق ہو کر ذکر فکر سے بے خبر رہتا ہے۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے-"

فرد:- " جو آدمی اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ عارف کامل ہو جاتا ہے اور ذکر فکر سے فارغ ہو کر کامل فقیر بن جاتا ہے-"

عارف باللہ فنا فی اللہ صاحبِ ولایت کامل مکمل فقیر ولی اللہ سات چیزوں سے تعلق رکھتا ہے یعنی تصور، تفکر، مراقبہ، توجہ، وہم، خیال اور عقل کل سے تعلق رکھتا ہے- یہ سات چیزیں دربارِ حق تک پہنچانے والی سواری کی مثل ہیں- جب وہ دربارِ معلّی کے اندر جاتا ہے تو اپنی سواری کو باہر دروازے پر چھوڑ جاتا ہے- اندراُسے حضورِ حق سے حکم ہوتا ہے کہ دنیا میں جا کر چند روز تماشائے دنیا دیکھو لہٰذا جب وہ بارگاہِ حق سے باہر آتا ہے تو اپنی سواری پر سوار ہو کر مقامِ نفسانیت میں اربعہ عناصر کے جسم میں واپس آجاتا ہے- یہ سات چیزیں جس کسی کے تابع ہو جاتی ہیں جہان بھر کی سات ولائتیں اور روئے زمین کی ہر مخلوق حکمِ الٰہی سے اُس کے تابع ہو جاتی ہے کہ اِن سات چیزوں سے اولیا اللہ کے وجود میں سات نورانی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور جب یہ نوری صورتیں حکمِ الٰہی سے جنبش کرتی ہیں تو ہر نوری صورت سے مزید ستر ہزار نوری صورتیں بلکہ ہزاراں ہزار بے شمار نوری صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو روئے زمین پر سماتی نہیں- کاملین کی یہ راہ اسمِ اللہ ذات کی برکت سے ہے- ایسے ہی فقیر کو لایحتاج فقیر کہتے ہیں، جان لے کہ مرشدِ ناقص طالب کو سالہا سال تک ذکر فکر، ورد وظائف اور نفلی نماز روزہ کی محنت و مشقت میں مشغول رکھتا ہے حالانکہ اِس قسم کی ظاہری عبادت سے آدمی کا دل اور باطنی وجود ہرگز پاک نہیں ہوتا البتہ اِس سے مرشدِ ناقص اور طالبِ ناقص کو کشف القلوب اور کشف القبور کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے جب کہ صاحبِ راز مرشدِ کامل طالب اللہ کو حاضرات اسمِ اللہ ذات سے غرقِ وحدانیت کر کے بے نیاز کر دیتا ہے کہ اسمِ اللہ ذات کی تجلی مطلق بے مثل نورِ ذات کی تجلی ہے جو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف کرتی ہے- اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ مرشدِ کامل اور طالب

کامل کی ابتدا و انتہا ایک ہی ہے۔

جب کوئی صاحبِ غرق طالب طریق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تصورِ اسمِ اللہ ذات کا اِنتہائی خاص الخاص مراقبہ کرتا ہے اور مردے کی طرح جان سے بے جان ہو جاتا ہے تو مراقبہ اُسے پل بھر میں مراتب معراج پر پہنچا دیتا ہے کہ یہ مراقبہ اُن لائق دیدار مردانِ خدا کو نصیب ہوتا ہے جو مردار ناسوت سے تارک فارغ ہوتے ہیں اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ایک ہی دم سے کرمِ الٰہی کی ستر ہزار سالہ راہ کو طے کر لیتے ہیں۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات حیّ قیوم کی یہ باطنی راہ اُن کے حال کی گواہی دیتی ہے کہ اِس سے اُن کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور وہ مراقبہ سے نکل کر ہوش میں آجاتے ہیں۔ مرد کے لئے مراقبہ ایسا ہی ہونا چاہیے نہ کہ بلی جیسا مراقبہ جو وہ چوہا پکڑنے کے لئے کرتی ہے۔ جس صاحبِ مراقبہ کو مشاہدہ حاصل نہ ہو وہ سوراخِ وجود کے اندر جانے والا چوہا ہی ہے جو ہر وقت خطراتِ دنیا سے تباہ حال رہتا ہے۔ ایسا خام اہل مراقبہ خوب جانتا ہے کہ ابھی تک اُس کا دل سیاہ ہے۔ مرشدِ ناقص چوہے کی مثل ہے۔ راہِ حق میں مرد کی نظر تصورِ اسمِ اَللّٰہُ پر رہتی ہے جب کہ نامرد کی نظر طلبِ دنیا اور عز و جاہِ دنیا پر رہتی ہے۔ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ دونوں جہان کے لئے باعثِ رشد و ہدایت ہے جو اہل حق الیقین عارفوں کو نصیب ہوتا ہے۔ رحمتِ الٰہی کی یہ نعمتِ عظمیٰ وسعادتِ کبریٰ اللہ تعالیٰ اَولیائے اَللّٰہُ کے سوا کسی اور کو عطا نہیں کرتا۔ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ صاحبِ تصور کی اجازت وارشاد و توجہ کے بغیر نہ تو تاثیر کرتا ہے، نہ وجود کو نفع دیتا ہے اور نہ ہی دل میں قرار پکڑتا ہے۔ مشاہدہ عین نورِ اَللّٰہُ صاحبِ جلوہ طالبانِ کامل کو ریاضت و خلوت سے شرم آتی ہے کہ صاحبِ جلوہ ہر وقت مشاہدۂ جمالِ لازوال میں غرق رہتا ہے اور صاحبِ خلوت ہر وقت خطرات وخلل کمال میں گھرا رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور وہ ایمان والا بولا کہ اے میری قوم! میری اتباع کرو تاکہ مَیں تمہیں نیکی کی راہ پہ لگادوں۔ اے میری قوم! یہ دنیا کا جینا تو کچھ دن کا برتاوا ہے اور بے شک وہ آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے کے لئے ہے۔ جس نے برائی کی وہ ضرور

بدلہ پائے گا اُس کے برابر اور جس نے نیکی کی خواہ وہ مرد ہو یا عورت لیکن ہو مسلمان تو اُسے بہشت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ بے حساب نعمتیں پائے گا اور اے میری قوم! تمہیں کیا ہو گیا کہ مَیں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، مجھے اُس طرف بلاتے ہو کہ مَیں اللہ کا انکار کروں اور اُس کو اُس کا شریک ٹھہراؤں جسے مَیں جانتا بھی نہیں اور مَیں تمہیں اُس عزت والے انتہائی بخشنہار کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ بات خود بخود ثابت ہوئی کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اُس طرف بلانا کسی کام نہیں آتا دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ کہ ہم کو لوٹ کے جانا ہے اللہ کی طرف اور یہ کہ حد سے گزرنے والے اہلِ دوزخ ہیں۔ پس وہ وقت جلد آنے والا ہے جب تم میری باتوں کو یاد کر کے پچھتاؤ گے۔ مَیں نے تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی نگہبانی کرتا ہے۔"

یہ کتاب قرآن و حدیث کی روشنی میں اسمِ اللہ ذات کی پُر تاثیر تفسیر ہے۔ جو اِسے پڑھے گا عارف باللہ ہو جائے گا، جو اِس کے معنی سمجھے گا وہ روشن ضمیر فنا فی اللہ فقیر ہو جائے گا اور علم میں علمائے عامل اور معرفت میں فقیر کامل ہو جائے گا اور آیاتِ ناسخ کی تحقیق میں دائم مستغرق رہنے والے محققین کے دقیق نکات و حقائق کو سمجھ لے گا۔ یہ کتاب ہدایتِ الٰہی کے مشکل ترین رموز و اشارات و عبارات سے مرقوم ہے۔ یاد رہے کہ تمام صاحبِ تقویٰ، تمام صاحبِ فتویٰ، تمام عارفوں، تمام عاشقوں، تمام واصلوں، تمام سالکانِ ولایت، تمام مراتبِ اولیا اللہ اور تمام مشاہداتِ وحدانیتِ ذات کی رہنمائی آیاتِ قرآن اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اور قرآن و شریعت کی برکت اُن کے باطن کو صاف کر کے ہوائے نفس سے روکتی ہے اور اشتغال اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ آیاتِ قرآن کا ہر حرف راہِ راستی کا گواہ ہے جس سے انوارِ الٰہی اور اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ کھلتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (1) "اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے اُن کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ یہ ثواب اُن کو ملتا ہے جو صبر

والے ہیں۔" (2) "اِترا ؤ مت ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔" (3) "اور اِس دنیا میں ہم نے اُن کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن اُن پر برائی ہے۔" (4) "مَیں اُس کھانے کا حاجت مند ہوں جو تُو میرے لئے اُتارے۔" (5) " تم سلامت رہو، ہم جاہلوں سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔ بے شک یہ نہیں کہ جسے تم اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت چاہنے والوں کو۔" (6) "اور وہ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اِس کے کہ مسلمان اُس کی دعوت قبول کر چکے ہیں، اُن کی دلیل محض بے ثبات ہے اُن کے ربّ کے پاس اور اُن پر غضب ہے اور اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔" (7) " تو اللہ ہی کے لئے ہیں سب خوبیاں، وہی آسمانوں کا ربّ ہے، زمین کا ربّ ہے اور سارے جہان کا ربّ ہے اور اُسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔" (8) "جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کہ کیا تُو بھر گئی ہے؟ تو وہ عرض کرے گی مزید کچھ اور بھی ہے؟ اور پاس لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے جو اُن سے دور نہ ہو گی۔" (9) " اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اُس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا گیا اور وہی اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے۔" جان لے کہ آدمی کے وجود میں گیارہ چیزیں ہیں، دو روحیں ہیں جن میں سے ایک جمادی روح ہے اور دوسری نباتی روح ہے، ایک کو روحِ جبری اور دوسری کو روحِ مقیمی کہتے ہیں، چار نفس ہیں یعنی نفس امارہ، نفس ملہمہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ، ایک دل ہے، ایک حبِ دنیا ہے جسے آتش حرص کہتے ہیں، دو عقل ہیں، ایک عقل کل ہے اور دوسری عقل جز اور ایک شیطان ہے جس کی دوستی ہوائے نفسانیت سے ہے۔ اِن میں سے ہر ایک کی پہچان و پرکھ کا ذریعہ علم ہے اس لئے تُو علم کو اپنا رفیق بنا لے۔ علم بھی دو قسم کا ہے، ایک ظاہری علم ہے اور دوسرا باطنی علم ہے۔ ظاہری علم کا تعلق نفس سے ہے اور نفس کے پاس عقل جز ہے اور باطنی علم عارفانِ باللہ کا علم ہے جس کا تعلق روح سے ہے اور

روح کے پاس عقلِ کل ہے۔ پس عالمِ روحانی تمام علمائے نفسانی پر غالب ہے۔ نفسانی میں یہ قدرت کہاں کہ عالمِ روحانی کے سامنے دم مارے؟ کیونکہ نفسانی روحانی کی قید میں ہوتا ہے۔ پس عالمِ نفسانی اور عالمِ روحانی کسے کہتے ہیں؟ عالمِ نفسانی وہ ہے جو اہلِ نفس مردہ دل ناسوتی لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور شغل ذکرِ "اَللّٰہُ" سے غافل ہو کر معرفتِ الٰہیہ سے محروم اور باطنی صفائی سے بے خبر رہتا ہے اور عالمِ روحانی وہ ہے جسے ہر نبی اللہ اور ہر ولی اللہ کی مجلس کی حضوری حاصل ہو اور وہ عارف باللہ ہو اور باطن میں ہر مجلس کی صحیح خبر رکھتا ہو اور اُس کا دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " میں مشغول رہتا ہو لیکن عارف باللہ فقیر وہ ہے جو ظاہری و باطنی دونوں علوم کا عالم ہو کہ یہ دونوں علوم سالک کے لئے بال و پر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو آدمی یہ دونوں علوم نہیں رکھتا وہ معرفتِ مولیٰ سے بے خبر ہے۔ بھلا آدمی کس طرح ایک ہی دم میں معرفتِ الٰہی سے سرفراز ہو کر عارف باللہ بنتا ہے؟ اوّل خدائے تعالیٰ کے کرم سے اور دوسرے باطن صفا مرشدِ کامل کی عطا سے۔ مرشدِ کامل اُسے کہتے ہیں جو دل میں تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر جاری کر دے۔ اِس طرح جب وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تو اُسے دل کا تمام سودا سویدا درست نظر آتا ہے کہ اُس کی چشمِ باطن کھل جاتی ہے اور جب اُس کی چاروں آنکھیں یعنی چشمِ ظاہر، چشمِ باطن، چشمِ دل اور چشمِ سرّ ایک ہو جاتی ہیں تو اُس پر مقامِ دلِ وجدانی کھل جاتا ہے جسے عین العیانی کہتے ہیں۔ اِس مقام پر ظاہر و باطن کے تمام علوم اُس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ جب دل کی نگری میں دلِ وجدانی عین العیانی کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس کی روشنی سے دماغ میں سرِّ سبحانی کا وہ مقام روشن ہو جاتا ہے جسے بیت الرّوحانی کہتے ہیں۔ جو کوئی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ سرِّ خدا بن جاتا ہے اور جو کوئی سرِّ خدا بن جاتا ہے وہ ہر وقت معیتِ حق تعالیٰ میں انوارِ پروردگار کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے اور ایک لحظہ و ایک لمحہ کے لئے بھی مشاہداتِ ذاتِ حق اور وصالِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتا اور بے ہوشی سے پاک ہو کر باہوش رہتا ہے۔ اِس مقام پر

اُس کے وجود میں روح بادشاہ ہوتی ہے، قلب و دل اُس کا وزیر ہوتا ہے، عقل اُس کی نائب ہوتی ہے اور نفسِ مطمئنہ اُس کا رفیق ہوتا ہے۔ وہ شوق کا کلہاڑا لے کر دل سے حُبِّ دنیا کی جڑ کاٹ دیتا ہے، خنّاس وخرطوم اُس کے دل سے دور بھاگ جاتے ہیں، حرص وطمع وکبروہوائے نفس اُس کے وجود سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور شیطان اُس کے وجود میں داخل نہیں ہو سکتا۔ معیتِ ذاتِ حق کا یہی وہ دائمی استغراق ہے جو عارفانِ حق تعالیٰ کا مقصودِ کلی ہے بلکہ اِس مقام پر توتوجہّ و تفکر و دلیل و عقل و وہم وخیال و مراقبہ اور ظاہری علم وغیرہ تمام حجابات ہیں کیونکہ عارف باللہ دو حالتوں سے ہرگز خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ غرقِ وحدت ہو کر شوقِ الٰہی میں مسرور رہتا ہے یا وہ ہر وقت مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتا ہے۔ جو کوئی اِن دو حالتوں سے روگردان ہو کر تصور و تفکر کی راہ اختیار کرتا ہے وہ یا تو دیوانہ ومجنون ہو جاتا ہے یا اِستدراج کا شکار ہو جاتا ہے یا رجوعاتِ خلق میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اِسی لئے تو کہا گیا ہے کہ :۔"جس نے حصول الوصول کے بعد عبادت کا اِرادہ کیا تو بے شک اُس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔" جب کوئی آدمی غرقِ توحید ہو کر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری میں پہنچ جاتا ہے تو اُسے عباداتِ نوافل کی ضرورت نہیں رہتی کہ غرقِ توحید ہونا فرض ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری میں غرق رہنا سنت ہے۔ جو آدمی اِس فرض وسنت سے فارغ نہ ہو اُسے عباداتِ نوافل کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ اَللّٰہُ بس ماسوَی اللّٰہ ہوس۔ جس شخص کی نظر میں ہر وقت اسمِ اللہ ذات کا تصور سمایا رہتا ہے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت کے سایہ میں رہتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق رہنے والا شخص اگرچہ بظاہر فسق وفجور میں ملوث کیوں نہ نظر آئے اسمِ اللہ ذات کی برکت وتاثیر سے اُس کا وجود آخر کار پاک ہو جاتا ہے اور مرتے وقت بے شک وہ تائب ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" صاحبِ اسمِ اللہ ذات جو ہر وقت اسمِ اللہ ذات کے تصور میں مشغول رہتا ہے

مرتے وقت ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات کبھی صغیرہ وکبیرہ گناہوں میں ملوّث ہو کیونکہ صاحبِ تصور پر ہر وقت اسم اللہ ذات کا غلبہ رہتا ہے اور صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات اور طالبِ تصورِ اسم اللہ ذات اِنتہائی درجے کا عارف باللہ فقیر ہوتا ہے جس کا نفس بیمار، دل بیدار اور روح متوجہ بمولیٰ دیدار ہوتی ہے۔ سرود کی آواز اُسے ہرگز نہیں بھاتی کہ بیمار آدمی کو کوئی آواز بھی اچھی نہیں لگتی خواہ وہ داؤد علیہ السلام جیسی خوشگوار سریلی آواز ہی کیوں نہ ہو؟ سرود نفس کو زندہ کرتا ہے۔ اَللّٰہُ بس ماسویٰ اَللّٰہُ ہوس۔ بیت:-

"غصے اور شہوت کو اپنے پاؤں تلے روند ڈال تاکہ تُو زندگی سے صحیح لطف اُٹھا سکے۔"

علما جب تحصیلِ علم سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اپنی جسمانی صورتوں کے ساتھ باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حضوری حاصل کرتے ہیں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے فرماتے ہیں:- "تمہیں علم مبارک ہو، تم علم سے کیا چیز حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اُن میں سے کوئی تو مراتبِ قضا مانگ لیتا ہے اور کوئی معرفت ورضائے الٰہی طلب کر لیتا ہے اور ہر کوئی اپنی اپنی طلب وخواہش کے مطابق درجات حاصل کرتا ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "یہ کتاب ہدایت بخشتی ہے اُن پرہیزگاروں کو جو عالمِ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔" انبیاً واولیا اللہ روزِ ازل سے ہدایت ومعرفت وفقر فنافی اللہ کی تلقین اور کلامِ الٰہی کی تعلیم دیتے چلے آ رہے ہیں لیکن فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "بے شک یہ نہیں کہ جسے آپ چاہیں ہدایت بخش دیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ انبیاً واولیا ومومن مسلمانوں کو دنیا میں ہدایت وتقویٰ اور عالمِ غیب پر ایمان لانے کی توفیق روزِ ازل ہی میں حاصل ہو گئی تھی اور عالمِ غیب پر اُن کا ایمان اِس قدر مضبوط وقوی ہو گیا تھا کہ اُن کے دلوں کو کامل تصدیق نصیب ہو گئی تھی اور وہ یقین کے اُس اِنتہائی مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "اور اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تمہیں حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔" مادر زاد اولیائے اَللّٰہُ کو یقینِ مطلق

حاصل ہوتا ہے اور یقینِ مطلق اُس کامل معرفت و ہدایت و عبادت کا نام ہے جو آخر دم تک قائم رہے اور جان بلب ہونے اور قبر میں پہنچنے تک ثابت رہے۔ ایسے یقین کو توفیقِ باری تعالیٰ کہتے ہیں۔ یقین کی بنیاد مشاہدہ ہے، پہلے مشاہدہ پھر یقین اور مشاہدہ عین العیان کا مرتبہ ہے اور عین العیان وہ مرتبہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ بے حجاب نظر آتا ہے۔ اِس مرتبہ پر بیان کی حاجت نہیں ہوتی۔ جو مادر زاد ولی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہے اور اللہ تعالیٰ کے شاگرد کو مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اُسے تو خود خدا اور اُس کا رسول تعلیم دیتا ہے، رہا سوال دوسرے اولیا اللہ سے ملاقات و صحبت کا تو وہ محض علم کی تحقیقات و مقابلہ کا بہانہ ہوتا ہے ورنہ اُسے تعلیم و تلقین تو روزِ ازل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد کے لائق عارف ولی اللہ وہ ہے جو تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ سے غرقِ وحدت ہو کر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچ جائے اور اُسے خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ازلی تعلیم و تلقین حاصل ہو جائے۔ جس مرشد کو خدا و رسول سے ایسی تعلیم و تلقین حاصل نہیں اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا۔ ارشاد کے لائق مرشد وہ ہے جو طالب اللہ کو حسبِ طلب اُس کے جملہ مطالب تک پہنچا دے۔ جو مرشد طالب کو اُس کے تمام مطالب تک نہیں پہنچا سکتا اُس سے خواہ ہزار مرتبہ ہی تعلیم و تلقین حاصل کی جائے بے سود ہے، اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔ طالب کو چاہیے کہ وہ کوئی اور مرشد تلاش کرے جو کامل ہو اور یہ کوئی عیب نہیں۔ برائے نام ناقص مرشد بہت ہوتے ہیں، اُن سے تلقین حاصل کرنا حرام ہے۔ معرفتِ مولیٰ میں کامل مرشد بہت کم ہوتے ہیں۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ چشمِ بصیرت حاصل کرے تاکہ علم و دانش کی نظر سے ناقص و کامل مرشد میں تمیز کر سکے۔ معلوم ہوا کہ ناقص مرشد کا ظاہر اُس کی شہرت و ناموری کا اشتہار ہوتا ہے لیکن اُس کا باطن دنیائے مردار کا طالب ہوتا ہے۔ بظاہر اُس کی زبان پر باآوازِ بلند " یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ "کا ذکرو اقرار و اتفاق ہوتا ہے لیکن بباطن اُس کا دل تفکرات و نفاق سے لبریز ہوتا ہے۔

بیت :-" زبان پر اسمِ اللّٰہ کی تسبیح ہے اور دل میں بیل گدھے یعنی تفکراتِ دنیا مردار سمائے ہوئے ہیں، بھلا ایسی تسبیح کیا اثر دکھائے گی؟"

مرشد بننا بہت عظیم مگر مشکل کام ہے۔ مرشد کو عطار کی مثل ہونا چاہیے نہ کہ جلاد و غلہ بردار و طالب دنیائے خوار۔ مرشد وہ ہے جو طالب کو ریاضت کرائے بغیر محض ایک ہی نظر میں معرفتِ الٰہی کا راز بخش دے۔ مرشد کو بلند پرواز شہبازِ قدس ہونا چاہیے جو لامکان میں پرواز کر سکے۔ یہ چیل صفت لوگ ہرگز مرشد نہیں جن کی نظر ہر وقت دنیائے مردار پر لگی رہتی ہے، یہ تو محض مردہ و مردار بردار چیلیں ہیں۔ اِسی طرح طالب وہ ہے جو لائق دیدارِ پروردگار ہو، دنیا و اہلِ دنیا سے بیزار ہو، اُس کی نظر سعادت پر ہو اور وہ عبادتِ ربانی میں ہوشیار و زندہ دل ذاکرِ بیدار ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" حیاتِ دنیا ایک دن ہے اور ہمیں اس میں روزے سے رہنا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ مزید ہے:-" حیاتِ دنیا ایک گھڑی ہے اور ہمیں اس میں طاعت بجالانی ہے۔" تفکر کا تعلق معرفتِ الٰہی سے ہے۔ لائق معرفت تفکر وہ ہے کہ جس میں صاحبِ تفکر کثیف نفسانی لباس اُتار کر لطیف روحانی لباس پہن لے۔ ایسے تفکر کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔" کیونکہ یہ تفکر نورِ ہی نور ہے۔ اِس قسم کا تفکر کرنے والا طالب معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کے مشاہدے میں غرق صاحبِ حضور فنا فی اللہ بقاباللہ عارف ہوتا ہے۔ انتہائی کامل صاحبِ تفکر مرشد وہ ہے جو چاہے تو طالب کو معرفتِ الٰہی وصال کا مشاہدہ گھڑی بھر میں بخش دے اور چاہے تو سالہا سال کی ریاضت کے بعد بخشے۔ جو عالم علم پر عمل نہیں کرتا علم اُس کے لئے باعثِ رجعت و وبال بن جاتا ہے۔ اِسی طرح جس ذکر سے ذاکر وحدانیتِ حق میں غرق نہ ہو وہ ذاکر کے لئے باعثِ رجعت و زوال بن جاتا ہے، جس فکر سے صاحبِ تفکر کا نفس فنا نہیں ہوتا وہ فکر صاحبِ فکر کے لئے باعثِ رجعت و خام خیالی ثابت ہوتا ہے اور جس دعوت کے پڑھنے سے موکل آواز نہیں

دیتے اور صاحبِ دعوت کو گنج بے رنج حاصل نہیں ہوتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل نہیں ہوتی اور روحانی اُسے اِلہام سے جواب باصواب نہیں دیتے تو صاحبِ دعوت ایسی دعوت سے رجعت کھا کر بے حاصل و مجنون ہو جاتا ہے، ایسی دعوت پڑھنے والا جاہل کا جاہل ہی رہتا ہے۔ جس آدمی کے وجود میں اسمِ اللہ ذات تاثیر کرتا ہے وہ ہرگز رجعت نہیں کھاتا بلکہ وہ ولی اللہ ہو جاتا ہے کہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات جس طرف بھی نظر اُٹھاتا ہے اُس کی دید و حکمت سے خالی نہیں ہوتی، یا تو وہ وحدانیتِ خداوندی میں غرق ہو کر نورِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے یا مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے سرفراز ہوتا ہے کیونکہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کا تعلق ناسوت سے نہیں رہتا، وہ ہر وقت مقامِ لاھوت میں رہتا ہے خواہ اُسے معلوم ہو یا نہ ہو کہ درحقیقت وہ اسمِ اللہ ذات سے واصل ہوتا ہے کیونکہ اسمِ اللہ ذات صاحبِ تصور کو اپنی قید میں رکھتا ہے۔ صاحبِ تصور میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اسمِ اللہ ذات کو اپنی قید میں لے آئے کہ اسمِ اللہ ذات غیر مخلوق ہے اور تصور و عقل و صاحبِ تصور مخلوق ہے۔ جان لے کہ سلک سلوکِ معرفتِ اِلٰہی تین قسم کا ہے، ایک کلمہ طیب لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ذکر کا سلک سلوک ہے خواہ وہ ذکر خفیہ ہو یا جہر ہو، دوسرا سلک سلوکِ مذکور ہے مثلاً تلاوتِ قرآن مجید، ورد و وظائف، نوافل اور نماز روزہ وغیرہ، تیسرا وہ اِنتہائی سلک سلوک ہے جو طالب اللہ کو ایک ہی دم میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا کر وحدانیتِ خداوندی میں غرق کر دیتا ہے۔ یہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کا اِنتہائی سلک سلوک ہے جو کاملین اختیار کرتے ہیں۔ اِس کا تعلق ذکر مذکور سے نہیں بلکہ محض عطائے اِلٰہی حضور سے ہے۔ اِس قسم کا اِستغراق حضور جس کسی کو نصیب ہوتا ہے اُسے ذکر مذکور یاد نہیں رہتے کہ صاحبِ حضور کے لئے ذکرِ حضور اور ہے، مراقبہ حضور اور ہے، دلیل حضور اور ہے، تصورِ حضور اور ہے، توجہ حضور اور ہے، وہم حضور اور ہے، فہم حضور اور ہے، خیال حضور اور ہے اور مشاہدہِ نور اللہ وصال اور ہے۔ صاحبِ حضور مقامِ ناسوت سے نکل کر ہر وقت مقامِ

لاھوت میں رہتا ہے- ناسوت اور لاھوت کی پہچان کیا ہے؟ مقامِ ناسوت میں نفس کی ہستی قائم رہتی ہے اور وہ اپنی ہستی میں مست ہو کر بے اختیار ہو جاتا ہے- پس معلوم ہوا کہ مستی ناسوت سراسر نفس و ہوا ہے- اِس کے برعکس لاھوت میں نفس نیست و نابود ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے طالب ہر وقت ہوشیار اور اپنے اختیار میں رہتا ہے- جان لے کہ معرفتِ الٰہی کا مغز تقویٰ ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-(1) "مَیں نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے-"(2) "بے شک اہل تقویٰ کے لیے اجرِ عظیم ہے-"(3) "بے شک اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا ساتھی ہے -" اگر کوئی آدمی تقویٰ کے بغیر فقیری و درویشی و معرفتِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا و دغاباز ہے- تقویٰ کے چار حروف ہیں ، ت ق و ی- صاحبِ تقویٰ کے پاس دو "ت" ہونی چاہییں ، ایک "ت" ترک کی اور دوسری توکل کی- صاحبِ تقویٰ کے پاس دو "ق" ہونے چاہییں ، ایک "ق" قہر برسائے اپنے نفس پر اور دوسرا "ق" قادر ہو جائے اپنے نفس پر- صاحبِ تقویٰ کے پاس دو "و" ہونی چاہییں ، ایک "و" واحد ہو جائے اور دوسرا "و" وحدت میں غرق ہو جائے- صاحبِ تقویٰ کے پاس دو "ی" ہونی چاہییں ، ایک "ی" یگانۂ حق ہو جائے اور دوسری "ی" یاری کرے حق تعالیٰ سے- جان لے کہ تقویٰ و پرہیزگاری اُس نیک و صالح عمل کو کہتے ہیں جو پوشیدہ ، بے ریا اور مقبولِ خدا ہو اور پوشیدہ ، بے ریا اور مقبولِ خدا نیک و صالح عمل تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے جس سے بندہ معرفتِ الٰہی حاصل کر کے نجات یافتہ ہو جاتا ہے ، یہی باطنی تقویٰ اور باطنی راز ہے جو ریاضتِ باطن (تصورِ اسمِ اللہ ذات) سے کھلتا ہے اور بندے کو غوغائے خلق سے نجات دلاتا ہے- متقی وہ ہے جو ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہے اور یہ مرتبہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے نصیب ہوتا ہے- متقی ظاہری ریاضت سے تعلق نہیں رکھتا کہ ظاہری ریاضت تو کافر بھی بہت زیادہ کرتے ہیں- ہمیں اِس کے خلاف چلنا ہے کہ مومن عارف رازِ الٰہی کی راہ پہ چلتا ہے جو اسمِ اللہ ذات سے کھلتی ہے اور تقویٰ اسم اَللّٰہُ ذات کی طے میں ہے- تصورِ اسمِ

اللہ ذات وتصورِ اسمِ اعظم کے بغیر تقویٰ اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری ہرگز حاصل نہیں ہوتی خواہ سنگِ ریاضت سے سر ہی کیوں نہ پھوڑ لیا جائے۔

بیت:۔" اے باھُو! رضائے اِلٰہی کی خاطر تقویٰ اختیار کر کہ بے ریا تقویٰ ہی بارگاہِ حق میں پہنچاتا ہے۔"

جسے بھی تقویٰ نصیب ہوا اسمِ اللہ ذات ہی سے ہوا۔ اسمِ اللہ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں، اوّل اسمِ اَللّٰہُ جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے۔ جب اسمِ اَللّٰہُ سے "ا" جدا کیا جائے تو یہ اسمِ لِلّٰہِ بن جاتا ہے۔ اسمِ لِلّٰہِ کا ذکر فیضِ اِلٰہی ہے۔ جب اسمِ لِلّٰہِ کا پہلا "ل" جدا کیا جائے تو یہ اسمِ "لَہٗ" بن جاتا ہے۔ اسم "لَہٗ" کا ذکر عطائے اِلٰہی ہے۔ جب دوسرا "ل" بھی جدا کر دیا جائے تو یہ "ھُوْ" بن جاتا ہے اور اسمِ "ھُوْ" کا ذکر عنایتِ اِلٰہی ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" نہیں ہے کوئی معبود سوائے ھُوْ (ذاتِ حق تعالیٰ) کے۔" اَللّٰہُ بس، ماسوَی اَللّٰہُ ہوس۔ اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر باعثِ حضور ہے، اسمِ لِلّٰہِ کا ذکر باعثِ سرور ہے، اسمِ لَہٗ کا ذکر مقہور ہے اور اسمِ ھُوْ کا ذکر مغفور ہے۔ ان تمام مراتب کی بنیاد شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت و دولت ہے۔ جان لے کہ اگر کوئی آدمی کسی صاحبِ ارشاد مرشد سے دست بیعت کرنے اور اُس سے تلقین حاصل کرنے کی نیت سے رات کو نمازِ استخارہ پڑھتا ہے اور خواب میں مرشد اُسے دست بیعت کر کے تلقین کر دیتا ہے اور اُس کے وجود میں تلقین کی تاثیر بھی ظاہر ہو جاتی ہے جس سے اُس کا اعتقاد پختہ ہو جاتا ہے اور وہ اُس صاحبِ ارشاد بزرگ کے پاس جا کر اُس کی ملازمت اختیار کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے تو وہ بزرگ کہتا ہے کہ اے فلاں! مَیں تو تجھے باطن میں فلاں مقام پر تلقین کر چکا ہوں اب تجھے میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو اِس طریق کے طالب و مرشد دونوں ہی خام و ناتمام ہیں۔ اِس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ اِس قسم کی تلقین طالب کے لئے ہرگز پائیدار نہیں جب تک کہ مرشد طالب کو باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس

میں لے جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تلقین و تعلیم نہیں دلوا دیتا یا آپ کے حکم سے باطن میں اُسے دست بیعت نہیں کر لیتا- بارگاہِ حضور کی ایسی تلقین سے طالب کے وجود میں چار ذکر لازوال جاری ہو جاتے ہیں جس سے طالب کا نفس فنا ہو جاتا ہے اور روح بقا حاصل کر لیتی ہے اور وہ فنا فی اللہ ہو کر نورِ الٰہی کے مشاہدہ میں غرق ہو جاتا ہے- جو مرشد ایسی تلقین نہیں کر سکتا وہ مرشدِ خام خیال ہے- الغرض ایسے لوگ مرشد نہیں ہوتے جو بظاہر آدمی نظر آتے ہیں لیکن بباطن دیو سیرت شیطان ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کو دم بستگی کی تلقین کرتے ہیں- جان لے کہ دم محض ہوا ہے جو ہر سانس کے ساتھ وجود کے اندر آتی جاتی ہے- جس ذکر کا تعلق محض ہوا و دم سے ہو اُسے ذکر نہیں کہہ سکتے کہ ایسا ذکر تو ہوا پر سوار ہے- اِس طرح تو کتے اور گدھے بھی ہر دم خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں، ایسی یادِ خدا سے کتے اور گدھے ولی نہیں بن جاتے- وجود میں ذکر کے دو مقام ہیں، ایک سینے میں مقامِ قلب ہے اور دوسرا دماغ میں مقامِ روح ہے- پس ذکر کا تعلق دل و روح سے ہے- جب کوئی دلِ مردہ ذکر "اَللّٰہُ" سے زندہ ہو جاتا ہے تو اُسے "دلِ زندہ" کہتے ہیں اور جب کوئی دلِ زندہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے بیدار ہو جاتا ہے تو اُس کی روح بھی زندہ ہو جاتی ہے جو ذکر "اَللّٰہُ" کو چھوڑ کر غرقِ دیدار ہو جاتی ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے بے مثل و بے مثال نور کے مشاہدہ میں محو رہتی ہے- اِستغراقِ وصال کے اِن مراتب کی تائید اِس آیتِ مبارکہ سے بھی ہو جاتی ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "جو آدمی یہاں دیدارِ الٰہی سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی سے اندھا رہے گا-" جان لے کہ دل ہدف کی مثل ہے، ذکرِ اَللّٰہُ تیر کی مثل ہے اور فکر کمان کی مثل ہے، جس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ کے تیر سے زخمی ہو جاتا ہے اُس کا تمام وجود ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے- ایسا صاحبِ دل دردِ الٰہی اور فنائے نفس میں مبتلا ہو کر ہر وقت روتا رہتا ہے اور اُس کی آنکھوں سے خون بہتا رہتا ہے- ایسا ذاکرِ قلبی دل و جان سے ذکرِ "اَللّٰہُ" میں محو رہتا ہے کہ اُس کے وجود میں شیطان کا گزر نہیں ہو سکتا کیونکہ جو وجود مکمل طور پر ذکرِ "اَللّٰہُ" کی گرفت میں آ جاتا ہے اُس سے

شیطان اس طرح دُور بھاگتا ہے جس طرح کافر کلمہ طیب سے بھاگتا ہے۔ ایسا ذاکرِ قلبی ہر وقت معیتِ حق تعالیٰ میں غرق رہتا ہے کہ معیتِ حق تعالیٰ کی مستی اُسے روزِ الست سے حاصل ہوتی ہے اور اُس کے وجود کے مغز و پوست میں اللہ ہی اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے۔ جو آدمی ذکرِ قلبی کی اِس راہ کو اختیار کر لیتا ہے اور اُسے سمجھ بھی لیتا ہے وہ دونوں جہان سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ روٹی اِس جہان کی کھاتا ہے لیکن غرق اُس جہان کے مشاہدے میں رہتا ہے۔ ایسے آدمی کو زندہ دل ذاکرِ جاوداں کہتے ہیں۔ اُسے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ جب وہ حق الیقین کے مرتبے پر پہنچتا ہے تو اُس کا یقین مطلق حق ہو جاتا ہے یعنی اُس کے وجود میں باطل کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ ذاکر کے اِس مرتبے کو " غرقِ نور نوا ور" کہتے ہیں۔ مقامِ نور نوا ور وہ مقام ہے کہ جہاں عارف باللہ اپنے نفس پر غالب ہو جاتا ہے کہ اس مقام پر نفس لباسِ قلبِ سلیم پہن لیتا ہے اور روح لباسِ رتج پہن لیتی ہے ۔ ایسے نفس کو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔ صاحبِ نفسِ مطمئنہ کی زبان پر تسبیح اور دل میں تصدیقِ صحیح ہوتی ہے۔ اِن سرمدی و سروری مراتب پر محرمِ راز طالب ہی پہنچتا ہے۔ " اَللّٰهُ " بس ماسوَی اَللّٰهُ ہوس۔

حقیقت کا مقام روح ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا مقام ہے اور معرفت کا مقام سرّ ہے جو مشاہدہ ربوبیت اور مشاہدہ نورِ جمالِ الٰہی میں غرق ہونے کا مقام ہے۔ ستر ہزار حجاباتِ ظلمانی شریعت و طریقت کے درمیان ہیں، ستر ہزار حجابات طریقت و حقیقت کے درمیان ہیں اور ستر ہزار حجابات حقیقت و معرفت کے درمیان ہیں۔ جو مرشد تصورِ اسمِ اَللّٰهُ کی مدد سے طالب اللہ کے دو لاکھ ستر ہزار حجابات سات دن کے اندر ہٹا دیتا ہے اُسے صاحبِ نظر کامل مکمل مرشد کہتے ہیں۔ جان لے کہ ذکر فکر مراقبہ مکاشفہ محاسبہ اور طیر سیر کے جملہ مقامات کا تعلق طریقت سے ہے۔ طریقت میں طالب اللہ کو پختگی وجود اور وسیع حوصلہ نصیب ہوتا ہے کیوں کہ طلبِ الٰہی اُسے جذبۂ طاعت بخشتی ہے، ذکر اللہ اُسے ذوق بخشتا ہے، فکر اُسے فیض فرحت بخشتا ہے، مراقبہ

اُسے باطن میں انبیا و اولیا سے ملاقات و مصافحہ کی نعمت بخشتا ہے، مکاشفہ اُس کے دل کی میل اُتار کر صفائی بخشتا ہے اور محاسبہ سے اُس کے وجود میں بے حساب ذکر جاری ہوتا ہے۔ اگر تُو ستر ہزار صاحبِ طریقت ذاکروں کو جمع کر لے تو وہ ایک صاحبِ مذکور اہل حقیقت کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے، اگر تُو ستر ہزار صاحبِ مذکور و صاحبِ الہام اہل حقیقت کو جمع کر لے تو وہ ایک صاحبِ معرفت عارف باللہ فنا فی اللہ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے اور اگر تُو ستر ہزار صاحبِ معرفت عارف باللہ فنا فی اللہ کو جمع کر لے تو وہ ایک معشوقِ الٰہی عوارفِ بقا باللہ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے کہ بقا باللہ کا مرتبہ اُس توحید پرست کا حصہ ہے جو غرق فی الوحدت و غرق فی النور ہو کر دونوں جہان میں زندہ جاوید ہو جاتا ہے اور اہل مغفرت ہو کر قربِ حضور میں بقا حاصل کر لیتا ہے۔ یہ مراتبِ لا مکان ہیں جو کسی کے وہم و فہم میں نہیں سما سکتے کہ اُن کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ جو آدمی اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ فقیر ہے ورنہ گراں بار و کور چشم نابینا ہے۔ جان لے کہ شروع میں عاشق واصل باللہ عارف ولی اللہ کے وجود میں سات قسم کی آگ پیدا ہوتی ہے جو اُس کے ہر عضو کو رات دن اس طرح جلاتی ہے جس طرح کہ آگ خشک ایندھن کو جلاتی ہے اور یہ آگ ذکر فکر شوق اشتیاق مراقبہ محاسبہ اور غرق مع اللہ حضور کی آگ ہے۔ اس کے برعکس زاہد دو قسم کی ظاہری آگ میں جلتا رہتا ہے، ایک پیاس کی آگ اور دوسری بھوک کی آگ۔ اگر عاشق پر حال وارد ہو جائے اور وہ آتش محبت کی ایک آہ کھینچ لے یا جلالیت کی نگاہ سے دیکھ لے تو مشرق سے مغرب تک روئے زمین کی ہر شے جل کر نیست و نابود ہو جائے۔ اگر روئے زمین کے تمام زاہدوں کو جمع کر لیا جائے تو وہ عاشق عارف باللہ کی نیم نظر ہی سے راکھ ہو کر نیست و نابود ہو جائیں۔ بھلا زاہد میں کہاں مجال کہ وہ عاشق عارف باللہ کے سامنے دم مارے کہ عارف باللہ صاحبِ تصوف ہوتا ہے اور تصوف ہر علم پر غالب ہے۔ تصوف کے کیا معنی ہیں؟ تصوف دل کی کامل صفائی، معرفت الٰہی اور استغراق توحیدِ ربانی کا نام ہے۔ اہل تصوف عارف باللہ عالم کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہوتی

ہے۔ علمِ تصوف کے چار طریقے ہیں، چار گواہ ہیں، چار مقام ہیں اور چار راستے ہیں۔ تصوف کا پہلا خاص الخاص طریق شریعت ہے، دوسرا طریقت ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے، تیسرا حقیقت ہے جس سے ذاتِ حق کے مشکل و دقیق ترین نکات کی گرہ کشائی ہوتی ہے اور چوتھا معرفت ہے جس میں معرفتِ الٰہی کا بے پایاں و عمیق دریائے توحید موجزن ہے۔ علمِ تصوف در اصل علمِ توحید ہے جس کا تعلق علمِ فقہ سے ہے اور علمِ فقہ کا تعلق علمِ حیا سے ہے۔ علمِ حیا کا تعلق دل میں درد و داغِ محبتِ مولیٰ سے ہے۔ علمِ تصوف دیگر ہر علم سے برتر ہے کیونکہ علمِ تصوف توحید پر نہایت قوی ایمان کو کہتے ہیں۔ جو آدمی علمِ تصوف کے دائم مطالعہ میں نہیں رہتا وہ ہر وقت حرص و ہوا سے پریشان رہتا ہے۔ علمِ تصوف علمِ رحمٰن ہے جس سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور علمِ دنیا علمِ شیطان ہے جس سے پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سلک سلوک معرفتِ مولیٰ کی راہ ہے۔ جو آدمی طالبِ مولیٰ نہیں بنتا اور علمِ تصوف و معرفتِ مولیٰ کا علم نہیں پڑھتا وہ طالبِ دنیا ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ تصوف کے چار حروف ہیں "ت ص و ف"۔ حرف "ت" سے تصرف کرتا ہے اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں اور اُس کا ایصالِ ثواب کرتا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک کو، حرف "ص" سے صراطِ مستقیم پر گامزن رہتا ہے، حرف "و" سے وعدہ خلافی نہیں کرتا اور حرف "ف" سے فتح القلوب وفنائے نفس۔ جو آدمی ان صفات سے متصف نہیں اُسے صاحبِ تصوف نہیں کہا جا سکتا۔ علمِ تصوف اسمِ اَللّٰہُ سے حاصل ہوتا ہے جس کے صرف حرف "ا" ہی سے ہزار ہا علوم منکشف ہوتے ہیں۔ یہی وہ علم ہے جس کا اشارہ اس آیت کریمہ میں ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا " (اور آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم عطا کیا گیا۔) یہاں علمِ اسما سے مراد "علمِ کل، عقلِ کل اور درجاتِ کل" ہے لیکن علمِ کل سے مراد محض علمِ قال نہیں کہ علمِ قال جز ہے بلکہ علمِ کل تو مراتبِ احوال کو بھی محیط ہے اور مرتبۂ احوال یہ ہے کہ طالب اللہ بظاہر عوام میں گھل مل کر رہے

لیکن بباطن معرفتِ کامل میں غرق ہو کر ہر وقت معیتِ حق تعالیٰ سے مشرف رہے - فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اور پوری ہے تیرے پروردگار کی بات سچ اور اِنصاف میں اُس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سنتا جانتا ہے-" معرفتِ مع اللہ میں عارف باللہ کو اُس مقام پر ہونا چاہیے کہ جہاں حضرت سلطان بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں تیس سال تک لگا تار اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہا اور لوگ سمجھتے رہے کہ مَیں اُن سے ہم کلام ہوں- عارف کا قال الگ ہے اور حال الگ ہے جیسا کہ سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں درج ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑ دیا، شکستہ دیوار کو درست فرما دیا اور بچے کو قتل کر دیا- اِس واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے جملہ کام حقیقت میں درست تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں گناہ کے کام تھے- عارف باللہ فقیر کے حال احوال بھی ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ ہر مقام سے آگاہ ہوتا ہے اور ماضی حال و مستقبل ہر وقت اُس کی نگاہ میں رہتا ہے- یہی وجہ ہے کہ عارف باللہ فقیر کی نیم نگاہ بھی ہر عبادت سے افضل ہوتی ہے-

بیت :-" سوزشِ نیم نگاہ سے میری آہ نکل جاتی ہے اور مَیں کفر و ایمان کے درمیان اپنی راہ کا تعین کرتا ہوں-"

حدیث مبارک میں آیا ہے :-" مقامِ ایمان خوف و اُمید کے درمیان ہے-"

بیت :-" تیری عمر کتابوں کے مطالعہ میں گزر گئی لیکن تو راہِ راز سے بے خبر رہا حالانکہ اہل فضیلت کے لئے ضروری ہے کہ وہ وحدتِ الٰہی کی معرفت حاصل کرے-"

جان لے کہ بعض فقرا ایسے ہیں جو کہیں بھی مستقل قیام نہیں رکھتے ، وہ ہمیشہ سیر و سفر میں رہتے ہیں اور کہیں بھی آرام و جمعیت اور سکون و قرار سے نہیں رہتے خواہ کوئی اُن کی ہزار دلداری و غم خواری کرے یا نذر و نیاز سے اُن کی خدمت کرے- وہ ہر جگہ مسافروں کی طرح پریشان حال رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اَللّٰہُ سے اُنس رکھتے ہیں اور غیر اللہ سے وحشت

کھاتے ہیں، اُن کے کانوں میں " فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ " (پس دوڑو "اَللّٰہُ" کی طرف) کی آواز گونجتی رہتی ہے اور اُن کی نظر معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ پر لگی رہتی ہے۔ جس طرح ذرّہ آفتاب کے مدِ نظر ہو کر بے قرار رہتا ہے اُسی طرح عارفانِ الٰہی بھی " اَللّٰہُ " کے مدِ نظر ہو کر خلق سے فرار اختیار کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اُن پر شوق و محبت اور معرفتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے، اُن کا مکان لا مکان بن جاتا ہے، اُن کی جان اُس جہان میں ہوتی ہے اور جسم پریشان ہوتا ہے۔ دو قسم کے لوگ کسی کے تابع نہیں ہوتے ایک ظلِ اللہ بادشاہ اور دوسرے فقیر ولی اللہ صاحبِ اسرارِ الٰہ۔

بیت:- " اے باھُو! رضائے الٰہی کی خاطر میں اپنے نفس کو رسوا کرنے کے لئے ہر ایک دروازے پر جا کر بھیک مانگتا ہوں۔"

ہر محلّہ، ہر شہر اور ہر بستی اِن درویشوں کے قدموں کی برکت سے قائم ہے۔ فقرا کا چلنا پھرنا اور سیر و سفر میں محو رہنا حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- " حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔" فقیر کا قدم، فقیر کا کلام، فقیر کی توجہ، فقیر کا وہم، فقیر کا قہر، فقیر کا اِلتفات اور فقیر کا فیض پانچ حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا کہ اُس کی اصل وصل اسمِ اللہ ذات پر قائم ہے اور فقیر کا حال[1] ہر قسم کے وبال سے پاک ہوتا ہے۔

مثنوی:- " اے باھُو! ظاہری علم سے عالم ہرگز واصل باللہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اُسے کشف القبور کا مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے، تُو اسی علم کی مغروری سے قربِ حق کی نعمت سے محروم ہو گیا ہے، یہ وہ علم ہے کہ جس کا عالم ہرگز صاحبِ نظر نہیں ہو سکتا، تُو رات دن اِسی علم کے مطالعہ میں غرق رہتا ہے حالانکہ اس علم سے کبھی کوئی معرفتِ الٰہی تک نہیں پہنچا۔ تجھے چاہیے کہ تُو کسی باطن صفا صاحبِ راز مرشد کو تلاش کرتا کہ وہ تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچا دے ورنہ

[1]:- حال درویشوں کے جذبۂ باطن کی ایک حالت کا نام ہے جس سے اُن کے وجود میں بے اختیار حرکات پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ بے ہوش بھی ہو جاتے ہیں۔

تیرا یہ علم محض قیل وقال ہے، اِس سے تو بہتر ہے کہ تُو لب بستہ خاموشی اختیار کر لے کہ اُس میں وصالِ حق تو ہے۔"

علم کا مقصود تقویٰ ومعرفتِ اِلٰہی ہے جو مطلق زادِ راہ ہے۔ جو آدمی علم سے مال و دولت جمع کر کے مراتبِ عزوجاہ تلاش کرتا ہے وہ گم کردہ راہ ہے کہ علم تو فقہ دین کا خاص خلاصہ ہے، اگر کوئی اُسے چھوڑ کر طلبِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو تُو اُس کی طرف مت دیکھ۔

مثنوی:۔" اے نادان عالم! تُو اپنے علم پر مغرور ہو رہا ہے حالانکہ تیرے علم نے تجھے قربِ معبود سے بہت دُور کر رکھا ہے۔ اگرچہ تُو ہر روز "کشاف و ہدایہ" کا مطالعہ کرتا ہے لیکن جب تک تُو خاصانِ خدا کی خدمت میں نہیں پہنچے گا کچھ بھی نہیں جان سکے گا۔"

ضروری علم وہ ہے کہ جس سے حضوری نصیب ہو یعنی وہ علم کہ جو طالب اللہ کو اللہ تعالیٰ کے قرب ووصال اور نورِ معرفتِ مولیٰ میں غرق کر دے۔ جو آدمی خدا پرستوں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بن جاتا ہے اور جو اولیا اللہ کا انکار کرتا ہے وہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محروم ہو جاتا ہے۔

مثنوی:۔" میری جان! وقت ضائع مت کر اور خود کو ہر وقت تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول رکھ۔ اگر کوئی تصورِ اسمِ اللہ ذات سے غفلت کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر سخت گناہ اور کوئی نہیں۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات صرف اہلِ حضور عارفوں ہی کو نصیب ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی مجلس میں نفس وشیطان کی گنجائش ہرگز نہیں۔ اے باھُو! اپنے دل پر اسمِ اَللّٰہُ نقش کرنے کی کوشش کر۔ اسمِ اَللّٰہُ کی شان کو یہ خود فروش ذاکر کیا جانیں؟"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" قوم کا سردار فقرا کا خادم ہے۔" پس کسی اور کی کیا مجال کہ یہاں دم مارے؟ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود میں چار دوستیاں پیدا کرے کہ اُن سے چار دشمنوں کی پہچان ہوتی ہے، اوّل خدائے تعالیٰ سے دوستی، دوم حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوستی، سوم علمِ قرآن سے دوستی، چہارم فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معرفتِ الٰہی سے دوستی - جو آدمی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اُس کے ذکر فکر میں مشغول نہیں ہوتا اور نہ ہی دوستانِ الٰہی سے محبت کرتا ہے اُس کا دعوائے دوستی سراسر جھوٹا ہے- جو آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن آپ کے اصحاب، آپ کی آل اولاد اور شریعت وعلماء سے دوستی نہیں رکھتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُس کی دوستی کس طرح سچی ہو سکتی ہے؟ اُس کا دعوائے دوستی سراسر جھوٹا ہے- جو آدمی علمِ قرآن سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قرآنی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا اور گمراہی و جہالت کو نہیں چھوڑتا تو علمِ قرآن سے اُس کی دوستی جھوٹی ہے اور جو آدمی فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن فاقہ کشی سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی معرفتِ الٰہی کی طرف محبت سے رجوع کرتا ہے تو فقر سے اُس کا دعوائے دوستی سراسر جھوٹا ہے- خدا کی دوستی سے شیطان کی دشمنی ہے اور فقر کی دوستی سے دنیا واہلِ دنیا کی دشمنی ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"پس جس نے شرارت کی اور حیاتِ دنیا کو بہتر جانا اُس کا ٹھکانا جہنم ہے-"

مثنوی:-" علمِ دین کو درمِ دنیا کے بدلے مت بیچ کہ یہ کام طالبِ دنیا کا ہے- طالبِ دنیا بھلا فقیر کہاں ہو سکتا ہے؟ طالبِ زر علم کی قدر نہیں جانتا- کیا تجھے معلوم ہے کہ عالم کسے کہتے ہیں؟ عالم وہ ہے جو طلبِ مولیٰ کے لئے علم حاصل کرتا ہے-"

علماء و فقراء میں کیا فرق ہے؟ علماء صاحبِ ادب، صاحبِ شرع اور وارث الانبیاء ہیں اور فقراء تارکِ فارغ، صاحبِ ذکر فکر، صاحبِ معرفت، وارثِ فقر اور وارثِ خُلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں- وہ ہر وقت معیتِ حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں - علماء رات دن علم کے مطالعہ، اُس کی تکرار اور قیل و قال میں مصروف رہتے ہیں اور فقراء اشتغال اللہ میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ کے دائمی وصال میں مسرور رہتے ہیں- علم و عالم کا مرتبہ مبتدی ہے- اِس مرتبے کا حامل صاحبِ مذکور

ہے۔ فقیر منتہی مرتبے کا مالک ہوتا ہے، وہ صاحب مع اللہ حضور ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مذکورکا مرتبہ صاحبِ حضور کا ابتدائی مرتبہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں علمأ کے درجے بہت بلند ہیں چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔"علم کا تعلق درجاتِ بلند سے ہے۔" فقرأ کو قربِ حق میں انتہائی بلند مراتب حاصل ہیں کہ وہ ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ میں دائم غرق رہتے ہیں کیونکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اور اپنے رب کے ذکر میں اس طرح غرق ہو جا کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔" جان لے کہ درجات ذاتِ حق تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ ذاتِ حق تک رسائی خاص الخاص مرتبہ ہے جو اللہ نے اولیائے خاص کو عطا کیا ہے۔ جس آدمی کے دل میں معرفتِ مولیٰ کی طلب ہے وہ شیخ المشائخ عالم فاضل متقی محرمِ اسرار محقق مخدوم ہے۔ جس آدمی کے دل میں طلبِ مولیٰ نہیں وہ مردہ دل لالچی حاسد مغرور متکبر اور منافق ہے اور معرفتِ الٰہی سے محروم ہے۔ مخدوم اور محروم کا ہم مجلس ہونا درست نہیں۔ فقیر مست ہوتا ہے اور عالم ہوشیار۔ مست اور ہوشیار ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ جس عالم کے دل میں طلبِ دنیا پیدا ہو جائے اُس کے وجود سے طلبِ عمل اور تاثیرِ علم ناپید ہو جاتی ہے۔ اِس کتاب کا مصنف فقیر باھُو کہتا ہے کہ اہلِ دنیا اِستسقأ کے مریض کی طرح بے حد پیاسا ہوتا ہے، دنیا زہر آلودہ دریا کی مثل ہے۔ جب کوئی پیاسا مستسقی اُس زہر آلودہ دریا میں غوطہ لگا کر اُس کا زہر آلودہ پانی پی لیتا ہے وہ مر جاتا ہے۔ وہ جس قدر زہریلا پانی پیتا جاتا ہے اُسی قدر اُس کی پیاس بڑھتی جاتی ہے۔ اُس کی پیاس جان کنی کی پیاس جیسی ہوتی ہے جو تلخ سے تلخ تر ہوتی جاتی ہے یا یوں کہیے کہ دنیا کی پیاس روزِ حشر کی پیاس سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقرأ دنیا کے اس زہر آلودہ دریا کے کنارے پیاسے ہی رہتے ہیں اور اس کا زہر آلودہ پانی نہیں پیتے، وہ لوگوں کو بھی منع کرتے ہیں کہ یہ زہریلا پانی مت پیو ورنہ مر جاؤ گے۔ جس آدمی کو اُن کی یہ دلپذیر نصیحت اچھی نہیں لگتی وہ اس زہر بھرے دریا کے اِردگرد منڈلاتا رہتا ہے۔ جان لے کہ فقرأ کا دل آبِ ذکرِ اَللّٰہُ سے تر رہتا ہے جس سے اُنہیں جمعیت حاصل رہتی ہے، وہ اِسی سے آبرو پا کر دونوں جہان میں سرخرو رہتے ہیں۔

بیت:-" اپنے دل میں طلبِ اَللّٰہُ پیدا کر کہ طلبِ اَللّٰہُ کے بغیر تو بے مطلوب رہے گا۔"

جان لے کہ محبت و دوستی تین قسم کی ہوتی ہے، محبت و دوستی جسمانی، محبت و دوستی قلبی اور محبت و دوستی روحانی۔ محبتِ جسمانی کا تعلق زبان سے ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زبانی وجسمانی دوستی علم و علما سے رکھتے تھے کہ علما آشنائے قیل وقال تھے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی وجسمانی دوستی و آشنائی زلیخا سے تھی۔ قلبی دوستی کا تعلق معرفتِ الٰہی سے ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلبی دوستی فقر اور فقرا سے تھی کہ فقرا صاحبِ معرفت تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ آپ فقرا کو عزت وعظمت سے نوازیں چنانچہ آپ فقرا کی بہت زیادہ عزت افزائی فرمایا کرتے تھے جسے دیکھ کر لوگ کہا کرتے تھے:-" یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ فقرا تو مجنون ہیں آپ ان کی اس قدر دلداری کیوں فرماتے ہیں؟" اس پر آپ فرماتے:-" جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر عزت سے نوازا ہے تو میں ان کی اتنی عزت کیوں نہ کروں؟" تیسری روحانی دوستی کا تعلق ذاتِ حق تعالیٰ سے ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام یہ دوستی اللہ تعالیٰ سے رکھتے تھے۔ جان لے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی قلبی دوستی حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی جس کی وجہ سے آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں گریہ زاری فرماتے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحی دوستی اللہ تعالیٰ سے تھی جس کی وجہ سے آگ گلزار بنی۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" ہم نے کہا کہ اے آگ! ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا سلامتی والی۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" تو آپ فرمادیں کہ کیا اہل سمجھ اور نا سمجھ لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں؟" فقیر وہ ہے جو عاملِ شریعت، شہسوارِ طریقت، ناظرِ حقیقت، جان سپار، بردبار اور کم آزار ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" الٰہی! تیری ذات پاک ہے، ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسا کہ تیری پہچان کا حق ہے۔" مقامِ معرفت اس قدر بے پایاں و بے انتہا ہے کہ کبھی کوئی اللہ تعالیٰ کی انتہا کو نہیں پا سکا۔

بیت:- " آنکھ وہ ہے جو دیدارِ الٰہی کر سکے، آنکھ وہ نہیں جو دنیائے مردار کی متلاشی ہو۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "الٰہی! تیری ذات پاک ہے، ہم نے تیری عبادت تیرے حق عبادت تک نہیں کی۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی ابتدا و انتہا کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی اُس کی صورتِ دیدار کا احاطہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بے چون و بے چگون ذات ہے البتہ صدق و اعتقاد کے ساتھ اُس کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔

ابیات:- (1) " کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ تیرے بہت قریب ہے؟ اے عقل کے اندھے تیری اپنی خودی ہی تیرے اور اللہ کے درمیان حجاب بنی ہوئی ہے۔" (2) "ہوشمندی سے کام لے اور اپنی خودی کے پردے کو ہٹا کر دل کو بیدار کرلے کہ یہی اہل معرفت کی راہ ہے۔"

اِبتدائے فقر تصورِ اسم اللہ ذات ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- (1) "پاکی بیان کر اپنے ربّ کے نام کی جو سب سے اعلیٰ ہے اور جس نے ہر چیز کو ٹھیک اندازے سے پیدا فرمایا۔" (2) "اور ذکر کر اپنے ربّ کے نام کا۔" (3) " پس پاکی بیان کر اپنے ربّ کے نام کی جو سب سے بڑا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔" علمِ کلامِ الٰہی کا مقام زبان ہے اور اُس کا تعلق قیل و قال سے ہے۔ علمأ چار قسم کے ہوتے ہیں، علمائے عامل، علمائے حامل، علمائے کامل اور علمائے شامل۔ علمائے عامل وہ ہیں جو علم پر عمل کرتے ہیں اور اُس کے خلاف نہیں چلتے، علمائے حامل وہ ہیں جو بار بردار جانوروں کی طرح علم کا بوجھ اُٹھائے رکھتے ہیں مگر اُس پر عمل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اور عمل کی طرف رجوع نہیں کرتے، علمائے شامل وہ ہیں جو رات دن مطالعہ علم میں محو رہتے ہیں اور علمائے کامل وہ ہیں جو اپنے علم کے ذریعے جانوروں اور پرندوں تک کی بولی بھی جانتے اور سمجھتے ہیں۔ عارف باللہ مرشد طالب اللہ پر علمأ کے اِن چاروں مراتب کا علم پہلے ہی روز تلقین اسمِ اللہ ذات کے ذریعے کھول کر واضح کر دیتا ہے۔

بیت :-" عالم بے چارہ عمر بھر رات دن مطالعہ علم میں مشغول رہنے کے باوجود معرفتِ الٰہی سے بے خبر رہتا ہے کہ محض مطالعہ علم سے کبھی کوئی عارف رب نہیں ہو سکا۔"

جان لے کہ صاحبِ راز مرشد کی نگرانی کے بغیر اگر کوئی ریاضت و تقویٰ، نفلی صوم و صلوٰۃ اور چلہ کشی و خلوت میں مشغول رہتا ہے تو اُس کی یہ ساری محنت محض ہوائے نفس کی تسکین کی خاطر ہوگی اور اُس کی خلوت نشینی وسوسوں اور ریا سے آلودہ رہے گی کیونکہ اُس کی اِس عبادت کی بنیاد ہی کوئی نہیں۔ جب تک عارف باللہ مرشد کی تلقین سے اُس کے دل میں اسمِ اللہ ذات کا سورج طلوع نہیں ہوتا اور اُس کے نور سے اُس کا چراغِ دل روشن نہیں ہوتا اُس کا نفس ہرگز تابع نہیں ہوتا اور نہ ہی مرتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کا شغل دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔ دونوں جہان میں کمترین چیز مردہ دلی ہے۔ جس آدمی کے دل میں متاعِ دنیا کی محبت ہوگی وہ یادِ حق تعالیٰ میں کس طرح مشغول ہو سکتا ہے؟ اگر کسی فقیر کو خیرات میں کسی سے کچھ ملا اور اُس نے اُسے مخلوق کی طرف سے جانا تو وہ خسارے میں چلا گیا اور اگر اُس نے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانا تو وہ صاحبِ ایمان ٹھہرا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اور سائل کو مت جھڑکو۔" بعض مقلد فقیر نفسانی گرانی و جذبہ عیب جوئی کے باعث کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا ترک کر دی ہے لیکن درحقیقت وہ دنیا کے گرد پروانہ وار منڈلاتے رہتے ہیں، لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا سے اپنا ہر تعلق و رشتہ تیغِ ہمت سے قطع کر دیا ہے لیکن دنیا کی ہر خدمت و تعریف میں کوشاں رہتے ہیں۔ بظاہر وہ لباسِ فقر میں ملبوس رہتے ہیں لیکن دل میں حرص و آز سجائے رکھتے ہیں۔ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں، عارفوں، انبیاء، اولیاء اور جملہ اہلِ اسلام کی ارواح کو اپنی عبادت و معرفت و محبت و وصال کے لئے پیدا فرمایا ہے نہ کہ ہوسِ مال و زر اور قیل و قال کے لئے۔ اہلِ صدق درویش تین چیزوں سے پہچانا جاتا ہے، ادب سے، حیا سے اور قلب سے کہ قلب رازِ حق کا امین ہے۔ اکثر فقیر زبانی وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں اور اپنی ہر بات سے لوگوں کو معرفتِ الٰہی کی

طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں جس سے سننے والوں کے دل روشن ومنور ہوتے رہتے ہیں۔ جو فقیر معرفتِ مولیٰ تک پہنچ جاتا ہے وہ چار مکانوں میں رہتا ہے، پہلا مکان دل ہے جہاں وہ ہروقت یادِ حق تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے، دوسرا مکان اُس کا مقامِ رہائش ہے جہاں وہ لوگوں سے الگ تھلگ خلوت نشین رہتا ہے، تیسرا مکان مسجد ہے جہاں شیطان کا گزر نہیں اور چوتھا مکان قبرستان ہے جو مقامِ عبرت وحیرت ہے اور جہاں سے قیامت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ بعض فقیر بسیار خور ہوتے ہیں اور ہر وقت سوئے رہتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوتے ہوئے مشاہدۂ نورِ الٰہی میں غرق ہو کر وصالِ حق سے مشرف رہتے ہیں، اُن کی یہ بابرکت نیند نوم العروس کی مثل ہے جسے یہ بے معرفت ومردہ دل وغافل وبدکار لوگ کیا جانیں؟

مثنوی:۔ "میں صد بار دیدارِ حق سے مشرف ہو چکا ہوں، مقامِ دیدار میں نفس و شیطان جیسے کانٹوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ میں اگر وصالِ حق کی شرح بیان کرنا چاہوں تو کہوں گا کہ واصلانِ حق کی نیند اُن کی دائمی عبادت ہے۔"

یہ مقامِ کل ہے جو ہر کسی کے لائق نہیں ہے، مقامِ ذکر فکر کے لائق وہ آدمی ہے جو دونوں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرے تو غلباتِ ذکر فکر سے مراقبہ اُسے بجلی کی سی سرعت سے وہاں پہنچا دیتا ہے جہاں وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر تصورِ اسم اللہ ذات کی برکت سے ہر دو جہان کا نظارہ چشمِ دل سے کرتا ہے اور اُس پر ظاہر وباطن کا ہر مقام روشن ہو جاتا ہے، وہ ہر مقام کو پہچان لیتا ہے اور تمام انبیاؑ واولیاؒ کی ارواح سے دست مصافحہ کر کے اُن سے اپنے ہر سوال کا جواب باصواب پاتا ہے اور جب وہ مراقبہ سے باہر آتا ہے تو باطن میں دیکھے ہوئے تمام احوال کو ظاہر میں بھی ظہور پذیر دیکھتا ہے۔ ایسے مطلق ذکر فکر کے صحیح مراقبہ کو نفس کا قاتل وذبح مراقبہ کہتے ہیں۔ ایسے مراقبہ کی بنیاد وصالِ تصورِ اسم اللہ ذات پر ہے۔ جس کے مراقبہ میں ظاہر باطن شریعت کے مطابق نہ ہو اُس کی بنیاد محض خواب وخیال ہے یعنی ابھی تک اُس کا دل حُبِّ دنیا کی کدورت سے

سیاہ اور جہالت سے تباہ ہے۔ جس مراقبہ کی بنیاد تصورِ اسمِ اللہ ذات پر ہو وہ مشاہدۂ ذاتِ حق اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے خالی نہیں ہوتا اور اگر صاحبِ مراقبہ مشاہدۂ نورِ معرفتِ الٰہی سے خالی ہو تو سمجھ لو کہ وہ بے یقین و بے دین ہے اور اُس کا دل خطرات وخناس و خرطوم وشیطانِ لعین سے پُر ہے اور اگر صاحبِ مراقبہ اسمِ اللہ ذات کی برکت سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل نہیں کر سکتا تو سمجھ لو کہ وہ بے نصیب ہے۔ میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ خاص علم وہ ہے جو عین العلوم (یقین کی آنکھ) سے کھلتا ہے ورنہ مروجہ علم تو محض قیل وقال ہے۔ دل میں ربّ شناسی اور معرفتِ ربّ کا تعلق احوالِ خاموشی سے ہے۔ ابتدائی مرتبہ کلمہ طیب کا اِقرار ہے جس میں ہم دعویٰ کرتے ہیں:۔ "الٰہی! بجز تیرے اور کوئی معبود نہیں۔" ہمارے اِس دعوے کی سچائی کی قطعی دلیل یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا نہ تو کسی سے ڈریں اور نہ ہی کسی سے اُمید رکھیں اور اگر ہم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہیں یا اُمید رکھتے ہیں تو ہمارے دعوے کی دلیل ختم ہو جاتی ہے اور بے دلیل دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے۔ ایسا ایمان اگر کسی کافر کے کام آتا تو تمام منافق بری ہو کر نجات پا جاتے۔ اِسی طرح اگر مخلوق کا کوئی فرد ہمیں دیکھ رہا ہو تو ہم گناہ نہیں کرتے لیکن اُس خدا کے سامنے ہم ہر روز سینکڑوں گناہ کرتے ہیں جو ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے بلکہ بے شمار صغیرہ وکبیرہ گناہ کرتے رہتے ہیں اِس لئے کہ ہم مخلوق سے تو ڈرتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اگر کوئی مخلوق سے ڈرتا ہے اور اللہ سے نہیں ڈرتا تو خواہ وہ مومن کہلائے یا کافر اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِسی طرح اگر کوئی کافر طبیب ہم سے کہہ دے کہ فلاں چیز مت کھاؤ کہ وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے تو ہم اُسے فوراً ترک کر دیتے ہیں اور ہرگز نہیں کھاتے لیکن کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور ہر ایک نے فرمایا:۔ " حُبِّ دنیا ہر برائی کی جڑ ہے۔" (مگر برائی کی اِس جڑ کو کاٹتا کوئی نہیں)۔ جان لے کہ طلبِ فقر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طلب ہے، صحابہ کرامؓ کی طلب ہے اور اولیا اللہ کی طلب ہے۔ طلبِ علم وعمل طلبِ تقویٰ

ہے، طلبِ تقویٰ طلبِ ہدایت ہے اور طلبِ ہدایت طلبِ فقر ولی اللہ عارف باللہ ہے۔ طلبِ دنیا طلبِ شیطان، طلبِ فرعون، طلبِ قارون، طلبِ نمرود اور طلبِ شداد ہے۔ طلبِ دنیا درمِ دنیا کی جمعیت ہے جو مطلق کفر ہے۔ طلبِ فقر طلبِ اسلامِ کامل، طلبِ جمعیت، طلبِ ذکر فکر اور طلبِ معرفتِ الٰہی ہے۔ فقیر کئی قسم کے ہوتے ہیں، بعض فقیر دانا و ہوشیار ہوتے ہیں، بعض دیوانے و مجنون اور خلقِ خدا کی نظر میں خوار ہوتے ہیں لیکن اللہ کی نظر میں باعزت و با اعتبار ہوتے ہیں، بعض قصہ خوان و افسانہ طراز ہوتے ہیں، بعض صاحبِ شوق اور طالبِ معرفت ہوتے ہیں کہ وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول رہتے ہیں اور غلباتِ تصور کی وجہ سے بظاہر بے قرار و بے آرام مگر بباطن روشن ضمیر و ذکر فکر میں مصروف رہتے ہیں اور معرفتِ الٰہی سے معمور ہو کر حیاتِ جاودانی پا چکے ہوتے ہیں اس لیے وہ مرتے نہیں۔ بعض فقیر صاحبِ اشتیاق ہوتے ہیں اور ہر وقت ہجر و فراق میں جلتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ارواح کو ازل ہی کے دن اپنا دیدار کرایا اور پھر ہجر و فراق میں جلنے کے لیے اُن کو دنیا میں بھیج دیا اور اُن کے سامنے حجابات کھڑے کر کے وعدہ کیا کہ اب آخرت میں اُن کو دوبارہ دیدار کرایا جائے گا۔ جب تک آخرت میں پہنچ کر یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے مشرف نہیں ہو جاتے اُن کے وجود سے ہجر و فراق کا درد نہیں جاتا نہ زندگی میں نہ مرنے کے بعد۔ بعض فقرا نے ازل کے دن " اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ " (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کی الہامی آواز سنی اور اُس کے جواب میں " قَالُوْا بَلٰى " (کہا! ہاں کیوں نہیں؟) کہا اور جب دنیا میں آئے تو یہاں بھی اُنہوں نے وہ الہامی آواز سنی اور اُس کے جواب میں " قَالُوْا بَلٰى " کہا اور بعض فقیر وہ ہیں کہ جن کے دل دنیا میں بھی خواب یا مراقبہ کے دوران زندہ و بیدار ہو کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اِن صفات سے متصف فقیر اللہ تعالیٰ کا بھید ہوتا ہے جس کی صورت اور ہوتی ہے اور سیرت اور۔ ایسا صاحبِ دیدار فقیر انبیا و اولیا کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انبیا و اولیا کو علمِ لدنی حاصل ہوتا ہے جس کی تعلیم اُنہیں اللہ تعالیٰ خود دیتا ہے،

اُنہیں دنیا میں طالبِ علم بن کر کسی سے علم و تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ تلمیذ الرحمٰن ہوتے ہیں۔ ایسے فقیر کو تارک فارغ طالب المولیٰ کہتے ہیں۔ جان لے کہ اکثر ملحد کہہ دیتے ہیں کہ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی خیر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور شر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی کی شرح یہ ہے کہ خیر اور شر دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے مگر یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ نے خیر سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سنت جماعت کو پیدا فرمایا ہے۔ سنت جماعت کسے کہتے ہیں؟ سنت جماعت وہ راہ ہے کہ جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُن کے یاروں اور اصحابؓ نے اختیار کیا۔ جو لوگ اِس راہ پر گامزن ہیں اُنہیں سنت جماعت کہتے ہیں۔ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ نے خیر سے اسلام، ذکر فکر، معرفت، فقر، فیض، رحمت، فضل اور علمِ شریعت کو پیدا فرمایا اور شر سے کفر شیطان نفسِ امارہ اور دنیا کو پیدا فرمایا اور تجھے اختیار دیا کہ تو خیر کو طلب کر یا شر کو۔ بعض لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ "اُن کے دلوں میں بیماری ہے، اللہ نے اُن کی بیماری کو بڑھا دیا ہے۔" بظاہر یہ لوگ اہل ایمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اِن کے حق میں ارشاد فرمایا ہے :۔ "یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر لیکن یہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔" اِن کی مجلس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ "جب یہ تنہائی میں اپنے ساتھی شیطانوں سے ملتے ہیں" تو اِن کی سیرت اور ہوتی ہے اور صورت اور ہوتی ہے۔ اِن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے :۔ "جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں لیکن خبردار! یہ فسادی لوگ ہیں لیکن انہیں اِس کا شعور نہیں۔" اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نفس پرست ہیں اور نفس کا مقام دنیا ہے، یہ لوگ دنیوی ترقی کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے۔ دل کا مقام عقبیٰ ہے اِس لئے اہلِ دل ہر وقت نفس کو عذاب دیتے رہتے ہیں اور روح کا مقام حُبِّ مولیٰ ہے چنانچہ مصنف کہتا ہے

:۔" جو آدمی اللہ سے محبت کرتا ہے وہ دنیا سے محبت نہیں کر سکتا اور جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت نہیں کر سکتا۔" جو آدمی دنیا کا گلہ کرتا ہے وہ دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا، دنیا کا گلہ یا تو وہ آدمی کرتا ہے جسے دنیا بھونڈی و بدصورت نظر آتی ہے اور وہ اُسے دیکھنا نہیں چاہتا یا پھر دنیا کا گلہ وہ آدمی کرتا ہے جس کے گھر میں دنیا آتی نہیں۔ فقر و معرفتِ الٰہی کی راہ صرف اڑھائی قدم ہے کہ طالب ایک قدم ازل سے اُٹھاتا ہے اور دنیا میں رکھ دیتا ہے اور دوسرا قدم دنیا سے اُٹھاتا ہے اور عقبیٰ میں رکھ دیتا ہے جہاں وہ عرصہ گاہِ قیامت کے پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔" پس میرے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔" پھر وہ عقبیٰ سے قدم اُٹھاتا ہے اور آدھے قدم پر لقائے ربّ العٰلمین سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یہ آدھا قدم وہ آدمی اُٹھا سکتا ہے جو اپنے نفس کو قتل کر کے تیغِ ہمت سے رازِ ربّ کو دو نیم کر دے کہ راز بہتر ہے ریاضت سے۔ راز کیا ہے اور ریاضت کیا ہے؟ راز جمال و جمعیتِ الٰہی سے بہرہ ور ہونے کا نام ہے جب کہ ریاضت رجوعاتِ خلق، رجعت اور مراتبِ روضہ و خانقاہ کی طلب میں مبتلا ہونے کا نام ہے۔ صاحبِ راز کی نظر ذاتِ الٰہی پر ہوتی ہے کہ وہ درجاتِ عز و جاہِ دنیا کی محبت سے فارغ ہوتا ہے۔ راہِ فقر ایسی راہ ہے کہ جس میں اسرارِ الٰہی سے آگاہی نصیب ہوتی ہے۔

فرد:۔" اہلِ نظر کی نگاہ ہر وقت ذاتِ الٰہی پر رہتی ہے اور وہ دنیا کے مال و دولت اور عز و جاہِ دنیا پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ذاتِ حق تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تم اُسے خود سے دور کیوں سمجھتے ہو؟ اِدھر آؤ میرے پاس کہ مَیں تمہیں ایک ہی دم میں وحدتِ حضور میں پہنچا دوں۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور ہم تو اُس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔" جان لے کہ فقر اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تاثیر سے صاحبِ غنایت ہوتے ہیں۔

بیت:۔" فقر ایک بادشاہ ہے جو مقربِ خدا ہونے کی بنا پر دونوں جہان سے بے نیاز

ہے، اُسے کسی کی پرواہ نہیں کہ وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدِ نظر رہتا ہے۔''

فقر ایک دریا ہے، بعض صرف اِس کے کنارے تک پہنچے اور بعض اِس کی موجوں میں گم ہو کر اُس کی تہہ تک پہنچے۔ فرد:۔ ''اگر کسی کو ایک قطرہ بھی نصیب ہو جائے تو وہ دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ اُسے دریا مل گیا ہے مگر مَیں نے عین دریا کو پایا اور اُس میں غرق ہو کر خود کو دریا بنا لیا۔'' اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک وزیر کے دل میں ذوقِ الٰہی پیدا ہوا اور اُس نے بادشاہ کی خدمت وزارت چھوڑ کر راہِ فقر اختیار کر لی۔ ایک مدت کے بعد بادشاہ کی اُس سے ملاقات ہوئی تو بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تم نے میری ملازمت کیوں چھوڑی؟ وزیر جو اُس وقت تک درویش بن چکا تھا اُس نے نعرہ مارا اور کہا کہ اے بادشاہ! تجھ میں پانچ باتیں تھیں، ایک یہ کہ تُو میرے سامنے کھانا کھاتا تھا لیکن مجھے نہیں کھلاتا تھا۔ اب میں اُس خدائے پاک کی خدمت میں ہوں جو خود نہیں کھاتا مگر مجھے کھلاتا ہے۔ دوسری یہ کہ مَیں تیرے سامنے کھڑا رہتا تھا لیکن تُو نے مجھے کبھی بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں تو وہ مجھے چار رکعات کی نماز میں دو مرتبہ بٹھاتا ہے جس سے مجھے اُس کی عبادت کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ تیسری یہ کہ تُو سوتا تھا اور مَیں تمام رات تیری حفاظت کے لئے جاگتا تھا، تم نے کبھی نہیں کہا تھا کہ گھڑی بھر تم بھی سو لو۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں تو وہ خود نہیں سوتا بلکہ میری حفاظت کرتا ہے اور مَیں سوتا ہوں۔ چوتھی یہ کہ مَیں ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں تم مر نہ جاؤ۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں جسے خود تو مرنا نہیں لیکن مجھے اُس نے اپنے ذکر سے حیاتِ جاوداں بخش دی ہے۔ پانچویں یہ کہ مَیں ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی تو تُو مجھے سزا دے گا۔ اب مَیں اپنے پروردگار کی خدمت میں ہوں تو مجھے ایسا کوئی خطرہ نہیں کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہو بھی جاتی ہے تو مَیں توبہ استغفار کر لیتا ہوں اور وہ مجھے بخش دیتا ہے۔

جوابِ مصنف:۔ ''راہِ فقر فیضِ ربانی ہے بلکہ فیضِ عام ہے جب کہ راہِ دنیا مطلق شرک

ہے- راہِ دنیا کو ترک کر کے راہِ خدا (راہِ فقر) اختیار کر لے کہ راہِ فقر ہدایت ہے جس کے ہادی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں-"

اللہ تعالیٰ کا لطف و فیض فضل اللہ علمِ شریعت اور لطیف و بزرگ کلام اللہ آخرت کا نہایت ہی بزرگ و شریف وسیلہ ہے اور نفس پلید خبیث دنیائے جیفہ مردار کا نجس و پلید وسیلہ ہے- جو آدمی علم شریف کو وسیلۂ دنیا بناتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں غرق و خراب کر کے اہل دنیا بنا دیتا ہے اور اُس کا شمار ظالموں میں کر دیتا ہے- اگر کوئی ایسا اہل دنیا ظالم عالم فاضل ہو جائے تو اُس سے بدتر ظالم دنیا و آخرت میں اور کوئی نہیں ہوتا، اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے-" ایسا ظالم اہل دنیا نفاق سے کبھی فارغ نہیں ہوتا- یہ فقیر باھو جو بات بھی کہتا ہے از روئے حساب کہتا ہے نہ کہ حسد سے کہ جو آدمی اسمِ اَللّٰہُ سے سیر نہیں ہوتا وہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے نصیب رہتا ہے- جو آدمی اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کی تفسیر سے سیر نہیں ہوتا اور اِس انمول خزانے کی قدر نہیں کرتا اُس کا دل حرصِ دنیا سے ہرگز نہیں بھرتا- جو آدمی رات دن طلبِ دنیا میں غرق رہتا ہے وہ فقیر کامل ہے نہ علمائے عامل میں شامل ہے کہ اُس کا شمار تو اُن لوگوں میں ہے جنہوں نے کہا کہ ہم کافر طبیب کی بات کو تو درست مانتے ہیں مگر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے کہ اُن سب نے خاص کر ہمارے پیغمبر صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:-" ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے اور حبِ دنیا تمام برائیوں کی جڑ ہے-" تو آپ ہی کہیے کہ اُس کا ایمان کہاں رہا؟ میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں- اِس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا تعلق اقرارِ زبان اور تصدیقِ قلب سے ہے اور اسی کو ایمانِ مطلق کہتے ہیں- کہو! آمین- جان لے کہ کلمہ طیب کے چوبیس پاک و طیب حروف ہیں جن پر کوئی نقطہ نہیں ہے یعنی اُن پر دروغ و ستم و نفاق و تکبر و ہوا و طمع و رشوت و بغض و عجب و حسد و

حرص وبخل وغیبت وغیرہ کا کوئی نقطہ نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی ان ناشائستہ نقاط کو دل میں رکھ کر یہ کلمہ مجید پڑھتا ہے اور اُس کا ذکر اپنی زبان سے کرتا ہے تو اس کے معنی بدل جاتے ہیں اور اس سے زبان ہرگز پاک نہیں ہوتی اور نہ ہی دل صفائی پکڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دنیا کا ذکر کہیں بھی عزت سے نہیں کیا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی دنیا جمع کرنے کا اِذن یا اِشارہ دیا ہے پس دنیا کیا چیز ہے؟ کہو کہ اَللّٰہُ کے سوا جو چیز بھی دل کو فرحت بخشے وہ دنیا ہے۔ جو چیز دل کو فرحت بخش کر اللہ سے دور کرتی ہے وہ سکر ہے۔ جو آدمی سکر کا شکار ہو کر اُس میں غرق ہو جاتا ہے وہ اپنے اختیار سے محروم ہو جاتا ہے، پھر اُس میں نیکی و بدی اور شرک و ریا کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ کوئی آدمی دنیا کو طلب نہیں کرتا سوائے کاذب و منافق کے کیونکہ جھوٹ و نفاق سے ایسا سکر پیدا ہوتا ہے جو اُمُّ الخبائث شراب کے سکر سے بھی زیادہ شدید ہے کہ اِس سے بیٹا باپ کو اور باپ بیٹے کو قتل کر دیتا ہے۔ یہ سب دنیا کی طمع سے ہوتا ہے۔ شراب کے مجموعی نشے کو سکرات کہا جاتا ہے۔ خطراتِ دنیا سکرات سے زیادہ نشہ آور ہیں اس لئے اے میرے بھائی! اپنے دل سے دنیا کا تمام غل و غش اور سکر و ہوا نکال دے اور " كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ " (ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے) کے فرمان کو مدِّ نظر رکھ کر ادب و احترام و عزت و اعتقاد اور صدق و طہارتِ دل کے ساتھ کلمہ طیب کے ورد میں مشغول ہو جا کہ اگر اس طرح کلمہ طیب پڑھا جائے تو اُس کی برکت سے ذاکر کے دل سے تمام اوصافِ ذمیمہ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ مراتبِ مومن پر پہنچ کر نئے سرے سے مسلمان ہو جاتا ہے کہ کلمہ طیب کا ہر حرف دریا کی مثل ہے اور اُس کا ہر نکتہ آبِ رحمت و مرحمت کا حباب ہے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کلمہ طیب پُر عصمت ہے اس لئے اِس کے ذاکر کے تمام اندام کلمہ طیب کی عصمت سے بھر جاتے ہیں۔ جان لے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کلمہ طیب کو پیدا فرمایا تو سب سے پہلے اپنی قدرت سے کام و زبان کے بغیر خود ہی کلمہ طیب پڑھا اور کلمہ طیب کی محبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو پیدا فرمایا اور آپؐ

کی محبت سے قرآن کو نازل فرمایا- پس کلام اللہ کی اصل بنیاد کلمہ طیب ہے، ہر کتاب و ہر کلام کلمہ طیب کی شرح ہے- کلمہ طیب کا دائمی ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص اخلاص پیدا کرتا ہے- کلمہ طیب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، کلمہ طیب برکت ہے، کلمہ طیب ایمان ہے- اگر جان کنی کے وقت کلمہ طیب پڑھ لیا جائے تو شیطان کے شر سے بچنے کا حصار بن جاتا ہے- کلمہ آتش دوزخ سے نجات کی ڈھال ہے- کلمہ طیب کا اقرار پاکیزہ عمل ہے جو بہشت میں پہنچاتا ہے- ہر علم کلمہ طیب کی طے میں ہے- علم کے کیا معنی ہیں؟ علم کے معنی ہیں "جاننا"- کس چیز کو جاننا؟ وہ چیز کہ جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جانا- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس چیز کو جانا؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابتدا و انتہائے کلمہ طیب کو جانا، معرفتِ مولیٰ، حبِ مولیٰ، اختیاری فقر اور احکاماتِ خداوندی کو جانا- یہ سب جانکاری خلافِ نفس، خلافِ دنیا، خلافِ کفر اور خلافِ شیطان کرتی ہے- مجھے تعجب ہوتا ہے اُن بے عمل علما پر جو علمِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلط مفہوم لے کر نفس و دنیا اور شیطان سے اخلاص رکھتے ہیں اور اہلِ معاصی ہو کر کفار سے مخلص ہو گئے ہیں، اُنہوں نے حق کی طرف پیش قدمی نہیں کی بلکہ باطل کی طرف رخ موڑ لیا ہے- مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں- علم کا تعلق اِنسان سے ہے اور اِنسان ہونا بہت مشکل کام ہے- عالم اِنسان ہے اور اِنسان کے لئے دو علم ہیں، ایک "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ" (اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) کا علم اور دوسرا "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا" (اور سکھائے آدم علیہ السلام کو کل اسما کے علوم) کا علم- جس پر یہ دو علوم کھل جاتے ہیں وہ تمام علوم کا حافظ ہو جاتا ہے- علم رفیقِ راہ ہے، علم ایک باریک نکتہ ہے جس کا تعلق معرفتِ الٰہی اور عمل تحقیق سے ہے ورنہ معلم تو بہت سے لوگ بنے پھرتے ہیں جیسے کہ رافضی و خارجی منافق و زندیق عالم فاضل جنہوں نے اپنے مذہب کو خفیہ رکھا ہوا ہے، اُنہیں صاحبِ علم و عالم نہیں کہا جا سکتا-

ابیات :- (1) " علم کے تین حروف ہیں "ع ل م" - عالم وہ ہے جو اِن کا مفہوم

جانے۔" (2) "علم کے تین حروف ہیں، ع ل م۔ ان کا عالم صاحبِ حکمت ہوتا ہے۔" (3) "علم کے تین حروف ہیں، ع ل م۔ ان کے علم سے راہِ مستقیم نصیب ہوتی ہے۔" (4) "علم کے تین حروف ہیں، ع ل م۔ ان کا عالم صاحبِ کرم ہوتا ہے۔" (5) "علم کے تین حروف ہیں، ع ل م۔ ان کا عالم صاحبِ قلبِ سلیم ہوتا ہے۔" (6) "ان حروف کے علم سے مجلسِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ و السلام کی حضوری نصیب ہوتی ہے کہ ان میں اسرارِ الٰہ پوشیدہ ہیں۔" (7) "یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کاغذ و سیاہی کی حاجت نہیں کہ یہ وحدت سِرِّ الٰہی کا مقام ہے۔"

جان لے کہ علم کی تاثیر حروفِ علم پڑھنے میں ہے۔ جو آدمی اللہ کے نام سے اللہ ہی کی خاطر علمِ توحید یعنی علمِ تصوف پڑھتا ہے اُس کے وجود سے حرص و حسد و غضب جیسے ناشائستہ خصائل کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن جو آدمی علم کو دنیا و شیطان اور نفس و ہوا کے نام پر پڑھتا ہے تو حروفِ دنیا و حروفِ شیطان اور حروفِ نفس و حروفِ ہوا کی تاثیر سے ذکر فکر اور معرفتِ حق تعالیٰ سے محروم رہتا ہے۔ حافظ رحمانی فقرا ذکرِ پروردگار کے سوا کوئی علم پڑھتے ہیں نہ جانتے ہیں اور نہ ہی حاصل کرتے ہیں کہ انہیں جمعیتِ جانی جاودانی حاصل ہوتی ہے۔ جان لے کہ فقیر دنیا و اہلِ دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا کہ یہ دونوں خدا کے دشمن ہیں، اِس کے برعکس علمائے بے عمل دنیا و اہلِ دنیا سے بے حد موافقت کرتے ہیں حالانکہ دنیا سے موافقت شیطان سے موافقت ہے، شیطان سے موافقت نفس سے موافقت ہے، نفس سے موافقت ہوا سے موافقت ہے اور ہوا سے موافقت باطن میں حضوریٔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ راہ سے ہٹا کر دور لے جاتی ہے۔ اگر کوئی باطن میں معرفتِ الٰہی کی راہ میں شک کرتا ہے تو وہ کافر ہے، مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو آدمی علم رکھتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا وہ نامرد ہے۔ جو آدمی علم جانتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے علم اُسے دانا بنا کر اللہ سے یگانہ کر دیتا ہے۔ جو آدمی علم سے مراتبِ دنیا حاصل کرتا ہے، علم کو مال و دولت کمانے کا ذریعہ بناتا ہے اور علم کے زور پر دنیا سے یگانہ اور اللہ سے بیگانہ بنتا

ہے اُسے عالم نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نادان محض راہزن ہے۔ جو آدمی دنیا کی عزت کرتا ہے وہ گویا شیطان کی عزت کرتا ہے، جو آدمی شیطان کی عزت کرتا ہے وہ گویا نفس کی عزت کرتا ہے، جو آدمی نفس کی عزت کرتا ہے وہ گویا ہوائے نفس کی عزت کرتا ہے اور جو آدمی ہوائے نفس کی عزت کرتا ہے وہ قربِ خدا، شرفِ دیدار اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے محروم رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ”وہ اپنے مسلمان ساتھیوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت ہیں۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ”لالچی عالم اندھے آدمی کی مثل ہے، اُس کا کلام سننے والا بانجھ عورت کی مثل ہے جس سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی اُس سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔“ اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ بعض علماء علم کی قید میں ہوتے ہیں، جس عالم کو علم اپنی قید میں لے لیتا ہے وہ علم کا تابعدار ہو جاتا ہے، علم اُسے جو حکم دیتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہتا ہے۔ علم ایسے عالم کو باطل کی طرف نہیں جانے دیتا بلکہ اُسے توفیقِ حق بخشتا ہے۔ جو آدمی بے عملی اختیار کر کے محض مطالعہ کی غرض سے علم کو قید کرتا ہے وہ عالم نہیں۔ جو آدمی علم کو دنیا واہلِ دنیا کے مفاد کے لئے استعمال کرتا ہے اور علم کو ہوائے نفس کا آلۂ کار بناتا ہے تو علم اُسے فسق و فجور، زنا و رشوت اور ریا میں مبتلا کر کے ہوائے نفس کا غلام بنا دیتا ہے۔ الغرض علم سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں، (1) جب کوئی علم سے خدا کو پہچان لیتا ہے تو وہ عارف خدا ہو جاتا ہے اور علم اُس کی روح میں اُتر کر اُسے حق کا یار بنا دیتا ہے۔ (2) اگر علم سے کوئی اپنی ہستی کو اُجاگر کرتا ہے تو علم اُس کے نفس کو فربہ کر کے اُسے طمع و رشوت میں ملوث کر دیتا ہے۔ علم کے بغیر باطن خوار ہے لیکن علم کی بھی اپنی ایک ہستی ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ”اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب علم ہے۔“ علم کی یہ ہستی ہی اصل حجاب ہے حالانکہ اس میں عبادت کا کافی ثواب بھی ہے۔ بیس حصے علم کے ہیں اور ایک حصہ حلم کا ہے، جب تک وہ ایک حصہ حلم نہ پڑھا جائے بیس حصے علم بے سود ہے کیونکہ حلم حلیم ہے اور حلیم

نام ہے اللہ کا- اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس- علم نتیجہ ہے حلم کا- جان لے کہ علما پڑھتے پڑھتے کلامِ ربانی کے عارف بن جاتے ہیں اور حدیث مبارک کے مطابق اُن کی زبان لمبی ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت جوش وخروش سے کلامِ الٰہی پڑھتے رہتے ہیں- یہ لوگ کلامِ ربانی کو بہت اچھے انداز میں زبان سے ادا کرتے ہیں لیکن عارف باللہ فقرا ہر وقت خاموش رہتے ہیں یعنی اُن کی زبان گونگی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہر وقت اپنے پروردگار کے خفیہ ذکر میں غرق رہتے ہیں اور اپنے ربّ کے قرب وعظمت و ہیبت ومعرفت وادب کی وجہ سے ہر وقت خاموش رہتے ہیں کہ خاموشی سے مراتبِ معرفت بڑھتے ہیں اور حجابات اُٹھتے ہیں جس سے عارف باللہ پر ہر مقام کا مشاہدہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن اُسے مزہ دیتا ہے اور تلاوتِ قرآن سے اُسے لذت حاصل ہوتی ہے اور وہ غرق فنا فی اللہ ہو کر انوار وتجلیاتِ الٰہی کی حلاوت سے مستفیض ہوتا ہے- ابتدائی مرتبہ تلاوتِ قرآن ہے اور انتہائی مرتبہ حلاوتِ قرآن ہے- گویا قرآن کے ہر ایک حرف سے دشمنانِ خدا نفس وشیطان کو تیر لگتے ہیں اور وہ زخمی ہو جاتے ہیں اور جب عارف باللہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نفس و شیطان کو ذبح کر کے اُن کے سرتن سے جدا کرتا ہے اور اُن کی تشویش ومحاربہ ودشمنی سے مامون ہو جاتا ہے اور "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کا مصداق بن جاتا ہے- اِستغراق بھی دو قسم کا ہے، ایک اسمِ اللہ ذات کا اِستغراق اور دوسرا مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کا اِستغراق- صاحبِ ذات کے لئے لذات بھی حجاب ہیں اور مراتبِ طبقات بھی حجاب ہیں اس لئے عارف کی دو حالتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ خاموش رہتا ہے کہ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی" اور دوسرے وہ ہر وقت ذکرِ "اَللّٰہُ" میں غرق رہتا ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "اور ذکر کر اپنے ربّ کے نام کا صبح وشام-" اِس سے مراد وہ ذکر ہے جو منہ اور زبان بند کر کے خفیہ طور پر دل میں کیا جاتا ہے- اُس کا تعلق تصدیقِ دل سے

ہے کہ یہ ذکرِ قلب ہے۔ ذاکرِ قلبی خود کو قبائے اِلٰہی میں پوشیدہ رکھتا ہے کہ ذکرِ قلب کو اہل قالب (اہل نفس) پر ظاہر کرنا خود فروشی ہے۔ طالب تین قسم کے ہوتے ہیں، طالبِ دنیا، طالبِ عقبیٰ اور طالبِ مولیٰ۔ طالبِ دنیا کو طلبِ دنیا کمالِ دنیا تک پہنچاتی ہے اور دنیا کا کمال کمالِ شہرت، کمالِ نام و ناموس اور کمالِ رجوعاتِ خلق تک پہنچا کر خلق میں مشہور مگر حق سے دور کر دیتا ہے۔ طالبِ عقبیٰ کو طلبِ عقبیٰ مقامِ عقبیٰ پر پہنچاتی ہے۔ طلبِ عقبیٰ کیا چیز ہے؟ طالبِ عقبیٰ خواب یا مراقبہ میں بہشت کا مشاہدہ کرتا ہے، بہشتی کھانے کھاتا ہے، بہشتی پانی پیتا ہے، بہشت کی دیگر نعمتوں سے فیض یاب ہوتا ہے اور تماشائے حور و قصور سے لطف اندوز ہوتا ہے اور جب وہ خواب و مراقبہ سے باہر آتا ہے تو اُسے عمر بھر بھوک و پیاس نہیں لگتی اور وہ حور و قصور کی آس میں روز بروز فربہ ہوتا جاتا ہے اور اِس کامرانی پر مسرور رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔" طالبِ مولیٰ کو طلبِ مولیٰ معرفتِ الٰہی اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری بخشتی ہے اور جب وہ خواب و مراقبہ سے باہر آتا ہے تو صاحبِ ترک و توکل اور خاموش عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ طالبِ دنیا مخنث ہے، طالبِ عقبیٰ مؤنث ہے اور طالبِ مولیٰ مذکر ہے۔ عارف باللہ خاموش مذکر ہوتا ہے نہ کہ صاحبِ خروش متکبر۔ جان لے کہ عارفوں کی توجہ ہر وقت اِستغراقِ مع اللہ پر رہتی ہے اِس لئے جب کوئی آدمی اُن سے ہم کلام ہوتا ہے تو وہ گویا اُن کی توجہ اللہ سے ہٹا کر اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ عارفِ کامل وہ ہے کہ جسے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سے ہم کلام ہونے کا حکم و الہام ہو جائے تو وہ اُس سے ہم کلام ہوتا ہے ورنہ نہیں کہ عارف باللہ حکمِ ربانی کے بغیر زبان بریدہ اور گونگا بہرہ ہوتا ہے۔ عارفانِ الٰہی ہرگز کسی سے ہم کلام نہیں ہوتے۔

بیت :- " عارفانِ الٰہی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتے ہیں اور اپنی خواہشات کے اظہار سے منہ بند رکھتے ہیں۔"

ذکرِ "اَللّٰہُ" وہ عمل ہے جو ذوقِ الٰہی کی توفیق بخشتا ہے، معصیت و بدعت و گمراہی سے پاک کرتا ہے، طریقت و حقیقت و معرفت کی خبر و تحقیق سے آگاہی بخشتا ہے اور دل سے حبِّ دنیا کی میل کچیل و کدورت و سیاہی دور کرتا ہے۔ذکرِ "اَللّٰہُ" سے اِس قسم کی تحقیق کسی صاحبِ توفیق رفیقِ حق طالب کو نصیب ہوتی ہے نہ کہ کسی زندیق کو۔ فکرِ حق نفس کو فنا کرنے اور اُسے ہوا و ہوس سے پاک کرنے والا عمل ہے اور مراقبہ طالب کو شاہدِ حقیقی کا مشاہدہ بخشنے والا عمل ہے جو صاحبِ مراقبہ کو باطنی صفائی بخش کر قربِ الٰہی اور مجلسِ انبیا و اولیا کی حضوری سے بہرہ ور کرتا ہے اور اُسے طیر سیر کی راہ سے ایک ہی دم میں اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ بخش کر زندہ جاوید کر دیتا ہے۔ وہ آدمی صاحبِ مراقبہ ہرگز نہیں کہ جس کا مراقبہ بلی کے اُس مراقبے کی طرح ہو جو وہ چوہے کو پکڑنے اور مارنے کے لئے کرتی ہے اور چوہے کے انتظار میں پریشان رہتی ہے بلکہ کامل مراقبہ وہ ہے جو رقیب کا وجود مٹا دے۔ اُس آدمی کو مراقبے کی کوئی حاجت نہیں جسے ظاہر باطن میں اللہ تعالیٰ کا قرب و معیت نصیب ہو اور وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہو۔ صحیح مراقبہ وہ ہے جو طالب کو ذکر و تسبیح کے ذریعے ہر مقام پر پہنچائے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیغام و الہام کا ذریعہ بنے۔ جان لے کہ اکثر لوگ اہلِ ذکر ولی اللہ فقیر کو دیوانہ و مجنون سمجھتے ہیں کیونکہ وہ خدا سے یگانہ اور اہلِ دنیا سے بیگانہ ہوتا ہے۔

بیت:-"اے طالبِ حق! ظاہر میں دیوانہ مگر باطن میں ہوشیار بن کے رہ اور طلبِ مولیٰ میں طالبِ دیدار بن کے رہ۔" الغرض!

ابیات:-(1)"جب روح کی طرف سے دل پر ذکرِ سِرّ وارد ہوتا ہے تو عارفانِ الٰہی پر رازِ ربانی کھل جاتا ہے۔" (2)"جس کے ذہن پر ذکرِ روح کا غلبہ ہو جاتا ہے اُس کے دل میں سوزشِ داغِ محبت پیدا ہو جاتی ہے جو اُسے خوابِ غفلت سے بیدار رکھتی ہے۔" (3)"الٰہی! مجھے سوزِ عشق عطا فرما کہ یہ تیرا عمدہ انعام ہے، اگر کوئی اس سے ڈرتا ہے تو یہ مجھے عطا فرما دے۔"

(4)"عارفوں کا انتہائی مقام نورِ الٰہی کا اِستغراق ہے جو حضوری کا مقام ہے، وہاں عقل وفکر کی گنجائش نہیں۔"(5)" مقامِ حضور میں ذکر فکر اور علم حجاب ہیں، وہاں کی کیفیت تو ایسی ہے کہ جیسے پانی جب دریا میں گرتا ہے تو محض پانی نہیں رہتا بلکہ دریا بن جاتا ہے۔"(6)"یہ وہ کیفیت ہے کہ جہاں نورِ خدا بندے کو امانِ الٰہی بخش کر نورِ سِرّ میں غرق کر دیتا ہے، یہی وحدتِ کبریا کا راز ہے۔"(7)"ذکر و فکر، ہوش و مستی اور خواب و خیال ایسی چیزیں ہیں جو بندے کو اِستغراقِ وحدت سے باز رکھتی ہیں۔"(8)"اگر کوئی یونہی اِستغراقِ نورِ وحدت کا دعویٰ کرتا ہے تو جان لے کہ وہ لافزن ہے جس کی روح مردہ اور نفس زندہ ہے۔"(9)"عارفانِ الٰہی چشمِ دل سے دیکھا کرتے ہیں کہ چشمِ ظاہر سے تو بیل و گدھے بھی دیکھتے ہیں۔"(10)" تُو اس بدذات دیو نفس کو کس طرح مار سکتا ہے کہ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت میں بھی ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔"(11)"صد آفرین ہے اُس نفس پر جس نے طاعت اختیار کی، طاعت شعاری کی یہ توفیق بھی اُسے اللہ ہی نے بخشی۔"(12)" مقامِ سِرّ نورِ حق کا مقام ہے جہاں اسرارِ حق منکشف ہوتے ہیں، جو آدمی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ بے نیاز صاحبِ راز فقیر بن جاتا ہے۔"(13)"جہاں تک ہو سکے اسرارِ الٰہی کو پردے میں رہنے دے کہ اسرارِ حق کو فاش کرنا خود فروشی ہے اور خود فروش بھلا معرفتِ الٰہی تک کہاں پہنچ سکتے ہیں؟"(14)" سِرِّ الٰہی قرآن ہے اور اس کے رازدان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اگر قرآن و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی واقف نہ ہوتا۔"

جس آدمی کا دل پُر جوش ہو، حوصلہ دریا نوش ہو اور وہ لب بستہ خاموش ہو اُسے صاحبِ عقلِ کل کہتے ہیں یعنی وہ ہر وقت جوشِ دل کے ساتھ خاموش عبادت میں مصروف رہتا ہے لیکن جس کا حوصلہ وسیع نہ ہو وہ اپنی عبادت و پارسائی کا ڈھنڈورا پیٹ کر خود فروشی کرتا ہے۔ ایسا طالب ناقص مرشد کی وجہ سے خام ہی رہتا ہے۔ جان لے کہ جس کی زبان گونگی ہو جائے اُس کی خاموشی

میں ستر ہزار حکمتیں ہوتی ہیں اور ہر حکمت میں ہزار ہا اسرارِ معرفتِ الٰہی ہوتے ہیں۔ بحرِ دل میں امواجِ حوادثِ بادِ مخالف کے تھپیڑے کھا کھا کر عارفوں کے دل مضبوط ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہر وقت باہوش رہتے ہیں۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے تصرف سے اُن کے دل توحیدِ مطلق کے دریائے عمیق بن جاتے ہیں اس لئے جب وہ بولتے ہیں تو اُن کی ہر بات معرفتِ الٰہی کی موج ہوتی ہے بلکہ اُن کے دل میں ہر وقت معرفتِ الٰہی کی موجیں اُٹھتی رہتی ہیں جس سے اُن کے دل کے احوال ہر دم بدلتے رہتے ہیں۔ جان لے کہ توریت و انجیل و زبور کا سارا ثواب قرآن مجید میں پایا جاتا ہے، قرآن مجید کی تمام برکت و ثواب سورۃ فاتحہ میں ہے، سورۃ فاتحہ کا تمام ثواب و برکت بسم اللہ میں ہے، بسم اللہ کا تمام ثواب و برکت تکبیر اولیٰ میں ہے، تکبیر اولیٰ کا تمام ثواب و برکت تکبیر تحریمہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں ہے اور توریت و انجیل و زبور و قرآن و سورۃ فاتحہ و بسم اللہ و تکبیر اولیٰ اور تکبیر تحریمہ کا تمام ثواب و برکت اسمِ اَللّٰہُ کی شرح میں ہے۔ یہ تمام ثواب آتا بھی اسمِ اَللّٰہُ سے ہے اور جاتا بھی اسمِ اَللّٰہُ میں ہے کہ یہ سب ذکرِ اَللّٰہُ ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔ "اہل ذکر کا بہترین عمل اسمِ اَللّٰہُ کا ذکرِ کثیر ہے کہ ذکرِ اَللّٰہُ برتر بھی ہے، معزز بھی ہے اور کامل بھی ہے اور اَللّٰہُ ہی سب سے بڑا ہے۔" اگر کونین کے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوق اسمِ اَللّٰہُ کے ثواب و برکت کو لکھنا چاہے تو سرگردان و پریشان ہو جائے مگر لکھ نہ پائے۔ جو آدمی ذکرِ اَللّٰہُ ، اسمِ اَللّٰہُ ، معرفتِ الٰہی اور ہدایتِ فقر کا انکار کرتا ہے تو بے شک وہ تمام کتابوں، فرشتوں، پیغمبروں، اصحابِ کرام، علماء اور فقرا کا منکر ہے اور ہدایت و دینِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے برگشتہ ہے۔ جان لے کہ کافر و یہود و نصاریٰ اللہ کے نام کے منکر تھے اور مسلمان صحابہ کرام بتوں کے دشمن تھے۔ یہود و نصاریٰ کی دشمنی اللہ کے نام سے تھی اس لئے وہ دارِ حرب میں مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے۔ کافروں کے اسی رویہ کو مدِ نظر رکھ کر قرآن میں حکم دیا گیا ہے:۔ "اے محمد! دارِ حرب میں کافروں سے جنگ کرو۔" چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگاتار چار دن تک رات دن کافروں سے

جہاد کیا۔ پس جو کوئی اسمِ اَللّٰہُ اور ذکرِ اَللّٰہُ کا اِنکار کرتا ہے اور ذکرِ اَللّٰہُ و اسمِ اَللّٰہُ کو بُرا بھلا کہتا ہے تو بے شک وہ دارِ حرب کے اُنہی یہود و نصاریٰ میں شامل ہے اور واجب القتل ہے، اگر وہ توبہ بھی کرے تو اُس کی توبہ قبول نہیں۔ جو آدمی ذکرِ اَللّٰہُ اور اسمِ اَللّٰہُ کو بُرا بھلا کہتا ہے وہ گویا قرآن اور پیغمبروں کو بُرا بھلا کہتا ہے، وہ اس لائق ہے کہ اُسے زمین میں زندہ دفن کر دیا جائے یا قتل کر دیا جائے کہ وہ مرتد و مردود و یہود ہے۔ مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ عقلی دلیل نقل کے موافق ہوتی ہے اور یقینی دلیل یقین کے موافق ہوتی ہے۔ جو آدمی اسمِ اللہ ذات و قرآن و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام و شریعت و علما و فقرا کا ادب و احترام نہیں کرتا وہ ملعون و بے دین ہے۔ مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ الغرض! ذاکرِ خفیہ کے گناہ کراماً کاتبین کے دفاتر میں نہیں لکھے جاتے کہ اُس کے دل پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت مرکوز رہتی ہے۔ مرتبۂ خاموشی مراتبِ انبیا و اولیا کا نتیجہ ہے۔ جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کرنا چاہا تو اپنے نور سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحِ پُر فتوح کے نور کو اپنے مقصود کے مطابق پیدا فرمایا اور روحِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خود ہی مشتاق و شیدا ہوا اور اُسے حبیب اللہ کا خطاب دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں سرشار ہو کر امرِ کُن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے اس امر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوق کی ارواح مثلاً جن و انس و ملائکہ کی جملہ ارواح میدانِ ازل میں اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے صف بستہ ہو کر ظاہر و ایستادہ ہو گئیں۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارواح سے فرمایا:۔ " اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ " (کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟)۔ تمام ارواح نے جواب دیا:۔ " بَلٰی " (ہاں! کیوں نہیں؟)۔ بعض ارواح نے یہ جواب محض زبان سے دیا، بعض نے دل سے دیا اور بعض نے کوئی جواب ہی نہیں دیا نہ زبان سے نہ دل سے۔ جن لوگوں کی ارواح نے محض زبان سے جواب دیا وہ دنیا میں آ کر منافق و متذبذب رہتے ہیں، کبھی وہ مومن ہوتے ہیں اور کبھی کافر۔ جن کی ارواح نے دل

سے جواب دیا وہ دنیا میں آ کر پہلے کفر میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن آخر میں غلبات صدق دل سے کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیتے ہیں، جن کی ارواح نے زبان سے جواب دیا نہ دل سے تو وہ دنیا میں آ کر شروع سے آخر تک کافر رہتے ہیں اور کفر ہی میں جیتے مرتے ہیں لیکن جن کی ارواح نے زبان ودل دونوں سے جواب دیا یعنی زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق کی تو وہ دنیا میں آ کر شروع سے آخر تک مومن مسلمان رہتے ہیں اور اُن کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ اِس کے بعد روزِ ازل ہی میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کل موجودات کی ارواح سے فرمایا کہ اے ارواح! مانگو مجھ سے جو تم چاہو۔ تمام ارواح نے جواب دیا کہ خداوندا! ہم تجھ سے تجھی کو مانگتے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تین پیالے بھرے، ایک پیالہ دنیا یعنی طمع وجھوٹ وحرص وحسد وکبر جیسی ناشائستہ چیزوں سے بھرا اور اُسے سات رنگوں کی زیب وزینت سے دُلہن کی طرح سجا کر ارواح کے سامنے پیش فرمایا، نو(9) حصے ارواح دُلہن دنیا کو دیکھ کر اُس کی طرف دوڑ پڑیں اور دنیا کے پیالے سے اُس کا ذائقہ چکھا اور اُس کی لذت میں غرق ہو کر مست ہو گئیں۔ اِس کے بعد اُنہوں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا اور اُس سے روگرداں ہو کر دنیا میں پیوست ہو گئیں۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے باقی ماندہ ارواح سے فرمایا کہ اب تم مانگو جو چاہو تا کہ مَیں تمہیں عطا کر دوں۔ اِس پر تمام ارواح نے جواب دیا کہ خداوندا! ہم تجھ سے تجھی کو مانگتے ہیں۔ اِس پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے دوسرا پیالہ تقویٰ وریاضت ومحنت گوناں گون وعبادت وسعادت سے پُر کیا اور اُسے حور وقصور اور ہر قسم کی دیگر نعمت ہائے جنت سے سجا کر ارواح کے سامنے پیش فرمایا تو نو(9) حصہ ارواح نے وہ بہشتی پیالہ پی لیا اور بہشت کی فرحت وحور وقصور میں مشغول ہو گئیں۔ باقی ایک حصہ ارواح انبیا واولیا اور عارف باللہ فقرا کی تھیں جنہیں نورِ وحدت الٰہی کا پیالہ پیش کیا گیا جسے ذکر فکر، شوق ومحبت، قرب ووصال اور استغراق فنافی اللہ بقاباللہ کے احوال سے پُر کر کے آتش عشق وعنایت وولایت وہدایت وجلالیت

اور انوارِ پروردگار کی گوناں گون تجلیات کے مشاہدہ کے ایک ہی رنگ سے سجایا گیا تھا۔ اُنہوں نے وہی یک رنگا پیالہ نوش کیا اور اِشتیاقِ لقائے مولیٰ کے فقر تمام میں محو رہیں۔ اُنہوں نے خود پر دنیا و عقبیٰ دونوں کے دروازے بند کر کے خاموشی اختیار کر لی کہ جو آدمی اپنے ربّ کو پہچان لیتا ہے اُس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ عارفوں کی عادتِ خاموشی اِسی وجہ سے ہے۔ پس ہر کسی کی خروشی و خاموشی اُس پیالے کے پینے کی وجہ سے ہے کہ کوئی تو پی کر ہوشمند رہا، کوئی مدہوش ہوا اور کوئی باشعور رہا، یوں ہر کسی نے قدر بہ قدر، مراتب بہ مراتب، قہر بہ قہر، فیض بہ فیض اور فضل بہ فضل حضورِ مولیٰ سے اپنا اپنا نصیب پایا۔ پس ہر کسی کے ساتھ ویسا ہی ہو رہا ہے جیسا کہ اُس نے ازل کے دن چاہا تھا، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ”جیسا اُس وقت ہوا تھا ویسا ہی اب ہو رہا ہے۔“ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ (1) ”اللہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔“ اور (2) ”اللہ تعالیٰ جس چیز کا اِرادہ کرتا ہے اُس کا حکم فرما دیتا ہے۔“ لیکن آدمی کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اِنصاف کرے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ”احسان کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ” دنیا حرام ہے طالبِ عقبیٰ پر، عقبیٰ حرام ہے طالبِ دنیا پر اور دنیا و عقبیٰ دونوں حرام ہیں طالبِ مولیٰ پر۔“ دنیا کا ذکر وہ آدمی کرتا ہے جو اُس کا طالب ہو۔ اکثر لوگ دنیا کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں کہ دنیا اُن کی معشوق ہے اور وہ اپنی معشوق کو غیر کے ساتھ دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں، اُن کی زبان پر ہر وقت اِسی معشوق کا نام جاری رہتا ہے۔ فقیر کو چاہیے کہ وہ دنیا کا نام نہ لے اور نہ ہی اُس کا ذکر کرے کہ جب کوئی ایک بار محبت سے دنیا کا ذکر کرتا ہے تو چالیس روز تک اُس کے دل سے دنیا کی سیاہی نہیں جاتی اور اگر کوئی ایک بار دنیا کا نام عداوت سے اور اللہ کا نام محبت سے لیتا ہے تو ستر سال تک اُس کے دل سے نورانیت نہیں جاتی۔ جس قدر کوئی دنیا کے قریب جاتا ہے اُسی قدر قربِ حق تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نام ” بیگانہ “ اور فقر کا نام ” یگانہ “ رکھا ہے۔ اگر تُو کسی فقیر یا درویش کو دنیا کے

عز و جاہ اور باغ و خانقاہ یا درجات و مراتب دنیا میں ترقی کا آرزو مند پائے تو سمجھ لے کہ وہ ابھی ضلالت و گمراہی کی منازل طے کر رہا ہے۔ دنیا کو وہ آدمی ترک کرتا ہے جو اپنے نفس کو ترک کر کے قتل کر دے، اُس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اللہ کی راہ میں اپنے نفسوں کو قتل کرو۔" اِسی کو جہادِ اکبر کہتے ہیں۔

رباعی:۔" اے مجھ سے وابستہ ہونے والے! تُو کہیں اور مت جا کہ میں تیرے دل میں سمایا ہوا ہوں، تو میرے قریب آ اور اپنی ہر حاجت مجھ سے مانگ، کتے کی طرح آوارہ پھرنا چھوڑ دے۔" تُو رزق کا غم مت کر۔

بیت:۔" اے حرص! تُو ہماری جان کو کیوں آیا ہوا ہے؟ ہمارے مقدر کی روزی تو کسی صورت میں بھی کم ہونے والی نہیں ۔"

جہانِ ظاہر اور ہے اور باطنی جہان اور ہے۔ مست کو ہوشیار کی صحبت ہرگز راس نہیں آتی۔ یاد رہے کہ جس طرح ظاہر بینوں کی نظر بادشاہ اور اُس کے مقربین پر رہتی ہے اُسی طرح فقیروں کی نظر اپنے معبود پر رہتی ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں:۔" اے بیٹے! ہر بندش کو توڑ کر آزاد ہو جا، کب تک تُو سیم و زر کی بندشوں میں جکڑا رہے گا؟ جس نے عشقِ الٰہی میں اپنا گریبان چاک کر لیا وہ ہر عیب و حرص سے پاک ہو گیا۔ جس نے عشقِ الٰہی میں اپنی زبان بند کر لی وہ خواہ کتنا ہی واویلا کرے بے زبان ہی رہتا ہے۔"

بیت:۔" عارفانِ الٰہی کو جب ذکر اللہ سے حضوری نصیب ہوتی ہے تو اُن کا وجود نورِ الٰہی سے معمور ہو جاتا ہے۔"

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:۔" قیامت کے دن سب سے پہلی چیز جو بندے کے اعمالنامے سے ترازو میں رکھی جائے گی وہ اُس کا حُسنِ خُلق اور سخاوت ہو گی۔" جب حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ایمان کو پیدا فرمایا تو ایمان

نے عرض کی:۔" الٰہی مجھے قوی بنا دے۔" اللہ تعالیٰ نے اُسے حُسنِ خُلق اور سخاوت سے قوی کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے کفر کو پیدا کیا تو کفر نے عرض کی:۔" الٰہی مجھے قوی کر دے۔" اللہ تعالیٰ نے اُسے بخل و بد خُلقی سے قوی کر دیا۔ اِس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ اگر کسی فقیر کی وفات کے بعد اُس کی ملکیت میں ایک درم بھی رہ گیا تو سمجھ لیجئے کہ وہ بخیل تھا اور اُسے اللہ کے نام پر کوئی اُمید نہیں تھی لہٰذا چاہیے کہ وہ درم اُس کی پیشانی پر داغ دیا جائے تا کہ قیامت کے دن داغ دار اہلِ دنیا ہو کر اُٹھے۔

ایک روایت مشہور ہے کہ ایک روز سلطان بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو نماز میں خطرات لاحق ہو گئے، آپ نے نماز توڑ دی اور فرمایا کہ اے دوستو! آج ہمارے گھر سے دنیا کی بو آ رہی ہے۔ خادموں نے قسم کھا کر عرض کی کہ حضرت! ہماری تو بھوک سے جان نکلی جا رہی ہے۔ سلطان بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا خطرہ علت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ خادموں نے گھر میں جھاڑو پھیری تو پلنگ کے نیچے سے کھجور کا ایک دانہ نکل آیا، اُسے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں اِس قدر متاع بھی موجود ہو وہ ایک تاجر کا گھر ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ فقیر مفلس ہوتا ہے جس کے گھر میں شیطان چور داخل نہیں ہو سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق مفلس اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔ فقیر ہونا آسان کام نہیں ہے۔ فقیر کو فقر پر اعتبار ہوتا ہے۔ فقیر سبکسار (ہلکا پھلکا) ہوتا ہے، وہ گرانئ دنیا سے زیرِ بار نہیں ہوتا۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جسے اَللّٰہُ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے:۔" دنیا تمہیں مبارک ہو، عقبیٰ بھی تمہیں مبارک ہو، میرے لئے بس میرا مولیٰ ہی کافی ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" میرے لئے اَللّٰہُ ہی کافی ہے۔" مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" آپ کی آنکھ کسی طرف بھٹکی نہ حد سے بڑھی۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اگر عاشقوں کے نصیب میں جنت ہوتی

اور اُس میں دیدارِ الٰہی نہ ہوتا تو وہ اُس میں شور وغل مچاتے اور اگر مشتاقین کے نصیب میں جہنم ہوتی اور اُس میں وصالِ جمالِ الٰہی ہوتا تو وہ اُس کا شوق رکھتے۔ ''فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اُن پر اُن کے ربِّ مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔'' حدیث مبارک میں آیا ہے:۔''(جنت میں اہلِ جنت کو دیدار کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اے اہلِ جنت تم پر سلام ہو ....
.... اہلِ جنت جب دیدارِ الٰہی کریں گے تو جنت کی دیگر نعمتوں کو بھول جائیں گے۔'' پس لقائے الٰہی کا حصول عبادت نماز و سخاوت و ذکر اللہ و کلمہ طیب کے بغیر ممکن نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، سخاوت گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور ذکرِ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ صاحبِ لِقا جب لقائے الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں تو نعمت ہائے جنت کو بھول جاتے ہیں بلکہ دنیا و لذتِ دنیا اور ماسویٰ اللہ ہر چیز کو بھول جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ طالبِ مولیٰ کا مطلوب و مقصود فقط دیدارِ الٰہی ہے۔

بیت:۔'' اِنسان کو چاہیے کہ وہ خلقِ خدا سے شرم کرے اور اللہ سے ڈرے، جس کا یہ مذہب نہیں وہ اکتسابِ حق سے محروم رہتا ہے۔''

اکتسابِ حق تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر باطن میں معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا نام ہے۔

غزل:۔'' اے مردِ حق میدانِ معرفت میں آجا، اگر اِس میں سر جاتا ہے تو جانے دے۔ براقِ عشق پر سوار ہو کر اِس میدان میں قدم رکھ، پھر اگر سر جاتا ہے تو جانے دے۔ گنجِ معرفت میں اپنے محبوب کا ہم مجلس ہو جا، اگر تجھ میں عقل و شعور ہے تو معرفتِ حق میں غرق ہو جا کہ عاشقوں کے مرنے کا انداز یہی ہے، پس اِس راہ میں سر اگر جاتا ہے تو جانے دے۔ آج وہ دن ہے کہ آج اگر جان بھی نکل جائے تو مَیں کسی اور طرف نہیں دیکھوں گا، آج اگر سر جاتا ہے تو

جانے دے۔"

عاشق ہمیشہ زاہد پر طعنہ زنی کرتا ہے کہ عاشق شوق و مشاہدہ میں غرق ہو کر میدانِ عشق میں ثابت قدم رہتا ہے۔

بیت :۔"اے زاہد! تُو مجھے آتشِ دوزخ سے کیوں ڈراتا ہے؟ میرے اندر تو عشقِ الٰہی کی وہ آگ بھری ہے کہ اگر میں اُس کا ایک ذرہ دوزخ میں ڈال دوں تو دوزخ جل کر راکھ ہو جائے۔"

مصنف کہتا ہے کہ عاشق اُسے کہتے ہیں جو دیدارِ حق تعالیٰ میں غرق ہو اور اگر وہ قہر و جلالیت، ذکرِ حضوری اور باطن معموری سے ایک آہ بھی بھر دے تو بے شک اسمِ اَللّٰہُ اور ذکرِ اَللّٰہُ کی گرمی سے مشرق سے مغرب تک ایک سرے سے دوسرے سرے تک ساری دنیا جل کر راکھ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم و اجازت سے جس آدمی کو اپنی خدائی میں تصرف کرنے کا جتنا اختیار دیتا ہے وہ اُتنا ہی مہربانی وسخاوت کا پھل دیتا ہے جس طرح کہ پھلدار درخت پتھر کھا کر پھل دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"جس نے اپنے رب کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔" یعنی وہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے جسم و جوہر کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم و جوہر سے پاک ہے، وہ غیر مخلوق ذات ہے، اُسے مخلوق سے تشبیہ دینا باعثِ شرک وکفر و گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو مگر اُس کی ذات میں غور وفکر مت کرو۔" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا بذاتِ خود ایک نعمت ہے جو سب سے عظیم ہے اور یہ نعمتِ عظمیٰ تفکر وحدتِ معرفت، تصورِ اسمِ اللہ ذات اور عبادت وتلاوتِ کلام اللہ میں غرق رہنا ہے۔

ابیات :۔(1) "اِلٰہی! میرے دل کو معرفتِ توحید سے آباد کر دے اور اپنے نور کی تجلیات سے میرا دل شاد کر دے۔"(2)" کتنے ہی لوگ تیرے ہجر کی آگ میں کشتہ ہو کر مر گئے،

مجھے قبل از وصال ہجر سے آزاد فرما دے۔" (3) "الٰہی! غرق فنا فی اللہ فقیروں کے نزدیک تو وصال بھی ایک حجاب ہے اِس لئے اِس نورانی حجاب کو ہٹانے کے لئے نورِ ذات سے میری مدد فرما۔" (4) "الٰہی! تیرے دوست تو ایسے حجابات سے بے غم ہیں کہ وہ خود نورِ ہدایت ہیں، پس تُو مجھے بھی سیاہ دلی اور مردہ دمی سے نجات بخش دے۔"

مسلمان وہ ہے جو نیکی و بدی میں اپنے نفس سے اِنصاف کرے۔ جو آدمی گناہ کو یاد رکھتا ہے اور خدا کو فراموش کر دیتا ہے تو اُس کا یہ فعل کبیرہ گناہ ہے بلکہ سب سے بڑا گناہ ہے، اُسے چاہیے کہ وہ نیکی و بدی کو باہم ملا دے اور اِس آیتِ مبارکہ کے مطابق ہمیشہ کے لئے تائب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اُس کا فضل طلب کرے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اُنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور گناہ کے ساتھ نیکی ملا دی، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف فرما کر اُن کی توبہ قبول کر لے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے نبی! آپ اُن کے مال میں سے صدقہ وصول کریں اور اُس سے اُنہیں صاف ستھرا کریں اور اُن کے حق میں دعائے خیر فرمادیں، بے شک آپ کی دعا اُن کے لئے باعثِ تسکین ہوگی اور اللہ سب کچھ جانتا سنتا ہے۔ کیا اُنہیں نہیں معلوم کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

ابیات:۔ (1) "جسے اللہ تعالیٰ توفیق بخش دیتا ہے وہ اپنے نفس کو قتل کر کے ہوائے نفس سے جان چھڑا لیتا ہے۔" (2) "نفس میری جان و ایمان کا دشمن ہے، اِس نے میرے گھر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔" (3) "جو کوئی اپنے گھر میں نفس کو جلا ڈالے اُس کے منہ سے چوں و چرا کا دُھواں نہیں نکلتا۔" (4) "بے شک خوب کھا پی مگر راہِ راز اختیار کر کہ مردِ قوی وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کر لے۔" (5) "اسمِ اعظم کو اسمِ "ھُو" میں تلاش کر، کیا تجھے نہیں معلوم کہ اسمِ "باھُو" کیا چیز ہے؟ اسمِ باھُو اَلْتّاوّھَابُ ہے۔"

شرحِ ذکر اللہ، کلمہ طیّب و مستغرق فنا فی اللہ ذات

بیت:۔" جو آدمی انوارِ ذاتِ حق میں غرق ہو کر فنا فی ذات ہو جاتا ہے وہ صفات کی طرف کب دیکھتا ہے؟"

جان لے کہ کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ایک خاص تاثیر ہے جو اُس کے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق میں پائی جاتی ہے۔ جب ذاکر کلمہ طیب کے وجود میں قلبی تصدیق کامل ہو جاتی ہے تو اُس کے تمام وجود و جسم و جان میں کلمہ طیب کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے جس سے اُس کا نفس مر جاتا ہے اور وہ تمام انبیاؑ و اولیاؒ کی ارواح سے ملاقات و دست مصافحہ کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ یہ غرق فنا فی اللہ ذات فقیر کا مرتبہ ہے۔ پس کلمہ طیب کے اقرار کا انحصار تصدیق دل پر ہے اور تصدیق دل کا انحصار توفیق روح پر ہے۔ جس طالب کو تصدیق و توفیق نصیب ہو جاتی ہے وہ ولایت اولیا میں حضرت رابعہ بصریؒ و حضرت بایزید بسطامیؒ کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے ورنہ محض زبانی کلمہ طیب پڑھنے والے یزید منافق تو بہت زیادہ ہیں۔ جو آدمی کلمہ طیب کی حقیقت جان کر اُس کی تصدیق کر لیتا ہے وہ صادق مطلق ہو جاتا ہے اور کلمہ طیب اُس کے وجود میں تاثیر کرتا ہے۔ پھر وہ کلمہ طیب پڑھنے میں تاخیر نہیں کرتا، کلمہ اُس کا مونس جان بن جاتا ہے اور اُس کے ایمان کو سلامت رکھتا ہے خواہ وہ اپنا وقت طاعت میں گزارے یا معصیت میں کیونکہ جب موت قریب آتی ہے اور جان نکلنے لگتی ہے تو کلمہ طیب اُس کے وجود سے معصیت باطل کو نکال کر پاک کر دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جس نے کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا وہ بلا حساب و بلا عذاب جنت میں داخل ہو گیا چاہے وہ زانی ہو یا چور ہو۔" کلمہ طیب کی حقیقت کو وہ آدمی جان سکتا ہے جو معرفتِ الٰہی تک پہنچ جائے یا آتشِ دوزخ سے نجات پا جائے یا جسے کلمہ طیب نے دنیائے پلید باطل سے فارغ کر دیا ہو یا جسے

کلمہ طیب نے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیا ہو۔ ابتدائے کلمہ وصال ہے اور انتہائے کلمہ مشاہدۂ نورِ الٰہی جمال ہے۔ کلمہ طیب کی تاثیر کو رسمی رواجی کلمہ گو نہیں جان سکتا، اگرچہ وہ زبان سے کلمہ طیب پڑھتا ہے تاہم یہ اُس کا زبانی ذکر ہے البتہ کلمہ طیب کا زبانی ذکر بھی سنت ہے۔ جو آدمی کلمہ طیب کا ذکر زبانِ قلب سے کرتا ہے وہ اسرارِ نہانی تک پہنچ جاتا ہے۔ جو آدمی کلمہ طیب کی معرفت تک پہنچ جاتا ہے وہ لامکان کو اپنا دائمی ٹھکانہ بنالیتا ہے، اُس کی روح زندہ ہو جاتی ہے اور نفس مر جاتا ہے۔ اِس طرح کا کلمہ صرف عاشق ہی پڑھتے ہیں۔ جان لے کہ حاجی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کعبۂ جان و دل کے حاجی اور دوسرے کعبۂ آب و گل کے حاجی۔ کعبۂ آب و گل کو ابراہیم خلیل نے بنایا ہے اور کعبۂ جان و دل کو ربِّ جلیل نے بنایا ہے۔

ابیات:-(1)"جو دل کعبہ سے منسلک ہو جاتا ہے وہ قبلۂ حاجات بن جاتا ہے جس کی طرف رُخ کر کے ذاتِ حق کو سجدہ کیا جاتا ہے۔" (2)"وہ دل ہرگز حاجی نہیں جو حجابات میں مستور ہو کیونکہ دل جب قبلہ کی طرف رُخ کرتا ہے تو قبلہ اُس سے ہم کلام ہوتا ہے۔"

کعبۂ گل کے طواف سے مراتبِ الہام نصیب ہوتے ہیں اور کعبۂ دل کے طواف سے معرفتِ الٰہی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

بیت:- "خدا کعبہ میں نہیں لامکان میں ہے، اگر تُو اُسے پانا چاہتا ہے تو اُسے جانِ زندہ میں تلاش کر۔"

جانِ زندہ کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ جانِ زندہ چشمِ تصور سے اسمِ اَللّٰہُ کو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ جب چشمِ تصور سے اسمِ اَللّٰہُ کو دیکھتے ہیں تو اُن کی چشمِ دل سے بھاری پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ حاضرات اسمِ اللہ ذات کے غلبات سے بے قرار ہو کر کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتے اور فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ (پس تم چل پھر کر زمین کی سیر کرو۔) کے حکم پر عمل پیرا ہو کر ہمیشہ سیر و سفر میں رہتے ہیں۔

بیت :-"محبت ہی ہے جو دم بھر کے لئے بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دیتی ورنہ کون ہے جو آسودگی نہیں چاہتا۔"

بعض لوگ جب چشمِ تصور سے اسمِ اَللّٰہُ کو دیکھتے ہیں تو اُن پر راہِ دل کھل جاتی ہے اور اُن کے سامنے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ جان لے کہ سکر و مستی قربِ حق تعالیٰ سے دوری ہے اور معرفت و ہوشیاری قربِ حق تعالیٰ کی حضوری ہے۔ خاص الخاص و کامل سکر و مستی وہ ہے جو ذکر اَللّٰہُ سے پیدا ہو اور ذاکر اُس میں مطلق غرق ہو جائے یہاں تک کہ اُسے چڑیا کی آواز بھی سنائی نہ دے۔ جو فقیر ایسے سکر سے مست ہو کر اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے اور ہر وقت قربِ مع اللہ حضوری میں مستغرق رہے اُس سے نماز و روزہ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔ ایسے فقیر کو مجذوب حضوری کہتے ہیں۔ نورِ الٰہی میں اِستغراق کی بدولت اُسے عین العنایت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُس کی نظر ہر وقت نورِ ہدایت پر جمی رہتی ہے اور وہ روشن ضمیر ہو کر نفس پر امیر ہو جاتا ہے۔ اِن صفات سے موصوف مست فقیر صرف قادری طریقے میں پایا جاتا ہے۔ جان لے کہ مومن مسلمان فقیر درویش عارف باللہ کو چاہیے کہ وہ ہر وقت شریعت و قرآن و احادیث کو پیشِ نظر رکھے اور علمائے علمِ فقہ اُسے جب بھی شریعت کا حکم سنائیں وہ اُس کی فرمانبرداری کرے اور جس چیز سے شریعت منع کرے اُس سے رُک جائے اور نفسانی و شیطانی حیلہ و حجت سے گریز کرے۔ شریعت کس چیز سے منع کرتی ہے؟ شریعت شرک و کفر سے منع کرتی ہے اور شرک و کفر کی جڑ دنیا ہے کہ ہر بلا و ہر فتنہ اسی بلا سے جنم لیتا ہے، چنانچہ حرص و حسد و کبر و نفاق جیسے تمام خصائلِ بد اسی کی پیداوار ہیں۔ شریعت کس چیز کا حکم دیتی ہے کہ اُسے مانا جائے؟ شریعت حکم دیتی ہے کہ کلامِ الٰہی یعنی قرآن مجید، احادیثِ نبوی، احادیثِ قدسی، فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صبر، شکر، ترک، توکل، جمعیت، غنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل پیروی سے دین کو قوی کیا جائے۔ مصنف کا قول ہے:-"طالبِ علم ہزار عابد و زاہد و حافظ سے افضل ہے۔" کیونکہ ذکر، فکر، طریقت،

حقیقت، معرفت، مشاہدۂ نورِ الٰہی اور مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جملہ مراتب علمِ شریعت ہی سے کھلتے ہیں۔ جاہل کا کوئی کام بھی دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ جنونیتِ شیطانی کے زیرِ اثر ہوتا ہے یا استدراجِ پریشانی کا شکار ہوتا ہے۔

ابیات:۔ (1)"جو آدمی "ھُوْ" (ذاتِ حق تعالیٰ) تک پہنچ جاتا ہے وہ عارفِ خدا بن جاتا ہے اور جو "ھُوْ" تک نہیں پہنچ سکتا وہ ہوائے نفس کا اسیر ہو جاتا ہے۔"(2)"جسے "ھُوْ" کا قرب نصیب ہو جاتا ہے اُس پر رازِ حق کھل جاتا ہے اور اُسے بارگاہِ حق سے بے خوف و بے غم ہو جانے کی نوید مل جاتی ہے۔"(3)"باھُو کی والدہ نے اُس کا نام بَـاھُوْ اس لئے رکھا ہے کہ وہ ہر وقت ھُوْ کی معیت میں رہتا ہے۔"(4)"بَـاھُوْ نے وحدتِ کامل کا راز پا لیا ہے جو عارفوں کا انتہائی مرتبہ ہے اور جہاں اُنہیں ذاتِ حق کے سلام آتے ہیں۔"

دعوتِ تکسیر اور کیمیائے اکسیر

اب مَیں تجھے دعوتِ تکسیر[1] اور کیمیائے اکسیر[2] کے متعلق بتلاتا ہوں۔ اکثر لوگ دو علوم کی جستجو میں سرگردان رہتے ہیں تاکہ اُن کی مدد سے اپنی ضروریات پوری کر کے لامحتاج ہو سکیں۔ اُن میں سے ایک تو علمِ تکسیر ہے اور دوسرا علمِ کیمیائے اکسیر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اِن علوم سے اُن کی غرض و غایت خلق کی تسخیر ہے۔ لہٰذا طالبِ دعوتِ تکسیر کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے مرشدِ کامل سے نقش دائرۂ عدد و حسابِ ستارہ و بروج سیکھے اور مؤکلات کو تسخیر کرنے کا طریقہ

---

[1]:۔ علمِ دعوتِ تکسیر = آیاتِ قرآنی کی مدد سے اہلِ قبور کی ارواح سے ہم کلام ہونے اور اُن سے استمداد حاصل کرنے کا علم۔ [2]:۔ علمِ کیمیائے اکسیر = وہ باطنی علم کہ جس کی تاثیر سے ایک ہی نگاہِ جذب سے مٹی کو سونا بنایا جا سکتا ہے۔

معلوم کرے، اسمِ اعظم کی زکوٰۃ [1] نکالے، جلالی و جمالی غذا کو ترک کردے اور اپنے وجود سے کیمیائے اکسیر کی طلب ختم کردے۔ چونکہ ابتدا میں عام آدمی خام ہوتا ہے اور اس میں حوصلے کی کمی ہوتی ہے اِس لئے اُس کے وجود میں رجعت و غم و خطرات و ہلاکت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ دعوتِ تکسیر کے فوائد سے محروم رہتا ہے اور اس مرتبۂ عالیہ پر نہیں پہنچ سکتا لیکن اگر طالبِ مولیٰ مرشد سے ابتدا ہی میں اسمِ اَللّٰہُ مانگ کر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل کرلے تو اُس کا وجود پختہ ہو جاتا ہے، حوصلہ وسیع ہو جاتا ہے اور دل مجلس نبوی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر نگاہِ حضور میں منظور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ تصور اسمِ اللہ ذات کی تاثیر و برکت سے روشن ضمیر ہو کر دعوتِ تکسیر، علمِ کیمیائے اکسیر، علمِ تفسیر اور علمِ معرفت پر عبور حاصل کر لیتا ہے اور صاحبِ نظر ہو کر فیض فضل اللہ کا مالک ہو جاتا ہے اور باطنی صفائی کی بدولت ہر مرتبے پر متصرف ہو جاتا ہے اور اُس پر ہر علم بلا واسطہ کھل جاتا ہے اور وہ ہر علم کی علیحدہ علیحدہ تحقیق کر لیتا ہے۔ جان لے کہ ذکر کی چار اقسام ہیں، پہلا ذکر رسمی رواجی ہے جس میں سانس کو روکا جاتا ہے اور دل کو حبسِ دم میں لپیٹ کر لوٹایا جاتا ہے (یعنی حبس دم کے ذریعے دل کی دھڑکن کو بڑھایا جاتا ہے) لیکن اس طرح تو دل ذکر اللہ سے بے خبر رہ کر مردے کا مردہ ہی رہتا ہے۔ ذکر تو وہ ہے کہ جس میں ذاکر زبان کو حرکت دیئے بغیر محض دل میں توجہ و تفکر سے اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر کرے۔ اس قسم کے رسمی رواجی ذکرِ حبسِ دم سے طیر سیر طبقات، رجوعاتِ خلق، ترقی عز و جاہِ دنیا اور شہرتِ نام و ناموس تو ہاتھ آجاتی ہے مگر ذاکر معرفتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ دوسرا ذکر ذکرِ قلبی

---

[1]:- زکوٰۃ اسمِ اعظم = علمائے باطن نے اوراد و وظائف کی مخصوص تعداد مقرر کر رکھی ہے۔ اگر کسی ورد یا وظیفہ کو اُس کی مخصوص تعداد میں پورے آداب کے ساتھ ادا کر لیا جائے تو صاحبِ ورد کے وجود میں اُس کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے جس سے اُسے مطلوبہ فتوحات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ مخصوص آداب کے ساتھ اُس مخصوص تعداد میں وظیفہ مکمل کرنے کو اُس کی زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

ہے جس میں نگاہِ مرشدِ کامل کی تاثیر سے دل جنبش میں آ کر زندہ ہو جاتا ہے اور رات دن ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہے اور ذاکر کے دل سے غیر ماسویٰ اللہ کی طلب نکل جاتی ہے۔ ایسے ذکر سے بھی ذاکر خام ہی رہتا ہے اور الہامِ مذکور کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا حالانکہ اُس کا ذکر اِس طرح کا ہوتا ہے جس طرح کہ کھولتی ہوئی دیگ۔ ایسا ذکر بھی خود فروشی و جہالتِ مطلق ہے۔ تیسرا ذکر وہ ہے جو دماغ میں جنبش پیدا کرتا ہے اور رات ہو یا دن ذاکر کی آنکھوں میں نیند نہیں آنے دیتا۔ اِس طرح کا ذاکر بھی اپنے احوال میں پریشان و دیوانہ و مجنون و خراب و خام خیال ہوتا ہے اور وصالِ حقیقی کے مشاہدہ سے محروم ہوتا ہے۔ چوتھا ذکر تصورِ اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر ہے جس سے تجلیاتِ انوارِ الٰہی کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور ذاکر کے تمام وجود میں توحید اِلَّا اللّٰہُ کا نورِ مطلق ہویدا ہو جاتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ کی تاثیر و برکت سے ذاکر کا وجود پاک ہو کر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو جاتا ہے جس سے اُس کا کھانا نور، دل نور، نظر نور، وہم نور، خیال نور، گفتگو نور اور توجہ نور ہو جاتی ہے۔ غرض ایسے ذکر سے ذاکر کا تمام وجود نور ہو جاتا ہے۔ ایسے ذاکر کو معلوم ہو یا نہ ہو باطن میں اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے کہ جونہی ذاکر کا جسم اور وجود نور ہوتا ہے اُسے حضوری نصیب ہو جاتی ہے، اُس کے ظاہری و باطنی دونوں وجود یکتا ہو جاتے ہیں اور اُس کی ظاہری و باطنی آنکھیں یک نظر و یک نور ہو جاتی ہیں۔ یہ اُس ذاکر کا مرتبہ ہے کہ جس کا باطن معمور اور وجود مغفور ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔" اِس مرتبے کو خلاصۂ فقرِ محمدی فی امان اللہ کہتے ہیں اور یہ منتہی اولیائے اَللّٰہُ کا نصیبہ ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" خبردار! بے شک اسمِ اَللّٰہُ کے دوستوں پر کوئی خوف ہے نہ غم۔" اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہر وقت منظور رہنے والا اور ہر حقیقت سے باخبر رہنے والا کامل و اکمل مرشد وہ ہے جو پہلے ہی روز رنج و ریاضت میں مبتلا کیے بغیر محض تصورِ اسم اللہ ذات کی تاثیر سے طالب اللہ کے وجود کو نورِ الٰہی سے معمور کر دے اور حرص و حسد و کبر و عجب و ریا و ہوا کی آگ کو اُس کے وجود سے

باہر نکال دے۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو نورِ حضور کے اِس مقام پر نہیں پہنچاتا اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا کہ اسمِ اَللّٰہُ کے تصور سے طالب اللہ پر کبھی تماشائے ازل منکشف ہوتا ہے اور کبھی مشاہدۂ ابد کھل جاتا ہے جس سے اُس کا دل دنیا و اہلِ دنیا سے سرد ہو جاتا ہے اور وہ تائب ہو کر مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری میں سکونت پذیر ہو جاتا ہے۔ بعض طالبوں کو تصورِ اسم اللہ ذات کی تاثیر سے زمین میں پوشیدہ خزانے نظر آنے لگتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن کے بغیر وہ اُن کی طرف دیکھتے نہیں۔ بعض طالبوں کو اسمِ اَللّٰہُ کے تصور سے معیتِ ذاتِ حق تعالیٰ کا مکمل اِستغراق نصیب ہو جاتا ہے اور اُن پر سکوتِ بے کلام میں اسرارِ باطنی منکشف ہوتے رہتے ہیں۔

بیت:۔" اسم اَللّٰہُ کے تصور سے صاحبِ تصور کو ذوقِ الٰہی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ ہر وقت وصالِ حق میں مسرور ہو کر ذاتِ حق سے بے زبان گفتگو کرتا ہے ۔"

بعض طالبوں کو تصورِ اسم اللہ ذات سے ایسا نظر آتا ہے گویا کہ اُن کے سامنے ایک آئینہ ہے جس میں وہ حرمِ کعبہ کو دیکھ رہے ہیں بلکہ اُس آئینہ میں تجلیاتِ شمس و قمر، تماشائے میدانِ ازل، تماشائے میدانِ حشر اور روضے کی شکل کا بہشتی دروازہ دکھائی دیتا ہے جس پر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے اور وہ تفکر سے کلمہ طیب کا ذکر کرتے ہیں بلکہ وہ اسمِ اَللّٰہُ کے آئینے میں ہمہ قسم تماشا دیکھتے ہیں۔ جو کوئی اسمِ اَللّٰہُ اور کلمہ طیب (کی اس برکت) کا اِنکار کرتا ہے وہ مطلق کافر ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ راہِ تحقیق ہے جس میں اسمِ اَللّٰہُ کا مشاہدہ کرنے والا قوی با توفیق ہو جاتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ اُس کا رفیق بن جاتا ہے۔

بیت:۔" اسمِ اللہ ذات طالبانِ مولیٰ کی ہر مقام پر راہنمائی کرتا ہے اور اسمِ اللہ ذات ہی سے وہ کامل فقر کے مراتب پر پہنچتے ہیں۔"

فقرِ قربِ الٰہی کا مرتبہ اور چیز ہے اور دنیا وجد دیوانگی و جنون کا مرتبہ اور چیز ہے،

مذکورِ حضور کا مشاہدہ کرنے والی نظر اور چیز ہے اور طبقاتِ زمین و آسمان کا تماشا دیکھنے والی نظر اور چیز ہے۔ وہ نظر اور ہے کہ جس سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تمام انبیا و اولیا سے دست مصافحہ نصیب ہوتا ہے اور وہ نظر اور ہے کہ جس سے آتشِ ذکر اللہ پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں طالب اللہ جل کر مر جاتا ہے اور وہ نظر اور ہے کہ جس سے رجوعاتِ خلق پیدا ہوتی ہیں اور درجاتِ عزوجاہِ دنیا میں ترقی نصیب ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔" یعنی مشاہدۂ انوارِ الٰہی کے دوران منکشف ہونے والے باطنی اسرار کو احمق و نادان و خدا سے غافل مردہ دل لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا سراسر خسارے کا سودا ہے۔ پس جو اپنے ربّ کو پہچان لیتا ہے اُس کے اظہار سے اُس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ جو شخص اپنے ربّ کو پہچان لیتا ہے وہ ہمیشہ اپنے لبوں کو گویائی سے بند رکھتا ہے۔ وہ جب بھی بولتا ہے حق بولتا ہے۔ پس جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔ عارف ہمیشہ مشاہدۂ لاھُوت میں غرق رہتا ہے اور ناسوت میں قیل و قال سے لب بستہ خاموش رہتا ہے کہ جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔ عارف کلامِ غیر بولنا یا سننا ہرگز پسند نہیں کرتے کہ وہ ہر وقت عشقِ الٰہی کی حیرت و حرارت میں جلتے رہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "الٰہی! میری حیرت میں اضافہ فرما دے۔" یہ حیرت حضوریٔ حق کی حیرت ہے۔ حیرت کی چند قسمیں ہیں مثلاً حیرتِ ذکر، یہ حیرت حرزِ جان ہے اور ضروری ہے، حیرتِ روح، یہ حیرت مغفوری ہے، حیرتِ سِرّ، یہ حیرت مطلق حضوری ہے، حیرتِ جذب و وجد، یہ حیرت مسروری ہے، لذاتِ دنیا و مراتبِ عزوجاہِ دنیا کی خاطر حیرتِ نفس، یہ حیرت مغروری ہے۔ اللہ تعالیٰ احوالِ وصال حقیقت و معرفت کی راہ سے بخشتا ہے۔ الغرض! جب عارف باللہ کا دل ذکرِ اَللّٰہُ سے گویائی پکڑتا ہے تو اُس کی زبان بولنے سے رک جاتی ہے کہ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔" اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے

اور نفس مر جاتا ہے۔ عارف کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً عارف عالم جس کا علم ربّ کی خاطر ہو، عارف زاہد جس کا زہد ربّ کی خاطر ہو، عارف متقی جس کا تقویٰ ربّ کی خاطر ہو، عارف ذاکر جس کا ذکر ربّ کی خاطر ہو، عارف عابد جس کی عبادت ربّ کی خاطر ہو، عارف مذکور جس کے مذکورات ربّ کی خاطر ہوں لیکن عالم علم حاصل کرتا ہے نہ کہ معرفتِ ربّ، زاہد بہشت حاصل کرتا ہے نہ کہ معرفتِ رب، صاحبِ تقویٰ متقی جنت حاصل کرتا ہے نہ کہ معرفتِ ربّ، عابد صاحبِ عبادت بہشت حاصل کرتا ہے نہ کہ معرفتِ ربّ، ذاکر صاحبِ ذکر اللہ شوقِ سوختگی حاصل کرتا ہے نہ کہ معرفتِ ربّ، مذکور قرب و وصال سے دور مذکور حاصل کرتا ہے نہ کہ معرفتِ ربّ، عرفانِ فنافی اللہ بقاباللہ کے جملہ فیوضات و برکات اُس صاحبِ تصور کو نصیب ہوتے ہیں جو ہر وقت اسمِ اَللّٰہُ ذات کے مشاہدہ میں غرق ہو کر خاموش رہتا ہے کہ جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔

مثنوی:۔ ''اپنی دونوں آنکھیں بند کرلے اور اپنی جان سے گزر کر سیرِ لامکان کے سفر پر نکل جا کہ جس مردِ حق کو چشمِ سِرّ سے معراجِ حق نصیب ہو جاتا ہے وہ ذاتِ حق تک پہنچ جاتا ہے لیکن جو آدمی دونوں آنکھوں سے اندھا ہو اُسے کیا دکھائی دے؟ کہ اُس کا دل تو خطرات سے پُر ہو کر قربِ حق سے دور رہتا ہے۔''

دل جب معرفتِ الٰہی کے نور سے معمور ہو جاتا ہے تو چشمِ دل وا ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت مشاہدۂ دیدار میں غرق رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔'' اگر طالبِ صادق طلبِ مولیٰ میں جان نثار طیار ہو تو مرشد کامل اُسے ایک ہی دم میں معرفتِ پروردگار تک پہنچا دیتا ہے لیکن اگر طالب صادق نہ ہو اور مرشد بھی کامل مکمل نہ ہو تو طالب و مرشد دونوں ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ راہِ حق میں وجود کو باجود ہونا چاہیے، ایسا باجود کہ اُس میں ہوا ہو نہ ہوس۔ یہ مراتب اُس غرق فنافی اللہ فقیر کے ہیں جو ہمہ اوست در مغز و

پوست کا مصداق ہوا۔(ایسا فقیر دائم خاموش رہتا ہے کہ)"جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" وہ قلب وقالب میں یک وجود ہو کر ہر وقت ذاتِ حق کے سامنے سر بہ سجود رہتا ہے۔

فرد :-" ایسا فقیر فرض و واجب و سنت و مستحب کی ادائیگی میں ہوشیار رہتا ہے اور اُس کا دل قربِ ربانی کی خاطر ہروقت نماز دائمی میں مشغول رہتا ہے۔"

جو آدمی باطنی سلک سلوک سے ان مراتب تک پہنچ جاتا ہے اُسے معرفتِ الٰہی کا فیض بخش عالم فاضل کہتے ہیں۔ اِس راہ کا تعلق عرف (شہرتِ نام و ناموس) سے نہیں عرفانِ حق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسمّٰی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راہِ معرفت و مسمّٰی کا تعلق گفت وشنید سے نہیں عطائے الٰہی سے ہے، اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا پہچانتا ہے۔

مثنوی :-" مقامِ مسمّٰی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر فکر و وصال کی گنجائش نہیں کہ وہ عین وحدت کا مقام ہے۔ اِس مقام پر پہنچ کر طالب فنا فی اللہ فقیر ہو جاتا ہے اور اُس پر رازِ نہانی آشکارہ ہو جاتا ہے۔"

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں طالبِ حق حوادثِ تفریق سے نکل کر مقامِ حقیقت میں غریقِ حق صاحبِ تحقیق عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ نہیں مَیں غلط نہیں کہتا کہ عارف باللہ ہونا بہت مشکل کام ہے کہ عارف باللہ کے مراتب پر تو غوث وقطب، ابدال و اوتاد اور اخیار بھی نہیں پہنچ سکتے۔

ابیات :-(1)" نفس کو عقل وشعور سے نہیں مارا جا سکتا، یہ عارف ہی ہیں جو نفس پر غالب ہو کر غرقِ نور ہو جاتے ہیں۔"(2)" جب اللہ تعالیٰ میری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے تو

لے :- ہمہ اوست در مغز و پوست کا مصداق فقیر = وہ فقیر کہ جس کے مغز و پوست میں ایک ہی ذات جلوہ گر ہو یعنی جس کے ظاہر و باطن میں اللہ ہی اللہ ہو۔

مَیں کیوں اُس کے فراق میں نعرہ زن ہو کر اُس کے وصال کی فریاد کروں؟" (3) "وہ تو ہر وقت مجھ سے اِلہامی طور پر ہم کلام ہوتا ہے اور مَیں غرق فنا فی اللہ ہو کر اُس کی راحت انگیز خوشبو سے معطر رہتا ہوں۔" (4) "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اِس انداز سے تعلیم و تلقین ہوتی ہے کہ ہادیٔ حق خود دلیل بن کر میری راہنمائی فرماتا ہے۔" (5) "تُو بھی اگر عقلمند ہے تو طلبِ حق میں غرق ہو کر گمنام ہو جا اور علائق دنیا سے کنارہ کش ہو کر مامون ہو جا۔" (6) "اے عارفِ مولیٰ! تُو اللہ کے سوا کسی اور کی جستجو مت کر اور ذکرِ حق کے سوا ہر چیز کو دل سے بھلا دے۔"

عارفِ مولیٰ غوث و قطب، ابدال و اوتاد اور اخیار کے مراتب ہرگز قبول نہیں کرتا کہ یہ سب مراتب اللہ تعالیٰ سے دُوری و جدائی کے مراتب ہیں جب کہ غرق مع اللہ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے یکتائی کا مرتبہ ہے۔ یہ تمام مراتب خام و کمتر ہیں اور غرق مع اللہ کا مرتبہ اولیٰ و اعلیٰ ہے۔ کمتر مرتبہ کون سا ہے اور اعلیٰ مرتبہ کون سا ہے؟ عارف باللہ کا مرتبہ اعلیٰ ہے کہ عارف باللہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معیت و قید میں رہتا ہے جب کہ اہلِ درجات کا مرتبہ کمتر ہے کہ اہلِ درجات کشف و کرامات کی بدولت رجوعاتِ خلق میں گرفتار رہتا ہے، اُس کی نظر اپنی ہی ذات پر لگی رہتی ہے اور وہ معیتِ خدا میں مراتبِ یقین پر نہیں ہوتا بلکہ وہ اِستدراج کا شکار ہو کر ہوا و ہوس میں مبتلا رہتا ہے۔

شرحِ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ"

جان لے کہ نفسِ امارہ کی قوت و غذا گناہ و معصیت ہے بلکہ یوں کہیے کہ نفسِ امارہ کا تو پیشہ ہی گناہ و معصیت ہے۔ اگر آدمی رات دن نماز و روزہ جیسی طاعت و بندگی میں مشغول رہے اور ہمیشہ قائم اللیل و صائم الدہر رہے تو اِس کے باوجود بھی نفسِ امارہ گناہ سے باز نہیں آتا کہ اُس کی تو خصلت ہی گمراہی ہے۔ آدمی چاہے رات دن مسائلِ فقہ کے مطالعہ میں مشغول رہے یا ریاضتِ تقویٰ و تلاوتِ قرآن اور نص و حدیث کے مطالعہ میں مصروف رہے نفسِ امارہ گناہوں

سے باز نہیں آتا کہ اُس کا یارانہ نفس و شیطان سے ہے۔ آدمی چاہے خانہ کعبہ کا طواف و حج کرتا رہے یا میدانِ جنگ میں جہاد و قتال کرتا رہے یا ذکر فکر مراقبہ محاسبہ مکاشفہ کشف القلوب و کشف القبور کے مراتب حاصل کر کے غوث و قطب بن جائے نفس امارہ گناہوں سے باز نہیں آتا بلکہ ہر وقت گناہوں کی طرف مائل رہتا ہے کہ اُس کی نظر ہمیشہ مردارِ گناہ پر لگی رہتی ہے لیکن جب تصورِ اسم اللہ ذات سے اُس کے دل میں قرب و وصالِ الٰہی کی تجلیات کا شعلہ بھڑکتا ہے تو وہ وحدانیتِ نورِ حضور کے دریا میں غرق ہو کر عارف باللہ فنا فی اللہ کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اِس مقام پر نفس امارہ عاجز ہو کر گناہوں سے رک جاتا ہے اور اُسے قدرتِ الٰہی کی طرف سے بے کام و بے زبان الہامات کے ذریعے حکم ہوتا ہے کہ اے نفس امارہ! حیا کر اور با ادب ہو جا۔ قدرتِ الٰہی کے ان الہامات کو سن کر نفس امارہ تائب ہو جاتا ہے اور مسلمان ہو کر صحیح اقرار و قلبی تصدیق کے ساتھ کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیتا ہے اور گناہوں سے توبہ کر کے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ پھر وہ طلبِ راستی میں دینِ محمدی قبول کر کے متقی ولی اللہ بن جاتا ہے۔ معرفتِ الٰہی کے اس انتہائی مقام پر جب وہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ کا مصداق بن کر اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے تو اُسے اپنے ربّ کی پہچان اس علامت سے ہو جاتی ہے کہ اُس کے نفس پر الہاماتِ ربانی کا نزول شروع ہو جاتا ہے کیونکہ مقامِ معرفت پر پہنچ کر نفس میں خوئے نفسانی و شیطانی باقی نہیں رہتی۔ اس کے بعد اگر تمام حور و قصور و نعمائے بہشت و تمام زینتِ دنیا نفس کے گرد جمع ہو جائے تو وہ اُسے اختیار نہیں کرتا۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو معرفت کے مقام مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ پر نہیں پہنچاتا وہ ارشاد کے لائق نہیں کیونکہ آدمی کا وجود خزائنِ الٰہی کا گلستان ہے۔ وجود کے اس گلستان میں دل خزانہ الٰہی ہے جس پر شیرِ طلسمات ہے۔ اس شیرِ طلسمات کو صاحبِ طلسمات ہی ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر قتل کر دیتا ہے یا آتشِ عشق میں جلا کر راکھ کر دیتا ہے بشرطیکہ اُسے نفس کی پہچان ہو کہ جو آدمی نفس کو پہچان لیتا ہے بے

شک وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور جو اپنے رب کو پہچان لیتا اُس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے اور وہ خاموش عارف باللہ مرشد بن جاتا ہے۔ عارف باللہ کسے کہتے ہیں؟ عارف باللہ مسکین ہوتا ہے اور مسکین اُسے کہتے ہیں جو خاکسار ہو، اُس کی ملکیت فقط وہی خاک ہو جس پر وہ بیٹھا ہو، اِس کے علاوہ اُس کی ملکیت میں کچھ نہ ہو اور لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا اُس کا خطاب ہو یعنی اُس کی شانِ استغنا دیکھئے کہ کوئی بھی اُس سے بات کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ نیز مسکین فقیر کو کہتے ہیں اور فقیر غریب ہوتا ہے اور غریب اُسے کہتے ہیں کہ جس کے وجود میں غیریت وغصہ وغضب وغرور اور دنیا و آخرت وغیر ماسوئی اللہ کا غم نہ ہو۔ جان لے کہ جب کوئی اِن صفات سے متصف ہو کر غریب و مسکین و صاحبِ معرفت عارف باللہ ہو جاتا ہے تو اُسے باطنی خضر کہتے ہیں کہ خضر نبی اللہ نے تو چشمۂ ظلمات سے آبِ حیات پیا لیکن باطنی خضر تصورِ اسم اللہ ذات سے محبتِ توحید کا جام پی کر ولی اللہ بن جاتا ہے اور خود کو قبائے حق میں چھپا لیتا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" میرے اولیا ایسے بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں، اُنہیں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔" اور خلقِ خدا خضر نبی اللہ کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔

بیت:۔" ہر ایک بندھن کو توڑ کر اربعہ عناصر کی قید سے آزاد ہو جا، دوئی کے اِس چکر سے نکل کر یکتا بخدا ہو جا تاکہ تیری کوئی مثال نہ رہے۔"

جو آدمی اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ وہم و فہم کی حد سے نکل جاتا ہے، اُس کی اِنتہا ہوتی ہے نہ کوئی حد۔ ایسے باکمال آدمی کو مادر زاد عارف کہتے ہیں۔ وہ ذاتِ حق کی عین ہوتا ہے اور مہد سے لحد تک اور ازل سے ابد تک فنائے نفس کر کے بقائے روح کی حالت میں ہوتا ہے اور اپنے وجود پر فقر و رحمت کا لباس پہنے رہتا ہے۔ وہ دنیا و کفر جیسی لعنت کا منہ ہرگز نہیں دیکھتا۔ فقر و شجاعت و سخاوت و مصلحت سے وہ آدمی مزین ہوتا ہے جس کا وجود کریم و صاحبِ کرم اور صاحبِ حیا و صاحبِ شرم ہو، عارف باللہ کی شرح یہ ہے کہ آدمی طاعت سے نفس کی شناخت تو کر لیتا ہے

مگر عارف باللہ نہیں ہوتا، نفس کی شناخت سے صاحبِ قلب تو ہو جاتا ہے مگر عارف باللہ نہیں ہوتا، قلب کی شناخت سے صاحبِ روح تو ہو جاتا ہے مگر عارف باللہ نہیں ہوتا اور روح کی شناخت سے صاحبِ سِرّ تو ہو جاتا ہے مگر اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) کا مرتبہ حاصل کر کے عارف باللہ نہیں ہوتا کہ ان چاروں مقامات کا تعلق جسم وطاعت وعبودیتِ نفس سے ہے جو معرفتِ نفس کا مرتبہ ہے۔ یہ چاروں مقامات نفس کی پہچان و تحقیق کے ہیں۔ یہاں جب نفس کی تحقیق ہو جاتی ہے تو نفس مر جاتا ہے اور معرفتِ ربّ نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے:۔ " جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا بے شک اُس نے اپنے ربّ کو بقا سے پہچانا۔"

بیت:۔ " مخلوق کسبِ تن سے عبادت کرتی ہے اور عارف ترکِ تن سے عبادت کرتے ہیں۔"

طاعتِ کسبِ تن سے نفسانی حرص وطمع کی آگ بھڑکتی ہے اور صاحبِ طاعت رجوعاتِ خلق کا طالب بن کر شہرت و ناموری کی خواری میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن جب وہ اِس آگ کی خواری سے باہر نکلتا ہے تو تب ربوبیت ومعرفتِ اِلٰہی کے نور میں غرق ہوتا ہے۔ اِس مرتبے پر پہنچ کر عارف باللہ کا نفس مطمئنہ بن کر نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے اور اُس کا قلب نورِ اِلٰہی کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے۔

شرحِ نفس

دونوں جہان میں نفس سے زیادہ بُری اور کمینی چیز اور کوئی نہیں۔ جو آدمی معرفتِ اِلٰہی حاصل کر لیتا ہے وہ نفس کو پاؤں تلے روند کر اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے اور جو آدمی نفس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے وہ نفس کا قیدی بن کر ہوا و ہوس کی مستی میں غرق ہو جاتا ہے۔ ہوا و ہوس سے مغلوب ایسے

نفس کو سرکش توسن (منہ زور نوجوان گھوڑا) کہتے ہیں جس پر ہر وقت خود پسندی سوار رہتی ہے۔ خلق کی نظر میں تو وہ آدمی ہوتا ہے لیکن خالق کی نظر میں وہ خنزیر و گدھے و کتے و بندر جیسا حیوان ہوتا ہے۔ صورت میں آدمی لیکن سیرت میں حیوان۔ ایسے حیوان سے بات کرنا مناسب نہیں۔ یوں کہیے کہ ایسا صاحبِ نفس ہزار شیطان سے بدتر ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ پس بارگاہِ حق کی حضوری حاصل کر اور اہل نفس آدمی سے دوری اختیار کر۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔ جان لے کہ فقرا کا نفس پاس انفاس کے ذریعہ ذکرِ "اَللّٰہُ" میں غرق رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں خاص اخلاص حاصل رہتا ہے۔ اُن کے ظاہری دفاتر میں کاغذ و ورق و حرف وسطر و سیاہی کے معاملات چلتے رہتے ہیں لیکن باطنی دفاتر میں اُن کے دل نورِ معرفتِ الٰہی کی حضوری میں غرق رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر باطن کے کسی دفتر میں بھی فقرا کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا کیونکہ اُن کے دل میں ہر دم اَللّٰہُ کا ذکر جاری رہتا ہے اور اُن کی زبان پر ہر وقت کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاری رہتا ہے۔ یوں وہ اہل حدیث ہوتے ہیں نہ کہ طالبِ دنیا ابلیس خبیث۔ عارف گویا اللہ تعالیٰ کا معشوق ہوتا ہے اس لئے اُس کا گناہ بھی ثواب کا درجہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے حجاب معیت میں غرق ہوتا ہے، اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا۔ عارف باللہ کا دل نورِ الٰہی سے پُر رہتا ہے اس لئے اُسے ہر وقت حضوریٔ قلب نصیب رہتی ہے اور ہر آہ میں غلباتِ شوق کی آگ اُس کے ہر دم و ہر ساعت کے گناہوں کو اِس طرح جلاتی رہتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑی کو جلاتی ہے۔ عارفوں کا وجود کثرتِ ذکرِ اللہ کی وجہ سے ہر وقت اسمِ اَللّٰہُ کے نور میں غرق رہتا ہے اور اُن کی ہر سانس اسمِ اَللّٰہُ کی آگ میں جلتی رہتی ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اسمِ اَللّٰہُ پر غالب آسکے لیکن صاحبِ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ہر چیز پر غالب ہوتا ہے کہ وہ طالبِ مولیٰ ہوتا ہے اور طالبِ مولیٰ اُسے کہتے ہیں جو دونوں جہان طے کرکے مقامِ حیّ قیوم میں غرق ہو جائے یعنی ایسا طالب جو معرفتِ الٰہی پر نظر رکھتا ہو اور

اُسے سر کی طمع نہ ہو- جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس و دنیا و شیطان کو بندے کی آزمائش و ہیبت و قہریت کے لئے پیدا فرمایا ہے-

بیت :- " نفس نیک بھی ہے اور بُرا بھی ہے، ہادی بھی ہے اور اہلِ ہوس بھی ہے، عارف بھی ہے اور راہزن بھی ہے، اے باھوؒ! نفس کی ان تمام صورتوں کو اپنی نگاہ میں رکھ-"

آدمی کو عزت، شرف، قرب، نعمت لقائے ربّ العالمین، نعمتِ بہشت، قربِ حضوری، تجلیاتِ نور اللہ وصال، ولایت، ہدایت اور عنایتِ فیض و فضل اللہ کے جتنے بھی مراتب حاصل ہوتے ہیں نفس ہی کی برکت سے ہوتے ہیں- اگر نفس نہ ہوتا تو خدا تک کوئی بھی نہ پہنچتا اور نہ ہی کسی کو معرفتِ ذات نصیب ہوتی- اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس مطمئنہ نجات یافتہ رفیق غمخوار ہے اور نفس امارہ معذب دشمن خونخوار ہے- نفس ہی غوث ہے، نفس ہی قطب ہے، نفس ہی عارف خدا ہے، نفس ہی فرعون کافر ہے اور نفس ہی شیطانِ پُر ہوا ہے- نفس کی چار خصلتیں ہیں جن سے اُس کی چار حالتیں پہچانی جا سکتی ہیں- جو آدمی منافق و کافر و کاذب لوگوں سے اخلاص رکھتا ہے اُس کا نفس امارہ ہے جو اُس کے اندر خوئے کفر پیدا کرتا ہے- جو آدمی دنیائے ناشائستہ کو ترک کر کے طلبِ مولیٰ میں غرق رہتا ہے اُس کا نفس مومن ہے جو اُسے عارف باللہ بناتا ہے- جو آدمی ہمیشہ علم و عمل اور تقویٰ و ریاضت میں کوشاں رہتا ہے اُس کا نفس مسلمان ہے اور جو آدمی خوفِ خدا میں غرق رہتا ہے اور بعض اوقات حالتِ رجا میں آ کر پُر اُمید ہو جاتا ہے تو بے شک وہ صدّیق ہے- نفس اگر نیک ہو تو دونوں جہان میں اُس سے زیادہ بزرگ و برتر اور کوئی نہیں اور اگر نفس بُرا ہو تو سارے جہان میں اُس سے زیادہ کمینہ و کمتر اور کوئی نہیں-

ابیات :-(1) " رنجِ ریاضت اُٹھائے بغیر ہی مَیں نے اپنے دل میں خزائن الٰہی پا لئے بلکہ یوں کہیے کہ مَیں نے لاکھوں خزائن الٰہی اپنے دل میں سمو لئے-"(2) " ہزاروں چلّوں کی ریاضت سے ایک پُر سوز دم بہتر ہے کہ لب بستہ خاموش ہو کر ہر وقت سوزشِ دم میں مبتلا رہتا

بہترین عمل ہے۔"(3) "عارفوں کو توفیقِ الٰہی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور توفیقِ الٰہی ہی سے انہیں معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔"(4) "عارفوں کو تقویٰ صدقِ دین سے نصیب ہوتا ہے اس لئے تقویٰ کو مقاماتِ خَلق کی شہرت و ناموری میں تلاش مت کر۔"(5) " دل مقامِ کبریا پر محیط ایک بے کراں دریا ہے جس میں موجِ دم بے بہا موتی ہے۔"

عارف باللہ کی روح بھی نور ہوتی ہے اور سِرّ بھی نور ہوتا ہے کہ اُس کا تعلق اسرارِ نور سے ہے۔ عارف باللہ جب بقا حاصل کر لیتا ہے تو بے شک وہ اپنے ربّ کو بقا سے پہچان لیتا ہے۔ اِس کے بعد اُس کے وجود میں ہوس رہتی ہے نہ طلب و محبتِ طالب و مرید رہتی ہے۔ عارفانِ باللہ کے یہی وہ مراتب ہیں کہ جن پر حضرت رابعہ بصریؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ فائز تھے۔ کیا تجھے ابھی تک اِتنی شناخت حاصل نہیں ہو سکی کہ تیرے وجود میں نفس یزید ہے اور روح بایزیدؒ ہے؟ جو یزید کا دوست ہے وہ بایزیدؒ کا دشمن ہے۔ اہلِ دنیا یزید ہے اور صاحبِ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بایزیدؒ ہے۔ اِس راہ کا کامل مرشد وہ ہے جسے رفاقتِ حق حاصل ہو اور وہ راہِ اسمِ " اَللّٰہُ " و مسمّٰی اور فنا فی اللہ بقا باللہ، مشاہدۂ توحید، اِستغراق مع اللہ اور حق حضورِ مذکور کے علاوہ اور کوئی راہ نہ جانتا ہو اور ذکرِ اَللّٰہُ کے علاوہ اور کوئی ذکر نہ کرتا ہو۔

بیت:۔" تُو ذکر سے کیا لیتا ہے؟ تُو فقط مذکور کو طلب کر کہ سب افکار کا خلاصہ اُسی کی ذات ہے۔"

مذکور کا تعلق زبان سے نہیں بلکہ حضوریٔ دل سے ہے جس کے لئے کسی کلام و گویائی و حروف کو زبان پر لانے کی ضرورت نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" روایت ہے کہ ایک آدمی کا گزر عطاروں کے محلے سے ہوا تو عطریات کی خوشبو اس کے دماغ کو چڑھ گئی اور وہ بے ہوش ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ عطاروں نے اُس کے چہرے پر گلاب کا عطر چھڑکنا شروع کر دیا جس سے

اُس کی طبیعت مزید بگڑ گئی اور اُس کی بے ہوشی میں اضافہ ہو گیا۔ ایک حکیم اُدھر سے گزر رہا تھا اُس نے جب اُس کی حالت دیکھی تو اُس نے تھوڑی سی بدبودار گندگی اُس کی ناک پر مل دی۔ جونہی اُس کے دماغ میں گندگی کی بدبو پہنچی تو وہ فوراً ہوش میں آ گیا اور شاد ہو کر تندرست ہو گیا۔ مصنف کہتا ہے کہ طالبِ دنیا کی زندگی گندگی میں گزرتی ہے جو سراسر شرمندگی ہے لیکن فقر میں مرنا بھی فقیر کے لیے عطر و بندگی ہے۔

بیت:۔" فقیر کی نیم نگاہ بھی کیمیا سے بہتر ہے کہ اُس سے تُو اللہ تعالیٰ سے واصل ہو کر عارف باللہ ہو سکتا ہے۔"

جان لے کہ آدمی کے دل پر شیطان کے ستر ہزار حجاباتِ ظلمانی چھائے رہتے ہیں جو اُس کے دل کو مکڑی کے جالے کی طرح جکڑے رہتے ہیں چنانچہ یہ حجابات خنّاس و خرطوم و وسوسہ و وہمات و خطرات وغیرہ ہیں جو شیطان کی اولاد ہیں جن کی پیدائش آبِ منی سے ہوئی ہے۔ شیطان کے پُرغضب قصہ میں درج ہے کہ شیطان بہشت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے ساتھ دنبے کا گوشت کھایا کرتا تھا جس کے نتیجے میں شیطانِ ابلیس نے ان کو جنم دیا۔ یہ وہ حجاباتِ ظلمانی شیطانی ہیں کہ جن کی تاثیر سے انسان کے اندر کفر و شرک پیدا ہوتا ہے اور خود پرستی و عجب و کبر و حسد و بغض و نفاق و قہر و غضب و حرص و شرک و کفر کے دو لاکھ ستر ہزار زنار اُس کے گلے میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ تمام شیطانی حجابات اور کفر کے نفسانی زنار علمِ فضیلت، مسائلِ فقہ، تلاوتِ قرآن مجید، ادائیگیِ حج، ادائیگیِ زکوٰۃ مال، ادائیگیِ نماز و روزہ، کثرتِ نوافل، ریاضت و تقویٰ، وعظ و نصیحت اور وِرد و وظائف سے ہرگز نہیں ٹوٹتے بلکہ محض تصورِ اسمِ "اَللّٰهُ" اور تصورِ "اِلَّا اللّٰهُ" کے باطنی ذکر سے ٹوٹتے ہیں کہ یہ وہ آگ ہے جو دل کی کثافت کو اِس طرح جلاتی ہے کہ دل پر چھائے ہوئے جملہ حجاباتِ شیطانی اور زنارِ نفسانی بالکل نابود ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرشدِ کامل فنا فی اللہ کی نگاہ و عنایت اور ذکر "اَللّٰهُ" کی وسیلت ہر قسم کی فضیلت سے افضل ہے کیونکہ جو

آدمی اِن مراتب تک نہیں پہنچتا اور اپنے دل پر چھائے ہوئے حجاباتِ شیطانی و زنارِ نفسانی کو توڑ نہیں ڈالتا وہ مسلمان فقیر درویش کیونکر ہو سکتا ہے؟ اِس سے ہٹ کر اگر کوئی عارف باللہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دغا باز فریبی ہے، اُس کا دعویٰ جھوٹا و باطل ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" تو کیا وہ شخص کہ جس کا سینہ اسمِ اَللّٰہُ نے کھول دیا اسلام کے لئے اور وہ اپنے ربّ کی طرف سے نورِ اسمِ "اَللّٰہُ" میں غرق ہو گیا اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو سنگدل ہے۔ تو خرابی ہے اُن کے لئے جن کے دل اِس قدر سخت ہیں کہ وہ اَللّٰہُ کا ذکر نہیں کرتے ، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔" دل اگر مُردہ ہو تو ذکرِ شیطانی کی آگ سے پُر رہتا ہے جو کفار کی صفت ہے۔ ذکرِ حق کو چھوڑ کر دوسروں سے گفتگو کرتے پھرنا سراسر خسارے کا سودا ہے۔ عارفانِ مع اللہ کا دل نورِ الٰہی سے پُر رہتا ہے اِس لئے اُنہیں ہر وقت حضوری حاصل رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت لب بستہ خاموش رہتے ہیں کیونکہ لوگوں سے ہم کلام رہنے والا شیطان ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" اِنسانی شیطان جن شیطان سے زیادہ بُرا ہے۔" "ادب خاموشی میں ہے۔" جان لے کہ جو آدمی عارف باللہ ہو کر معرفتِ حق تک پہنچ جاتا ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ اُسے سرود کی آواز بُری لگتی ہے چاہے وہ آوازِ لحنِ داؤدی کی سی سریلی ہی کیوں نہ ہو، اُسے سرود کی آواز سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ فقیر نے یہ بات حسد سے نہیں بلکہ حساب سے کہی ہے۔ جان لے کہ علم کے معنی ہیں جاننا، مسائلِ فقہ و فرض و واجب و سنّت و مستحب کے علم کو جاننا۔ علم کے معنی ہیں جاننا، حلال و حرام و مشتبہ و مکروہات کو جاننا۔ علم کے معنی ہیں جاننا، کفر و اسلام کے فرق کو جاننا۔ علم کے معنی ہیں جاننا یعنی حق و باطل کو جاننا۔ علم جاننے کا مطلب کیا ہے؟ علم جاننے کا مطلب یہ ہے کہ آدابِ سُنّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگہداشت کی جائے ۔ علم جاننے کا مطلب یہ ہے کہ آدابِ شریعت کی نگہبانی کی جائے ، اسلام کے اُن علمائے عامل کے آداب کی نگہداشت کی جائے جو دین میں قوی ہیں، بے ریا و بے رشوت و صاحبِ ترس ہیں اِن تمام اعمال کا تعلق ظاہری عبادت

وسعادت سے ہے لہٰذا ظاہری جسم عبادت میں کوشاں رہے تاکہ جسم نجات حاصل کرلے لیکن بندے کو اُس وقت تک نجات حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُسے معرفتِ مولیٰ اور حُبِّ ذاتِ الٰہی حاصل نہ ہو۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حُبِّ مولیٰ ہی تھی کہ جس کی خاطر موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا کہ الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے، مَیں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی حُبِّ معرفتِ مولیٰ تھی کہ جس کے اعزاز میں کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی گئی۔ یہ بھی حُبِّ معرفت مولیٰ کا اعجاز تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ کو گلزار بنا دیا گیا۔ یہ بھی حُبِّ معرفتِ مولیٰ تھی کہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کوئیں میں جا گرایا۔ یہ بھی حُبِّ معرفتِ مولیٰ تھی کہ جس نے حضرت ذکریا علیہ السلام کو آرے کے نیچے کھینچ دیا اور یہ بھی حُبِّ معرفتِ مولیٰ تھی کہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غار میں جا بٹھایا اور غار سے نکال کر معراج پر جا پہنچایا۔ پس وہ آدمی عالم فاضل کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کے دل میں طلبِ مولیٰ اور حُبِّ معرفتِ مولیٰ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی زندگی بھر مطالعۂ علم میں مصروف رہنے والا عالم علم سے درخواست کرتا ہے کہ اے کلامِ الٰہی! مجھے معرفتِ الٰہی بخش کر تجلیاتِ ربانی سے سیراب کر دے اور باطن میں دیدارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے کلام و کتاب سے کوئی جواب نہیں آتا کیونکہ علم و تعلیم و طاعت توفیق ہے۔ حضرت علم حکم دیتا ہے کہ طریق تحقیق سے رفاقتِ مرشد تلاش کر کہ علم سے تو محض قال و اعمال حاصل ہوتے ہیں جب کہ مرشد سے ذکر حال اور معرفت وصال نصیب ہوتی ہے۔ نہیں میں غلط نہیں کہتا کہ علم وہ ہے جو آدمی کو معلوم (خدا) تک پہنچا دے۔ علم میں وہ کون سی چیز ہے جو معلوم تک لے جاتی ہے؟ علم جب وجود میں سماتا ہے تو جہالت و شرک اور کفر و عجب جیسے ظلمانی حجابات وجود سے نکل جاتے ہیں۔ علم وہ ہے جو تمام حجابات کو اُٹھا کر بے حجاب کر دے اور معرفتِ الٰہی کھول کر واضح کر دے تاکہ نفس مسخر ہو کر زیرِ بار سواری بن جائے۔

بیت :- " آفرین ہے اُس نفس پر جو طالب اللہ کی مطیع سواری بن کر اُسے معرفتِ پروردگار تک لے جاتا ہے۔"

حضرت علم کا فرمان ہے :-" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔" اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اس فرمانِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وفقہ اور کتاب ومسائل کو وسیلہ بناؤ۔ اُن کا کہنا بھی درست ہے لیکن قرآن وکلام اللہ غیر مخلوق ہے جب کہ مرشدِ ہادی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مخلوق ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو دست بیعت بتدریج مرشدانِ کامل کے ذریعے ہوتی چلی آرہی ہے وہ سراسر ہدایت ہے جو ابدالاباد تک قائم رہے گی۔ اسی لیے تو مرشد وطلب اور ہدایت وذکر اللہ کو فرض وواجب وسنت ومستحب قرار دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :-" جو آدمی دائمی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس کے وقتی فرائض کو قبول نہیں کرتا۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" مگر وہ نمازی جو اپنی دائمی نماز کو قائم رکھتے ہیں۔" ایک فرضِ ظاہر ہے اور ایک فرض باطن ہے، جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو مراتبِ قبولیت کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایک فرضِ عمر ہے، ایک فرضِ ماہی (ماہانہ) ہے، ایک فرضِ سالی ہے اور ایک فرضِ فصلی ہے۔ یاد رہے کہ فرضِ عمر دو قسم کا ہے، ایک فرضِ عمر یہ ہے کہ بالغ ہونے پر اگر ایک بار کلمہ شہادت اور کلمہ طیب کا اقرار کر لیا جائے اور ان کلمات میں موجود نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد کر لیا جائے تو یہ فرض گردن سے ساقط ہو جاتا ہے اور دوسرا فرضِ عمر یہ ہے کہ بلوغت کے بعد اگر ایک بار حج بیت اللہ ادا کر لیا جائے تو یہ فرض بھی گردن سے ساقط ہو جاتا ہے۔ فرضِ وقتی نماز ادا کرنا ہے، فرضِ ماہی رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہے، فرضِ فصلی ہر فصل سے عشر ادا کرنا ہے، فرضِ سالی ہر سال کے اختتام پر مال کی زکوٰۃ دینا ہے اور وہ فرض کہ جس کا تعلق ظاہر و باطن دونوں سے ہے اُس کے متعلق تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ فرضِ دائمی ہے اور وہ باطن میں ذکرِ خفیہ ہے اور ذکرِ خفیہ اُس ذکر کو کہتے ہیں جو چھوڑا نہیں جا سکتا اور ہر وقت کثرت سے کیا جاتا

ہے اور خواب و بیداری کی کسی بھی حالت میں چھوڑا نہیں جا سکتا- حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "ہم نے شیخِ کامل کو اِنسان کے لئے نفع بخش بنایا ہے جس طرح کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نفع بخش بنایا ہے اور شیخِ ناقص کو اِنسان کے لئے زیاں کار بنایا ہے جس طرح کہ شیطانِ مردود کو زیاں کار بنایا ہے-"

بیت :- "مرشدِ مرد طالب کو ہر مقام پر پہنچاتا ہے لیکن مرشدِ نامرد ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ طالبِ زر ہوتا ہے-"

معرفت حاصل کرنا رازِ ربّ کو پانا ہے- علم پڑھنے پڑھانے والے علماء اور صاحبِ معرفت و صاحبِ تلقین بایقین فقراء میں کیا فرق ہے؟ علماء طالبِ علم ہیں اور فقراء طالبِ مولیٰ ہیں-

ابیات :- (1) "علم سے مراد وہ علم ہرگز نہیں جو مراتبِ اربابِ عز و جاہ تک پہنچاتا ہے، ایسا علم تو محض جادو ہے جو بادشاہوں کو مسخر کرتا ہے-" (2) "خواجہ اِس علم کو کثرتِ تکرار سے پڑھے تو تب کہیں جا کے ہم نشینیٔ شاہ کے قابل ہوتا ہے-"

علماء کے سر پر علم کا تاج ہے اور علم کے معنی ہیں جاننا یعنی اپنے اِس مقصد کو جاننا کہ نفس کو طاعتِ حق کے تابع کرنا ہے اور یہ محض معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ ہی سے ممکن ہے- جو آدمی علم کے معنی اِس کے علاوہ جانتا ہے اُسے علمائے عامل نہیں کہا جا سکتا- فقراء کے سر پر فقر کا تاج ہے اور فقر اللہ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز پر خطِ تنسیخ کھینچ دو- پس جاننے اور نامِ اَللّٰہُ میں بڑا فرق ہے کہ فضیلت کا مقصود مرشدِ کامل کا وسیلہ تلاش کرنا ہے کیونکہ مرشدِ کامل صاحبِ معرفتِ مولیٰ ہوتا ہے جو موت و حیات کی ہر حالت میں وسیلۂ نجات ہوتا ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "بے شک اللہ تعالیٰ اُن فربہ اجسام سے دشمنی رکھتا ہے جن کے گھروں میں ہمیشہ گوشت پکتا ہے-" اور یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس فربہ دانشمند سے عداوت رکھتا ہے کہ جس کے گھر میں لذتِ نفس کی خاطر ہمیشہ گوشت پکتا ہے- جسم بھی دو قسم کے ہوتے ہیں،

ایک وہ جسم ہے جو طاعت شعار ہو کر اشتغال اللہ (تصورِ اسم اللہ ذات) میں محو رہتا ہے اور نہایت ہی شوق سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کرتا رہتا ہے- یہ جسم سراسر نور ہے- دوسرا جسم وہ ہے جو مردہ دل ہو کر حرصِ دنیا اور بسیار خوری میں مبتلا رہتا ہے- یہ جسم سراسر نار (آگ) ہے- نور جنت ہے اور نار جہنم ہے- علم تین قسم کا ہے، علماء کا علم کسبی ہے جو رسمی قیل وقال پر مشتمل علمِ کلام اللہ ہے، یہ علم مغفور ہے اور اسے پڑھنے والا بھی مغفور ہے چنانچہ علمِ فقہ کے فرائض وواجب وسنت ومستحب کی نگہداشت کرنے والا مغفور ہے کہ جسے بھی معرفتِ ربّ کا فقر نصیب ہوا علمِ فقہ ہی سے ہوا- اس علم کے حامل علماءِ صاحبِ ادب ہیں- دوسرے علم کا تعلق فیض سے ہے جیسا کہ شعراء کا علم جو شعور کی پختگی سے حاصل ہوتا ہے اور اُس کا محور خط وخال اور مطرب ونغمہ وساقی ہوتے ہیں- یہ علم نفس کو زندہ کرتا ہے-

بیت:- "مَیں نے علم کو علم سے جانا، خاص الخاص علم خُلق وحلم کا علم ہے-"

علم معرفتِ قربِ الٰہی بخشتا ہے- تیسرا علم عارفانِ باللہ کا علمِ لدنی ہے جس کا تعلق فضل اللہ حضور سے ہے- علمائے فضل اللہ مذکور ولی اللہ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے مدِّ نظر رہتے ہیں- بصورتِ دیگر حرف " ف" سے فضیحت، حرف " ق" سے قباحت اور حرف " ہ" سے ہوائے نفس کے غلام- جان لے کہ فقہ کا علم یعنی فرض وواجب وسنت ومستحب کا علم ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے- علمِ فقہ کے تین حروف ہیں، ف ق ہ - حرف " ف" سے عالمِ فقہ نفس کو فنا کرتا ہے، نفس کی قید میں ہر گز نہیں آتا اور نہ اُس کے تابع ہوتا ہے سوائے عبادت کے کہ عبادت سرمایۂ ایمان و سعادت ہے اور بایقین تقویٰ بارادت ہے- حرف " ق" سے عالمِ فقہ دین میں قوی ہوتا ہے جسے اگر دنیا بھر کی بادشاہی بھی دے دی جائے تو دین کے بدلے قبول نہیں کرتا اور حرف "ہ" سے عالمِ فقہ راہنمائے خَلق ہوتا ہے جو مسائل اور وعظ ونصیحت کے ذریعے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے- جو آدمی اِن صفات سے موصوف ہو وہ صاحبِ عمل عالم اور صاحبِ تقویٰ فقیہ ہے جو

لوگوں کے لیے فائدہ مند اور آبِ حیات کی طرح فیض بخش ہے۔ جو آدمی معرفتِ الٰہی کا پیالہ پی لیتا ہے وہ ابدالآباد تک نہیں مرتا کہ معرفت ذکرِ اَللّٰہُ بارانِ رحمت کی طرح ہے کہ جب وہ برستی ہے تو ہر زمین پر مختلف انداز میں نہیں برستی اور نہ ہی اُس کی لطافتِ طبع میں کوئی فرق ہوتا ہے البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر چیز اپنے ظرف کے مطابق اُس سے مستفیض ہوتی ہے، باغ میں اُس سے لالہ پیدا ہوتا ہے، شور والی زمین میں خاروخس پیدا ہوتا ہے اور خاص زمین میں گلاب کے پھول اُگتے ہیں۔ شعراَ کی بھی دو اقسام ہیں، ایک وہ شاعر ہیں جو غیر ما سویٰ اللہ سے ہٹ کر محض واحد ذاتِ حق تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔ ایسے شعراَ اسرارِ ذاتِ حق سے واقف ہوتے ہیں۔ اُن صاحبِ ہدایت شعراَ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" بے شک عرشِ الٰہی کے نیچے ایک خزانہ ہے جس کی چابی شعراَ کی زبان ہے۔" اکثر لوگ کہتے ہیں کہ پیر میرا اخس ہے لیکن اعتقاد میرا بس ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں کیونکہ مقامات کئی ہیں، ایک مقامِ عام ہے، ایک مقامِ خاص ہے، ایک مقامِ خاص الخاص ہے اور ایک مقامِ اخص ہے اور میرا پیر معرفتِ الٰہی کے منتہی مقام کا عارف باللہ ہے، پس پیر میرا اخص ہے اور اعتقاد میرا بس ہے۔

شرحِ تفکر

تفکر کے چار حروف ہیں، ت ف ک ر۔ حرف ت سے ترک ہوا، حرف ف سے فنائے نفس، حرف ک سے کرامتِ روح اور حرف ر سے رازِ حق۔ جس تفکر سے ترک ہوا و فنائے نفس نہ ہو اور کرامتِ روح و رازِ حق واضح نہ ہواُ سے تفکر نہیں کہا جا سکتا۔ صاحبِ تفکر کی نشانی کیا ہے؟ فقیر کا اصل خطاب قتال ہے کہ وہ قاتلِ نفس ہوتا ہے اور وصالِ الٰہی میں غرق ہو کر طالبانِ مولیٰ کے

تمام احوال واقوال سے واقف ہوتا ہے۔ ایسا ہی صاحب تفکر آدمی لائق ارشاد ہوتا ہے۔ صاحب ارشاد مرشدِ کامل مکمل کو سورج کی طرح فیض بخش ہونا چاہیے کہ سورج ہر جگہ حاضر ہو کر تمام عالم کو فیض پہنچاتا ہے اگرچہ بظاہر وہ روٹی کی ٹکیہ کے برابر نظر آتا ہے لیکن فیض سارے جہان کو بخشتا ہے۔ جان لے کہ یہ کتاب تذکرۃ الخدا ہے، تذکرۃ الاولیا کی کیا مجال کہ اس کے سامنے دم مارے۔ یہ کتاب راہِ وحدانیت میں ابتدا سے انتہا تک راہنمائی کرتی ہے، نزہت الارواح کی کیا مجال کہ اس کے سامنے دم مارے۔ دانا بن اور جان لے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے طالب کبر و ہوا سے پاک ہو جاتا ہے کہ کبر و ہوا سراسر گناہ ہے۔ اے عارف باللہ! جب خدا تیرے ساتھ ہے تو تجھے چاہیے کہ تُو خدا کے سوا نہ تو کسی سے ڈرے اور نہ ہی کسی سے کوئی اُمید رکھے۔ جو آدمی خدا کو اپنے ساتھ سمجھتا ہے وہ خدا کے سوا نہ تو کسی کو جانتا ہے نہ پہچانتا ہے۔ اگر وہ کسی کو جانے اور پہچانے تو وہ خدا سے بیگانہ و نامرد ہے اور جو کسی کو جانے نہ پہچانے وہ خدا سے یگانہ و یکتا مرد ہے۔

بیت:۔ " مردانِ خدا خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔"

جان لے کہ تیرے لئے اللہ کافی ہے۔ اللہ کے سوا تیری ہر طلب ہوس ہے۔ یاد رکھ کہ طالبِ صادق مرشدِ کامل سے مال و جان کا صرفہ نہیں کرتا اور مرشدِ کامل وہ ہے جو طالبِ اللہ کو سب سے پہلے اپنی نظر سے معرفتِ مولیٰ کے کمال تک پہنچائے اُس کے بعد اُسے مال و دولت کا تصرف بخشے۔ جو مرشد و طالب ان صفات سے متصف نہیں وہ خام خیال ہیں۔

بیت:۔ " مست کو وصال لازوال حاصل ہوتا ہے کہ مست کا ابتدائی درجہ ہی وصالِ حق ہے۔"

جان لے کہ مرشدِ کامل معرفتِ الٰہی میں غرق ہو کر ہر وقت ہم جلیسِ رحمٰن ہوتا ہے، اُس کا مرتبہ شیطان کے اُس مرتبے سے کم نہیں ہوتا کہ جس مرتبے پر وہ لوگوں کے وجود کے اندر آتا جاتا ہے اور اُنہیں مُردہ دل و طالبِ دنیا و سیاہ دل بناتا ہے خواہ وہ عالم فاضل ہوں یا جاہل

مطلق کہ وہ معرفتِ مولیٰ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ پس مرشدِ کامل وہ ہے اور مرشدِ کامل اُسے کہتے ہیں جو اپنی توجہ سے طالب کے وجود میں توجہ سے داخل ہو کر اُس کے دل پر انگشتِ شہادت کی قلم سے اسمِ اَللّٰہُ لکھ دیتا ہے جس سے طالب اللہ کے وجود میں اتنی شدید آگ بھڑک اُٹھتی ہے کہ اُس کی تپش سے اُس پر تپ لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر سے اُس کے وجود میں اتنی زبردست جنبش پیدا ہوتی ہے کہ اُس کی جان لبوں پر آ جاتی ہے اور وہ چیخ اُٹھتا ہے کہ مجھے اندر کی آگ جلائے جا رہی ہے۔ اِس پر مرشدِ کامل دوسری مرتبہ توجہ سے اُس کے وجود میں داخل ہوتا ہے اور اُس کے دل کو سرے سے چیر کر پارہ پارہ کر دیتا ہے جس سے طالب روشن ضمیر ہو کر صاحبِ معرفت و صاحبِ جمعیت ہو جاتا ہے، سر سے قدم تک اُس کا سارا وجود نور سے معمور ہو جاتا ہے اور وہ دائمی طور پر مشاہدۂ تجلیات میں غرق ہو جاتا ہے۔ اِس کیفیت کے بعد شیطان اُس کے وجود میں داخل خارج نہیں ہو سکتا اور وہ نفس و شیطان دونوں سے نجات پا جاتا ہے۔ یہ مراتب ہیں اُس طالب اللہ کے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص نصیب ہو جاتا ہے۔ ایسے طالب کو مرشدِ کامل سب سے پہلے باطنی توجہ دے کر ایک ہی ساعت میں معرفتِ مولیٰ وصال سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ اِس کے بعد وہ ظاہری آداب کی خاطر طالب اللہ سے ہم کلام ہو کر ظاہری گفتگو بھی کرتا ہے اور شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحت تعلیم و تلقین بھی کرتا ہے۔ جو مرشد اِن صفات سے متصف نہیں اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا۔ جان لے کہ عالمِ باعمل وہ ہے جو علم کی ابتدا و انتہا کو اپنی قید و عمل میں رکھتا ہے جس سے اُسے مناظرہ و مطالعہ کی حاجت نہیں رہتی۔ ابتدائے علم " ا " یا " ب " ہے اور انتہائے علم " ی " ہے یعنی معرفتِ مولیٰ میں یگانگی۔ تمام برکت و عظمت اسی انتہائے علم میں ہے۔ اسی علم کا باعمل عالم اعلیٰ و اولیٰ درجے کا عالم ہوتا ہے اور فقیرِ کامل وہ ہے جو دنیا و آخرت میں جتنا بھی تصرف کر لے اُس میں کمی نہ آئے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

بیت:۔" مست کو وصالِ حق ہی ہوش میں رکھتا ہے ورنہ بے وصال مستی تو مطلق وہم و

خیال ہی ہے۔"

اے طالبِ خام وہم و خیال کی نگری سے باہر آ اور معرفتِ مولیٰ وصال کا اِستغراق حاصل کرتا کہ تُو دیدارِ پروردگار کے لائق ہو سکے۔

ابیات:-(1) "طالبانِ مولیٰ ہر وقت اپنے مطلوب کی تلاش میں غرق رہتے ہیں، اُن کے دل کا آئینہ اُن کا ہر مطلب اُن کے سامنے رکھتا ہے۔"(2) "اپنے رنگ و روپ کو اپنے آئینۂ دل میں دیکھ کہ یہ آئینہ ہر قسم کے مناظر پیش کرتا ہے۔"(3) "طلبِ اِلٰہی اختیار کرنا اور نفس کے ساتھ جہاد کرنا پتھر سے سر پھوڑنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔"(4) " ہر مجاہدے کا مقصود راحتِ تن ہے لیکن نفس جو تیری اپنی ہی خودی ہے اُسے تُو خود اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کر۔"(5) " کون اپنے نفس کو قتل کرتا ہے؟ صرف درویش ہی ایسا کرتا ہے کہ درویشی کی اِبتدا ہی نفس کشی ہے۔" (6) "یہ خود پرست لوگ درویش نہیں ہوتے، درویش وہ ہیں جو سارے جہان کا درد اپنے دل میں چھپائے رکھتے ہیں۔"(7) "یہ نام نہاد درویش تو ہر وقت غمِ روزگار میں گھلتے رہتے ہیں، یہ محض پیٹ پوجا کے درویش ہیں۔"(8) "دل ریش آدمی درویش کہاں ہو سکتا ہے کہ درویشی تو راہِ حق میں نفس کو رسوا کرنے کا نام ہے۔"(9) "درویش گنج و رنج و ذائقہ سے بے نیاز ہوتا ہے کہ اُس کے لئے فاقہ کشی کا ذائقہ ہی سب سے زیادہ لذت بخش ہوتا ہے۔"(10) "درویش کی نگری فیض فضل و رحمت سے معمور رہتی ہے، پس تُو بھی اپنے دل سے غیریت کے نقوش مٹا کر درویش بن جا۔"(11) "درویش کے لئے روسیاہی مفید ہوتی ہے اس لئے وہ ہر در کی گدائی کر کے اپنے نفس کو رسوا کرتا ہے۔"(12) " تمام خَلقِ خدا درویشوں کی خادم ہے کہ یہ نفس کے ستائے ہوئے مظلوم لوگ ہیں، یہ اس لائق ہیں کہ انہیں کھانا کھلایا جائے۔"

کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"اور وہ اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو، یتیم کو اور اسیر کو۔"

شرحِ مذکرِ مردِ خدا و شرحِ موت

جان لے کہ جب اولیائے اَللّٰہُ کے وجود میں حُبِّ مولیٰ غالب آتی ہے تو غلباتِ سکر اور صحیح معرفتِ الٰہی کی وجہ سے وہ موت کے طالب بن جاتے ہیں کیونکہ اُن کے لئے حیاتِ دنیا مقامِ سجّین بن جاتی ہے جو سراسر مقامِ عذاب و زوال ہے اور معرفتِ الٰہی انہیں عین وصالِ الٰہی کا مقامِ علّیین نظر آتا ہے۔ جس آدمی کو مرنے کے بعد مقامِ علّیین اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں تمام انبیاؑ و اولیاؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اُس کے لئے حیاتِ دنیا حیرانی و پریشانی و بے جمعیتی کا باعث بن جاتی ہے۔ اس طرح کی موت پانے والے اولیا اللہ کو قبر میں مردہ تصور مت کرو کہ اُن کی قبر اُن کے لئے محض ایک خواب گاہ ہے جہاں وہ دلہن کی طرح مزے کی نیند سوتے ہیں اور قیامت تک یہ نیند انہیں محض ایک لمحے کا خواب معلوم ہوتی ہے۔ جو آدمی اس حالت میں پاک وجود کے ساتھ ذکرِ اَللّٰہُ میں محو ہو کر خاک کے نیچے سوتا ہے اُسے کیا ضرورت ہے کہ اُس کی قبر کو نقش و نگار سے آراستہ کیا جائے۔ اگر اولیائے اَللّٰہُ کو مرنے کے بعد اس طرح کی زندگی نصیب نہ ہوتی اور خواب نما موت سے مجلسِ سبحانی کا شرف حاصل نہ ہوتا تو بے شک وہ موت اختیار نہ کرتے۔ اس کے برعکس اہلِ دنیا کی موت یوں ہے کہ جیسے کسی نے خنزیر یا ریچھ یا کتے کو قبر میں ڈال دیا ہے کہ اُس کی صورت ہی ایسی ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت قبر میں معذب رہتا ہے اگرچہ بظاہر اُس کی قبر کو نقش و نگار سے مزین کر دیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:۔ " آدمی جن لوگوں سے محبت رکھتا ہے اُس کا شمار اُنہی میں ہوتا ہے۔" ابیات:۔

(1) " اُس دن کو یاد کر جب تیرا دوست کوئی نہیں ہوگا اور عمل و ایمان کے سوا تیرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔" (2) " اے باھُوؒ! اِس سے بہتر اور کوئی عمل نہیں کہ تُو ایک بار اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر کرلے کہ اسمِ اَللّٰہُ تیرے لئے کافی ہے، اسمِ اَللّٰہُ کے سوا ہر چیز پر خطِ تنسیخ کھینچ دے۔"

مزید شرحِ تفکر

تفکر کے چار حروف ہیں، ت ف ک ر۔ حرف "ت" سے ترکِ ہوا، حرف "ف" سے فنائے نفس، حرف "ک" سے کرامتِ روح اور حرف "ر" سے رازِ حق۔ جس تفکر سے ترکِ ہوا و فنائے نفس نہ ہو اور کرامتِ روح و رازِ حق واضح نہ ہوا سے تفکر نہیں کہا جا سکتا۔ صاحبِ تفکر کی پہچان کیا ہے؟ یہ کہ وہ اپنے معبود کے اسمِ اَللّٰہُ میں تفکر کرتا ہے جس کی برکت سے اُس سے کسی قسم کا گناہ سرزد نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ راہِ راست پر قائم رہتا ہے۔ صاحبِ تفکر کی اور کیا نشانی ہے؟ یہ کہ وہ ہردم ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ میں غرق رہتا ہے جس سے اُس کے دل میں کسی قسم کا نفاق باقی نہیں رہتا اور وہ باطن صفا ہو جاتا ہے۔ صاحبِ تفکر کی مزید پہچان کیا ہے؟ یہ کہ صاحبِ تفکر اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر میں غرق ہو کر غیر ماسوی اللہ کے نقوش پر خطِ تنسیخ کھینچ دیتا ہے۔ طالبِ مولیٰ بن جانا بے حد مشکل کام ہے اور مولیٰ کے بھی چار حروف ہیں "م و ل ی" طالبِ مولیٰ وہ آدمی ہو سکتا ہے جو مولیٰ کے اِن چار حروف کی موافقت میں چار چیزیں اختیار کرے۔ سب سے پہلے مولیٰ کے حرف "م" سے موت اختیار کرے کہ جو آدمی زندگی ہی میں موت اختیار کرتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے، جو آدمی مولیٰ کے حرف "و" کو اختیار کرتا ہے وہ واحد فنا فی اللہ ہو کر تنہائی اختیار کر لیتا ہے، جو آدمی مولیٰ کے حرف "ل" کو اختیار کرتا ہے وہ ترکِ لعنت اختیار کر لیتا ہے کہ دنیا کا ذکر کرنے سے لعنت نصیب ہوتی ہے اور جو آدمی مولیٰ کے حرف "ی" کو اختیار کرتا ہے وہ مولیٰ سے یگانہ ہو جاتا ہے اور مولیٰ کے سوا کسی اور کی یاری پسند نہیں کرتا۔ ایسا ہی صاحبِ تفکر طالب المولیٰ اولیٰ ولی اللہ ہوتا ہے۔ جو آدمی اِن صفات سے متصف ہو جاتا ہے وہ دل و جان سے طالبِ مولیٰ ہوتا ہے ورنہ غولِ بیابانی (جنگل بیابان کا جن بھوت) ہوتا ہے۔ راہِ مولیٰ اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعلق اُس علم سے ہے کہ جس کے متعلق فرمایا گیا ہے:۔ "اَلْعِلْمُ نُکْتَۃٌ" یعنی علم تو ایک نکتہ ہے۔

اِس علم کے بھی تین حروف ہیں یعنی "ع ل م" حرف "ع" سے علم کا جاننا ہے۔ جو آدمی "ع" کو نہیں جانتا اور "ع" سے عین ذاتِ حق کو نہیں پاتا وہ انجان، اندھا اور چشمِ معرفت سے محروم رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔" جو آدمی حرف "ل" سے "لا" یعنی علائق دنیا و آخرت کی نفی نہیں کرتا اور "ل" سے لا یحتاج نہیں ہو جاتا اور "ل" سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی حقیقت کو نہیں جان لیتا وہ علمِ "ل" سے ناواقف رہتا ہے، وہ کچھ نہیں جان سکتا اور لہو و لغو ہوائے نفس میں غرق رہتا ہے۔ جو آدمی حرف "م" کے ذریعہ مردار سے جدائی اختیار نہیں کرتا اور مردود نفس کا رجوع اَللّٰہُ کی طرف نہیں پھیرتا تو سمجھ لیجئے کہ وہ حضرتِ علم کے فرمودات کو نہیں مانتا اور وہ علم کے حرف "ع" سے عاق، حرف "ل" سے لادین رشوت و ریا کار سیا اور حرف "م" سے مردود و مردود دم ہے۔

بیت:۔ "علم کا تعلق عین (ذاتِ حق) سے ہے، تو علم کی "ع" کو عین (ذاتِ حق) سمجھ اور اس کی طے سے قرآن مجید کے تیں ہزار علوم سیکھ۔"

قرآن مجید کی سورۃ اِقرا یعنی سورۃ علق اِس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سب سے پہلے جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نور سے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا تو نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۱؎ کی تعلیم سے سنوارا گیا۔ بعد میں روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے زبان و آواز کے واسطے کے بغیر ہی " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کی تعلیم فرمائی۔ اس کے بعد وحی آئی اور فرمایا گیا:۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ یعنی اے محمد! پڑھ اپنے رب کا نام لے کر کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس اسمِ اَللّٰہُ پڑھتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر کلام و ہر علم و ہر بولی اور جملہ علومِ ہر دو جہانی، تمام اسرارِ سبحانی اور تمام رموزِ معرفتِ رحمانی واضح و روشن ہو گئے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا تمام علم، " وَعَلَّمَ

۱؎:۔ ترجمہ = اے محمد! پڑھ اپنے رب کا نام لے کر کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا "[1] کا تمام علم اور موسیٰ علیہ السلام کی التجا رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ[2] کا تمام علم آپ پر واضح ہو گیا۔ جس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک پر "اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ " کے الفاظ جاری ہوئے تو بالائے عرش سدرۃ المنتہیٰ سے قاب قوسین تک کے دس لاکھ ستر ہزار مقامات تک آپ کی نظر جا پہنچی اور آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہا اور اب بھی یہی کیفیت ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی اُمتی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ پڑھے اور اسمِ اَللّٰهُ کے ذکر میں مشغول رہے تو اُس کے دل میں معرفتِ اِلَّا اللّٰهُ روشن ہو جاتی ہے اور وہ باطن صفا ہو کر ہم صحبتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو جاتا ہے۔ تمام قرآن سورۃ اِقۡرَاۡ میں ہے۔ چونکہ تمام قرآن اِقۡرَاۡ میں ہے اس لئے تمام آیات واحادیث دراصل علمِ اِقۡرَاۡ ہے۔ جو بھی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ کی مخالفت کرتا ہے وہ ابلیس خبیث ہے۔ خوب سمجھ لے کہ تمام قرآن حروف "ب" اور "س" میں بند ہے۔ قرآن کی ابتدا "ب" یعنی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے اور "س" اُس کی انتہا ہے یعنی قرآن کا اختتام "س" پر ہوتا ہے "مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ" ابتدائے قرآن "ب" نہایت ہی وسیع و گہرا سمندر ہے۔ ابتدائے قرآن کے اِس عمیق سمندر میں اسمِ اعظم " اَللّٰهُ " ایک قیمتی موتی ہے۔ جو صاحبِ علم عالم فاضل قرآن کے اِس سمندر کا غواص نہیں بن جاتا اور دریائے قرآن میں غوطہ زن ہو کر اسمِ اعظم کا موتی نہیں نکال لاتا اور انتہائے قرآن "س" سے سرِ معرفتِ الٰہی حاصل کر کے صاحبِ اسرار نہیں بن جاتا اُسے عالم فاضل کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

مثنوی:۔ " جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے باھُو کو تلقین نصیب ہوئی تو ہدایت سے سرفراز ہو کر باھُو رحمتِ دین کا راز بن گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے حکم

1:۔ ترجمہ = اور آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم سکھایا گیا۔ 2:۔ ترجمہ = الٰہی! سامنے آ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

ہوا کہ اے باھُو! راہِ خدا میں خلق خدا کو تلقین کرو۔ جب میں طالبوں کی طرف توجہ کرتا ہوں تو وہ اندر سے طالبِ زر نکل آتے ہیں حالانکہ طالبِ دنیا کو کتا کہا گیا ہے۔ بہت ہی تھوڑے طالب ہوتے ہیں جو رازِ ربّ کے متلاشی ہوتے ہیں اور ہر وقت وحدتِ رازِ ربّ کے ذکر فکر میں غرق رہتے ہیں۔ جو بھی طالب ھُوْ بنتا ہے وہ ھُوْ (ذاتِ حق تعالیٰ) کا یار بن جاتا ہے، اُس کے وجود سے غرور و تکبر نکل جاتا ہے اور وہ دیدارِ الٰہی کے لائق بن جاتا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کا طالب بنتا ہے وہ اُس تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ غیر ماسویٰ اللہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھتا۔ جو بھی طالبِ حق بن کر باھُو سے وصالِ حق کا سوال کرتا ہے وہ باھُو کی ایک ہی نگاہ سے زندہ دل ہو جاتا ہے۔ جو طالبِ حق باھُو کی توجہ سے ذاتِ حق کا مشاہدہ کر لیتا ہے وہ اُس کے تصور میں غرق ہو کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ جو طالب باھُو سے طلبِ اَللّٰہُ کرتا ہے وہ غرق فنافی اللہ ہو کر جان سے گزر جاتا ہے۔''

معرفتِ فقر کی ابتدا کیا ہے اور معرفتِ فقر کی انتہا کسے کہتے ہیں؟ معرفتِ فقر کی ابتداعموماً ذکر فکر مراقبہ مکاشفہ منزل مقامات و کشف کرامات جیسے درجات کو سمجھا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بھی تجلیاتِ نور سے ہے اور ان مراحل سے گزرنا خونِ جگر پینے سے بھی زیادہ مشکل و دشوار ہے تاہم یہ سب کچھ ابتدائے معرفت ہے چنانچہ قبض بسط سکر وصحو کے مراحل سے گزرنا، خونِ جگر پینا، ہر وقت آتشِ عشق میں جلتے رہنا، محبتِ مولیٰ کے اشتیاق میں بے جمعیت و بے قرار رہنا، دیدارِ پروردگار کی طلب میں دن رات منتظر رہنا، آخرت میں دیدارِ الٰہی کے وعدہ پر موت کی تمنا میں اللہ تعالیٰ کے وصال و ملاقات کا حد سے زیادہ اشتیاق رکھنا اور اُس پر اپنی جان وار دینا وغیرہ فقرِ معرفتِ الٰہی کے ابتدائی احوال ہیں۔ فقر معرفتِ الٰہی کی انتہا یہ ہے کہ نورِ ربوبیت میں غرق ہو کر انوارِ توحیدِ الٰہی کا مشاہدہ کیا جائے اور ذوق شوق وصالِ الٰہی میں غرقِ توحید ہو کر فنافی اللہ ہوا جائے۔

بیت:-"اے طالبِ حق! دولتِ فقر کو ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر حاصل کر لے کہ ابتدا و انتہائے فقر کو ایک ہی دم قدم پر طے کیا جاسکتا ہے۔"

جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غائب ہے لہٰذا اُس کی معرفت بھی اُسی کی طرح آدمی کے وجود میں غائب ہے، ذکرِ خفیہ بھی وجود کے اندر غائب ہے، تجلیاتِ انوارِ الٰہی بھی وجود کے اندر غائب ہیں اور ہدایتِ الٰہی بھی آدمی کے وجود کے اندر غائب ہے۔ نگاہِ مرشدِ کامل اور اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے جس آدمی کے باطنی وجود میں یہ غائبی خزانے ظاہر ہو جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و بخشش پر ایمان لے آتا ہے۔ جو آدمی اس غائب پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"اِس کتاب کے مِنَ الْحَقِّ ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت مہیا کرتی ہے اُن اہلِ تقویٰ کو جو عالمِ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔" اہلِ تقویٰ کو ہدایت روزِ ازل سے حاصل ہے نہ کہ پڑھنے پڑھانے یا تحصیلِ علم کی فضیلت سے ۔ فضلِ معرفت فضلِ الٰہی ہے جو نتیجہ ہے انبیا و اولیائے اَللّٰہُ کی تربیت کا۔ اَللّٰہُ بس ماسویٰ اَللّٰہُ ہوس۔

ابیات:-(1)"اے عاقل سن! علم وہ ہے جس پر عمل کیا جائے، تُو علم کو زیرِ عمل رکھ ورنہ اِتنی زیادہ کتابیں پڑھنا فرض نہیں ہے۔" (2) "علم تو ایک حرف ہے جس کو اگر پڑھ لیا جائے تو دل روشن ہو جاتا ہے، اُس علم کو پڑھنے والا صاحبِ نظر عالم بن جاتا ہے۔" (3) "نگاہِ مرشد بندے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچا دیتی ہے جہاں اُس پر اسرارِ الٰہی کھلتے ہیں۔" (4) "اس مرتبے پر پہنچ کر عارفِ حق ایسا عالم بن جاتا ہے کہ جس کے سامنے علم و حلم و مراتب کی تمام حدود معدوم ہو جاتی ہیں۔" (5) "جو آدمی ساری عمر پڑھائی لکھائی میں مشغول رہا مگر معرفتِ الٰہی حاصل نہ کر سکا تو افسوس و غم کا وبال اُس کی اپنی گردن پر رہا۔"

بے معرفت عالم شیطان ہے۔ جس کے وجود میں طلبِ الٰہی نہیں وہ حیوان ہے، لعنت ہے اُن اوقات پر جو غفلت میں گزریں اور انسان تصورِ اسمِ اللہ ذات کے شغل سے غافل رہے۔

بیت:۔"تفکر سے محض مقامات و درجات ہی کی طیر سیر نصیب ہوتی ہے اس لئے جو آدمی تفکر ہی تک محدود رہتا ہے وہ مردِ خام ہے۔"

اِنتہائے تفکر پر پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے اِس لئے تفکر کی اِس راہ میں ایسے صاحبِ تفکر مرشد کا ہاتھ پکڑ جو کامل فقیر ہو۔

تفکّر کی مزید شرح

جب مرشد طالب اللہ کو اسمِ اَللّٰہُ کے تصور و ذکر و فکر کا تفکر بخشتا ہے اور طالب اپنی خودی سے دست بردار ہو کر بے خود ہو جاتا ہے اور جب خواب نما تفکر کے اُس مراقبہ میں دنیا و عقبیٰ اور کونین کی زیب و زینت اُس کے سامنے لائی جاتی ہے تو وہ اشتغال اللہ میں پیش آنے والے اسمِ " اَللّٰہُ " کے انوار کو دونوں جہان سے بہتر سمجھتا ہے اور اُس کے مقابلہ میں دونوں جہان کو کمتر سمجھتا ہے۔ یہاں پر اسمِ اَللّٰہُ کا غیر مخلوق نور مخلوق اِنسان کو اپنی طرف اِس شان سے کھینچتا ہے کہ اُسے غیر ماسویٰ اللہ کی طرف جانے ہی نہیں دیتا، اُس کا سارا اختیار چھین کر حق الحق مختار کے تابع کر دیتا ہے۔ اٰمَنَّا وَصَدَّ قْنَا یعنی ہم نے مانا اور اُس کی تصدیق کی۔ جو آدمی اِس بات کا اِنکار کرتا ہے وہ وحدتِ ربانی کا اِنکار کرتا ہے۔ تفکر اَولیائے اَللّٰہُ کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ تفکر کی صورت سِر کی ہے چنانچہ آدمی کے وجود میں ایمان کی صورت اسمِ اَللّٰہُ کے نور کی سی ہے۔ اَولیائے اَللّٰہُ جب اِنتقال کرتے ہیں تو اُن کے ایمان کی صورت اُن کے جسم سے باہر آ جاتی ہے اور اہلِ جنازہ کے ساتھ مل کر اپنا جنازہ خود پڑھتی ہے۔ عارفانِ اِلٰہی اور اَولیائے اَللّٰہُ کے علاوہ ایمان کی اُس صورت کو کوئی نہیں جانتا۔ جس روحِ پاک کی صورتِ ایمان ایسی ہو اُسے یومِ حشر کے حساب کتاب کا کیا خطرہ؟ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" خبردار! بے شک اَولیائے اَللّٰہُ پر کوئی خوف ہے نہ غم۔" حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام ہر وقت تفکر میں غرق رہتے تھے اور شجرۃ النور مغفور کی صورت میں ہر وقت معراج حضور سے مشرف رہتے تھے، اُن کی یہ کیفیت خلقِ خداوندی میں مشہور ہے۔ عالمِ غیب کے اِن عجائبات میں شک نہ کر کہ یہ راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نتیجہ ہیں، جو اِن میں شک کرے وہ کافر ہے۔ مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو آدمی اِیمان اور صورتِ اِیمان جو اسمِ اَللّٰہُ کا نور ہے پر یقین نہیں رکھتا وہ محض اپنے اِیمان کو برباد کرتا ہے اور وہ منافق و بے اِیمان ہے۔ تفکر کی شرح یہ بھی ہے کہ جب کوئی صاحبِ تفکر غرق فنافی اللہ کے اِنتہائی تفکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ اسمِ اَللّٰہُ کی معیت میں دائمی سلامتی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور اُس کی برکت سے دونوں جہان سلامت رہتے ہیں وہ اِس لئے کہ ایک دن حضرت رابعہ بصریؒ ایک ہاتھ میں پانی کا پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں آگ کے انگارے لئے جا رہی تھیں کہ لوگوں نے پوچھا:۔ "اے رابعہ! یہ کیا ماجرا ہے؟" آپ نے جواب دیا:۔ "مَیں چاہتی ہوں کہ آگ سے جنت کو جلا دوں اور پانی سے جہنم کو بجھا دوں کہ اِن دونوں نے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رکھا ہے اور طلبِ اِلٰہی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ تفکر طلبِ مولیٰ کا مرتبہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ " گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔" تفکر بھی تین قسم کا ہے، اِبتدائی درجے کا تفکر، درمیانے درجے کا تفکر، اِنتہائی درجے کا تفکر۔ اِبتدائی درجے کا تفکر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے کہ اُس میں صاحبِ تفکر جب ذکر فکر شروع کرتا ہے تو اِبتدا ہی میں اُس پر شدید خوفِ موت طاری ہو جاتا ہے اور وہ موت کے خیال سے کسی وقت بھی فارغ نہیں ہوتا۔ حیاتِ دنیا سے اُمید توڑ بیٹھتا ہے اور ہر دم، ہر گھڑی اور ہر روز خود کو مسافر گردانتا ہے۔

مثنوی:۔ " عارفوں کی قبریں اُن کے لئے خاص خلوت گاہ ہوتی ہیں جہاں وہ خلق سے جدائی اختیار کر کے معیتِ خالق اختیار کئے رہتے ہیں۔ قبر عارفوں کو ذاتِ حق کی آگاہی بخشتی ہے

کہ قبر میں پہنچ کر عارف کا سارا وجود ذاکر بن جاتا ہے۔"

عزرائیل علیہ السلام عارفوں کے اِن احوال سے بے خبر رہتا ہے کہ اولیائے اللّٰہ فقیر مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ رہ کر ہر وقت اسمِ اللہ ذات کے نور میں غرق رہتے ہیں۔ جس آدمی کو تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ایسی زندگی نصیب ہو جاتی ہے اور وہ غرقِ تجلیات ہو کر فنا فی اللہ ذات ہو جاتا ہے اور وہ ہر وقت خوف میں مبتلا رہتا ہے۔ اِسی لئے فرمایا گیا ہے کہ جو جتنا عارف ہوتا ہے اُتنا ہی عاجز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عارف کبھی خوف کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی اُمید کی حالت میں۔ وہ غیر و غیریت سے نکل کر ہر وقت حیرت میں ڈوبا رہتا ہے، اُس کی یہ حیرت حضوریٔ حق کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بیت:۔ "وہ ہر وقت حیرت میں غرق رہتا ہے اور جانتے ہو حیرت کیا چیز ہے؟ اے جانِ عزیز! حیرت وہ چیز ہے جو بندے کو ذاتِ حق سے ملاتی ہے۔"

درمیانے درجے کا تفکر وہ ہے کہ جس سے ذکرِ سلطانی پیدا ہوتا ہے جسے سیرِ سرّ، مشاہدۂ نورِ اللہ مطلق رحمانی کہتے ہیں۔

ابیات:۔ (1) "ذکر و فکر سے اسرارِ حق کی وہ سیر نصیب ہوتی ہے کہ نو (9) طبق ذاکر کے قدموں کے نیچے آجاتے ہیں۔" (2) "ذاکر کی نظر بالائے عرش چلی جاتی ہے جہاں سے نو (9) طبق محض ایک مقام نظر آتے ہیں۔ جس ذاکر کو ایسی نظر حاصل ہو جائے وہ ذاکرِ کامل کہلاتا ہے۔" (3) "جس ذاکر کی چشمِ دل روشن ہو جاتی ہے وہ ذاکروں کا شہباز کہلاتا ہے۔" (4) "اے باھُو! شیر و لومڑی میں بڑا فرق ہے، گیدڑ و لومڑی کی نظر ہمیشہ پستی پر رہتی ہے۔"

اِس تفکر میں سب سے پہلے وہ ذکر کھلتا ہے جس سے سات ولایتوں کی بادشاہی ہاتھ آتی ہے۔ اِس کے بعد ذکرِ سلطانی کھلتا ہے جس کا ذاکر سُلطان العارفین، سُلطان الواصلین، سُلطان الصابرین، سُلطان العالمین، سُلطان العاشقین اور سُلطان الذاکرین کہلاتا

ہے۔سُلطان الذاکرین کی نشانی کیا ہے؟ یہ کہ ذکرِ سلطانی مطلق عین العیانی (ذاتِ حق کو بلا حجاب دیکھنے کا) عمل ہے بلکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی قدرت وسرِّ سبحانی ہے کہ سُلطان الذاکرین خطراتِ شیطانی اور وہماتِ نفسانی سے فارغ ہوتا ہے کیونکہ اِس ذکر کا تعلق روح سے ہے اور صاحبِ روح کو رنج وزحمت وبلا بھی خوشگوار لگتی ہے اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے جس طرح بچے اور لڑکے مٹھائی وحلوا کھا کر خوش ہوتے ہیں۔ایسے ذاکر کے دل کو مضبوط دل کہتے ہیں۔دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں، اہلِ محبت کا دل پہاڑ کی مثل ہوتا ہے،وہ ہلتا ہے نہ لرزتا ہے۔صدیقین کا دل مضبوط جڑ والے درخت کی مثل ہوتا ہے جو زمینِ شوق سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔عاشقوں کا دل درخت کے پتوں کی مثل ہوتا ہے جو عشق کی گرمی وحرارت اور بادِ خزاں کے تھپیڑے کھا کھا کر کبھی برہنہ اور کبھی پوشیدہ ہوتا رہتا ہے۔اِس دل کی بہار وصالِ یار سے ہے، بے یار بہار کس کام کی؟ جو دل ذکرِ اَللّٰہُ کے شغل میں محو رہتا ہے وہ معیتِ پروردگار میں غرق رہتا ہے اور جو دل نجاستِ کفر سے آلودہ ہو کر مر جاتا ہے وہ اپنے گلے میں زنار پہنے رہتا ہے۔ایسے دلوں سے ہزار بار استغفار توبہ۔صاحبِ معرفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ چشمِ معرفت حاصل کرے، ایسی آنکھ کہ جس کی بینائی اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ کر کے باخدا ہو سکے۔اگرچہ چشمِ معرفت دیگر چیز ہے لیکن اس میں لوگوں کی دلداری کا پورا پورا سامان ہے۔عارف جس چیز کی طرف بھی دیکھتا ہے اُس میں نورِ الٰہی ہی دیکھتا ہے، وہ مخلوق کے حُسن کو نہیں دیکھتا کہ مخلوق کے حُسن پر نظر رکھنا گمراہی ہے۔اے صاحب علم معرفتِ الٰہی حاصل کر تا کہ معرفت تجھے "کُنْ فَیَکُوْنَ" کے مرتبے پر پہنچا دے۔یہ پیشہ وفکر اندیشہ ذکرِ سُلطانی سے حاصل ہوتا ہے اور ذکرِ سُلطانی اُس ذکر کو کہتے ہیں جس میں تمام وجود ذکرِ اَللّٰہُ سے معمور ہو جاتا ہے اور وجود کے اندر گمراہی اور گناہ کا عمل دخل ختم ہو جاتا ہے۔ذکرِ سُلطانی چار اذکار کا مجموعہ ہے یعنی ذکرِ زبان، ذکرِ قلب، ذکرِ روح اور ذکرِ سرّ۔ذکرِ سُلطانی میں گھڑی بھر کا تفکر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے اگرچہ اس تفکر میں کبھی غیرت، کبھی حیرت،

کبھی جذبِ جلالی اور کبھی وجدِ جمالی کا غلبہ رہتا ہے۔ اِن حالات میں صاحبِ مشاہدہ وصال کو خبردار رہنا چاہیے کہ اِس مقام پر غلباتِ ذکر اور اِنتہائے سکر کی وجہ سے کفر و شرک و انا کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے بعض طالب انا کی مستی میں گرفتار ہو کر اِبلیس کی طرح راندۂ درگاہ ہو جاتے ہیں۔ اِس راہ میں ثابت قدم رہنے کے لئے لازم ہے کہ صاحبِ تفکر کی نظر اسمِ اَللّٰہُ اور حق الیقین کے مرتبے پر مرکوز رہے۔

شرحِ اِنتہائی تفکر

جو فقیر چار اذکار یعنی فکرِ ازل، فکرِ ابد، فکرِ دنیا، فکرِ عقبیٰ، چار اذکار یعنی ذکرِ زبانی جو محض عادت ہے، ذکرِ قلبی جو ارادت ہے، ذکرِ روحی جو عبادت ہے اور ذکرِ سرّی جو عین سعادت ہے، چار دموں یعنی دمِ ناسوت، دمِ ملکوت، دمِ جبروت اور دمِ لاھوت، چار نفسوں یعنی نفسِ امارہ، نفسِ ملہمہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ، چار مقامات یعنی مقامِ شریعت، مقامِ طریقت، مقامِ حقیقت اور مقامِ معرفت میں سے ہر مقام کو طے کر کے پس پشت نہیں ڈال دیتا، ہر ایک کو بھلا نہیں دیتا، اپنا رخ نورِ اَللّٰہُ کی طرف کر کے غرق فنا فی اللہ، فنا فی فنا، بقا فی بقا اور مغفور فی مغفور نہیں ہو جاتا اور مراتبِ قرب و وصال حاصل کر کے عین بعین صاحبِ حضور نہیں ہو جاتا اُسے فقیر نہیں کہا جا سکتا کہ ابھی تک اُس میں "ہم اور میں" کی بُو سمائی ہوئی ہے۔

بیت:۔" ہم " ہماری اور میری" کے فرق سے پاک ہو چکے ہیں، ہمارے وجود سے جب عالمِ مَن و تُو مٹ گیا تو باقی خدا رہ گیا۔"

اَللّٰہُ بس ماسوٰی اَللّٰہُ ہوس۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" تیرے وجود میں تیرا نفس ہی تیرا دشمن ہے۔" بعض فقیروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھ پابند کر کے دونوں جہان کو اُن کا غلام اور دنیا و اہلِ دنیا کو اُن کا پابوس (قدم بوسی کرنے والا) بنا دیتے ہیں اور اُنہیں ترک و توکل، توحید، صبر و شکر، معرفت اور ذکر و فکرِ الٰہی بخش دیتے ہیں جس سے وہ مستغنی ہو

کہ ہر وقت معیت ِ خدا میں غرق رہتے ہیں۔ جس آدمی پر فقر و فاقہ غالب ہو کر اُسے اپنی قید میں لے آتا ہے اُسے در بدر کا گدا بنا کر رُسوا کرتا ہے اور وہ وصالِ حق سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے اے مردِ حق ! فقر میں تفکر کر کہ فقر توحید ِ الٰہی کا نور ہے جو اسمائے الٰہی کے ذکر سے دل کی گہرائیوں میں طلوع ہوتا ہے۔

شرحِ دل اور حقیقتِ احوالِ دل میں تفکر

دل کسے کہتے ہیں اور قلب کسے سمجھا جاتا ہے؟ جان لے کہ زمین کی وسعت آسمان کی وسعت کے مقابلے میں محض ایک قطرہ ہے، جملہ آسمان لوحِ محفوظ کی بلندی و فراخی کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں، لوحِ محفوظ قلم کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے، قلم کرسی کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے، کرسی عرشِ اکبر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے، عرشِ اکبر کے بے شمار کنگرے ہیں، ہر کنگرے پر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے، ہر کنگرے پر ایک قندیل لٹکی ہوئی ہے، ہر قندیل میں قدرتِ الٰہی سے زمین و آسمان کے چودہ طبق تہہ در تہہ رکھے ہوئے ہیں، ہر طبق میں اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق آباد ہے، ہر مخلوق اپنی اپنی زبان سے کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر کر رہی ہے۔ عرشِ اکبر اور تمام قندیلیں دل کے مقابلے میں اسپند کے دانے کے برابر ایک قطرہ ہیں۔

سن اے عزیز ہوشمند! جب کوئی آدمی اہل اسلام عارف باللہ کے دل کو ٹھیس پہنچاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوق بلکہ عرش و کرسی کی تمام مخلوق میں تہلکہ مچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حاملانِ عرش و کرسی! تم اس طرح جنبش میں کیوں ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن کا دل کسی نے دکھایا ہے اور وہ جلالیت میں آ کر جنبش کر رہا ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب دکھ دینے والے پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حکایت:- نقل ہے کہ ایک بزرگ نے حاضرینِ مجلس سے سوال کیا کہ توحید کیا چیز ہے؟ ایک عورت بولی:-" توحید یہ ہے کہ ذاتِ حق تعالیٰ ایک ہی ہے-" بزرگ بولے:-" جواب تو تیرا خوب ہے لیکن اے مائی! یہ تو بتا کہ تُو کام کیا کرتی ہے؟" عورت بولی:-" میں کھیتی باڑی کرتی ہوں-" بزرگ بولے:-" کھیتی باڑی تو مردوں کا کام ہے مجھے تجھ میں کھیتی باڑی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تُو یہ کھیتی باڑی کس طرح کرتی ہے؟" عورت بولی:-" میں نے خدائے تعالیٰ کے حکم سے اپنے نفس کو بیل بنالیا ہے اور اُس سے ہل جوتتی ہوں، اپنی چھاتی کو زمین بنالیا ہے اور اُس میں معرفت وعبادت کا بیج بوتی ہوں اور تمام رات جاگ کر اپنی کھیتی کی رکھوالی کرتی ہوں اور اُسے گریہ زاری کے پانی سے سیراب کرتی ہوں-" یہ ماجرا سن کر بزرگ بولے:-" اے مائی! تیرے باغ وبوستان میں کچھ اُلفت بھی ہے؟" عورت بولی:-" ہاں! اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل میں دس باغ پیدا فرمائے ہیں، باغِ توحید، باغِ علم، باغِ حلم، باغِ سخاوت، باغِ توکل، باغِ قسمت، باغِ سنت، باغِ خوف، باغِ رجا بارضا اور باغِ تواضع لیکن شرط یہ ہے کہ جونہی صبح نمودار ہو باغبان کو چاہیے کہ وہ اپنے ہر باغ کا معائنہ کرے اور اُس میں جو خاروخس اُسے نظر آئے اُسے باہر نکال دے اور سوائے فصلِ اصلی اور شوقِ وصلی کے اور کچھ نہ چھوڑے -پس مومن کو چاہیے کہ جب وہ باغِ توحید میں داخل ہو تو اُس میں سے خارِ شرک وکفر کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ علم میں آئے تو خارِ جہل ونادانی کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ حلم میں آئے تو خارِ سرکشی وبے ادبی کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ سخاوت میں آئے تو خارِ بخل وحرص کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ توکل میں آئے تو خارِ طمع وحسد کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ قسمت میں آئے تو خارِ خصومت (بغض وکینہ) ونفاق کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ سنت میں آئے تو خارِ بدعت وریا کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ خوف میں آئے تو خارِ عجب وکبر کو باہر نکال کر پھینک دے، جب وہ باغِ رجا میں آئے تو خارِ خشم وقہر وغیبت ورشوت

کو باہر نکال کر پھینک دے اور جب وہ باغِ تواضع میں آئے تو خارِ نخوت و غرور کو باہر نکال کر پھینک دے۔" جب وہ عورت اِن دس باغوں کے متعلق بیان کر چکی تو بزرگ کی آہ نکل گئی۔ عورت بولی:۔"اے شیخ! آپ کو کوئی مرض لاحق ہے یا آپ کو کوئی دکھ پہنچا ہے کہ آپ آہیں بھرنے لگے ہیں؟" بزرگ بولے:۔"ہاں! مجھے نیکی کا مرض لاحق ہے آپ میرے اِس مرض پر توجہ دیں۔" مائی بولی:۔ "اے بزرگ! تقویٰ کا بلیلہ لے لیں، اپنے دونوں ہونٹوں کو اچھی طرح بند کر لیں، اُس میں اِس افسوس و ندامت کے آنسو ملا لیں کہ نافرمانی و بدعملی کیوں کی؟ پیٹ کی دیگ کو بند کر کے عشق کی آگ پر چڑھا لیں، جب یہ پک جائے تو روزانہ صبح و شام اِس دوا کو زہر غریبی کے ساتھ کھا لیا کریں حتیٰ کہ آپ کو صحتِ کاملہ نصیب ہو جائے اور آپ محنت ہائے دنیا سے خلاصی پا جائیں۔ یہ نسخہ نہایت ہی آزمودہ و مجرب ہے۔ اِس کے جواب میں مصنف باھُو کہتا ہے کہ آدمی کا وجود خزائنِ الٰہی کی کان ہے، اِس کان کے اندر پتھر ہیں اور پتھروں میں بے حد قیمتی لعل ہیں جنہیں قدرتِ سبحانی کے خزانے کہا جاتا ہے۔ جس طرح سورج کی نظر ہر وقت پہاڑ پر رہتی ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت عارفوں کے دل پر رہتی ہے یا یہ کہ آدمی کا وجود ایک اندھیر نگری ہے جس میں آبِ حیات کا چشمہ ہے۔ اُس آبِ حیات کا طالب کوئی سکندر ہی ہو سکتا ہے۔ مرشد خضر علیہ السلام کی مثل ہے اور نفس جنگل کی مثل۔ جان لے کہ جب خضر علیہ السلام گروہِ سکندر کو اندھیر نگری میں لے گئے تو فرمایا:۔"دوستو! آپ میں سے آبِ حیات تو کسی نے نہیں پیا لیکن بہتر یہ ہے کہ آبِ حیات کے اردگرد جو پتھر پڑے ہیں اُنہیں اُٹھا لو۔" اِس پر جن لوگوں نے خضر علیہ السلام کا حکم مانا اور پتھر اُٹھا کر اندھیر نگری سے باہر لے آئے تو خضر علیہ السلام نے حکم دیا کہ اِن پتھروں کو توڑ دو، جب اُنہوں نے وہ پتھر توڑے تو ہر پتھر سے نہایت ہی قیمتی لعل نکل آئے جنہیں دیکھ کر وہ لوگ افسوس کرنے لگے کہ وہ اِس سے زیادہ پتھر کیوں نہ اُٹھا لائے اور جو لوگ پتھر اُٹھا کر نہیں لائے تھے وہ افسوس میں اپنے سروں میں خاک ڈالنے لگے۔ دنیا بھی اندھیر نگری کی مثل

ہے اور فقر پتھر کی مثل ہے جس کی حقیقت قیامت کے دن کھلے گی۔ اُس دن دل کی قدر معلوم ہوگی اور ذکرِ قلبی اُس دن مدد کو آئے گا۔ اے طالبِ حق! اگر تُو اِن مراتب تک پہنچ بھی جائے تو نفس سے خبردار رہنا۔

ابیات :۔(1) " گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو نفس کو غرقاب کر دیتا ہے کہ چیونٹی کے لئے تو پیشاب کی دھار بھی بحرِ ہند سے بڑا سمندر ہے۔" (2) " کمینے آدمی کے لئے اسبابِ دنیا بھی عقبیٰ سے بڑھ کر خوش زیب ہوتے ہیں جس طرح کہ گوبر کے کیڑے کو گوبر کی بدبُو بھی عنبر سے زیادہ طیب لگتی ہے۔"

اللہ کی نظر طبقاتِ عرش و کرسی اور لوح و قلم پر نہیں، صورتِ انسان پر نہیں، علم و زبان و عبادت و اعمالِ جن و دیو و ملائکہ پر نہیں بلکہ اُس کی نظر انسانِ کامل کے دل پر ہوتی ہے اور انسانِ کامل انبیا و اولیائے "اَللّٰہُ" ہوتے ہیں کہ اُن کے دل تصورِ اسمِ اَللّٰہُ میں غرق رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دل عظمت و بزرگی و معرفتِ الٰہی کے باعث جملہ عالمِ خلق سے زیادہ وسیع ہے۔ تفکرِ دل، صاحبِ دل اور مراتبِ دل پر پہنچنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"دل اللہ تعالیٰ کا عرشِ اعظم ہے۔" کرم و رحمتِ ازلی دل ہے کہ دل خزانۂ حق ہے۔

بیت :۔" کوئی نقش ایسا نہیں ہے جو اپنا چہرہ آئینے سے چھپا کر رکھ سکے، جب دل روشن ہوتا ہے تو کتاب و دفتر و دریا بن جاتا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"میرے ربّ نے مجھ سے فرمایا کہ ہر بادشاہ کا خزانہ ہوتا ہے، بے شک آپ کا خزانہ مَیں ہوں۔" حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" میرا خزانہ عرش سے زیادہ وسیع ہے، بہشت سے زیادہ پاکیزہ ہے اور ملکوت سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اُس کی زمین معرفت ہے، اُس کا آسمان ایمان ہے، اُس کا سورج شوق ہے، اُس کا چاند محبت ہے، اُس کے ستارے خواطر (ارادے) ہیں، اُس کے بادل عقل ہے، اُس کی بارش رحمت

ہے، اُس کے درخت طاعت ہے، اُس کی دیواریں یقین ہے، اُس کے مکانات ہمت ہے اور اُس کے رکن چار ہیں، توکل، تفکر، اُنس اور ذکر اور اُس کے دروازے بھی چار ہیں، علم، حلم، صبر اور رضائے قلب۔" پس اے غوث! عرشِ اعظم کہ جسے عرشِ کریم و رحیم بھی کہا جاتا ہے وہ یہی دل ہے کہ جس کے اوصاف بیان نہیں کیے جا سکتے۔

رباعی:۔" اگر میں حدیثِ دل بیان کرنا چاہوں تو سینکڑوں دفاتر بھی اُس کے لئے ناکافی ہیں کہ کمالِ وصفِ دل کی گنجائش بحر و بر میں نہیں۔ اے طالبِ صادق! اِدھر آ اور احوالِ دل کو نظر بھر کے دیکھ لے کہ دل جب دنیا میں آیا تو اُس کی سمائی سر اور پاؤں (بدن) کی حدود میں نہیں ہو سکی۔"

بیت:۔" جو دل اسرارِ خدا سے غافل ہے وہ محض ایک مشتِ خاک ہے اُسے دل نہیں کہا جا سکتا۔"

مصنف کہتا ہے کہ جس طرح اُستاد پہلے ہی روز بچوں کے ہاتھ میں تختی دے کر سبق پڑھاتا ہے اُسی طرح مرشدِ کامل طالب اللہ کو پہلے ہی روز دل کی تختی دے کر سیرِ قلب کا سبق پڑھاتا ہے۔ [1] راہِ توحید کی ابتدا اہلِ دل سے طلب کر کہ اہلِ دل کے مراتب ہرگز سلب نہیں ہوتے لیکن دل بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً ایک تو قلبِ قاری ہے اور ایک قلبِ اسرارِ باری ہے۔ صاحبِ قلب کا کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت مطالعۂ قلب میں مشغول رہے کہ قلب معرفتِ احدیت وصمدیت اور صراطِ مستقیم کی کامل محرمیت کا نام ہے۔ اِنتہائے قلب تک حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکا، جسے بھی یہ بخشش و عطا نصیب ہوئی اُنہی کی بارگاہ سے ہوئی۔ اسرار العارفین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" قلب کی تین قسمیں ہیں، قلبِ سلیم، قلبِ منیب اور قلبِ شہید۔ قلبِ سلیم وہ ہے کہ جس میں " اَللّٰہُ " کے سوا اور کچھ نہ ہو، قلبِ منیب

[1]:۔ یعنی مرشدِ کامل طالب اللہ کو پہلے ہی روز سیرِ قلب کا سبق پڑھاتا ہے۔

وہ ہے جو ہر وقت طاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور قلبِ شہید وہ ہے جو معرفتِ الٰہی سے معمور ہو۔" مصنف کہتا ہے کہ قلب صدق وصفا اور راستی کی کان ہے جو اَللّٰہُ کے نور سے روشن رہتی ہے، اُس میں کذب ونفاق، تاریکی و دروغ اور ظلمت کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" نرم خو ہو کر معدنِ اخلاق بن جاؤ اور کاذبین کے فرقہ میں شامل نہ ہوں۔" دل جب ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ میں محو ہو جاتا ہے تو اُس میں کبر وکذب اور نفاق وطلبِ دنیا کی صفات مطلق ناپید ہو جاتی ہیں۔

ابیات:۔(1)" اُس کے ذکر وفکر سے میرا دل پُر نور ہو گیا، جب یہ ذکر وفکر اپنے کمال کو پہنچا تو مجھے معرفتِ ذات نصیب ہو گئی۔" (2)" یہ مقامِ عین (مقامِ ذات) ہے اِسے عین (اسمِ اَللّٰہُ) کے نور سے دیکھ، جب تُو عین (ذاتِ حق) کو عین (اسمِ اَللّٰہُ) کے نور سے دیکھے گا تو حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائے گا۔"(3)" اے باھُو! جب مجھے حق الیقین کا مرتبہ نصیب ہو گیا تو مَیں یکتا بخدا ہو گیا اور ازل ہی کے دن مَیں نے ذاتِ حق کو سجدہ کر دیا۔"

فقرا اُس دن سے مست چلے آ رہے ہیں کہ جس دن اُنہوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟) کی آواز سن کر " بَلٰی " (ہاں کیوں نہیں) کہا تھا۔ جیسی کیفیت اُن کی اُس وقت تھی ویسی ہی اب ہے کہ اُنہوں نے دنیا کا منہ دیکھا ہی نہیں۔

ابیات:۔(1)"جو آدمی اپنی ملکیت میں فقط اسمِ اَللّٰہُ رکھتا ہے اسمِ اَللّٰہُ اُسے مجلسِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا دیتا ہے۔"(2)" جو آدمی اپنی ملکیت میں درمِ دنیا رکھتا ہے درمِ دنیا اُسے دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔"

جو آدمی جان کنی کی تلخی، روزِ قیامت، پلِ صراط اور ملاقاتِ ملک الموت عزرائیل علیہ السلام کو یاد رکھتا ہے وہ اپنی ملکیت میں کچھ نہیں رکھتا بلکہ اپنا تمام گھر بار اور مال واسباب راہِ خدا میں خرچ کر دیتا ہے اور دم بھی نہیں مارتا۔

ابیات:-(1)"دنیا باھو کے نام سے گریزاں رہتی ہے کیونکہ باھو ہر وقت یَاھُوْ کے ذکر میں غرق رہتا ہے۔"(2)"صد بار آفرین ہو باھو کی ماں پر کہ اُس نے اُس کا نام باھو رکھا، باھو جو بی بی راستیؒ کا بیٹا ہے ذکرِ "یَــاھُوْ" میں مسرور رہتا ہے۔"(3)"اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت ہو بی بی راستیؒ پر کہ وہ راستی سے آراستہ ہیں۔"(4)"باھو کی دست بیعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ ازل ہی ہوگئی تھی اور وہ ہر قسم کے خطرے سے آزاد ہو گیا تھا۔"(5)" درویش اور فقیر قبائے حق کے نیچے چھپے رہتے ہیں، انہیں صرف روشن ضمیر آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔"
(6)"دل دل سے ہم کلام ہوتا ہے، اِسی قلبی ہم کلامی سے عارفوں کی انجمن قائم ہے۔"

یہ ہیں مراتب اہلِ دل کے۔

ابیات:-(1)"جو دل اللہ کی یاد میں دھڑکتا ہے وہ عرش کو ہلا کے رکھ دیتا ہے، ایسا صاحبِ دل عرش کو زیرِ قدم فرش بنالیتا ہے۔"(2)" تُونہیں جانتا کہ صاحبِ دل کو کتنی عظمت حاصل ہے؟ عرش کو جتنی بھی عزت حاصل ہے قلبِ سلیم ہی کی بدولت حاصل ہے۔"

جب قلبِ سلیم ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ کی جنبش سے زبان کھولتا ہے اور بلند آواز کے ساتھ اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر کرتا ہے تو حاملانِ عرش اللہ کا نام سن کر جلّ جلالہٗ کہتے ہیں۔ جونہی وہ " جلّ جلالہٗ " کہتے ہیں تمام حاملانِ عرش بمع فرش جنبش میں آجاتے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حاملانِ عرش! تم کیوں جنبش کر رہے ہو؟ حاملانِ عرش التماس کرتے ہیں کہ خداوندا! تُو بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حاملانِ عرش! جنبشِ قلبِ سلیم، ذکرِ قلب، صفائیٔ قلب، فراخیٔ قلب، کشفِ قلب اور روشنیٔ قلب سب کچھ میری نگاہِ رحمت کی وجہ سے ہے، دل جب تصورِ اسم "اَللّٰہُ" میں جنبش کرتا ہے تو ہر بار کی جنبش سے اُسے ستر ہزار ختمِ قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ جس دل کو ایسی حضوری نصیب ہو جاتی ہے وہ وسوسہ و خطراتِ شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جو دل صاحبِ حضور ہے وہ روشن رونمائے عظمتِ ہر دو جہان ہے۔ ہاں! دنیائے مردار کے طالب کتنے بے شمار

ہیں۔لائقِ دیدارِ پروردگار صاحبِ دل وہ ہے جو عرش پر جا کر نورِ اَللّٰہُ کا مشاہدہ کر سکے۔دل وہ ہے جو ہر دم مشاہدہ نمار ہے نہ کہ وہ دل جو حبِّ دنیا میں غرق ہو کر ہوائے نفس میں مبتلا رہے۔ذاکرِ قلبی بننا آسان کام نہیں ہے کہ ذاکرِ قلب نورِ اسمِ "اَللّٰہُ" کے مشاہدے میں غرق ہو کر اسرارِ الٰہی کا عظیم اشتہار بن جاتا ہے اور دونوں جہان ہر وقت اُس کے مدِنظر رہتے ہیں۔ عارف باللہ کا دل ذکرِ "اَللّٰہُ" اور نورِ "اَللّٰہُ" کی برکت سے عرشِ اکبر بن جاتا ہے اور توحیدِ الٰہی میں غرق ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیا و اولیائے اَللّٰہُ کی مجلس میں اس طرح حاضر و یکتا ہو جاتا ہے جس طرح کہ "ب" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بِسْمِ سے یگانہ ہے۔ قلبی ذکر اللہ تعالیٰ سے بیگانہ نہیں ہونے دیتا۔جس صاحبِ دل کو دلوں کا تصرف حاصل ہو اگر وہ تمام جہان پر نگاہِ کرم کر دے تو اُس کی ایک ہی نگاہ سے سارا جہان علم سے روشناس ہو کر عالم بن جائے اور جہان بھر کے تمام جاہل علم سے سیراب ہو کر فیض اثر عالم فاضل بن جائیں اور اگر صاحبِ تصرفِ دل علما پر توجہ کر دے تو ایک ہی نگاہ سے جہان بھر کے علماً کے دل سے تمام رسمی و کسبی علوم کو اِس طرح نکال دے کہ انہیں ایک حرف بھی پڑھنا یاد نہ رہے تاہم تصرف کے یہ تمام مراتب بھی نہایت ادنیٰ ہیں بلکہ اللہ کی راہ کے حجابات ہیں اور حجابات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، حجاباتِ ظاہری اور حجاباتِ باطنی۔حجاباتِ ظاہری کی ابتدا اخذِ علم ہے اور انتہا ترکِ علم ہے۔حجاباتِ باطنی کی ابتدا اہتمامِ ذکر ہے اور انتہا ترکِ ذکر ہے۔ محض علم و ذکر کے زور پر آدمی محرمِ دل عارف باللہ نہیں بن سکتا کہ عارف کے چار حروف ہیں "ع ا ر ف" حرف "ع" سے عبادتِ الٰہی، وہ عبادت کہ جس سے عین (قربِ ذاتِ حق) نصیب ہو۔عبادت اُسے کہتے ہیں کہ جس میں بندہ عین بعین غرقِ وحدانیت ہو کر تجلیاتِ نورِ ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ کر سکے۔جو آدمی عین ذات کو پا لیتا ہے وہ اُسے پہچان لیتا ہے۔جو آدمی عین رب کو پہچان لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔حرف "ا" سے اُلفت نہ رکھے اللہ کے سوا کسی اور سے۔حرف "ر" سے راز بین و صاحبِ حق الیقین ہو جائے اور حرف "ف"

سے فوت نہ ہوں اُس سے عبادتِ ظاہری کے فرائض وواجب وسنت ومستحب۔ جو آدمی اِن صفات سے متصف ہو جائے وہ عارف باللہ ہے ورنہ بے ادب کتا ہے۔ عارف باللہ ہونا آسان کام نہیں ہے بلکہ معرفتِ الٰہی حاصل کر کے اسرارِ عظیم سے بہرہ ور ہونا ہے۔ جب قلب ذکرِ اَللّٰہُ سے زندہ و بیدار ہو کر نورِ اَللّٰہُ کے مشاہدہ میں غرق ہوتا ہے تو ازل سے ابد تک نہ تو خواب وغفلت کا شکار ہوتا ہے نہ سلب ہوتا اور نہ ہی کبھی مرتا ہے۔

مثنوی:۔ ”عارفوں کی نیند اُن کی بیداری سے کہیں بہتر ہوتی ہے اور اُن کے خواب دیدارِ جنت سے زیادہ خوشگوار ہوتے ہیں۔ جس کی روح زندہ و نفس مردہ ہو اُس کی نیند محض خواب وخیال نہیں ہوتی اور نہ ہی اُسے خواب کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے پیشِ نظر مطلق ذات بے حجاب ہوتی ہے۔“

کیونکہ ذاکرِ قلبی مکمل طور پر توفیق ”مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا“ [1] میں غرق ہوتا ہے۔ عقلِ کل اُسے کہتے ہیں کہ جس میں ہر علم و ہر مرتبہ و ہر کلام سمایا ہوا ہو۔ اُسے علمِ کلی کہتے ہیں یعنی علمِ لدنی اور علمِ لدنی نتیجہ ہے انبیا و اولیا و عارفانِ باللہ کا۔ علما کے پاس عقلِ ملکہ (صاحبِ مہارت عقل) ہوتی ہے جو مطالعۂ علم سے بڑھتی ہے، کافروں کے پاس عقلِ جنونیت وشیطانیت ہوتی ہے جس سے انہیں دنیا و ہوائے نفس میں ترقی ہوتی ہے، اُن کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور روبہ کانوں اور جاہلوں کے پاس عقلِ وحشی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ صاحبِ غرق نہیں ہو سکتے۔ جو آدمی صاحبِ غرق ہو جاتا ہے اُس کا قلب قالب بن جاتا ہے اور قلب وقالب لباسِ روح پہن لیتے ہیں۔ جب قلب لباسِ روح پہن لیتا ہے تو اُس ملکِ عظیم میں داخل ہو جاتا ہے جس میں قلب سیر ومشاہدہ کرتا ہے، پھر وہ باطن میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ ظاہر میں بھی رونما ہو جاتا ہے۔ اُسے صاحبِ دل کہتے ہیں کہ اُس کی دلیل وتوجہ وعقل اُس نقل کے موافق ہوتی ہے کہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ

[1]:۔ ترجمہ = مرنے سے پہلے مرجاؤ۔

والسلام نے دل کو قلزم سے تعبیر کیا ہے۔

مثنوی:۔"دل کی حقیقت کو عقلی تدابیر سے نہیں پایا جا سکتا، اپنی خودی کی حدود سے باہر نکل آ کہ خودی کی موجودگی میں دل کی دریافت ناممکن ہے۔ اگر تُو چراغ کو اپنے چہرے کے روبرو لائے گا تو اُس کے دھوئیں سے اپنے خانۂ دل کو سیاہ کر بیٹھے گا اِس لئے بہتر یہ ہے کہ تُو اپنی خودی کو جلا دے اور اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تُو اپنے دل میں تحصیلِ علم کا چراغ روشن کر لے۔"

ابیاتِ مصنف:۔(1)"ہر کتاب صحیفۂ دل کا ایک نکتہ ہے، دل ایک ایسی کتاب ہے جس میں دفاترِ حق بے حجاب نظر آتے ہیں۔" (2)"صاحبِ معرفت دل اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے، دل ایک ایسا کاغذ ہے کہ جس پر اسرارِ الٰہی درج ہیں۔" (3)"سیاہی اگر سفیدی میں مل جائے تو نور بن جاتا ہے اِسی طرح دونوں آنکھیں یک نظر ہو جائیں تو منظور ہو جاتی ہیں۔" (4)"دل ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں کاغذ و سیاہی کا وجود نہیں ہے، کتابِ دل کا مطالعہ کیا کر کہ یہ ایک بے حجاب کتاب ہے۔" (5)"جو عالم اِس کتاب کا علم پڑھ لیتا ہے وہ ہر دو جہان میں زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔"

خدا اور بندے کے درمیان کوئی دیوار، پہاڑ یا میلوں کی مسافت نہیں بلکہ بندے اور اللہ کے درمیان پیاز کے پردے جیسا باریک حجاب ہے جسے صاحبِ راز مرشد کی نظر سے پارہ پارہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ بشرطیکہ طالب اِن اوصاف سے متصف ہونے کے علاوہ عالم فاضل اور حافظ و متقی پرہیز گار بھی ہو کہ اِس کے بغیر علمِ ظاہر و باطن کی نکتہ کشائی کرنا بہت ہی مشکل و دشوار کام ہے ورنہ ہزارہا جاہلوں کو ایک ہی نظر سے مست و دیوانہ کر دینا کون سا مشکل کام ہے؟ یہ سب اِس لئے ہے کہ طلبِ مولیٰ رکھنے والا طالب علم راہِ معرفت میں اُس وقت تک صاحبِ تحقیق طالبِ مولیٰ نہیں ہو سکتا جب تک کہ حقیقت و اسرارِ الٰہی کے مشاہدے کا اِمتحان پاس نہیں کر لیتا اور جب وہ ایسا کر لیتا ہے اور راہِ باطن کو صاف طور پر دیکھ لیتا ہے تو سب سے اعلیٰ و اوّلی

بن جاتا ہے- صاحب قلب کا مرتبہ یہ بھی ہے کہ حدیث قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" مومن کا دل عرشِ الٰہی ہے-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " اَللّٰہُ رحمٰن ذات ہے، اُس نے عرش پر استوا فرما رکھا ہے-" آدمی اس وقت تک مراتبِ فقر پر نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ باطن میں سرِّ الٰہی کی صورتِ خاص " سُلطان الفقر " اُسے اپنے ساتھ بغل گیر کر کے اپنی زیارت اور تعلیم و تلقین سے مشرف نہیں کر لیتی- چاہے کوئی ریاضت کے پتھر سے سر ہی کیوں نہ پھوڑتا پھرے جب تک کہ سُلطان الفقر کی طرف سے اشارہ نہیں ہوگا وہ فقر کی بُو تک بھی نہیں پہنچ سکے گا کہ سُلطان الفقر کی وہ باطنی صورت ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتی ہے- یہ بھی محمدی فقر کی مدد ہی سے ممکن ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-" میری اُمت کے دو گروہ علمائے عامل اور فقرائے کامل دین کے ستون ہیں، جو کوئی ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے تعلیم و تلقین حاصل کرے گا وہ قیامت کے دن ہرگز پریشان نہیں ہوگا-" یاد رہے کہ جاہل عابد کو معرفتِ مولیٰ ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے وہ غیب کا جتنا بھی انکشاف کرتا ہے وہ محض جنونیت و استدراج کا نتیجہ ہوتا ہے- صاحبِ فقہ عالم بیس ہزار جاہل عابدوں سے افضل ہوتا ہے- اگر تو اس طرح کے قائم اللّیل و صائم الدہر عابدوں اور بیس ہزار صاحبِ فقہ عالموں کو جمع کرلے تو وہ تمام عارف باللہ فقیر کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے- عارف باللہ اُسے کہتے ہیں جو ابتدا میں عالمِ باعمل ہو اور انتہا میں فقیرِ کامل ہو اور کامل اُسے کہتے ہیں جو دنیا، کلامِ ربانی اور معرفتِ الٰہی میں جتنا بھی تصرف کرلے اُس میں کمی نہ آئے- کمالیتِ کامل یہ ہے کہ کامل صاحبِ علم و صاحبِ یقین ہو نہ کہ جاہل بے دین- ایک بادشاہ کسی مرشدِ کامل کا مرید تھا، اُس نے کسی سے کہا کہ جا کر میرے مرشد کو دیکھ کر آؤ کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ آدمی گیا اور دیکھا کہ مرشد کے مصلے پر کتا بیٹھا ہے، اُس نے بادشاہ کو اپنے مشاہدہ سے آگاہ کیا- بادشاہ نے کہا کہ کسی اور کو بھیج کر پتہ کرو- ایک دوسرے آدمی کو بھیجا گیا، وہ گیا اور دیکھا کہ مرشد کے مصلے پر خنزیر بیٹھا ہے، اُس نے آ کر اپنا مشاہدہ بیان کیا تو بادشاہ خود

چلا گیا اور دیکھا کہ مصلے پر اُس کا مرشد بیٹھا ہے، اُس نے مرشد سے یہ حقیقت بیان کی تو مرشد نے کہا کہ اے بادشاہ! جس نے میری بجائے مصلے پر کتے کو دیکھا وہ ایک طالبِ دنیا تھا اور جس نے میری بجائے خنزیر کو دیکھا وہ ایک دیوث (بھڑوا) تھا۔ مصنف کہتا ہے کہ فقرا ٗ آئینے کی مثل ہوتے ہیں اس لئے دیکھنے والا اُنہیں جس صورت میں دیکھتا ہے وہ دیکھنے والے کی اپنی ہی صورت ہوتی ہے۔ جو کوئی کسی فقیر کو بے برکت وخالی سمجھتا ہے وہ خود دونوں جہان میں خالی و بے برکت ہے لیکن فقیر کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر امیر ہو نہ کہ اپنی خودی کا اسیر۔ اَللّٰہُ بس ماسوٰی اللّٰہُ ہوس۔ یہ خطابِ دل ہے اور اہلِ دل کی راہ تصدیقِ دل ہے۔ محبت کی بھی انسانی صورت کی طرح ایک صورت ہے جسے بھوک لگتی ہے تو اپنی جان کا گوشت کھاتی ہے، پیاس لگتی ہے تو خونِ جگر پیتی ہے اور برہنہ ہوتی ہے تو عبرت وحیرت کا لباس پہنتی ہے۔ محبت کی صورت بھی ایسی ہی ہے، طلب اُس کے قدم ہیں، ہرؔ اُس کا سر ہے، سینہ اُس کا صاف و بے کینہ ہے، آنکھ اُس کی معرفتِ حق سے روشن ہے اور دل اُس کا رحیم وروشن ضمیر ہے جو تسلیم ورضا اور ارادت و یقین سے لبریز رہتا ہے۔ یقین کسے کہتے ہیں؟ یقین عبادت کو مرتبۂ یقین تک پہنچانے کا نام ہے۔ یقین مرنے سے پہلے مرکر مرتبۂ ارواح کے مقام پر پہنچنے کا نام ہے۔ جو آدمی مقامِ یقین پر پہنچ جاتا ہے اُسے ہروقت انبیا و اولیا کی ارواح کی ہم نشینی نصیب رہتی ہے۔ یقین مقامِ موت کو کہتے ہیں کہ بندہ مرنے کے بعد مقامِ یقین پر پہنچ جاتا ہے اور وہ مقامِ سجین میں ہوتا ہے یا مقامِ علیین میں۔ خاص یقین ذاتِ حق سے یگانگی ہے۔ صاحبِ یقین کی زبان ہر مقام کی چابی ہوتی ہے، اُس کے ہاتھ دستِ کریم ہوتے ہیں، اُس کی گویائی وشنوائی شوق واشتیاقِ دیدار پروردگار سے پُر ہوتی ہے، اُس کی نظر رحمتِ الٰہی کی تاثیر سے پُر ہوتی ہے، اُس کا دم پروردگار کے دم سے لبریز ہوتا ہے، اُس کی آہ محبتِ الٰہی کی آگ سے بھری ہوتی ہے اس لئے اُس کی سوزشِ آہ آتشِ دوزخ کی سوزش سے زیادہ شدید ہوتی ہے، یہ سوزش رات دن اُس کے گوشت پوست اور وجود کے ہر رگ وریشے

اور اعضائے بدن کو اِس طرح کھاتی رہتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑی کو۔ پس اے زاہد! ریاضتِ باطنی اختیار کر کہ ریاضتِ باطنی مرتبۂ خاص کے کمال تک پہنچاتی ہے اور ریاضتِ ظاہری عوام میں شہرت و ریا سے ہمکنار کرتی ہے۔

فرد:۔" جس دل کو حضوریٔ حق نصیب ہو جائے وہ اگر پُرشکم بھی ہو تو معراجِ کامل سے مشرف ہوتا ہے۔" کیونکہ واصل منتہی کے لئے بھوک و سیری یکساں ہوتی ہے۔

بیت:۔" پُرخطر دل کا علاج یہ ہے کہ پیٹ کو طعام سے خالی رکھا جائے ورنہ تمام ریاضت نام و ناموس کی خاطر ہوگی جو محض کفر و ریا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" ریا کفر سے زیادہ بری خصلت ہے۔" کوئی ریاضت و مجاہدہ بھی آتشِ عشق و محبت اور سوزشِ ذکرِ خفیہ سے زیادہ سخت نہیں، اِس حقیقت کو صرف وہی شخص جان سکتا ہے جو مراتبِ قرب و معرفتِ مولیٰ تک پہنچ کر اشتیاق و محبتِ حق سے بہرہ ور ہو چکا ہو۔ صاحبِ محبت اسرارِ الٰہی کا محرم ہوتا ہے اور محبت سے خالی آدمی معرفتِ مولیٰ سے محروم و گمراہ ہوتا ہے۔

بیت:۔" جس آدمی کو دائمی محبتِ حق نصیب ہو جاتی ہے اُسے موت نہیں مار سکتی اور وہ ہر وقت مامون رہتا ہے۔"

کہ اُس کی موت بھی وصلِ حق ہوتی ہے اور اُس کا وصل اسم اَللّٰہُ کی اصل پہ ہوتا ہے۔ صاحبِ محبت کو ہر وقت معرفتِ مولیٰ کا معراج حاصل رہتا ہے اور وہ" مرنے سے پہلے مرجاؤ" کے مراتب طے کر کے مردہ تن و زندہ دل ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو رہتا ہے۔ معرفتِ مولیٰ تک اِس طرح کی رسائی ذکرِ خفیہ کا مرتبہ ہے۔ بعض لوگ ذکرِ خفیہ دم سے کرتے ہیں، بعض قلب و دل سے کرتے ہیں، بعض روح سے کرتے ہیں اور بعض سِرّ سے کرتے ہیں جو تیز آندھی کی مثل ہوتا ہے اور سر سے قدم تک ذاکر کے تمام وجود کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جس طرح کہ ہوا درخت کو ہلا کر

رکھ دیتی ہے۔ اِس کتاب کا مصنف فقیر باھُو کہتا ہے کہ ذکرِ خفیہ کا تعلق دم سے ہے نہ قلب سے، روح سے ہے نہ سِرّ سے کہ ذکرِ خفیہ اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر ہے جو غیر مخلوق ہے۔ ذکرِ خفیہ اسمِ اَللّٰہُ کو تصور و تصرف سے دیکھنے کا عمل ہے۔ اِس عمل میں اسمِ اَللّٰہُ کے نور سے جمالِ الٰہی کا دیدار اور تجلیاتِ ربوبیتِ نورِ اَللّٰہُ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ذکرِ خفیہ کی برکت سے دل جب روشن ہو جاتا ہے تو اُس میں جمالِ الٰہی کے انوار کا ایسا ظہور ہوتا ہے کہ آثارِ پروردگار میں سے کوئی اثر بھی اُس کی مثل نہیں ہو سکتا۔ ذاکرِ خفیہ باطن میں غرق فنافی اللہ ہوتا ہے لیکن ظاہر میں شریعت کی نگہداری میں بھی ہوشیار ہوتا ہے۔ صاحبِ شریعت لائق دیدارِ پروردگار ہوتا ہے اور صاحبِ بدعت لائق دوزخ نار ہوتا ہے۔ جو آدمی دیدارِ نورِ اَللّٰہُ میں غرق ہو جاتا ہے وہ ہر وقت باخبر و ہوشیار رہتا ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" جسے اِس طرح کے ذکرِ خفیہ میں محویت نصیب ہو جائے اُسے صاحبِ وصالِ جمالِ اَللّٰہُ کہتے ہیں۔ جسے اِس قسم کا ذکرِ خفیہ نصیب نہ ہو سکے اُس کا ذکر محض خواب و خیال ہے۔ ذاکرِ خفیہ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اُس کا دل ہر قسم کے دینی و دنیوی معاملات کی حقیقت سے آگاہ رہتا ہے اور اِس آگاہی کی بدولت وہ جو کچھ کہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ کی ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ اُس کا دل کسی بھی چیز کی طرف راغب نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی چیز کو قبول کرتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔ ذاکرِ خفیہ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اُس کے منہ سے پورے یقین کے ساتھ کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صادر ہوتا ہے اور اُس کے چہرے پر چمکتا ہوا روشن نور برستا رہتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اُس کے دل میں جب بھی انبیا و اولیا سے مجلس و ملاقات کی طلب پیدا ہوتی ہے تو خواب یا مراقبہ میں اُس کی یہ خواہش پوری ہو جاتی ہے اور وہ اُن سے ملاقات کر کے جوابِ باصواب پاتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ خلق میں اِس طرح گم و پوشیدہ رہتا ہے جس طرح کہ اسمِ اعظم قرآن میں اور شبِ قدر رمضان میں پوشیدہ ہے۔

بیت :- " باھُو راہِ راز میں استقامت کی وجہ سے مردِ خدا کو اس طرح پہچان لیتا ہے جس طرح کہ کوئی بادشاہ کو اُس کی بے نیازی کی وجہ سے پہچانتا ہے۔"

ذکرِ خفیہ کا تعلق نصیحت و وعظ سے ہے نہ صوت و آواز سے بلکہ ذکرِ خفیہ کا تعلق معرفتِ الٰہی، مشاہدۂ قربِ حضور اور مشاہدۂ نورِ راز سے ہے۔ ذاکرِ خفیہ صاحبِ زاد (مالکِ کل)، صاحبِ آزاد، باطن آباد اور شوقِ شغل " اَللّٰہُ " میں شاد ہوتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ علم میں عامل اور فقر و معرفت میں کامل ہوتا ہے، اُس کا حوصلہ وسیع ہوتا ہے اور وہ راہِ حق میں صعوبتیں برداشت کرنے والا ہوتا ہے۔ ذاکرِ خفیہ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ چار نگاہوں سے کام لیتا ہے یعنی نگاہِ ازل، نگاہِ ابد، نگاہِ دنیا اور نگاہِ عقبیٰ۔ جب وہ کسی طالب پر اخلاص کی نگاہ ڈالتا ہے تو ایک ہی نظر میں اُسے تمام مطالب اور تمام مراتب تک پہنچا دیتا ہے اور خود ہر وقت توحیدِ الٰہی میں غرق رہتا ہے ۔ یہ ہے مرتبہ شاہراہِ شریعت پر گامزن ذاکرِ خفیہ کا ۔ ذاکرِ خفیہ کو کسی خوف کا خوف ہوتا ہے نہ کسی اُمید کی اُمید ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت معیتِ خدا میں غرق رہتا ہے۔ ذکرِ خفیہ اولیائے " اَللّٰہُ " کا مرتبہ ہے جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " خبردار ! بے شک اولیائے اَللّٰہُ پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم ہے۔" الف اسمِ اَللّٰہُ کا ایک حرف ہے، دونوں جہان کا شرف اِسی حرف میں ہے۔ محبت و معرفتِ الٰہی بھی ایک حرف ہے جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اُبھرنے والا نہایت ہی اعلیٰ و لطیف جذبہ ہے۔ جب یہ لطیف جذبہ دل میں اُبھرتا ہے تو دل کو سونے نہیں دیتا۔ اِسی سے ہی عارفوں کے دل ازل سے ابد تک اور مہد سے لحد تک بیدار رہتے ہیں۔ اِس راہ میں خلافِ شرع مردہ دل طالبِ دنیا جاہل نہیں چل سکتا کہ دل بھی ایک چابی ہے جسے کلیدِ محمدیؐ کہتے ہیں اور یہ چابی حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ہاتھ میں ہے جو آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ کی اجازت اور صدقِ ارادت کے بغیر قلب و ذکرِ قلب حاصل ہو سکتا ہے چاہے کوئی عمر بھر ریاضت کے پتھر سے سر کیوں نہ پھوڑتا پھرے؟ اس طرح کے واصل باللہ دل کو مشغوف دل کہتے

ہیں یعنی وہ دل جو اسمِ "اَللّٰہُ" کے نور سے پُر ہو چکا ہو۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" فریفتہ ہو گیا اُس کا دل اُس کی محبت میں۔" جو آدمی ذکرِ اَللّٰہُ کے تفکر میں غرق ہو جاتا ہے اُس کا دل اَللّٰہُ کے نور سے بھر جاتا ہے۔ ایسے تفکر کا تعلق ازل سے ہے نہ ابد سے، دنیا سے ہے نہ عقبیٰ سے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" لذّتِ اذکار بہتر ہے لذّتِ افکار سے۔" اِس قسم کا اِنتہائی تفکر فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص الخاص نتیجہ ہے۔ اِس تفکر میں بندہ نورِ "اَللّٰہُ" میں غرق ہو کر ہر وقت معیتِ حق تعالیٰ سے مشرف رہتا ہے۔ یہ تفکر بندے کو نفس و ہوا کی طرف رجوع کرنے ہی نہیں دیتا۔ نفس کسے کہتے ہیں، قلب کسے کہتے ہیں، روح کیا چیز ہے اور سرّ کس چیز کا نام ہے؟ نفسِ امارہ کو اُس کے اعمال کے مطابق کتے، خنزیر، ریچھ، سانپ، بچھو اور بیل و گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے اور اُسے حُبِّ طمع و حرص و بغض و بخل و کذب و غیبت و عجب و کبر سے پہچانا جا سکتا ہے۔ قلب کو محبت و ذکر اللہ اور نفرتِ غیر سے پہچانا جا سکتا ہے۔ روح کو احکامِ خداوندی کی تعمیل سے پہچانا جا سکتا ہے کہ انبیاؑ و اولیاؒ کی ارواح نے اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام کو قبول کیا اور سرّ کو اسرارِ معرفتِ الٰہی کا بھاری پردہ اُٹھا کر ہی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ معرفت و محبتِ الٰہی عاشقانِ اہلِ عرفان کا نصیبہ ہے۔

بیت:۔" تُو جانتا ہے کہ عشق کیا چیز ہے؟ اپنے نفس کو مار دینے کا نام عشق ہے۔ عشق وہ چیز ہے کہ جس کی کاٹ سے دل ہر وقت سوزش میں مبتلا رہتا ہے۔"

اے درویش! غور کر، تیرا فکر و غم حق سبحانہٗ کی خاطر ہونا چاہیے نہ کہ اولاد و رزق کی خاطر کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی کا ذمہ خود اللہ نے اُٹھا نہ رکھا ہو۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" ہم نے دنیا میں اُن کی روزی تقسیم کر دی ہے اور بعض کو بعض پر فوقیت دے دی ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" بے شک اللہ روزی دینے والا اور زبردست قوت والا ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور تمہاری روزی کا بندوبست آسمانوں میں ہے جس کا وعدہ تم

سے کیا گیا ہے۔ ''فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اُٹھا کر نہیں چلتے کہ انہیں روزی اللہ دیتا ہے اور تمہیں بھی روزی دینے والا اللہ ہی ہے کہ وہی ہے جو ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کے حالات کو جانتا ہے۔'' مرشد وہ ہے جو مؤکلوں کو طالب کے تابع کر دے یا باطن میں طالب کو فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بخش دے تاکہ طالب کا دل جمعیت پکڑ کر متوکل ہو جائے۔ جسے مراتبِ مؤکل حاصل ہوں نہ مراتبِ توکل تو وہ مرشد کامل ہے نہ طالبِ صادق کیونکہ ریاضت راز کے لئے ہے، مجاہدہ مشاہدہ کے لئے ہے، عبودیت ربوبیت کے لئے ہے سرِّ اسرارِ الٰہی سے پردہ ہٹا کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے لئے ہے، معرفت محرمیتِ ذات کے لئے ہے، محبت سوزِ عشق کے لئے ہے، ذکر فکرِ فیض اللہ اور فکرِ فنا فی اللہ کے لئے ہے، فکرِ فنا فی اللہ بقا باللہ کے لئے ہے اور نفس محاسبہ و مکاشفہ کے لئے ہے۔ جو مرشد یہ تمام مقامات و احوالات طالب اللہ پر تلقین کے آغاز میں پہلے ہی روز نہیں کھول دیتا وہ خام و ناقص و ناتمام مرشد ہے۔ جو مرشد چاہتا ہے کہ اُس کا طالب اپنے حال پر قائم رہے، حوادثِ شیطانی و ہوائے نفسانی سے محفوظ ہو کر با جمعیت رہے، ذکرِ روحانی پر اُس کا اعتقاد فاسد نہ ہو کہ روحانی[1] اکمل طور پر قدرتِ سبحانی کا مظہر ہوتا ہے اور ہر دم وصالِ لازوال سے مشرف رہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے طالب کو دو علوم عطا کر دے، ایک تو اسمِ اَللّٰہُ اور اسمِ مُحَمَّدٌ کا علم عطا کرے کہ ان دونوں اسما میں تاثیر با تکثیر پائی جاتی ہے جس سے طالب اللہ کو روشن ضمیری نصیب ہوتی ہے اور دوسرا علمِ دعوت بخشے کہ سارا جہان علمِ دعوت کی قید میں ہے۔ علمِ دعوت کو علمِ تکسیر بھی کہا جاتا ہے۔ جو طالب اللہ علمِ تاثیر اور علمِ تکسیر کے دونوں علوم رکھتا ہے وہ مستغنی و لایحتاج طالب ہے۔

---

[1]:۔ روحانی ایسے اہلِ قبر کو کہتے ہیں کہ جس کی روح بیدار ہو۔ ایسا روحانی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہوتا ہے، طالبانِ مولیٰ اُس سے جو کچھ بھی طلب کریں وہ انہیں عطا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

شرحِ علمِ دعوت

علمِ دعوت کی شرح و خاصیت یہ ہے کہ علمِ دعوت اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کی دعوت ہے۔ جو آدمی قرآن مجید کو اپنا ہادی و پیشوا اور راہبر بنالیتا ہے وہ دونوں جہان میں معتبر ہو جاتا ہے۔ اب قرآن و علمِ دعوت کی شرح علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے۔ دعوت کئی قسم کی ہے مثلاً دعوتِ جز، دعوتِ کل، دعوتِ ذکر، دعوتِ فکر، دعوتِ تجلیاتِ نورِ اَللّٰہُ ، دعوتِ منتہی فقیرِ ولی اللہ چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " اَللّٰہُ (اسمِ اللہ ذات) مومنوں کا ایسا دوست ہے جو انہیں ظلمات سے نکال کر نور میں لے آتا ہے۔" اور دعوتِ صاحبِ نظیر عالمگیر اولیائے اَللّٰہُ تمام جس کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" خبردار! اولیائے اَللّٰہُ پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔" بیت:۔

" مردِ مرشد اہلِ دعوت اہلِ حضور ہوتا ہے اور خود پرست مرشد اہلِ غرور ہوتا ہے۔"

منتہی صاحبِ دعوت اگر کسی کی طرف جذبِ قہر و غضب سے دیکھ لے تو خدائے عزو جل کے حکم سے وہ دم بھر میں بے جان ہو کر مر جاتا ہے کہ فقرا کا قہر خدا کے قہر کا نمونہ ہوتا ہے اور اگر وہ کسی کو جذبِ اخلاص سے دیکھ لے تو وہ زندہ دل ہو کر با اخلاص طالبِ مولیٰ بن جاتا ہے۔ اکثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ پیر میرا اخص ہے اور اعتقاد میرا بس ہے۔ وہ یہ بات کج فہمی، بے عقلی، جہالت اور نادانی کی وجہ سے کہتے ہیں، انہیں کہنا چاہیے کہ پیر میرا صاحبِ اسرارِ خاص الخاص اخص ہے اس لئے اعتقاد بھی میرا بس ہے۔ جان لے کہ دعوت یا تو جنات و موکلات کو قید و مسخر کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہے یا انبیا و اولیا و اصفیا و اتقیا و غوث و قطب و شہدا و خاکیانِ اہلِ اسلام کی مقدس ارواح کو حاضر کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ دعوت پڑھنے والا دعوت پڑھنے میں عاملِ کامل شہسوار ہو اور وہ آدھی رات کے وقت قبر کے پاس جائے اور اُس کے گرد دعوت پڑھے۔ اگر روحانی حاضر ہو جائے یا وہم یا خیال یا کسی اور طریقے سے صاحب

دعوت کا مطلوبہ کام کر دے تو ٹھیک ورنہ معلوم ہو جائے گا کہ صاحبِ قبر روحانی غالب ہے یا اُسے کلامِ الٰہی سے نورِ الٰہی کی دولت و نعمت مل رہی ہے جس کی وجہ سے وہ تاخیر کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ قبر پر سوار ہو جائے جیسا کہ شہسوار گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اگرچہ قبر پر سوار ہونا گناہ ہے تاہم مہمِ اسلام یا مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر ایسا کرنا عین ثواب کا کام ہے۔ جو آدمی قرآن پڑھتا ہے اور بحرِ قرآن میں غواصی کرنا جانتا ہے وہ علم میں عامل اور دعوتِ تکسیر میں کامل مکمل ہو جاتا ہے اس کے لئے کسی شہید یا فنا فی اللہ فقیر کی قبر کے نزدیک علمِ دعوت پڑھنا ایسا عمل ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے حکم و عظمت و امر و قہر و جلالیت و حیرت سے نوازتا ہے۔ اِس دوران اللہ تعالیٰ صاحبِ دعوت کو ایسی توفیق بخشتا ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ کعبۃ اللہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدینہ بھی گردش میں آکر زیروزبر ہونے لگتا ہے۔ پس کسی اور چیز کا کیا تذکرہ؟ اگر کوئی صاحبِ دعوت ایسی دعوت پڑھے اور جذبِ توجہ سے کسی کی جان لینا چاہے تو وہ مشرق و مغرب میں کہیں بھی ہو عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے لحظہ بھر میں اُس کی جان قبض کر لیتا ہے۔ میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ بیت:۔

"اے باھُو! تجھے خدا اور اُس کے رسول کا واسطہ تو اہلِ وصول کو اس سے باخبر کر دے۔"

جو لوگ ایسی دعوت پڑھنے میں عامل ہونے کے باوجود ظالم لوگوں کے ظلم سہتے رہتے ہیں اور کسی کو ستاتے نہیں وہ اپنے تمام احوال سے باخبر و ہوشیار رہتے ہیں۔ اہلِ دعوت فقیر بہت بڑی قوت کے مالک ہوتے ہیں، وہ بے قوت نہیں ہوتے کہ لوگ اُن سے عداوت رکھیں کیونکہ وہ طالب اَللّٰہُ ہوتے ہیں اور طالبِ اَللّٰہُ دونوں جہان پر غالب ہوتا ہے۔

بیت:۔ "زمین و آسمان کا مقام فقیر کے قدموں کے نیچے ہے اس لئے وہ ہمیشہ اُس کے زیرِ سایہ رہتے ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع

پہنچائے۔'' اہل دعوت کی قبر پر سواری روحانی کو پہاڑ سے زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے۔اگر دعوت پڑھنے کے دوران اہل دعوت ایک تنکا اُٹھا کر قبر پر دے مارے تو وہ تنکا اہل قبر روحانی کو ایسا زخم پہنچاتا ہے جیسا کہ تلوار یا کلہاڑی یا نیزہ یا چھری یا بندوق پہنچاتی ہے۔روحانی یہ زخم کھا کر بلبلا اُٹھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے اُسے اہل دعوت کا کام کرنے کا حکمِ اعلیٰ صادر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اہل دعوت کا رکا ہوا کام فوراً ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ایسی دعوت کو ننگی تلوار کہتے ہیں کہ ایسی دعوت پڑھنے والے کی زبان اللہ کی تلوار ہوتی ہے،اُس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہوتا ہے اور اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایسی دعوت پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

بیت:۔'' جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے ایسی دعوت پڑھنے کی اجازت و رخصت نہ ملے وہ وصل وحدت کے ان مراتب تک کہاں پہنچ سکتا ہے؟''

اِن مراتب کا تعلق زبانی قیل وقال اور گفتگو سے نہیں بلکہ اِس کا تعلق'' دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالَ '' (اپنے نفس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کو پالے) کے لائحہ عمل سے ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' مجاہدے کی تلوار سے اپنے نفسوں کو قتل کر دو۔'' البتہ اہل نفس کو یہ طاقت کہاں کہ وہ روحانی کی قبر کے پاس جا کر اُس سے جنگ کرے؟ یہ روحانیت کی وہ راہ ہے کہ جس میں حقیقتِ روحانیت اولیا اللہ پر غالب ہوتی ہے۔تُو اچھی طرح جان اور سمجھ لے کہ اسمِ'' اَللّٰہُ '' کا مجاہدہ تلوار کے مجاہدے سے غالب تر ہے۔ محض ایک دفعہ کی پڑھائی سے دعوت ہرگز رواں نہیں ہوتی اور نہ ہی زیرِ عمل آتی ہے جب تک کہ اہل دعوت اس طرح دعوت نہ پڑھے کہ دعوت شروع کرتے وقت وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے روبرو حاضر سمجھے،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا شفیع بنائے، حضرت محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو امین الٰہی سمجھے اور خود کو منصف بنا کر آنکھیں بند کر لے اور مراقبہ میں تفکر کرے کہ خدائے تعالیٰ سے بہتر کون سی چیز ہے جسے میں

دعوت پڑھ کر مسخر کروں؟ اور اگر اُسے یہ یقین ہو جائے کہ تمام مخلوق کمتر ہے اور خالق تمام مخلوق سے بہتر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر مہربان ہو جائے گا اور دونوں جہان اُس کے تابع کر کے خدمت گار بنا دے گا۔ جو آدمی اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے خاک و سونا اُس کی نظر میں برابر ہو جاتا ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ میں تاثیرِ کلی پائی جاتی ہے۔ اسمِ اعظم کی تاثیر سے وہ روشن ضمیر ہو کر بے نظیر مرتبے کا مالک بن جاتا ہے اور ہر ملک و ولایت اور مشرق سے مغرب تک، زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہر بادشاہی اُس کے حکم و قید میں آ جاتی ہے۔ اِسی لئے کہا گیا ہے کہ بادشاہ اہل اللہ کے تابع ہوتا ہے۔ جس نے بھی فتح و نصرت اور بادشاہی پائی فقیر درویش کی نظر و توجہ ہی سے پائی۔

بیت:۔" صبح و شام درویش کے دروازے پر حاضری دیا کرتا کہ تُو اپنا ہر مطلب حاصل کر سکے۔"

فقیر کی نظر میں خاک و سونا برابر ہوتا ہے کہ اُس کا قدم اُس خزانے پر ہوتا ہے جو اُسے مشقت کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر کو سوائے "اَللّٰہُ" کے کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔" فقیر درویش میں پانچ حروف سے پانچ خصلتیں پائی جاتی ہیں، حرف "ا" سے اَللّٰہُ بس، حرف "ب" سے برکتِ کامل، حرف "ت" سے ترک، حرف "ث" سے ثابت قدم، حرف "ج" سے جہالت سے پاک، اور حرف "ح" سے حلاوت نہ دے نفس کو۔ نفس آدمی کے وجود میں غائبی چیز ہے اِسے غائبی تلوار ہی سے قتل کر۔ غائبی تلوار ذکرِ خفیہ ہے، ذاکرِ خفیہ روٹی اِس جہان کی کھاتا ہے اور کام اُس جہان کے کرتا ہے۔

مثنوی:۔" اِس جہان اور اُس جہان کی عمر محض ایک ہی دم ہے، اِس ایک دم میں بدہوس نفس کو بھلا کس طرح مارا جا سکتا ہے؟ مردانِ خدا کا کام باطنی تقویٰ اختیار کرنا ہے، جو آدمی باطنی تقویٰ نہیں جانتا وہ راہزن ہے۔ باطنی تقویٰ صبر و شکر اختیار کر کے راضی باخدا رہنے کا نام ہے،

یہی وہ تقویٰ ہے کہ جس سے باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ اے باھُو! خدا کے لئے چپ ہو جا اور اپنے لبوں کو بند کر کے خاموش ہو جا۔"

فقیر کی پڑھی ہوئی دعوت حضوری حق کی دلیل ہوتی ہے، فقیر کی ہر بات کلامِ خلیل اللہ کی مثل ہوتی ہے، فقیر کا ہم مجلس ربِّ جلیل کا ہم مجلس ہوتا ہے، نورِ الٰہی کا مظہر ایسا فقیر جہان میں قلیل ہوتا ہے۔ ارے ہاں! جس آدمی کا باطن صاف ہو جائے اُس کا دل معرفتِ الٰہی سے مزین ہو کر جامِ جہاں نما ہو جاتا ہے۔ ایسے فقیر لب بستہ خاموش رہتے ہیں کہ وہ اللہ سے پیوستہ ہوتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے بات نہیں کرتے کیونکہ غیر اللہ سے بات چیت کرنے سے غم پیدا ہوتے ہیں۔

بیت:۔"اے باھُو! جہان میں بہت کم لوگ ہوتے ہیں جنہیں کوئی غم نہ ہو، جب غم مجھے غم سے ملاتا ہے تو میرا غم غم کو کھا جاتا ہے۔"

دنیا غم ہے اور فقر اللہ کا نام ہے جو بہت بڑی غنیمت ہے۔ اہل غم اور اہل غنیمت کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں۔ صاحبِ دعوت منتہی فقیر ظاہری و باطنی قوت کی وجہ سے لا رجعت و لا زوال ہوتا ہے۔ ایسے دعوت خواں فقیر کو مراتبِ قرب و وصال حاصل ہوتے ہیں۔ منتہی صاحبِ دعوت کو ستارے و بروج شمار کرنے کی کیا حاجت ہے اور اُسے نحس و سعد ساعتوں کے اعداد و شمار جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ وہ تو لاتخف ولاتحزن (خوف و غم سے آزاد) مرتبے کا مالک ہوتا ہے۔ وہ جب قبر کے پاس جا کر مراقبہ کرتا ہے تو خود سے بے خود ہو کر روحانی سے جواب باصواب پاتا ہے اور اگرچہ وہ احوالِ قبر سے باخبر ہوتا ہے از راہِ دل قبر سے خبریں وصول کرتا ہے کہ اُس کی باطنی دلیل کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ ایسے صاحبِ دعوت فقیر مذکور کا وجود صاف اور قلب طاہر ہوتا ہے۔ اِس قسم کے دعوت خوان فقیر کو قاتل کہتے ہیں کہ وہ نظر و توجہ سے قتل کرتا ہے، اُس کی نظر اور توجہ تیز تلوار کی مانند ہوتی ہے۔ قتال قاتل مرد مذکر فقیر وہ ہے جو سب سے پہلے اپنے موذی نفس

کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قتل کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" موذیوں کو اُن کی ایذا رسانی سے پہلے ہی قتل کر دو۔" اِس قسم کے قاتل فقیر کو اولی الامر سیف اللہ بھی کہتے ہیں جو کبھی تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ (اللہ عزت دیتا ہے جسے چاہے) کے درجے پر ہوتا ہے اور کبھی تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (اللہ ذلیل کرتا ہے جسے چاہے) کے درجے پر ہوتا ہے۔ الغرض! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لئے کرو اور کسی سے بغض رکھو تو بھی اللہ کے لئے رکھو۔" جان لے کہ بعض لوگ دعوت پڑھنے میں خود عامل ہوتے ہیں اور بعض کو کسی عامل کامل اہل دعوت فقیر کی طرف سے دعوت پڑھنے کی رخصت و اجازت ہوتی ہے۔ کامل صاحبِ دعوت وہ ہے جو دعوت پڑھنے میں خود عامل و کامل ہو۔ علاوہ ازیں وہ صاحبِ ریاضت بھی ہو، صاحبِ اجازت بھی ہو، صاحبِ ارادت بھی ہو اور اہل سعادت بھی ہو۔ اگر کوئی چاہے کہ مَیں کفار پر غالب آ جاؤں، اُن کے ملک پر قابض ہو جاؤں اور رافضی بے دینوں کو قیدِ اسلام میں لے آؤں تو اُسے چاہیے کہ کاغذ کے دو پُرزے لے کر ایک پر تین نام نمرود، شداد اور قارون لکھے اور دوسرے پر تین نام فرعون، ہامان اور ابلیس علیہم اللعنت لکھے اور ان دونوں پُرزوں کو اپنے پیروں کے نیچے رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کو اِیصالِ ثواب کی نیت سے دو رکعات نمازِ نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ سورۃ فتح پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ یاسین پڑھے اور سلام کے بعد سجدہ میں یہ دعا پڑھے "اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَ سَلَّمَ " پھر ان دو نوافل کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے اصحابِ پاک کی ارواح کو بخش دے تا کہ اِس ترتیب سے جب وہ دعوت پڑھے تو اُس کا رکا ہوا کام ہو جائے اور وہ بہت جلد اپنے مقصود کو پہنچ جائے، اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کہ کلامِ ربانی کی تاثیر برحق ہے۔ اگر وہ اپنی مطلب براری بہت جلد چاہتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ دو رکعات میں پورا قرآن مجید پڑھے۔ اگر وہ یہ عمل متواتر تین دن تک کرے تو قیامت تک

اُس کا یہ عمل نہیں رُکے گا۔ اِس دعوتِ تیغ برہنہ کو وہ آدمی پڑھ سکتا ہے جسے بارگاہِ الٰہی سے یہ دعوت پڑھنے کا حکم ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اجازت ہو اور محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے رخصت ہو اور وہ اِن صفات سے بھی متصف ہو کہ وہ ظاہر میں مردِ شہسوارِ اہلِ قبور ہو اور باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دائم صاحبِ حضور ہو۔

بیت:۔" مَیں شہسوار ہوں، مَیں شہسوار ہوں، مَیں شہسوار ہوں، تمام غوث و قطب میری زیرِ بار سواریاں ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جب تم اپنے معاملات میں حیران ہو جایا کرو تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔" اگر کوئی بے قوت و ذکرِ اَللّٰہُ سے غافل مردہ دل آدمی اپنے زندہ جسم کے ساتھ کسی زندہ دل و مردہ جسم و زندہ خاک و زندہ شوق ولی اللہ کی قبر پر چلا جائے اور قبر کے پاؤں کی طرف سے یا سر کی طرف سے یا قبر پر سوار ہو کر دعوت پڑھنا شروع کر دے تو وہ اُسی وقت ہلاک ہو جائے گا یا جان بلب ہو کر مر جائے گا یا رجعت کھا کر بیمار یا دیوانہ ہو جائے گا اور اگر کوئی صاحبِ قوت غالب الاولیائ عامل دعوت کسی روحانی کی قبر پر جاتا ہے تو روحانی اُس کے نزدیک محض ایک مردہ ہوتا ہے جو اُس کی دعوت سے عظمت حاصل کرتا ہے اس لئے ایسے باطن صفا صاحبِ قوت دعوت خواں کو اختیار ہے کہ وہ قبر کے جس طرف سے بھی چاہے دعوت پڑھ سکتا ہے خواہ بالا خواہ زیر۔ قبر کی ہم نشینی میں دعوت پڑھنا نہایت ہی دشوار کام ہے، قبر پر دعوت پڑھنے کے لائق وہی ہو سکتا ہے جو اِس کام کا عامل ہو۔ اگر کوئی عامل دعوت پڑھتا ہے تو وہ قبر سے خزائنِ الٰہی حاصل کرتا ہے اور اگر دعوت خواں عامل نہ ہو تو وہ قبر سے بیماری و رنج اُٹھا کر مر جاتا ہے۔

ابیات:۔(1) " سن مَیں تجھے بتاتا ہوں کہ اہلِ یقین صدق فی الدین کی بدولت لاتحف مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔" (2) " اُن کے جسم زیرِ خاک ہوتے ہیں لیکن اُن کی ارواح

بالائے عرش ہوتی ہیں، انہیں اپنے روضے وخانقاہیں بنوانے کی حاجت نہیں ہوتی۔" (3) "اُن کی قبریں گمنام و بے نام ونشان ہوتی ہیں اور وہ اپنے وجود کو بھی لامکان میں لے جاتے ہیں۔" (4)"اولیائے اَللّٰہُ کی قبریں اُن کے جسم وجان کی مانند ہوتی ہیں، اولیائے اَللّٰہُ کو قبروں میں سویا ہوا سمجھو۔" (5) "اِن سونے والوں کو قبروں سے بیدار کر کے اِن سے دوستی کرلو اور اِن سے گفتگو کرو۔"(6) "اُن کے دل لوگوں کے دلوں سے ہم کلام ہوتے ہیں، اُن کی قلبی گفتگو سراسر الہامِ الٰہی پرمبنی ہوتی ہے۔"(7)"اولیائے اَللّٰہُ زبانِ قلب سے ہروقت لوگوں کے دلوں سے ہم کلام رہتے ہیں کیونکہ وہ زیرِ زمین زندہ ہوتے ہیں۔"(8)"مشکل کے وقت اُن کو پکارو تو وہ پل بھر میں مدد کو آ پہنچتے ہیں۔"(9)"جب کوئی عامل مرد ذکر دعوت پڑھتا ہے تو لاکھوں مؤکل فرشتے اُس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں۔"(10) "یہ سیاہ دل اہلِ رجعت لوگ اس بات کو کیا جانیں کہ دعوت پڑھنا لاتحف مرتبے کا عمل ہے جس میں اسرارِ الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔"(11) "اے باھُو! جہان میں اِس سے بہتر اور کوئی عمل نہیں کہ خود پرستی کو چھوڑ کر دیدارِ الٰہی کا شرف حاصل کیا جائے۔"

سب سے پہلے باطن میں بارگاہِ حق کی حضوری اور قرب و وصال نصیب ہوتا ہے اور اُس کے بعد بندہ قبروں پر دعوت پڑھنے کے قابل ہوتا ہے۔ جو آدمی اِس طریق سے دعوت پڑھنا نہیں جانتا وہ دعوتِ قبور سے رجعت کھا کر بیمار و مجنون ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ بعض اولیائے اَللّٰہُ ایسے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ سوئے پڑے ہیں کہ اُن کا ظاہری جسم نیند میں مستِ الست پڑا ہوتا ہے مگر اُن کا باطنی جسم نورِ الٰہی میں ڈھل کر مشاہدۂ نورِ حضور میں غرق ہوتا ہے۔ بعض اولیائے "اَللّٰہُ" ظاہری آنکھیں بند کر کے سوئے پڑے ہوتے ہیں مگر اُن کے دل ذاکرِ قلبی کی طرح بیدار ہوتے ہیں۔ اِس کے برعکس مردہ دل آدمی کے خواب غفلت کے باعث ظاہر باطن میں خراب ہوتے ہیں۔

مزید شرحِ دعوت

جان لے کہ دعوت سات خزائن کی جامع ہے، (1) وہ خزائن جو عرشِ اکبر کے نیچے پائے جاتے ہیں، (2) وہ خزائن جو زیرِ زمین پائے جاتے ہیں جیسا کہ سونے چاندی اور نقدی کے خزائن، (3) وہ خزائن جو روئے زمین پر پائے جاتے ہیں، (4) وہ خزائن جو عقبیٰ میں پائے جاتے ہیں جیسے کہ خزائن بہشت، (5) وہ خزائن جو مقامِ ازل میں پائے جاتے ہیں، (6) ایمان کے وہ خزائن جو ابد میں پائے جاتے ہیں اور (7) معرفتِ مولیٰ کے خزائن۔ یہ ساتوں خزائن اولیائے اَللّٰہ کے مزارات پر دعوتِ قبور پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں لہٰذا دعوت خوان کو مرد مذکر شہسوارِ قبر ہونا چاہیے۔ جان لے کہ فقیر کو رجعت اُس وقت پیش آتی ہے جب وہ مولیٰ کو چھوڑ کر غیر کی طرف رجوع کرتا ہے، اہل علم کو رجعت اُس وقت پیش آتی ہے جب وہ علم کے خلاف عمل کرتا ہے، اہل دنیا کو رجعت بخل کی وجہ سے ہوتی ہے، جاہل کو رجعت شرک کی وجہ سے پیش آتی ہے اور بادشاہ کو رجعت بے عدل و بے اِنصاف ہونے سے پیش آتی ہے۔ صاحبِ دعوت فقیر وہ ہے جو اس قسم کی ہر چھوٹی بڑی رجعت کو ایک ہی نظر سے دفع کر دے۔ جان لے کہ اولیائے "اَللّٰہ" کے مزارات پر دعوت وہ آدمی پڑھ سکتا ہے جو دعوتِ قبور کے اِن مراتب تک پہنچ چکا ہو کیونکہ اولیائے "اَللّٰہ" کی قبر شیر کی مثل ہوتی ہے اِس لئے قبر پر وہ آدمی سوار ہو سکتا ہے جو نر شیر کا شہسوار ہو۔ اولیائے اَللّٰہ کی قبر کوہِ طور کی مثل ہوتی ہے اِس لئے اولیائے "اَللّٰہ" کی قبر پر وہ آدمی سوار ہو سکتا ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی طرح صاحبِ حضور ہو۔ اولیائے اَللّٰہ کی قبر آگ کی مثل ہوتی ہے، اِس آگ میں وہ آدمی کود سکتا ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح جان نثار ہو۔ جان لے کہ ایک طرف آگ ہو اور دوسری طرف قبر ہو تو آگ پر قدم رکھ دے مگر قبر پر قدم مت رکھ۔ دعوتِ قبور پڑھنے کا عمل تین مواقع پر کیا جانا چاہیے، ایک یہ کہ جب بادشاہِ اسلام کفار سے جہاد کر رہا ہو، دوسرے وہاں

کہ جہاں ملحدوں کا غلبہ ہو اور تیسرے وہاں کہ جہاں اِسلام کی عزت محفوظ نہ ہو - اِن تین وجوہات کی بنا پر قبور اولیا پر سوار ہو کر آیاتِ قرآن کی دعوت پڑھنا روا ہے لیکن قبر پر سوار ہو کر اُس پر دعوت پڑھنا آسان کام نہیں ہے کہ یہ جان نثاری کا کام ہے اور جان نثار کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" بے شک اولیائے اَللّٰہُ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" موت ایک پل ہے جو محبّ کو محبوب سے ملاتا ہے۔" اولیائے اَللّٰہُ کے لئے زندگی سراسر ہجر و فراق ہے اور موت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری و ملاقات ہے - اگر اولیائے اَللّٰہُ دنیا ہی میں اپنے باطنی مراتب کو دیکھ لیں تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا پیٹ چاک کر ڈالیں اور اگر اہل دنیا اپنے باطنی مراتب کے احوال دیکھ لیں تو عمر بھر اسمِ "اَللّٰہُ" کے علاوہ کوئی لفظ منہ سے نہ نکالیں اور دنیا سے اُن کے دل اِس قدر سرد ہو جائیں کہ موت کو قبول کر لیں مگر دنیا کو قبول نہ کریں کیونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ ہے۔ دنیا اللہ کی دشمن ہے۔ اگر کوئی دنیا کو اللہ کے دوستوں کے گھر میں لاتا ہے تو اَللّٰہُ کے دوست اُسے بھی اَللّٰہُ کا دشمن سمجھتے ہیں اور درم دنیا کو پسند نہیں کرتے۔ اَللّٰہُ بس ما سوئی اَللّٰہُ ہوس۔

ابیات :-(1) "باھُو ایک ہی نقطے کے اِضافے سے یاھُو بن جاتا ہے لہٰذا باھُو رات دن یاھُو کے ذکر میں غرق رہتا ہے۔" (2) "باھُو کی زبان پر ہر وقت اسمِ ھُوْ کا ورد جاری رہتا ہے جو ایک ننگی تلوار ہے، باھُو اِس تلوار سے ہر وقت نفس کافر کو قتل کرتا رہتا ہے۔" (3) "اسمِ یاھُو نے باھُو کا راہنما و پیشوا بن کر اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف کر دیا ہے۔"

ہر دم ذکر فکر کی ترتیب سے اگر دعوتِ باطن پڑھی جائے تو باطن کی خاص الخاص مطلق راہ کھل جاتی ہے جس سے دل بیدار ہو کر طلبِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ایسی دعوت کو

دعوتِ غرق یا دعوتِ جذب کہتے ہیں۔ اِس دعوت میں اسمِ اَللّٰہُ کے حروف سے نورِ ذات کی تجلیات قطراتِ بارش کی مانند برستی ہیں۔ تجلیات کی یہ بارش اسمِ " اَللّٰہُ " کے حرف " ا " حرف " ل " حرف " لِ دوم " اور حرف " ہ " سے برستی ہے۔ حروفِ اسمِ اَللّٰہُ سے پھوٹنے والی یہ تجلی دیکھ کر چشمِ دل عین الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے اور چشمِ ظاہر کو علم الیقین کی حد تک معرفتِ الٰہی نصیب ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اس یقین سے بے یقین ہو جاتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ حروفِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی اس تجلی کی تحقیق طریق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کی جائے کہ نورِ اَللّٰہُ کی اس تجلی کی باریدگی کے وقت جن اور شیاطین بھی کثیر تعداد میں راہزنی کی غرض سے اُس کے اردگرد ناری تجلیات کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ذاکر کو بدعت و شرک و استدراج میں مبتلا کرتے ہیں۔ اِس مقام پر ذاکر کو خبردار و ہوشیار رہنا چاہیے۔ اِن احوال و مقامات سے نمٹنے کے لئے ایک نہایت ہی باخبر مرشد دستگیر ہونا چاہیے جو اِن مقامات کی ہر زیر و زبر کی گمراہی سے آدمی کو نکال کر تصورِ اسمِ "اَللّٰہُ" ذات کی لازوال توفیق بخشے۔ یہ متاعِ نیک جس دوکان سے بھی ملے اِسے مت چھوڑ اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابتدا سے انتہا تک زیرِ عمل رکھ کہ یہی دین کی بنیاد ہے۔ دعوتِ ریاضت اور چیز ہے اور دعوتِ راز اور چیز ہے۔

بیت:۔ " دعوتِ دم نوش جب رواں ہو جاتی ہے تو تیز دھار تلوار کی طرح کاٹ کرتی ہے، یہ تیز اثر دعوت اہلِ دعوت کے دل سے اُبھرتی ہے۔"

اس قسم کی تیغِ برہنہ دعوت مردہ نفس و زندہ قلب و جان اولیائے "اَللّٰہُ" کی قبر کی ہم نشینی میں قرآن خوانی سے تعلق رکھتی ہے۔ جب کوئی کامل فقیر اس قسم کی جان گیر دعوت پڑھنا شروع کرتا ہے تو بے شک کل و جز کی تمام مخلوق، تمام انبیا و اولیا، کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " پڑھنے والے تمام اہلِ اسلام کی ارواح، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اصحابِ کبار، اصحابِ صفہ، اصحابِ بدر، اصحابِ اہلِ مدینہ اور اصحابِ عرب و عجم پر مشتمل لگ

بھگ ایک لاکھ تیرہ ہزار اصحابہ کرام حاضر ہو جاتے ہیں اور تمام موکل فرشتے اور حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیائے کرام کی ارواح اور اٹھارہ ہزار عالم کے جملہ جن و انس، عرشِ اکبر، کعبۃ اللہ اور زمین و آسمان کے تمام طبقات جنبش میں آکر صاحبِ دعوت کی قید میں آجاتے ہیں۔ جب تک وہ دعوت پڑھنا ختم نہیں کرتا اہلِ خاص خلاصی نہیں پاتے۔ اِس دعوت سے سخت تر دعوت اور کوئی نہیں۔ اگر کوئی متواتر گیارہ دن تک ہر روز یہ دعوت پڑھے تو بے شک یہ اپنا اثر دکھائے گی اور اَللّٰہُ کی عزت کی قسم فرشتے اُس ملک و ولایت کی زمین کو ہلا کر رکھ دیں یا اُلٹ کر تہس نہس کر دیں چاہے اُس ملک و ولایت و زمین و شہر کے باسی انبیا و اولیا کی مثل ہی کیوں نہ ہوں۔ دعوت خواں اِس دعوت کو ایک رات پڑھے یا دوسری رات پڑھے اور اگر اُس کا کام سخت و دشوار تر ہو تو تیسری رات بھی پڑھ لے۔ اگر وہ اِس سے زیادہ دنوں تک پڑھے تو اُس کے اِس عمل کا اثر قیامت تک ختم نہیں ہوگا۔ جو آدمی دعوتِ دعائے سیفی سیف اللہ اور دعوتِ کلام اللہ کی اِس تاثیر پر شک کرتا ہے وہ مطلق کافر ہے کہ دعوتِ کلامِ ربانی برحق ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرح پارہ کسی عامل کامل کیمیا گر کے بغیر کشتہ نہیں ہوتا نہ خاکستر و نابود ہو کر کھانے کے قابل بنتا ہے اور نہ ہی سونا بنتا ہے اُسی طرح عمل دعوت بھی مرشدِ کامل کی اِجازت اور اولیائے اَللّٰہُ کی قبر کی ہم نشینی کے بغیر نہ تو کارگر ہوتا ہے نہ رجعت سے محفوظ ہوتا ہے اور نہ ہی رواں ہوتا ہے۔ صاحبِ دعوت عامل کامل کے لئے صاحبِ اکسیر کو قید کر کے اپنے تابع کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ کہ علمِ اکسیر سے علمِ تکسیر برتر ہے۔ فرمایا گیا ہے:۔ "علمِ تکسیر (علمِ دعوتِ قبور) افضل ہے علمِ اکسیر (علمِ کیمیا) سے۔" جو آدمی ایسی دعوت پڑھنے میں عامل کامل ہو جاتا ہے وہ بظاہر خواہ محتاج ہی نظر آئے لیکن اُس کا دل لایحتاج ہوتا ہے۔

بیت:۔ "وہ دربدر بھیک مانگ کر نفس کو رسوا کرتا ہے تاکہ اُس کا نفس رضائے الٰہی کے تابع رہے۔"

آدمی کو معرفتِ الٰہی قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ اولیائے اَللّٰہُ کی قبر کی ہم نشینی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اُس کی ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ باطن میں انبیا و اولیائے اَللّٰہُ کی ارواح سے مجلس و ملاقات اور دست مصافحہ کا شرف بھی قرآن مجید اور اولیائے اَللّٰہُ کی قبر سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح " قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ " کا مرتبہ بھی قرآن مجید اور اولیائے اَللّٰہُ کی قبر سے حاصل ہوتا ہے۔ روحانیوں کو حاضر کرنے کی قوت اور اسمِ اعظم بھی قرآن مجید اور اولیائے اَللّٰہُ کی قبر سے حاصل ہوتا ہے۔ الہام وغرقِ وحدانیت کا مرتبہ اور ذکر فکر مذکور حضور کی روانی بھی اولیا کی قبر کی معیت میں قرآن خوانی سے حاصل ہوتی ہے۔ علمِ فیض اللہ علمِ لدنی، معرفتِ الٰہی اور تمام کسبی رسمی علوم بھی اولیا کی قبر کی معیت میں قرآن پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ملک سلیمانی کا مکمل قبضہ، ظاہر و باطن کے ہر مقام کا تصرف اور دنیا میں عالمگیر بادشاہی کا غلبہ بھی اولیا کی قبر کی ہم نشینی میں قرآن پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ عالم عامل کامل لایحتاج عارف باللہ فقیر کا مرتبہ بھی اولیا کی قبر کی ہم نشینی میں قرآن پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے لیکن یہ سب کچھ تب ہوتا ہے جب اس دعوت کے پڑھنے کے لیے حکم و اجازت دینے والا کوئی شہسوار قبر مرشدِ کامل ہو جو ظاہر باطن کے ہر طریق سے باخبر اور نفس پر امیر ہو۔ یہ مرتبہ اُس ولی اللہ فقیر کو حاصل ہوتا ہے جس کا باطن صاف ہو۔ منتہی صاحب دعوت کے اردگرد چار لشکر ہر وقت موجود رہتے ہیں جو اُس کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ اُن لشکروں کو چشمِ ظاہر سے نہیں دیکھتا تاہم کوئی لشکر بھی اُسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا۔ وہ چار لشکر یہ ہیں، (1) سرورِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اُن کے اصحاب کبارؓ اور جملہ دیگر اصحابِ کرامؓ کی ارواح پاک کا لشکر، (2) شہداء کی ارواح کا لشکر، جملہ امامین شہیدین شریفین ابی محمد الحسن وابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ارواح کا لشکر، (3) موکل فرشتوں کا لشکر اور (4) عالمِ غیب کے جنوں اور دیگر صاحب دعوت اولیائے کرام کا لشکر۔ یہ تمام لشکر ہر قسم کے اسلحہ مثلاً تلوار، تیر، برچھا، نیزہ،

کلہاڑی اور بندوق وغیرہ سے لیس ہوتے ہیں۔جب یہ جذب وغضب وقہر وغصہ میں آکر صاحبِ دعوت کے دشمن پر غیب الغیب سے وار کرتے ہیں تو اُسے شدید زخمی کر دیتے ہیں اور وہ درد سے مغلوب ہو کر مر جاتا ہے لیکن فقیر کو چاہیے کہ وہ خیر طلب اور خدا ترس ہو، خود تکلیف اُٹھائے لیکن کسی اور کو دکھ نہ دے کہ بندہ جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو اپنے بھائی کی راہ میں کنواں کھودتا ہے وہ خود اُس میں گرتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"محبت بھی اللہ کے لئے ہو اور عداوت بھی اللہ کے لئے ہو۔"جو آدمی اللہ کے دوستوں کو ستاتا ہے بے شک وہ دونوں جہان میں خراب ہوتا ہے۔بعض آدمی اہل دنیا پر غلبہ کے لئے دعوت پڑھتے ہیں لیکن وہ دعوت کا مطلب تک نہیں جانتے جیسا کہ کئی آدمی سانپ پر منتر پڑھ کر اُسے اپنا قیدی بنا لیتے ہیں حالانکہ اُن کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ منتر پڑھ کر اُس درندے کو پکڑ لیں۔ایسے لوگوں کو اولیائے اللہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تو محض منتر باز ہیں۔جو لوگ کلامِ پاک کو رجوعاتِ خلق کی خاطر پڑھتے ہیں اُن کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ خلقِ خدا مسخر ہو جائے اور وہ اُس سے درم و دینار کمائیں اور لوگوں سے نذر و نیاز وصول کریں۔وہ اپنا رزق اسی طرح حاصل کرتے ہیں اور اپنے رزق کا وسیلہ اسی کو سمجھتے ہیں اور خدائے عزوجل پر اعتبار و توکل نہیں کرتے۔ایسے لوگ سراسر شرک وریا میں مبتلا ہیں۔میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس گمراہ فرقہ سے محفوظ رکھے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" میری آیات کو معمولی قیمت پر مت بیچو۔"اگر نیک بختی کا انحصار تصرفِ دنیا پر ہوتا تو طالع فرعون طالع موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ نیک بخت ہوتا۔پس نیک بخت وہ ہے جو عمر بھر معرفتِ راز اور عباداتِ نماز جیسی طاعتِ ظاہر و باطن میں مشغول رہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اے نبی! آپ فرما دیں متاعِ دنیا بہت قلیل ہے۔" درم و دینار کوئی بخیل ہی جمع کرتا ہے۔فرد:۔

"جو آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکھڑے پر فدا ہو گیا وہ مراتب اولیا پر پہنچ گیا۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "جو اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرا وہ ہلاک ہو گیا-" کامل دعوت کو زکوٰۃ ونصاب، دور مدورو بذل وختم، شناختِ وقت، جائے قیام، رجعت، عدد، حسابِ نیک وبد اور اجتنابِ گوشتِ حیواناتِ جلالی و جمالی کی کیا ضرورت ہے کہ ان سب کا شمار تو وسوسہ وخطرات ورجعت میں ہوتا ہے جو ناقصوں کو پیش آتے ہیں کہ اُن کی حاجات کا مقصد ومحور اللہ تعالیٰ کی ذات یا نام نہیں ہوتا بلکہ وہ جو کچھ پڑھتے ہیں مخلوق کی تسخیر اور درم و دینار جمع کرنے کی خاطر پڑھتے ہیں-

ابیات:- (1) "ناقص ہمیشہ دائرہ وعدد وحساب و برج وستاروں کے اکتساب سے مؤکلات کو مسخر کرنے میں کوشاں رہتے ہیں-" (2) "بہتر تو یہ ہے کہ تُو رازِ حق تک پہنچنے کی کوشش کرتا کہ تجھے آوازِ کن تک رسائی حاصل ہو-" (3) "کن کی حقیقت سے آشنا ہو کر دل کو دریا بنا لے اور دُرِّ دم کی لہروں پر حباب کی مانند تیرنا سیکھ-" (4) "بحرِ دم کی موجوں سے موتی نکالنا سیکھ کہ موجِ دم کا موتی تجھے مل گیا تو تُو یکتا بخدا ہو جائے گا-"

جان لے کہ ذکر فکر، مراقبہ محاسبہ مکاشفہ اور خلوتِ حجرہ سے اکتساب کرنا خام و ناقص لوگوں کا مرتبہ ہے کہ حجرہ و خلوتِ دل بہتر ہے حجرہ و خلوتِ خاک سے کہ حجرۂ خاک دل کے حجرے سے کمتر ہے- جس نے بھی رازِ حق کو پایا دل ہی سے پایا اور جس نے دل سے رازِ حق کہ پالیا اُس نے خود کو حجرہ و خلوتِ خاک سے آزاد کرا لیا- یوں جانیے کہ حجرۂ خاک میں خلوت نشین ہو کر چالیس روز کا چلہ کاٹنا مطلق جہالت بلکہ شرک و کفر ہے کہ ایسے چلہ کش کہا کرتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ چلہ و حجرہ و خلوت سے حاصل ہوا ہے- وہ ایسا کہتے وقت اللہ کے نام کو درمیان میں لاتے ہی نہیں- اِسی سبب سے حجرہ و خلوت نشینی محض استدراج ہے- اِس سے بہتر اور کوئی رویہ نہیں کہ ظاہر کو سنت طریقہ سے باجماعت نمازِ شریعت میں مشغول رکھا جائے اور باطن کو قوتِ طریقت وحقیقت ومعرفت میں غرق رکھا جائے- ظاہر کو مخلوق کے ساتھ رکھا جائے اور باطن

کو خالق کے ساتھ لیکن مرشد بھی چار ہونے چاہییں یعنی مرشدِ شریعت، مرشدِ طریقت، مرشدِ حقیقت اور مرشدِ معرفت -اگر ایک ہی مرشد سے ہر مقام کھل جائے اور اُس سے بندہ یکتا بخدا ہو جائے تو اللہ بس ماسوئی اللہ ہوس-یہی وہ تمامیتِ معرفتِ الٰہی اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ ہے جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گامزن رہے ہیں-

بیت:-" اگر اُسے دیکھوں تو جان جاتی ہے، اگر جان جائے تو اُسے کیوں کر دیکھوں؟ حیران ہوں کہ اُسے دیکھوں یا جان دے دوں-"

راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہدۂ انوارِ ذات کی راہ ہے نہ کہ خلق میں شہرت و ہرزہ سرائی کی راہ کیونکہ شہرت و ناموری کی راہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دور ہے کہ اُس میں کرامت و شہرت تو ہے مگر ذاتِ حق سے نادانی ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" اس کے بعد تم مرو گے، پھر قیامت کے دن زندہ کیے جاؤ گے-" تصورِ اسمِ اَللّٰہُ میں مشغول رہو تا کہ تمہارا شمار ذاکر عارفوں میں ہو کہ ذاکر عارف قبروں سے اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر کرتے ہوئے اُٹھیں گے اور ذکرِ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی برکت سے حساب و عذاب کے بغیر بہشت میں داخل ہوں گے-

مزید ترتیبِ دعوت خوانی

جان لے کہ آدمی کو سب سے پہلے علمِ دعوت حاصل کرنا چاہیے۔ علمِ دعوت کو علمِ تکسیر بھی کہتے ہیں۔ جو آدمی علمِ تکسیر کا عامل ہو جاتا ہے وہ رجعت و زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ علمِ تکسیر سے چار علوم کھلتے ہیں، علمِ تفسیر، علمِ اکسیر، علمِ تاثیر اور چوتھا علمِ قلب یعنی علمِ کلیہ تزکیہ وتصفیہ وتجلیہ وتخلیہ روشن ضمیر۔ یہ کیمیا نظیر مرتبہ ہے جس میں نظر سے مردہ دلوں کو زندہ کیا جاتا ہے۔ جب دل زندہ ہو جاتا ہے تو بلند آواز سے اَللّٰہُ اَللّٰہُ پکارنے لگتا ہے۔ کیمیا نظر اُسے کہتے ہیں جو ایک ہی نظر سے جاہل کو وہ علم بخش دے کہ جس سے اُس پر تمام علوم منکشف ہو جائیں۔ مصنف کہتا ہے کہ ایسا صاحبِ نظر بھی کیمیا نظر نہیں۔ کیمیا نظر وہ ہے جو دل کو زندہ کر دے اور نفس کو مار دے، دل کو مار دے اور روح کو زندہ کر دے کہ روح جب زندہ ہو جاتی ہے تو مرتی نہیں بلکہ نورِ ذکر اَللّٰہُ سے نور بن کر زندہ رہتی ہے۔ جو آدمی نورِ ذکر اَللّٰہُ میں پہنچ جاتا ہے وہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں غرق ہو کر نورِ مطلق بن جاتا ہے یعنی وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی میں محو رہتا ہے چنانچہ وہ سنت کو زندہ کرتا ہے اور بدعت کو مٹاتا ہے۔ اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راز کے علاوہ اور کوئی چیز پسند نہیں آتی۔ اِس راہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ راہ کہا گیا ہے کہ اس پر چل کر بندہ معرفتِ نورِ خدائے عزوجل کے مراتب تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی فقرِ خداوندی کا مرتبہ ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "علما کو میرے سینے سے پیدا کیا گیا ہے، سادات کو میری صلب سے پیدا کیا گیا ہے اور فقرا کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔" یہ آیت مبارکہ بھی اِسی بارے میں ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اے نبی! آپ اُن لوگوں میں بیٹھا کریں جو صبح وشام اپنے ربّ کو پکارتے

رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کا دیدار کر لیں، انہیں چھوڑ کر آپ کی نظر کسی اور طرف نہ اُٹھے، کیا آپ زینتِ دنیا چاہیں گے؟ آپ اُس شخص کے کہنے میں مت آئیں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے بیگانہ کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے، اُس کا کام تو حد سے بڑھ گیا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"الٰہی! مجھے مظلوم بنا دے مگر ظالم نہ بنا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"الٰہی مجھے زندگی میں مسکین بنا کے رکھ، مجھے موت بھی مسکینوں والی دے اور میرا حشر بھی مسکینوں کے زمرے میں کر۔" مسکین اُسے کہتے ہیں جو اپنی ملکیت میں سوائے اسمِ اَللّٰہُ کے اور کچھ نہیں رکھتا یا اُس کی ملکیت صرف وہی جگہ ہوتی ہے جہاں وہ بیٹھ رہتا ہے۔ پس مسکین عارف باللہ فقیر کو کہتے ہیں اور اولیائے اَللّٰہُ اُس مفلس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی امان میں آ چکا ہو۔ حلال پر حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔ پس اولیائے "اَللّٰہُ" مفلس ہیں کہ انہیں کوئی شمار میں لاتا ہے نہ کوئی انہیں کچھ دیتا ہے اور نہ ہی وہ آخرت میں حساب گاہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"بے شک اولیائے اَللّٰہُ پر کوئی خوف ہے نہ غم۔" اولیائے اَللّٰہُ کو اِن احوال سے پہچانا جا سکتا ہے کہ اُن کا شمار اُن لوگوں میں سرفہرست ہوتا ہے جو ہر وقت معیتِ حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں اور عبادتِ ظاہری کے حوالے سے اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اُن کے سر سجدے میں رہتے ہیں، تن طاعت میں مصروف رہتے ہیں، زبان ثناخوانی میں محو رہتی ہے، دل ذکرِ اَللّٰہُ میں مشغول رہتے ہیں، روح فکرِ فیض میں لگی رہتی ہے جیسے کہ فیضِ آفتاب، ہاتھ سخاوت میں مصروف رہتے ہیں جیسے کہ سخاوتِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آنکھیں مشاہدۂ معرفتِ الٰہی میں غرق رہتی ہیں، قدم مومن بھائیوں کی زیارت کے لئے اُٹھتے ہیں، کمر امر معروف کے نفاذ پر کسی رہتی ہے اور کان کلامِ الٰہی سننے کی طرف مائل رہتے ہیں۔ پس اولیائے اَللّٰہُ عارف باللہ سرود و نغمہ و مطرب و حسن پرستی کے سخت خلاف ہوتے ہیں کہ ان ناشائستہ و نالائق چیزوں کی اُن کے وجود میں گنجائش ہی نہیں ہوتی۔

رباعی:- "طلبِ مولیٰ کے سوا میرے دل میں کسی اور چیز کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ طلبِ مولیٰ کے علاوہ تجھے بھی جو چیز نظر آئے وہ تیرے لئے راہزن ہے۔ نغمہ سُرود کا تعلق نفس وھوا سے ہے، جو لوگ نغمہ سُرود کے طالب ہوئے وہ خدا سے دور ہو گئے۔"

جو آدمی گناہوں سے باز نہیں آتا اور نہ وہ گناہوں سے پشیمان و تائب ہوتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اُس پر نفس غالب ہے، اُس کا علاج یہ ہے کہ وہ ہر روز اسمِ اعظم کا وِرد کرے اور دل میں تفکرِ ذکر کرے تاکہ لذتِ اسمِ اعظم اور غلباتِ ذکر سے نفس معدوم ہو جائے، اِس کے بعد وہ عمر بھر گناہ نہیں کرے گا۔ جس آدمی پر راہِ معرفت بند ہو جائے یا اُس پر راہِ معرفت نہ کھلے اور ہر ذکر و عبادت سے اُسے حجابات لاحق ہوں تو اُس کا علاج یہ ہے کہ وہ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ کرے یا اپنی زبان سے "یا بدوح" کا وِرد کرے تاکہ اُس پر کشائش ہو اور وہ اپنے حال پر قائم رہ کر وصالِ معرفت سے بہرہ ور ہو جائے اور اُس کا مرتبہ کسی کے وہم و فہم میں نہ آ سکے۔ جس کی دعوت رواں نہ ہو اور دعوت پڑھنے سے رجعت کا شکار ہو جائے تو اُس کا علاج یہ ہے کہ وہ آدھی رات کو صحرا میں نکل جائے اور دریا کے کنارے دوگانہ پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کو بخش دے اور حروفِ اعظم "محمد" یا اسمِ محمد کا چند مرتبہ وِرد کرے تاکہ اُس کے دل کی سیاہی دور ہو اور موکل جنوں اور اہلِ اسلام کی مقدس ارواح سے باطن میں دست مصافحہ کرے اور اُن سے اپنا مطلب حاصل کرے اور اُس کا نفس تابع ہو جائے۔

فرد:- "جس دل پر نفس کا غلبہ ہو جائے اُس کی حالت مت پوچھ کہ جس شہر کا کوتوال ہی ظلم پر اُتر آئے اُس شہر میں خرابی کا کیا حال ہوگا؟"

تین مقامات سے دست بردار ہونا بہت مشکل ہے، (۱) مقامِ دنیا سے تارک فارغ ہونا۔ یہ ایسے ہی مشکل ہے جیسے کہ کافر کے لئے کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرنا۔ (۲) اہلِ کشف کے لئے مقامِ کشف سے دست بردار ہونا کہ وہ رجوعاتِ خلق کا شکار

ہو کر کثرتِ دنیا کی طلب میں لوگوں کے ساتھ اخلاص سے پیش آتے ہیں، یہ مقامِ طریقت ہے اور طریقت میں نفس کے لئے شہرت و ناموری کی آسائش پائی جاتی ہے، اِس آسائش کو چھوڑ کر مقامِ حقیقت و معرفت میں پہنچنا بہت مشکل ہے کیونکہ اہل طریقت خود کو اہل حضور سمجھ بیٹھتے ہیں۔ بھلا مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر حضوریٔ حقیقت و معرفت تک کہاں پہنچا جا سکتا ہے؟ (۳) طالبِ خام کے لئے دعوت پڑھنا مشکل ہے کہ مؤکلات کی تسخیر کے لئے دعوت پڑھنے سے بعض لوگ دیوانے ہو جاتے ہیں، بعض پریشان ہو جاتے ہیں، بعض ہر وقت سیر و سفر کی سرگردانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بعض اہل بدعت و شراب نوش اور تارکِ نماز ہو جاتے ہیں اور جنوں و غیب عالم کا شکار ہو کر خراب ہوتے ہیں اور بعض فقر و فاقہ کی صعوبتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" میں منہ کے بل گرانے والے فقر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" فقر دونوں جہان کی روسیاہی ہے۔" بعض کو دعوت پڑھنے سے تمامیتِ دنیا حاصل ہو جاتی ہے اور ظاہر باطن کے تمام خزانے اُن کے تصرف میں آ جاتے ہیں۔ یہ بھی دعوت سے رجعت کھا جانے والے لوگ ہیں کہ تمامیتِ دنیا کا مرتبہ فرعون کا مرتبہ ہے جس سے وہ خود پسندی و شرک میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کبھی کسی مفلس نے دعویٰ نہیں کیا کہ " میں تمہارا ربِ اعلیٰ ہوں۔" علمِ دعوت ایک نہایت ہی گہرا دریا ہے۔ دعوت پڑھنے کے لائق کوئی صاحبِ توفیق ولی اللہ ہی ہو سکتا ہے۔ ایسے صاحبِ توفیق ولی اللہ کو چاہیے کہ وہ اپنی توجہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے حروف پر رکھے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ایک ہی حرف کے تصور سے بندہ بے خود ہو کر تحقیق کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے اور مشاہدۂ تحقیق سے اسرارِ باطن اُس پر کھل جاتے ہیں یا اُس ایک حرف کے تصور سے اُس کے دل میں قوتِ الہام پیدا ہو جاتی ہے اور وہ حرف اسمِ اعظم بن جاتا ہے۔ جان لے کہ عرشِ الٰہی کے اردگرد تمیں عدد حروف لکھے ہوئے ہیں۔ ان تمیں حروف کے اندر تمیں ہزار علوم سمائے ہوئے ہیں جن سے سوائے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کوئی واقف ہے نہ ہوگا۔ علمِ کشف، علمِ معرفت اور علمِ لدنی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس کی اجازت نہ دیں۔ عرشِ اکبر کے اِن حروف کا مطالعہ کرنے پر اگر کسی پر ایک ہی حرف ''ا'' کا علم منکشف ہوجائے تو اُس سے نادانی کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور اُس کی ظاہری و باطنی آنکھیں کھل کر روشن ہوجاتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اِن تیس حروف کے دائرۂ حاضراتِ روحانیات کو تصور و تصرف میں لایا جائے کہ کل و جز کے جملہ مقاماتِ کشف و کرامات اور مقاماتِ ذات وصفات اِنہی حروف کی طے میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تیس حروف تیس چابیاں ہیں جنہیں چند صاحبِ خزائن ہی جانتے ہیں۔ جسے یہ راہ نصیب نہیں وہ اہلِ تقلید ہے جو اِس راہ سے بہت دور ہے۔ بے نصیبوں کا نصیب اِنہی تیس حروف کے علم سے کھلتا ہے۔ جو آدمی اِس علم کا مطالعہ دن رات کرتا ہے وہ گویا لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے والا غرق فی اللہ ہوجاتا ہے اور صاحبِ غرق فی اللہ فقیر عارف باللہ ہوتا ہے جس کا مرتبہ کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا کہ اِس مرتبہ کی حد ہے نہ حساب کہ یہ '' لِیْ مَعَ اللّٰہِ '' کا مرتبہ ہے۔

بیت:۔''فرشتہ اگرچہ بارگاہِ حق کا قرب رکھتا ہے مگر وہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ کے مرتبے پر تو نہیں پہنچ سکتا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''معیتِ حق تعالیٰ میں میرا ایک مقام ایسا بھی ہے کہ جہاں کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔'' تو ظاہر و باطن میں جو علم بھی پڑھے اُس کا تعلق علمِ منطق و معانی سے ہو یا علمِ معرفتِ ربانی سے سب اِنہی تیس حروف کے تصور و تصرف میں پایا جاتا ہے۔ کوئی چیز بھی ان تیس حروف کے علم سے باہر نہیں لیکن اس کے لئے اُستاد ایسا مرشد کامل ہونا چاہیے جسے سورۃ مزمل پڑھنے پر عبور حاصل ہو کہ سورۃ مزمل پڑھنے والا دونوں جہان میں کامل و مکمل ہوجاتا ہے۔

ان تیس حروف کا دائرہ یہ ہے:-

تصرف تکسیر ا تصور حاضرات	تصرف تکسیر ب تصور حاضرات	تصرف تکسیر ت تصور حاضرات	تصرف تکسیر ث تصور حاضرات	تصرف تکسیر ج تصور حاضرات	تصرف تکسیر ح تصور حاضرات
تصرف تکسیر خ تصور حاضرات	تصرف تکسیر د تصور حاضرات	تصرف تکسیر ذ تصور حاضرات	تصرف تکسیر ر تصور حاضرات	تصرف تکسیر ز تصور حاضرات	تصرف تکسیر س تصور حاضرات
تصرف تکسیر ش تصور حاضرات	تصرف تکسیر ص تصور حاضرات	تصرف تکسیر ض تصور حاضرات	تصرف تکسیر ط تصور حاضرات	تصرف تکسیر ظ تصور حاضرات	تصرف تکسیر ع تصور حاضرات
تصرف تکسیر غ تصور حاضرات	تصرف تکسیر ف تصور حاضرات	تصرف تکسیر ق تصور حاضرات	تصرف تکسیر ک تصور حاضرات	تصرف تکسیر ل تصور حاضرات	تصرف تکسیر م تصور حاضرات
تصرف تکسیر ن تصور حاضرات	تصرف تکسیر و تصور حاضرات	تصرف تکسیر ہ تصور حاضرات	تصرف تکسیر لا تصور حاضرات	تصرف تکسیر ء تصور حاضرات	تصرف تکسیر ی تصور حاضرات

عرشِ اکبر کے اردگرد لکھے ہوئے یہ تیس حروف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائمی ورد میں شامل تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم و اجازت کے بغیر نہ تو یہ رواں ہوتے ہیں نہ زیرِ عمل آتے ہیں اور نہ ہی تاثیر کرتے ہیں۔ البتہ چار طریق سے یہ رواں ہو جاتے ہیں ایک یہ کہ ان میں سے آٹھ حروف تلوار کی مثل ہیں جن کے عمل سے کسی ملک کے بادشاہ کو قید کیا جا سکتا ہے، یہ ظلِ الٰہی کا مرتبہ ہے۔ آٹھ حروف معرفت و توحیدِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں، ان کا تعلق مراتب عارف باللہ اہل اللہ سے ہے۔ آٹھ حروف اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی خزانوں کی چابیاں ہیں۔ خزائنِ الٰہی کی یہ چابیاں کسی صاحبِ نظر ولی اللہ فقیر کے حوالے کی جاتی ہیں اور آٹھ حروف وہ ہیں

کہ جن سے موکلان وجنونیت وخاکیانِ اہلِ اسلام کی مقدس ارواح کو قید کرنے کے لئے یا ہر قسم کے علوم کی کشائش کے لئے یا درجاتِ دنیا میں ترقی کے لئے دعوت پڑھی جاتی ہے۔ یہ عابدوں اورزاہدوں کا مرتبہ ہے۔ جو مرشد خواب یا مراقبے کے اندر طالب اللہ کو عرشِ اکبر پر لے جا کر ان تمام حروف کی لوح کا مطالعہ نہیں کراتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کو زیرِ عمل لانے کی رخصت واجازت نہیں دلواتا اور اُس کے تمام مطالب پہلے ہی روز پورے نہیں کراتا اُسے مرشدِ کامل نہیں کہا جا سکتا کہ مرشد بننا کوئی آسان کام نہیں۔ مرشدی وطالبی میں تو اسرارِ عظیم پائے جاتے ہیں۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ جان لے کہ یہ تیس حروف چار اقسام میں منقسم ہیں، سات حروف قرآن مجید کی ظاہری تفسیر کے علم میں کشائش کے لئے ہیں، سات حروف علمِ دعوتِ تکسیر کے لئے ہیں اور نو (9) حروف علمِ کیمیائے اکسیر کے لئے ہیں۔ جب کوئی آدمی ان نو حروف کو پڑھتا ہے تو موکل حاضر ہو کر آواز دیتے ہیں اور کیمیا گری کی صحیح ترکیب بتا دیتے ہیں جس میں کبھی کوئی ناکامی نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ تو آسان ہے مگر دنیائے فانی بے اعتبار ہے کہ محض ایک دن رات کی پونجی ہے لیکن لوگ ہیں کہ اسی کی ہوس میں مبتلا رہتے ہیں اور تلاشِ کیمیا میں سرگرداں رہتے ہیں مگر اپنے مطلب تک نہیں پہنچ پاتے اور نہ ہی اپنا ایمان سلامت لے جاتے ہیں۔ تُو اپنے مولیٰ کو طلب کر کہ کلیہ مقصود یہی ہے۔ جو کوئی اپنے مولیٰ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کا طالب بنتا ہے وہ اُس میں مجنون ومحجوب ومجذوب ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ دعوت پڑھنے کی دیگر ترتیب یہ ہے کہ صاحبِ دعوت اُس ویرانے میں چلا جائے جہاں کی ریت پاک ہو، اُس پاک ریت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کا نقش بنائے اور اُس میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی قبر مبارک کا نقشہ بنائے جیسا کہ نمونے کے طور پر نیچے درج ہے اور جو کچھ روضہ مبارک پر لکھا ہوا ہے اُسے پڑھے تو بے شک انشاء اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ مقدس کی حرمت سے اُس کا مطلوبہ کام فوراً ہو جائے گا۔ جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔ دعوت خوانی کے

دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے اور صاحبِ دعوت عارف باللہ واضح طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرتا ہے اور اپنے جملہ مطالب حاصل کرتا ہے۔

روضہ مبارک کا نمونہ یہ ہے:-

اگر کوئی چاہے کہ علمِ تکسیر کے ذریعے ایک ہی اشارے میں اس کے تمام دینی و دنیوی کام سرانجام پا جائیں اور اُس کی ہر مہم کامیاب ہو اور ہر پھنسا ہوا کام دعوت پڑھنے سے فوراً حل ہو جائے اور اُسے ایک ہی دم میں یا ایک ہی ساعت میں یا ایک ہی دن رات میں یا ایک ہی ہفتہ میں اپنا تمام مقصود حاصل ہو جائے تو وہ اس طریق سے دعوت پڑھے کہ رات ہو یا دن کسی بھی وقت صحرا یا جنگل بیابان میں نکل جائے جہاں پر پاک ریت موجود ہو۔ اُس پاک ریت پر حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کا صحیح نمونہ بنائے اور اُس کے اردگرد قبر کے سر کی جانب قبلہ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ بن خطاب ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پانچ نام لکھے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحابِ پاک کی ارواح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے اس طرح دوگانہ پڑھے کہ پہلی رکعت میں چھ مرتبہ اور دوسری رکعت میں پانچ مرتبہ سورۃ یاسین پڑھے اور نماز شروع کرتے وقت یہ خیال کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب کبارؓ میرے سامنے موجود ہیں۔ اس طرح وہ جس کام کی نیت سے بھی یہ دعوت پڑھے گا وہ کام ہو جائے گا۔ اگر وہ دشمن پر قہر و غضب کی نیت سے پڑھے گا تو دشمن کا شہر و مقام و زمین قیامت تک کے لئے ویران و برباد ہو جائیں گے اور اگر کسی مقام کی آبادی کی نیت سے پڑھے گا تو قیامت تک اُس مقام کی آبادی میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ اس دعوتِ دوگانہ کو مستجاب دعوت کہتے ہیں۔

شرحِ مرشد

جان لے کہ مرشد کے چار حروف ہیں "م ر ش د" حرف "م" سے مرشد میدانِ ازل کا مردِ پہلوان ہوتا ہے، وہ طالب سے نفس و شیطان کو دفع کر کے معرفتِ حق میں محو کرنے والا عارف باللہ ہوتا ہے، حرف "ر" سے رازِ ربّ العالمین بخشنے والا ہوتا ہے، حرف "ش" سے شاہدِ حال ہوتا ہے اور صاحبِ وصلِ حق لازوال ہوتا ہے اور حرف "د" سے دائم غرقِ وصال ہوتا ہے۔ جو مرشد طالب اللہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں نہیں پہنچاتا تو وہ مثلِ ابلیس ہے۔ مرشد صاحبِ نظر ہوتا ہے اور صاحبِ نظر اُسے کہتے ہیں جو چار نظروں سے ناظر ہو، صاحبِ قرب و وصالِ الٰہی ہو اور بارگاہِ حق میں صاحبِ حضور ہو۔ ایسا صاحبِ نظر اگر رازِ حقیقی کی توجہ سے علمائے عامل کی طرف نظر کر دے تو اُن پر معرفتِ الٰہی کا جملہ علمِ باطن واضح ہو جائے جس سے وہ عارف باللہ ولی

اللہ کامل مکمل فقیر بن جائیں اور ریاضت ومشقت ومجاہدہ ورنج وذکر فکر ومراقبہ محاسبہ ومکاشفہ کے بغیر ہی صاحبِ گنج واصلانِ حق بن جائیں۔ اِس طرح جب علمِ معرفت اُن کے سینے میں آجائے گا تو تمام رسمی رواجی علم اُن کے سینے سے نکل کر زبان پر آجائے گا۔ اگر صاحبِ نظر رازِ "اِلَّا اللّٰہُ" کی نظر سے کسی جاہل کی طرف دیکھ لے تو اُس پر مثلِ حضرت خضر علیہ السلام علمِ ظاہری واضح ہو جائے۔ اگر صاحبِ نظر اہلِ دنیا کی طرف نظر کردے تو اُن کے دل میں اِس قدر خوفِ الٰہی اور خوفِ حسابِ روزِ قیامت پیدا ہو جائے کہ وہ یک دم ترکِ دنیا کر کے میدانِ فقر میں قدم جما لیں اور ہمیشہ کے لئے فقرِ محمدیؐ اختیار کر کے واصل بحق ہو جائیں۔ اگر صاحبِ نظر کسی مفلس وعاجز کی طرف نظر کردے تو وہ کثرتِ مال سے اِس قدر غنی ہو جائے کہ دنیا میں زندگی بھر اُسے کسی چیز کی حاجت ہی نہ رہے لیکن جتنا زیادہ مال ہو گا اُتنی ہی زیادہ دنیا کی خواری اُٹھانی پڑتی ہے۔ جان لے کہ ایسا صاحبِ نظر مرشد بھی خام ہے۔ صاحبِ نظر مرشد وہ ہے کہ جس کی نظر سے تمام طالب ناظر بن جائیں اور وہ ایک ہی نظر سے اپنے طالبوں کو مرتبۂ سرِّ اسرارِ ربوبیت پر پہنچا کر ھویتِ ذات میں غرق کردے۔ مندرجہ بالا پانچ نظریں جب ایک ہی نظر میں جمع ہو جاتی ہیں تو وہ خدا کی نظر بن جاتی ہے۔

مثنوی:۔ "جس آدمی کے وجود میں یہ پانچ نظریں جمع ہو کر پنجے کی صورت یک جان ہو جاتی ہیں تو وہ بہت جلد پانچ خزانوں کا مالک بن جاتا ہے۔ جو آدمی خود کو خدا کے مدِّ نظر رکھتا ہے خدا کی نظر اُس کو معیتِ مصطفیٰؐ میں پہنچا دیتی ہے۔"

جو آدمی نظر کی یکتائی حاصل کر کے خدا سے یکتا ہو جاتا ہے اُس کے وجود سے خودنمائی و بدخوئی اور خصائلِ بد کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ ھست سے نیست اور نیست سے ھست ہو جاتا ہے کہ اِس مقام پر ھستی مع اللہ ثواب ہے اور نیستی مطلق عذاب ہے یعنی ھستی اسلام برحق ہے اور ھستی کفر باطل ہیچ ہے۔ مرشدِ کامل انسان ہے جو حق کی طرف لے جاتا ہے اور مرشدِ ناقص شیطان

ہے جو باطل کی طرف لے جاتا ہے۔ حق کسے کہتے ہیں اور باطل کسے سمجھا جاتا ہے؟ حق فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے اور باطل دنیائے فرعونی ہے جو فرعون کا فخر ہے۔ انسان کو شیطان کی مجلس راس نہیں آتی۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''ہم نے مرشدِ کامل کو انسان کے لئے نافع بنایا ہے جس طرح کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نافع بنایا ہے اور مرشدِ ناقص کو انسان کے لئے ضرر رسان بنایا ہے جس طرح کہ شیطان مردود کو ضرر رسان بنایا ہے۔'' پیر و شیخ کامل ایسے ہونا چاہیے جیسے کہ پیر و شیخ کامل ابی محمد شاہ عبدالقادر جیلانی عارف باللہ جاودانی ہیں۔

مناجات:۔ ''شہنشاہِ جیلان شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے شفیع ہیں۔ سبحان اللہ! اُن کے ربّ نے اُنہیں کیسی شاندار قدرت عطا کر رکھی ہے کہ سکندر بھی اُن کی غلامی کا دم بھرتا ہے۔ اے شاہِ جیلانؓ! افلاطون کو آپ کے علم کے سامنے اپنی لاعلمی کا اعتراف ہے، جہان بھر کے تاجدار آپ کے در کے گداؤں کے بھی گدا ہیں، یہ تاجداری اور یہ سُلطانی آپ ہی کو زیبا ہے، اگر آپ چاہیں تو دم بھر میں شاہوں کو گدا کر دیں اور گداؤں کو شاہ کر دیں۔ اے غوث ربانی! کیسی عالیشان سُلطانی ہے آپ کی کہ قیصر بھی آپ کا غلام ہے اور خاقان بھی آپ کے در کا بھکاری ہے۔ ایسی حشمت، ایسی قدرت اور ایسی عظمت والا کوئی ہوا ہے نہ کوئی ہوگا۔ خدا کی قسم! آپ کا ثانی کوئی نہیں۔ کیا ناسوتی، کیا ملکوتی، کیا جبروتی اور کیا لاہُوتی، سب آپ کے زیرِ قدم ہیں، آہا! یہ کیسی عالیشان سُلطانی ہے آپ کی۔ حقیقت آپ سے روشن ہوئی، طریقت آپ سے گلشن بنی، آپ آسمانِ شریعت کے چاند اور نورانی خورشید ہیں، گلشنِ صوفیا کے سرو ہیں، بزمِ مصطفےؐ کی شمع ہیں، حضرت علیؓ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اے دل! تُو اُن کا مرید ہو جا تا کہ تجھ پر اُن کا لطف و کرم مزید بڑھے اور تُو دیکھے کہ وہ کتنے اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں۔ پہلے اپنی زبان کو

آبِ کوثر سے دھو کر پاک کرلے اور پھر محی الدین قدس سرہٗ العزیز کا نام لے۔ اے شاہِ جیلان! جہان بھر کے بوڑھے، بچے، عورتیں اور مرد آپ کے مرید ہیں، خطا پوشی، عطا پاشی، دین بخشی اور جہان بانی آپ کا وصفِ خاص ہے۔ آپ شاہِ اولیا ہیں اور اولیا آپ کے در کے سوالی ہیں۔ مشائخ آپ کے در پر سر جھکاتے ہیں اور آپ کی دربانی پر فخر کرتے ہیں۔ تمام دیو و ملائک و پریاں اور جن آپ کے تابع ہیں، آپ شہنشاہوں کے شہنشاہ اور انسانوں اور روحانیوں کے امام ہیں۔ آپ عبدالقادر ہیں اور ایسی قدرت کے مالک ہیں کہ کرم نوازی فرمائیں تو حاجاتِ پنہانی بھی دم بھر میں پوری فرما دیتے ہیں، دنیا میں دُرِّ عدن بخشتے ہیں تو عقبیٰ میں جنت الماویٰ انعام فرماتے ہیں، رحمت فرمائیں تو بحرِ الطاف ہیں اور شفقت فرمائیں تو کانِ احسان ہیں۔ آپ کی دستگیری و دل پذیری میری جائے پناہ ہے، براہِ لطف و کرم مجھے گردابِ پریشانی سے رہائی دلا دیں، میرا جگر زخمی ہے، اندرون خستہ حال ہے، دل آپ کے لطف و کرم کا منتظر ہے، اِنتہائی احسان فرما کر میرا علاج فرمائیں اور دوا دیں۔ آپ کے مجھ جیسے ہزاروں غلام دنیا میں موجود ہیں لیکن میرے لئے آپ کے آستان کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں، آپ کی مرضی ہے کہ پناہ دے دیں یا دھتکار دیں، میرے پاس درد و غم و شدت کے سوا کچھ بھی نہیں، مجھے سینکڑوں قسم کی پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے، براہِ کرم مجھے اِن مصائب سے نجات دلا دیں۔ مَیں آپ کے در کا سوالی ہوں، آپ کے سوا میری دستگیری کرنے والا کوئی غم خوار نہیں ہے، مجھ پر نگاہِ رحمت فرمائیں کہ آپ مختارِ سبحانی ہیں۔ یہ عاجز بندہ آپ کے کوچہ میں آن گرا ہے، عجب نہیں کہ اِس ذرّے کو خورشید بنا دیا جائے۔ اگر تُو قربِ ربانی کا خواہاں ہے تو درگاہِ میراںؒ کا کتا بن جا کہ درگاہِ جیلانی کے کتے کو شیروں پر شرف حاصل ہے۔"

یاد رکھ کہ گھڑی بھر مرشدِ کامل کی خدمت عمر بھر کی اُس عبادت سے افضل ہے جو بکثرت کی جائے۔ خدمتِ مرشد سے انسان کے وجود میں سعادت پیدا ہوتی ہے، وہ سعادت کہ جو اُس

کی اُس دائمی عبادت سے افضل ہے کہ جس میں نفس اُس کی مخالفت ہرگز نہ کرے۔ آدمی اُس وقت تک نفس کے شر سے خلاصی نہیں پا سکتا جب تک کہ اُسے اخلاصِ خاص نصیب نہ ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" تمام عالم عالمین کی موت مرتے ہیں اور تمام عالمین اہل تقویٰ کی موت مرتے ہیں اور اہل تقویٰ خالصین کی موت مرتے ہیں۔" خالص اُسے کہتے ہیں کہ جس کے وجود میں بغیر توجہ کے ذکرِ خفیہ بہتے دریا کی طرح جاری ہو جائے بلکہ اُس کی رگ رگ دریا بن جائے اور اُس کے بال بال سے اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر کی موجیں اُٹھیں اور وہ " یَااَللّٰہُ، یَااَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ" کی آوازیں خود بھی سنے اور دوسرے لوگ بھی سنیں۔

شرحِ طالب

جان لے کہ طالب کے چار حروف ہیں" ط ا ل ب "حرف "ط" سے طالب طاعت زیادہ کرتا ہے، طالب جان کی طمع نہیں کرتا، حرف " ا " سے ارادہ صادق رکھتا ہے، صادق صدق وصفا و باوفا ہوتا ہے، حرف " ل " سے لایحتاج ولائق لقائے ربّ العلمین ہوتا ہے، لافرنی نہیں کرتا اور نفس سے انصاف کرتا ہے اور حرف " ب " سے باادب ہوتا ہے، بُری بات منہ سے نہیں نکالتا اور آئینہ کی مانند رونما ہوتا ہے۔ حرف "ط" سے طالب کو طیرِ وجود پر قادر ہونا چاہیے کہ جو آدمی طیرِ وجود پر قادر ہو جاتا ہے وہ واجب الوجود کے ساتھ یک وجود ہو جاتا ہے، حرف " ا " سے طالب امانِ الٰہی میں آجائے، حرف " ل " سے طالب لایحتاج ہو جائے اور حرف "ب" سے بہرہ مند نہ کرے نفس کو سوائے اِس کے کہ اُسے اپنے وجود کا گوشت کھانے کی لذت سے آشنا کرے۔ دنیا میں گوشت چار قسم کے ہیں اِس لئے گوشت خوری کی لذتیں بھی چار ہیں چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔" ایک گوشت گوشت کے ساتھ ہوتا ہے، ایک گوشت گوشت کے اندر ہوتا ہے، ایک گوشت گوشت کے اوپر ہوتا ہے اور ایک گوشت گوشت کھاتا ہے۔"

بیت :- ''جو درویش اپنی جان کا گوشت کھاتا ہے وہ لاکھوں لذتیں پاتا ہے۔''

جس آدمی کے وجود میں تحقیق وحدانیت سے ظاہر باطن میں چاروں ذکر یک وجود نہ ہو جائیں اُسے ذاکر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ رات دن حُبِّ دنیا کی سرگردانی سے نجات نہیں پا سکتا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری سے مشرف ہو سکتا ہے۔ لائق ارشاد مرشد وہ ہے جو طالب اللہ کو سات چیزوں سے روک دے، (۱) آوازِ سرود سے خواہ وہ لحن داؤدی کی مثل ہی کیوں نہ ہو، (۲) غفلت سے کہ غفلت کا تعلق ملکیتِ دنیا سے ہے خواہ وہ سلیمان علیہ السلام کی ملکیت کی مانند ہی کیوں نہ ہو، (۳) بخل سے کہ بخیل کے پاس قارون جیسا خزانہ بھی ہو تو اُس کا جی نہیں بھرتا، (۴) قیل و قال سے خواہ وہ مسائل فقہ کے متعلق ہی کیوں نہ ہو، (۵) تکمیلِ خواہشات سے خواہ اُس کی خواہش سیرِ عرش ہی کی کیوں نہ ہو، (۶) عادتِ ترکِ نماز سے اگرچہ وہ شیطان کی طرح ترکِ نماز کا عادی ہو اور نگاہ سے شرابی کو سیراب کر سکتا ہو، (۷) تحصیل علم سے خواہ وہ بلعم باعور جیسا علم ہی پڑھتا ہو اور اُسے معرفتِ الٰہی میں اِس طرح غرق کر دے کہ اُس کی ظاہری زبان قیل و قال سے بند ہو جائے اگر کھلے بھی تو اسمِ ''اَللّٰہُ'' کے ذکر میں کھلے۔ مرشدی و طالبی میں اسرارِ عظیم پائے جاتے ہیں۔ دل کا بلند آواز کے ساتھ جنبش کرنا ذکرِ قلب نہیں ہے بلکہ یہ تو بیمار دل کا جوش و خروش ہے۔ جب تک دل ربِّ حقیقی کی ربوبیت کا مشاہدہ نہ کر لے اور اُس میں ذکر جاری و رواں نہ ہو جائے کچھ بھی نہیں۔ جو طالب مرشد سے حضوری طلب نہیں کرتا وہ طالب مولیٰ نہیں اور جو مرشد طالب کو دائمی حضوری نہیں بخشتا وہ مرشد نہیں۔ جو طالب صاحب حضور مرشد کو ظاہر باطن میں اپنی شہ رگ سے زیادہ قریب نہیں سمجھتا وہ اپنے مطلوب تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ راہِ حضوری تصورِ اسمِ اَللّٰہُ وتصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ اور کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سے کھلتی ہے۔ جو راہِ حضوری کا انکار کرتا ہے کافر ہو جاتا ہے۔ مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آ جائے اور وہ کسی طرح بھی حل نہ ہوتی ہو تو وہ اپنی ہتھیلی یا

اُنگلی کے ناخن کی پشت پر اسمِ اعظم یا حرفِ اعظم لکھ کر اُس پر نگاہ جمائے، اُسے چند مرتبہ پڑھے اور ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر سو جائے تو اُسے سب حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اگر وہ اُسے متواتر پڑھتا رہے تو اُس کا رکا ہوا کام فوراً ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اپنے مقصد کو پالے گا۔ اِسے دعوتِ طرفۃ العین کہتے ہیں۔ اگر کسی طالب کو تصورِ اسمِ "اَللّٰہُ" سے یا عطائے فیضِ اللہ سے یا عارف باللہ مرشدِ کامل کی نظر سے تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح اور مشاہدۂ سِرّ حاصل ہو جائے تو چار علوم کی برکت سے اُس کے تمام بھاری حجابات اُٹھ جاتے ہیں، اُس کی چشمِ معرفت کھل جاتی ہے اور وہ اسمِ اللہ ذات کی برکت سے حجاباتِ ظلمانی سے نکل آتا ہے اور اُس پر عرش سے تحت الثریٰ تک تمام طبقاتِ زمین و آسمان کا مشاہدہ کھل جاتا ہے اور وہ پردۂ غیب کے پیچھے کی ہر چیز کو وضاحت سے لوگوں کو دکھا سکتا ہے کہ کانوں سنی بات آنکھوں دیکھی بات کے برابر کہاں ہو سکتی ہے؟ اُس پر باطن کی ہر حقیقت آشکارہ ہو جاتی ہے اور وہ ہر ایک کو قرآن و حدیث کے مطابق راہِ معرفت کی شرح و احوال بتا سکتا ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی مدد سے راہِ تحقیق پر بیک مرتبہ عبور حاصل کر لینا آسان کام ہے لیکن معرفتِ توحید کے نہایت ہی گہرے دریا کو وجود کے کوزے میں بند کر کے ابتدا سے انتہا تک اُس کی نگہداشت کرنا بہت ہی مشکل و دشوار کام ہے کہ دل کے اندر دریائے معرفت ٹھاٹھیں مارتا رہتا ہے اور اُس میں طغیانی کا جوش و خروش برپا رہتا ہے اِس کے باوجود عارف باللہ فقیر خاموش و پُر سکون رہتا ہے۔ یہ ہیں مراتب اُس بلند حوصلہ و دریا نوش عارف باللہ فقیر کے جو ہر وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے۔ معرفتِ الٰہی کے اِن احوال و مقامات کو یہ کم حوصلہ خود فروش لوگ کیا جانیں؟ کہ اہلِ معرفت کے ہر رونگٹے میں شوقِ الٰہی کا فوج در فوج لشکر محوِ پیکار رہتا ہے۔

بیت :۔" مرد وہ ہے جو خود کو گمنامی کے پردے میں چھپا کر رکھے کہ درویش کے لئے راہِ عرفان کا طریق یہی ہے۔"

باطن میں راہِ فقر پر گامزن ہونا آسان کام نہیں کہ اِس میں طبقاتِ ذات وصفات کا ہر مقام آفات سے پُر ہے۔ اِس راہ میں ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار طالب گم ہو کر رہ گئے۔ اِس راہ میں ایسے صاحبِ توفیق مرشدِ کامل مکمل کی رفاقت ضروری ہے جو طالب کو ظاہر باطن میں ہر وقت اپنی نظر سے دور نہ ہونے دے۔ جس طرح بادشاہ اپنے اُمرا کو اور آفتاب ہر پتھر کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اُسی طرح مرشدِ کامل بھی صاحبِ صدق و یک دل و یک رنگ طالب کو اپنی نظر میں رکھتا ہے لیکن وہ بھی اِس صورت میں کہ طالب کا صدق و یقین اُس کے اپنے نفس کی اِصلاح کی خاطر ہو ورنہ جو طالب اپنے مرشد کے نیک و بد کی جاسوسی پر نظر رکھتا ہے وہ سرکش اور مرشد کی جان کا دشمن خود مختار طالب ہے، وہ خود کو مرشد کے اختیار میں نہیں دیتا۔ ایسے مردود بے مقصود طالب کو طالب اللہ نہیں کہا جا سکتا۔ وحدانیتِ الٰہی میں غرق و مست و جان فدا و حق پرست طالبِ حقیقی ہزاراں ہزار میں سے کوئی ایک ہی ہوتا ہے ورنہ ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار طالب تو محض اہلِ طمع نفس پرست اور ہوا و ہوس کے طالب ہوتے ہیں۔ طالب اللہ ہونا آسان کام نہیں ہے کہ طلبِ مولیٰ میں اسرارِ عظیم پائے جاتے ہیں۔

ابیات:- (1) "طالبوں کے احوال اُن کی طلب سے معلوم کر کہ اُن کی ہر بات اُن کی طلب کا پتہ دیتی ہے۔" (2) "دنیائے مردار کے طالب بہت زیادہ ہیں اور اہلِ ہوس طالب بھی بکثرت ہیں۔" (3) "طالبِ مولیٰ مٹی کی طرح بردبار ہوتا ہے کہ وہ مردہ نفس و زندہ جان و پاک روح ہوتا ہے۔" (4) "جب وہ مرشدِ پاک کی خاکِ پا کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگالیتا ہے تو مرشد اُس کے نفس کو مار دیتا ہے۔" (5) "اگر طالبانِ حق جان فشاں نہ ہوتے تو طالب و مطلوب ایک دوسرے کے راہزن ہوتے۔"

اے باھُوؒ! خبردار، بدخصلت طالب پُرفریب شیطان ہوتا ہے جو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنے سے بھی دفع نہیں ہوتا۔ بدکردار طالب اور فاحشہ عورت باعثِ

خرابی ہوتے ہیں کہ یہ دونوں دشمن جان ہیں بلکہ دشمن ایمان و ثانی شیطان ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اے اولادِ آدم! شیطان کی پیروی مت کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" ہر چیز علم سے حاصل ہوتی ہے اور علم جاننے کو کہتے ہیں۔ جس نے جان لیا اُس نے دیکھ لیا، جس نے دیکھ لیا اُسے اعتبار آ گیا اور وہ صاحبِ اعتقاد بن گیا یعنی علم سے ایسی آنکھ حاصل ہوتی ہے جس کی نظر سے معرفتِ حق نصیب ہوتی ہے۔ ایسی آنکھ چشمِ حق بین بن جاتی ہے۔ علم بھی دو قسم کا ہے، ایک رسمی رواجی علم ہے جسے زبان سے پڑھا جاتا ہے اور آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، اس میں سر دردی اور خروشِ فغان ہے۔ دوسرا توحیدِ الٰہی کا باطنی علم ہے جسے بغیر زبان کے پڑھا جاتا ہے اور بغیر آنکھ کے دیکھا جاتا ہے۔ اس میں غرقِ مراقبہ ہو کر مکمل خاموشی سے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ جان لے کہ یہ راہِ فقر ہے جس کی ابتدا دعوت و مجاہدہ ہے۔ جب طالب مجاہدہ و دعوت میں عامل کامل ہو جاتا ہے تو اُس کی زبان میں برکت آ جاتی ہے اور اُس کی زبان سیفِ الٰہی بن جاتی ہے۔ جب طالب مقامِ سیف اللہ میں عامل کامل ہو جاتا ہے تو مقامِ ذکر فکر و مراقبہ میں آ جاتا ہے۔ جب طالب مقامِ ذکر فکر و مراقبہ میں عامل کامل ہو جاتا ہے تو مقامِ توجہ میں آ جاتا ہے۔ توجہ وہم سے تعلق رکھتی ہے اور وہم خیال سے تعلق رکھتا ہے، خیال قرب و وصال سے تعلق رکھتا ہے اور قرب و وصال کا تعلق مشاہدہ غرق فنا فی اللہ بقا باللہ سے ہے۔ جب کوئی اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کے وجود میں چوں و چرا اور خود پرستی باقی نہیں رہتی۔ مثل مشہور ہے کہ جب کوئی باشاہ کا مصاحب بادشاہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر لیتا ہے تو وہ عوام سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا، اُس کی زبان پر بادشاہ کے علاوہ کسی اور کا نام آتا ہی نہیں۔ پس عارف باللہ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتا ہے وہ کسی اور سے کلام نہیں کرتا، وہ خاموشی اختیار کر لیتا ہے اور اُس کا دل خلوت میں خونِ جگر پیتا رہتا ہے۔ اُس کی خود سے بے ہوشی اور غیر سے فراموشی اس لئے ہوتی ہے کہ اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ہم کلام ہونا روا ہی نہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "تم میرا ذکر کرو مَیں تمہارا

ذکر کروں گا۔'' اُس کا کسی اور سے ہم کلام ہونا باعثِ زیان ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔) یہ فرمان اُسی کی شان میں آیا ہے۔ اُس کے احوال مراتب جان کر مردہ دل اہلِ دنیا پریشان ہو جاتے ہیں۔ جان لے کہ اکثر لوگ خود کو ذاکر کہتے ہیں لیکن پانچ قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم ہوتے ہیں، ایک شرابی، دوسرا طالبِ دنیا خواہ اُس کی کمائی حلال ہی کی کیوں نہ ہو، تیسرا وہ کہ جس کی دوستی فقرا سے نہیں اور وہ اپنا مال راہِ خدا میں فدا نہیں کرتا، چوتھا وہ جو دنیا کو خدا اور اُس کے رسول سے بہتر جانتا ہے اور اپنا مال راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا اور پانچواں وہ جو منکر ہے۔ مصنف باھُو کہتا ہے کہ ریا، زنا، شراب نوشی اور حبِّ دنیا ایمان کو اس طرح کھاتی ہیں جس طرح کہ آگ لکڑی کو۔ ان سب بُرائیوں میں سے بدترین بُرائی حبِّ دنیا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو اُن سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے حصے کی پاکیزہ چیزیں حیاتِ دنیا ہی میں ضائع کر چکے ہو۔'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن بیگانوں سے فرمائے گا کہ تم نے دنیا میں اپنی چاہت کی کوئی آرزو تشنہ کام نہیں چھوڑی نہ حلال سے نہ حرام سے، اب تمہیں آگ میں جلایا جائے گا، تم اپنی طیب چیزیں دنیا ہی میں ضائع کر چکے ہو، تم اپنی ہر خوشی و ہر آرزو دنیا ہی میں پوری کر چکے ہو آج تمہارے لئے خوار کرنے والا عذاب ہے، آج ہم تمہیں خوار کریں گے۔'' مصنف کہتا ہے کہ ترکِ دنیا ایک اعلیٰ وصف ہے جس سے مقامِ قربِ حق تعالیٰ نصیب ہوتا ہے۔ جو آدمی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اُس کا مرتبہ کسی کے وہم و گمان میں نہیں آتا۔ پس مرشدِ کامل اصلی وہ ہے جو طالب اللہ کے وجود کو اسمِ اَللّٰہُ سے متصل کر دے اور معیتِ حق تعالیٰ سے سرفراز کر کے ابتدا و انتہائے مقاماتِ کل و جز کا عین بعین مشاہدہ کرا دے اور ہر طریق و ہر احوال سے صاحبِ وصال کر دے۔ ایسا ہی مرشد کامل ہے ورنہ ناقص ہے اور ناقص مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنا طالبانِ مولیٰ پر حرام ہے۔

مثنوی:۔" مردِ مرشد اللہ تعالیٰ کی عطا سے فیض بخشتا ہے اور نامردِ مرشد خود نمائی کے حیلے بہانے کرتا ہے۔ طالبوں کو چاہیے کہ وہ سِرِّ الٰہی طلب کریں کہ طالبِ سرّ شہباز کی طرح بلند پرواز ہوتا ہے۔"

جو مرشد طالب اللہ پر پہلے ہی روز حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے صراطِ مستقیم کے صوری و معنوی حجابات دور نہیں کرتا، علم علومِ فیض تاثیر سے اور آیاتِ قرآن کے علمِ تفسیر سے ہر چیز کی حقیقت کھول کر واضح نہیں کرتا اور تصفیۂ قلب بخش کر اس کی چشمِ عین العیان کو نہیں کھولتا تو سمجھ لیجئے وہ مرشدِ ناقص ہے جو مقامِ ناسوت کا ناقص و ناتمام مردِ عام ہے۔

ابیات:۔(1)" تُو نفس کو کیا سمجھتا ہے؟ نفس ایک بہت بڑا دیو ہے جو مسلمان پر بھیڑیے کی طرح جھپٹتا ہے۔"(2)" تُو روح کو کیا سمجھتا ہے؟ روح امرِ الٰہی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔"(3)" تُو دل کو کیا سمجھتا ہے؟ دل معرفتِ الٰہی کا خزانہ ہے جس میں لطفِ غیب سے صفاتِ الٰہیہ پیدا ہوتی ہیں۔"(4)" تُو علم کو کیا سمجھتا ہے؟ علم حصول یابی کی راہ ہے، یوں سمجھ کہ ذاتِ حق کی طرف دوڑ کر جانے کی راہ ہے۔"(5)" تُو عقل کو کیا سمجھتا ہے؟ عقل ایک روشن نور ہے جو سیاہ دلی کو مٹا کر دل کو روشن رکھتا ہے۔"(6)" تُو جذب کو کیا سمجھتا ہے؟ جذب خیالِ یار میں غرق ہونے اور یار کی گلی میں گھر بسانے کا نام ہے۔"(7)" تُو قال کو کیا سمجھتا ہے؟ قال ہر وقت ذکرِ یار اور فکرِ یار میں مشغول رہنے کا نام ہے۔"(8)" تُو حال کو کیا سمجھتا ہے؟ حال یادِ حق میں گم ہونے اور ایک ہی جست میں دونوں جہان سے گزر جانے کا نام ہے۔"(9)" تُو صحو کو کیا سمجھتا ہے؟ صحو راہ پیمائی اور دوائی طور پر سالکوں کی معیت میں آسودگی کا نام ہے۔"(10)" تُو سہو کو کیا سمجھتا ہے؟ سہو معنوی موت ہے جسے سوئے عدم رواں دریا بھی کہا جاتا ہے۔"(11)" تُو اُنس کو کیا سمجھتا ہے؟ اُنس یہ ہے کہ تُو غیرِ حق کے میل جول سے استغفار کرے اور سودائے خیر و شر سے فارغ رہے۔"(12)" تُو کشف

کو کیا سمجھتا ہے؟ کشف اُس کے جمال کی دید اور جمالِ ذوالجلال میں محو ہونے کا نام ہے۔"
(13) "تُو سکر کو کیا سمجھتا ہے؟ سکر فنا فی ذات ہو کر مست رہنے اور اُس کی ذات میں فنا ہو کر بقا حاصل کرنے کا نام ہے۔" (14) "تُو ذوق کو کیا سمجھتا ہے؟ ذوق آتشِ عشق میں خود کو جلانے کا نام ہے۔ تُو شوق کو کیا سمجھتا ہے؟ شوق طلبِ حق میں خود کو فنا کر دینے کا نام ہے۔" (15) "تُو شکر کو کیا سمجھتا ہے؟ شکر اُس کی عطا و بخشش پر عاجزی و نیازمندی کا رویہ اختیار کرنے کا نام ہے۔"
(16) "تُو سِرّ کو کیا سمجھتا ہے؟ سِرّ دارالامان میں پہنچ جانے اور دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر پاؤں تلے روندنے کا نام ہے۔" (17) "تُو جود و سخا کو کیا سمجھتا ہے؟ جود اُس کی بارگاہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے اور اُس کی جستجو میں ترکِ غیر کا نام ہے۔"

جوابِ مصنف:- "اے باھُو! سلک سلوک کے بے شمار طریق ہیں، جب تک تُو جان کا نذرانہ پیش کر کے غرق فی اللہ نہیں ہو جاتا اُس وقت تک اِن راہوں میں بھٹکتا پھرے گا۔ مَیں عارفانِ حق کو ایک ہی نظر میں پہچان لیتا ہوں کہ وہ خضر علیہ السلام سے بہتر مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔"

عارف باللہ فقیر سے معرفتِ الٰہی اور مشاہداتِ تجلیاتِ انوارِ الٰہی کے مراتب ہرگز پوشیدہ نہیں رہتے کہ عارف باللہ فقیر روشن ضمیر، کیمیا تاثیر، بابصر بصیر اور صاحبِ دیدہ و حق رسیدہ ہوتا ہے، وہ نادیدہ نہیں ہوتا۔ جو آدمی خدا کو پہچان کر عارف باللہ ہو جاتا ہے وہ خود کو اسمِ اَللّٰہُ میں چھپا کر توحیدِ ذات میں غرق ہو جاتا ہے۔

مثنوی:- "جو آدمی خود کو خلق سے پوشیدہ رکھتا ہے اُسے معیتِ حق تعالیٰ نصیب ہو جاتی ہے اور جو آدمی اپنی شہرت کا ڈنکا بجا کر خود فروشی پر اُتر آتا ہے وہ ہوائے نفس کا غلام بن جاتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے خود کو نگاہِ خلق سے پوشیدہ رکھ کہ خود فروش لوگ عارف ہرگز نہیں ہو سکتے۔"

عارف باللہ فقیر ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتا ہے، اگر کوئی اُس کا سر بھی تن سے

جدا کر دے تو اِذنِ خدا کے بغیر وہ کسی سے بات نہیں کرتا۔

مثنوی:۔" فقر و دعوت اور ابتدا و انتہا کے جملہ مراتب بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری سے واضح ہوتے ہیں۔ اگر تُو نظر سے مٹی کو سونا بھی بنالے تو حضوری بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر یہ محض خاک بازی ہے۔"

مرشدِ کامل سے دست بیعت کر کے تلقین حاصل کرنا اِس لئے فرض و واجب و سنت و مستحب ہے کہ زندہ دل ذاکرِ اسمِ اَللّٰہُ پر شیطان غالب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ذاکرِ اسمِ اَللّٰہُ کے وجود میں شیطان داخل ہو سکتا ہے کہ ذکرِ اسمِ "اَللّٰہُ" آگ کی مثل ہے اور شیطان خس و خاشاک کی مثل ہے جسے ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ کی آگ جلا دیتی ہے۔ شیطان ذاکرِ اسمِ "اَللّٰہُ" کے نزدیک نہیں آتا لیکن مردہ دل آدمی سے ہرگز دفع نہیں ہوتا خواہ وہ عالم فاضل ہو یا رشوت خور جاہل ہو کہ مردہ دل آدمی جب سو جاتے ہیں تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے اور وہ بعض کے منہ میں، بعض کی آنکھوں میں، بعض کے کانوں میں اور بعض کی مقعد میں پیشاب کر دیتا ہے جس کی تاثیر سے اُس کے حواسِ خمسہ معصیتِ شیطانی کے لئے کھل جاتے ہیں اور نیکی کے لئے اُس کا منہ بند ہو جاتا ہے۔ پس لائق ارشاد مرشد وہ ہے جو اپنے طالبوں میں سے بعض کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دے اور بعض کو جو طریقت میں خام رہ جائیں مرنے کے بعد باطن میں نگاہِ تلقین سے معرفتِ الٰہی بخش کر کامل کر دے۔ مرشدِ کامل فقیر کی نشانی یہ ہے کہ اگر کوئی اُس کی خاکِ قبر لے کر اپنی آنکھوں میں سرمے کی طرح ڈال لے تو بحکمِ الٰہی اُس پر عرش سے تحت الثریٰ تک ہر مقام روشن ہو جائے۔ اگر کوئی اُس کی خاکِ قبر اُٹھا کر کھالے تو اُس کا دل ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ سے زندہ ہو جائے اور پھر ہرگز نہ مرے۔ اگر کوئی اُس کی خاکِ قبر اُٹھا کر اپنے سینہ پر مل لے تو اُس کا سینہ اِس قدر صاف ہو جائے کہ وہ کشف القلوب و کشف القبور کے مراتب طے کر جائے۔ اگر کوئی اُس کی خاکِ قبر اپنے جسم پر مل لے تو اُسے جو مرض بھی لاحق ہوگا اُس سے مکمل صحت یاب ہو جائے گا۔ جان لے کہ اُس کی قبر کی

مٹی میں یہ تاثیر اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر کی وجہ سے ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ پاک ہے اور ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے ذاکر بھی پاک ہو جاتا ہے اور اُس کی قبر اور قبر کی مٹی بھی پاک ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ مرشدِ ناقص کے طالب خلق کی نگاہ میں تو مقبول ہوتے ہیں لیکن خالق سے دور و نارسیدہ ہوتے ہیں۔ اے مردِ حق! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ مرشدِ کامل کے طالب اگر مردود بھی ہوں تو مرشدِ ناقص کے مقبول طالبوں سے بہتر ہوتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن مرشدِ کامل اپنے اُن مردود طالبوں کو کہ جنہوں نے کبھی اُس سے اسمِ اَللّٰہُ کی تلقین حاصل کی ہوگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقبول طالبوں میں جمع کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں داخل کر دے گا۔ جو مرشد اتنی اہلیت نہیں رکھتا اُسے لوگوں کو اپنا طالب بنا کر تلقین کرنا گناہ ہے۔ ایسا ناقص مرشد قیامت کے دن شرمندہ و روسیاہ ہوگا۔ نیز طالبِ اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر دست بیعت کر کے اُس سے تلقین حاصل کرے اور مرشدِ ناقص اور صحبتِ ناقصان سے کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح دور بھاگے اور اگر وہ کسی ناقص سے تلقین لے چکا ہے تو اُسے چھوڑ کر پورے خلوص کے ساتھ مرشدِ کامل سے رجوع کرے اور اپنی عمر کو ضائع ہونے سے بچالے، ایسا کرنا اُس کے لئے بالکل روا ہے۔ جس طالب میں طلبِ مولیٰ نہیں وہ ہوائے نفس کا قیدی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے واہلِ علم عدل پر قائم ہیں۔'' علم بھی تین قسم کا ہے، ابتدائے علم علم الیقین ہے، متوسطِ علم عین الیقین ہے اور انتہائے علم حق الیقین ہے۔ علم الیقین سے مراد عقل و دانش سے جاننا ہے۔ علما کے پاس درجاتِ علم الیقین کا علم ہے۔ متوسطِ علم مشاہدہ ہے۔ یہ مجذوبیت کا درجہ ہے کہ عین الیقین کے مرتبے پر طالبانِ مولیٰ نورِ اَللّٰہُ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں، اس موقع پر اگر اُن کا حوصلہ وسیع نہ ہو تو اُن میں معرفتِ ربانی برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی اور وہ غلباتِ ذکر فکر کی زیادتی اور آتشِ عشق و محبت کی حرارت و وجد سے پریشان ہو کر دیوانے و مجنون و مجذوب ہو جاتے ہیں۔ جب وہ علم کے تیسرے مرتبے یعنی حق

الیقین کے درجے پر پہنچتے ہیں تو ذاتِ حق پر اُن کا یقین محکم ہو جاتا ہے اور اُن کے وجود میں سوائے حق کے باطل نہیں رہتا بلکہ حق ہی حق رہ جاتا ہے۔ پس علم کے تین مراتب ہیں مجوب، مجذوب اور محبوب۔ مراتبِ مجوب فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دور ہیں کہ اُن میں درجاتِ دنیا کی ترقی پائی جاتی ہے، مراتبِ مجذوب میں کشف القلوب و کشف القبور کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور مراتبِ محبوب میں محرمیتِ معرفتِ مولیٰ پائی جاتی ہے۔ مرشدِ مجوب سے طالب پہلے ہی روز مجوب ہو جاتا ہے، مرشدِ مجذوب سے طالب پہلے ہی روز مجذوب ہو جاتا ہے اور مرشدِ محبوب سے طالب پہلے ہی روز عارف باللہ محبوب ہو جاتا ہے۔ درویش بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، بعض خلق کے پسندیدہ ہوتے ہیں اور بعض خالق کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔

فرد:۔ "جو آدمی خالق کا پسندیدہ ہو جائے وہ پاک ہو جاتا ہے، اگر خلق اُسے ناپسند بھی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

چوتھا مقام مقامِ فقر ہے اور پانچواں مقام مقامِ نورالمبین ہے جو انتہائے حق الیقین ہے ۔ اگر طالب ہجر کا شکار ہو جائے تو آتش و سوزشِ ہجر سے طاقت کھو بیٹھتا ہے اور اگر وصال میں آجائے تو کم حوصلگی کے باعث بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔

فرد:۔ "اہلِ قرب جب سیاستِ سلطانی کو دیکھتے ہیں تو اُنہیں حیرانی ہوتی ہے۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " مَیں نے اپنا رخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین و آسمان بنائے اور مَیں اُسی ایک ذات کا ہو کر رہ گیا ہوں اور مَیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔" پس معلوم ہوا کہ ہجر و وصال میں بے جمعیتی پائی جاتی ہے جس سے راہِ مولیٰ میں زبان پر حرفِ شکایت آجاتا ہے اور بندہ دم مار بیٹھتا ہے۔ اِس حالت میں کفر و شرک اور دعوائے انا سرزد ہو جاتا ہے یعنی "اَنَـا وَاصِلٌ" (مَیں واصل ہوں) یہی وجہ ہے کہ ہجر و وصال مطلق صحویت ہے جب کہ اصل مقصود معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ میں محویت ہے۔

بیت :- " طالب وصل ہونا بھی انتہائی تنگ نظری ہے کہ یار جب دل میں مقیم ہو تو ہجر کیسا اور وصال کیسا؟ " راہِ تصور و تصرف غرق مع اللہ ذات سِرّ الٰہی کی راہ ہے جس میں اسرارِ الٰہی منکشف ہوتے ہیں- صاحب اسرار اہل غرق فقیر کا مقام مغفور ہے کہ وہ غرق نور ہو کر ہر وقت اِستغراق نورِ اَللّٰہُ ذات میں مسرور رہتا ہے-

بیت :- " سِرِّ وحدت کیا چیز ہے؟ یہ فنا فی اللہ فنا کا مقام ہے، جو آدمی توحید کے اِس مقام سے دور ہو گیا وہ ہوائے نفس کا غلام ہو گیا- "

قرب اللہ حضوری کا اِستغراق تین قسم کا ہے، اِستغراق وصال قرب اللہ حضوری کا ابتدائی مرتبہ یہ ہے کہ ایک ہی حبس، ایک ہی مراقبہ اور ایک ہی دم کے اِستغراق میں چالیس سال کا عرصہ بیت جاتا ہے- متوسط اِستغراق وصال یہ ہے کہ صاحب اِستغراق لب بستہ خاموش ہو کر قیل وقال سے رک جاتا ہے اور انتہائی اِستغراق یہ ہے کہ صاحب اِستغراق غرق فنا فی اللہ بقا باللہ ہو کر ربوبیتِ نورِ " اَللّٰہُ " کا مشاہدہ کرتا ہے اور عین بعین اُس بے مثل و بے مثال ذات کا جمالِ لازوال دیکھتا ہے-

بیت :- " ہجر و وصال کے درمیان فقر کا بلند ترین مرتبہ یہ ہے کہ بندہ فنا فی اللہ ذات ہو کر معیتِ حق تعالیٰ میں غرق ہو جائے- "

فنا فی اللہ بقا باللہ غرق فی النور کے اِس مرتبہ میں ہجر و وصال کی گنجائش ہی نہیں- شروع میں جب طالب اللہ تصور اسمِ اَللّٰہُ کے شغل میں محو ہوتا ہے تو ابلیس علیہ اللعنت ہنستا ہے اور اُس کے سامنے ہر قسم کی حجت و دلیل نفسانی اور زینتِ دنیائے شیطانی پیش کرتا ہے اور شروع سے آخر تک معرفتِ الٰہی کی راہ میں اُس کے سامنے ہزاراں ہزار قسم کے حجابات کھڑے کرتا ہے- مرد مرشد وہ ہے جو طالب اللہ پر ابتدا و انتہا ایک کر دے تاکہ وہ مولیٰ کے سوا نفس و شیطان کو نہ جانے- اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس- جان لے کہ آدمی کو ظاہری ریاضتوں اور چلوں سے عزت و کرامت،

شرف و آداب اور شہرتِ نام و ناموس حاصل ہوتی ہے جس سے نفس تو خوش ہوتا ہے لیکن روح عاجز و خوار ہو جاتی ہے۔ جان لے کہ نفس اندرونی چور ہے اور شیطان بیرونی چور ہے، یہ دونوں ایمان کے چور ہیں اور ایک دوسرے سے اتفاق و مشاورت کرتے ہیں۔ جس کا نفس امارہ بند ہو گیا تو گویا اندرونی چور کو پکڑ کر گھر میں قید کر لیا گیا اور بیرونی چور یعنی شیطان اُس سے دور بھاگ گیا اور دوبارہ اُس کے نزدیک نہ آیا اور اُن کے درمیان مفارقت پیدا ہو گئی۔ پس نفس امارہ محنت و رازِ دل اور غلباتِ ذکرِ خفیہ کے بغیر پکڑا نہیں جاتا۔ جب اِسے کوئی پکڑتا نہیں یہ قید نہیں ہوتا، نہ یہ شیطان سے جدا ہوتا ہے اور نہ ہی تابع و مسلمان ہوتا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان آدمی کا پکا دشمن ہے اور یہ ہر وقت آدمی کے ساتھ اِس طرح مخفی رہتا ہے جس طرح کہ دم جان کے ساتھ۔

بیت:۔ " ابلیس تیرا دشمن ہے جو ہر وقت تیری گھات میں لگا رہتا ہے، تُو اِسے ادب کی تلوار سے قتل کر دے۔"

جان لے کہ اگر آدمی کے وجود میں نفس امارہ بادشاہ ہو، شیطان اُس کا وزیر ہو اور اعضائے بدن اُس کی رعیت ہوں تو مملکتِ وجود میں گمراہی اور خلل پذیری رواج پا جائے گی۔ اِس کی مثال اِس طرح ہے کہ نفس باز ہے اور روح چڑیا ہے جو ایک ہی گھر میں جمع ہیں (ظاہر ہے چڑیا کا انجام کیا ہوگا؟) اور اگر آدمی کے وجود میں روح بادشاہ ہو، دل اُس کا وزیر ہو اور اعضائے بدن اُس کی رعیت ہوں تو وجود دارالامن بن جائے گا اور اُس میں خلقِ خدا اطمینان و سکون سے رہے گی اور نفس امارہ پریشان ہوگا۔ اِس کی مثال اِس طرح ہے کہ گویا وجود کے اندر روح شہباز ہے اور نفس چڑیا ہے جو شہباز کی عظمت و ہیبت کے سامنے دم نہیں مار سکتی۔ شہباز روح کے مقابلے میں نفس کی حیثیت مردار چیل کی سی ہے۔

ابیات:۔(1) " مَیں نے نفس کی حقیقت کو رازِ حق کی راہ سے سمجھا ورنہ تقویٰ و دلق پوشی کی راہ سے حقیقتِ نفس کو کوئی نہیں سمجھ سکا۔" (2) "نفس اگر پُرشکم ہو تو ہوا و ہوس کا پتلا بن جاتا

ہے اور بھوکا ہو تو خدا کا دشمن بن جاتا ہے۔" (3) " اے باھُو! نفس کو قید میں رکھ حتیٰ کہ اُس میں چوں وچرا کی بُو ختم ہو جائے۔ "

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-"مقامِ ایمان مقاماتِ خوف واُمید کے درمیان ہے۔" باطن صفا مردانِ حق کی ریت یہ ہے کہ وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں۔

رباعی :-" ہمیں اس متکبر نفس کے لئے ماتم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ دشمن اگر فاقہ سے مرتا ہے تو اُس کا کسی کو کیا غم؟ فقط ایک حاتم ہی سخی نہیں جو خلق میں سخاوت کرتا رہا بلکہ ہر وہ آدمی سخی ہے جو حاجت کے باوجود کسی سے کچھ لیتا نہیں۔ "

جوابِ مصنف :-" عالم بھی ایک حاتم ہے جو جود و سخا سے علم بخشتا ہے اور عارف بھی ایک حاتم ہے جو اصل بحق کر کے مقصود بخشتا ہے۔ "

سخاوت یہ ہے کہ اہلِ سخا آج ایک بار بخشے تو کل دو بار بخشے اور پھر ہر روز اُسے دوگنا کرتا جائے حتیٰ کہ اُس کی سخاوت قیامت تک نہ رکے۔ کامل ترین سخی وہ ہے کہ جس کی سخاوت بہتے دریا کی مانند رات دن جاری رہے۔

بیت :-" لازوال سخاوتوں میں سے ایک سخاوت اسمِ اَللّٰہُ عطا کرنے کی سخاوت ہے اور دوسری علم سکھانے کی سخاوت ہے۔"

سخی اُسے کہتے ہیں جو ہر اُس چیز کو راہِ خدا میں بخش دے جو اُس کے دل کو سب سے زیادہ عزیز ہو اور اُس کے لئے باعثِ عزت ہو۔ پس دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ عزیز اسمِ اَللّٰہُ واسمِ اعظم ہے۔ عارف باللہ فقیر جیسا سخی اور کوئی نہیں کہ وہ اسمِ اَللّٰہُ بخشتا ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ وجود میں جود و کرم کی تاثیر بھرتا ہے جس سے علمِ تفسیر منکشف ہوتا ہے۔ ہر علم و ہر سخاوت علمِ تاثیر سے کھلتی ہے۔ پس عارف باللہ فقیر کے وجود میں معرفتِ الٰہی کے علم سے جود و کرم اور نعمت عزت و

عظمت بھر جاتی ہے اور ہیبتِ ایمان سے اُس میں حرمت حیا پیدا ہو جاتی ہے۔ سخاوت وہ ہے جو فقیر کو ذوقِ الٰہی کی فرحت بخشے اور بخل کو دور کر کے وجود سے درمِ دنیا کی ہوا و ہوس نکال دے بلکہ فقیر ہر عیب سے پاک ہوتا ہے کہ اُس کے سر پر غرقِ مع اللہ فقر کا تاج ہوتا ہے اور اُسے معرفت و محبتِ الٰہی کا دائمی معراج حاصل ہوتا ہے۔

بیت:۔ " مردِ کامل راہِ صفا کو اختیار کرتا ہے جو ذکر فکر معرفت اور مجلسِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری کی راہ ہے۔"

طالب اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں اُس وقت تک ذکر فکر، معرفتِ مولیٰ اور تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول رہے جب تک کہ اُس کا نفس نیست و نابود نہیں ہو جاتا اور وہ " اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ "[1] کے مرتبے پر نہیں پہنچ جاتا اور معیتِ حق تعالیٰ سے مشرف ہو کر بقا باللہ نہیں ہو جاتا۔ فقیر پانچ خصائل سے پہچانا جاتا ہے، اوّل علم سے کہ وہ علم بخشتا ہے اور جہل و ریا سے پاک کر کے واصل بخدا کرتا ہے۔ دوسرے حلم سے، وہ ایسا حلیم ہوتا ہے جو ہر وقت صفتِ حلیمی سے متصف رہتا ہے اور حلیم اللہ کا نام ہے۔ تیسرے خُلق سے کہ وہ اپنے خُلق سے خلقِ خدا کو فیضِ ہدایت بخشتا ہے۔ چوتھے سخاوت سے کہ وہ سخی بن کر رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہے لیکن اُس کے مال میں کمی نہیں آتی۔ پانچویں راہِ فقر اختیار کرنے سے کہ وہ ایسا فقیر بن جاتا ہے کہ اُس کی نگاہ میں خاک و سونا برابر ہو جاتے ہیں۔ جان لے کہ فقر کئی قسم کا ہے مثلاً فقرِ تحقیقی، فقرِ حقیقی، فقرِ دریائے عمیقی، فقرِ توفیقی، فقرِ بحق رفیقی، فقرِ طی طبقاتِ طریقی اور فقرِ اہل شرب تارک الصلوٰۃ بے عمل جاہل مخالفِ شرع اہلِ بدعت زندیقی۔ فقر کی راہ میں کوئی تو فقر کے نام تک پہنچا، کوئی فقر کے مرتبۂ الہام تک پہنچا، کوئی فقر کے مراتب و مقامات تک پہنچا اور کوئی فقر کے اقدام تک پہنچا۔ ہزاراں ہزار میں سے کوئی ایک ہی فقر کے کمال تک پہنچا۔ جب کوئی فقر کے کمال تک

[1] :۔ ترجمہ = فقر جب اپنے کمال پر پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا و عقبیٰ کے دونوں جہان اُس کے مطیع بن جاتے ہیں، دنیا و اہلِ دنیا اُس کے غلام ہو جاتے ہیں، نفس اُس کا فرمانبردار بن جاتا ہے، روح اُس کی مصاحب و یار بن جاتی ہے دل اُس کا ہر وقت بیدار رہتا ہے اور شیطان اُس سے مطلق بیزار ہو جاتا ہے، وہ مدعی رہتا ہے نہ مدعا علیہ۔ شہرت و ہوائے نفس کو وہ اپنے قدموں میں روند ڈالتا ہے، عقل اُس کی خدمت گار بن جاتی ہے۔ توفیق طاعت اُسے نصیب ہو جاتی ہے اور معرفتِ حق اُس کی رفیق بن جاتی ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو معرفتِ الٰہی اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس طرح دور بھاگتے ہیں جس طرح کہ تیر کمان سے اور خلق کی طرف رجوع کر کے درمِ دنیا کی طرف دوڑتے ہیں چاہے اِس میں اُن کا ایمان ہی چلا جائے اور ریا کے مرتکب ہو کر کافر ہی ہو جائیں۔ وہ تو فرعون تھا جس نے دنیا سے منہ نہ موڑا۔ جس آدمی کا دل دنیا و اہلِ دنیا سے سرد نہیں ہوتا اور وہ لایحتاج فقر کو اختیار کیے بغیر فقر کا دعویٰ کرتا ہے اور محتاج رہتا ہے تو وہ دعوائے فقر میں کاذب و جھوٹا و بے حیا و خود فروش ہے۔

بیت :- " فقر جب کامل ہو جاتا ہے تو اُسے التجا و التماس کی حاجت قطعاً نہیں رہتی اور نہ وہ کسی سے غرض رکھتا ہے کہ اُس کا نام ہی لایحتاج فقر ہے۔"

جان لے کہ آدمی چار چیزوں سے خوار ہوتا ہے اور چار چیزوں سے ابرار ہوتا ہے۔ جن چار چیزوں سے خوار ہوتا ہے وہ اربعہ عناصر ہیں جن میں سے ہر ایک کی تاثیر علیحدہ علیحدہ ہے۔ پانی کی تاثیر یہ ہے کہ اِس سے بندے کا یقین دن میں سو بار متزلزل ہوتا ہے اور اُس کا دل ایک حالت میں نہیں رہتا۔ پانی کی اِس تاثیر سے دل میں طمع و توقع پیدا ہوتی ہے۔ ہوا کی تاثیر یہ ہے کہ اِس سے بندہ ہر وقت بے ہودہ گفتگو کرتا رہتا ہے، آگ کی تاثیر یہ ہے کہ اِس سے آدمی میں ظلم و غضب کی صفات بڑھ جاتی ہیں اور وہ بے تحاشا طعام کھانے لگتا ہے اور مٹی کی تاثیر یہ ہے کہ بندے کو نیند بہت زیادہ آتی ہے اور اُس میں شہوت کا غلبہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے، نہ اُسے

قیامت کا غم رہتا ہے اور نہ وہ خدا سے ڈرتا ہے - مصنف کہتا ہے کہ صدیق و صالح و درویش و عارف و واصل و عاشق مومن مسلمانوں کا وجودِ اربعہ عناصر وجودِ نور میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ اُن کا مقام لاھوت ہے اور مقامِ لاھوت کی نشانی یہ ہے کہ جو آدمی لاھوت میں پہنچ جاتا ہے وہ حدودِ اربعہ عناصر سے باہر نکل جاتا ہے اور اُس کا دل لاھوت میں معرفتِ الٰہی کے نور سے پُر ہو جاتا ہے - دوسرے اہلِ لاھوت ہر وقت شوقِ اِلَّا اللّٰہُ میں غرق رہتا ہے، اہلِ لاھوت کی مقدس روح اللہ کی دوست ہوتی ہے اور اہلِ لاھوت کا نفس مطمئنہ اور عارف باللہ ہوتا ہے - پس معلوم ہوا کہ اہلِ لاھوت کا لباس تقویٰ ہے اور تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ بندہ ظاہری حواس کو بند کر لے اور حق کے سوا کوئی چیز قبول نہ کرے - لباسِ تقویٰ وہ آدمی پہنتا ہے جو وحدانیتِ حق سے نورِ معرفت کا پیالہ پی لیتا ہے - مردِ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا ہی تقویٰ اختیار کرے - باطن کا تقویٰ بارگاہِ حق کی حضوری ہے اور ظاہر کا تقویٰ مقامِ خلق کی مزدوری اور نفسِ امارہ کی مغروری ہے - جان لے کہ نفسِ امارہ کی عادت سرکش گھوڑے کی عادت سے ملتی جلتی ہے جو معصیتِ شیطانی کی چراگاہ میں چرتا رہتا ہے اور ارواحِ مغلوب کو جدھر چاہتا ہے بھگا لے جاتا ہے - اگر تُو چاہتا ہے کہ یہ سرکش گھوڑا تیرا مطیع رہے تو ہر وقت اس کے منہ میں با اخلاص صدق مع اللہ اور دائمی ذکر اللہ کی آتشیں لگام ڈالے رکھ تا کہ تجھے ذکر اللہ کی غذا و لذت سے کم کھانے، کم بولنے، کم سونے اور کم اختلاطِ خلق کی عادت پڑ جائے ورنہ نفس کا یہ سرکش گھوڑا کہاں آرام کرتا ہے - جب یہ راہِ شہوت پر بھاگنا چاہے تو اس کے ہاتھ پاؤں مضبوط رسی سے باندھ دے تا کہ یہ ہوا و ہوس سے باز رہے - مصنف کہتا ہے کہ نفسِ سرکش کو مطیع کرنے کے لئے باطنی اشغال کی ضرورت ہے کہ استغراقِ باطن سے دل میں علم و حلم بڑھتا ہے اور تصور و تفکرِ حق برد کرتا ہے کہ گہوارۂ قلب فکر کے جھولوں سے کبھی فارغ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وجود میں ظاہری و باطنی قوت پیدا ہوتی ہے جو نفس کو سنگسار کر کے بردبار کرتی ہے جس سے وجود میں عجب و کبر و ہوا کا نام و نشان مٹ جاتا ہے - یہ کامیابی

تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں۔ تقویٰ انبیا و اولیا کا لباس ہے۔ ہر درویش و مشائخ جو تقویٰ سے خالی ہے وہ برہنہ ہے کہ تقویٰ لباسِ فرض و واجب و سنت و مستحب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:۔"انسان کی اصلیت لباس کے نیچے ہوتی ہے۔" ظاہری لباس تن پر کپڑے پہننا ہے اور باطنی لباس معصیت و گناہ سے احتراز کرنا اور شرک و کفر جیسے رویوں سے اجتناب کرنا ہے۔ متقی وہ ہے جو یادِ الٰہی کے علاوہ ہر اُس چیز سے پرہیز کرے جس کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہے اور ماسویٰ اللہ کے تمام خطرات سے دور رہے۔ جو آدمی تقویٰ اختیار کر کے متقی ہو جاتا ہے اُس کی طبیعت سے خطراتِ شیطانی، آتشِ حرصِ نفسانی اور اوصافِ حیوانی جدا ہو جاتے ہیں، یادِ حق سے اُس کے دل کا موتی صدق کے انوار سے پُر رہتا ہے، اُس کی چشمِ دل ہر آن روشن سے روشن تر ہوتی چلی جاتی ہے، اُس کے بدن کا ہر عضو محبتِ پروردگار کے شعلہ کی آنچ کی زد پر رہتا ہے اور ذکرِ یاھُو سے اُس کا دل ہر وقت شوقِ دیدار سے لبریز رہتا ہے۔ ایسا لباسِ تقویٰ وہ آدمی پہنتا ہے جو اپنا دامن دنیا سے بچا کر رکھتا ہے۔ بندہ جب ظاہری تقویٰ اختیار کرتا ہے اور باطن کے تقویٰ سے بے خبر رہتا ہے تو ظاہری تقویٰ اُسے خلق میں شہرت و ناموری کی سربلندی عطا کرتا ہے جس سے وہ خود پسند ہو جاتا ہے، اُس کا نفسِ امارہ زندہ و فربہ ہو جاتا ہے اور وہ کفر و ریا میں مبتلا رہتا ہے اور ہر وقت شرک میں گھرا رہتا ہے، شیطان اُس کا مصاحب بن جاتا ہے اور دنیا اُس پر مہربان ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اُس کی روح پژمردہ اور نفسِ لوامہ و ملہمہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ جب آدمی باطنی ریاضت کرتا ہے اور اُس کے وجود میں معرفتِ الٰہی کا آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اُس کا نفسِ امارہ خراب ہو جاتا ہے، اُس کی روح زندہ ہو جاتی ہے، نفسِ ملہمہ صدق پکڑتا ہے، نفسِ لوامہ جمیعت پکڑتا ہے اور نفسِ مطمئنہ عبادت پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں مراتب اُس اہلِ تقویٰ صاحبِ معرفت روشن ضمیر عارف باللہ فقیر کے جو" اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ "[1] کا مصداق بن جاتا ہے۔

[1]:۔ ترجمہ = فقر جب اپنے کمال پر پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

متقی فقیر کا نفس امارہ فنا ہو کر ہوا سے پاک ہو جاتا ہے اور اُس کی روح معیت حق تعالیٰ میں پہنچ کر بقا حاصل کر لیتی ہے۔ اللہ بس ما سوی اللہ ہوس۔ جو آدمی اِن مراتب تک پہنچ جاتا ہے اُس کی جان مجموعۂ جان بن جاتی ہے اور اُس پر دونوں جہان اپنی جان نثار کرتے ہیں کہ مجموعۂ جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اِس مرتبے کو فنا فی نور محمد فنا فی نور اللہ کہتے ہیں۔ جو کوئی فنا فی نور اللہ کے اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا"[1] کا مصداق بن کر امانِ الٰہی میں آجاتا ہے۔ اولیا کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے یکتائی کا مرتبہ ہے جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "بے شک اولیائے "اَللّٰہُ" پر کوئی خوف ہے نہ غم۔" کہ اُن کی نظر اپنے معبود پر ہوتی ہے اور وہ ہر عیب و گناہ سے پاک ہوتے ہیں کہ وہ دونوں جہان سے دست بردار ہوتے ہیں۔ یہ وہ عارف باللہ اولیا ہیں جو سِرِّ اسرارِ الٰہی کی راہ پر گامزن ہیں۔ جان لے کہ مرشدِ کامل طالب اللہ کو پانچ نظروں اور پانچ علوم سے بہرہ ور کر کے اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور و صاحبِ حضور کر دیتا ہے۔ مرشد پہلی نظر و توجہ مقامِ شریعت سے کرتا ہے جس سے طالب پر علمِ شریعت کھل جاتا ہے اور وہ غالب العلما عالم بن جاتا ہے۔ اُس کی دوسری نظر سے طالب پر علمِ طریقت کھل جاتا ہے جس سے وہ کشف القلوب کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ مرشد کی تیسری نظر سے طالب پر علمِ حقیقت کھل جاتا ہے جس سے وہ کشف الارواح کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور مرشد کی چوتھی نظر سے طالب اللہ کے دل کے پچاس ہزار حجاباتِ ظلمانی، تن کے پچاس ہزار حجاباتِ شیطانی، خناس و خرطوم کے پچاس ہزار حجاباتِ نفسانی اُٹھ جاتے ہیں بلکہ کل و جز کے تمام حجابات مرشدِ کامل کی نظر سے جل جاتے ہیں جس طرح کہ آگ سے خشک لکڑی جل جاتی ہے اور طالب اللہ پر ہر قسم کا علم روشن ہو جاتا ہے جس سے وہ صاحبِ نظر محقق بن جاتا ہے۔

ابیات :- (1) " وہ علم جو وصالِ یار کی راہ دکھاتا ہے کسی کتاب میں درج نہیں، یہ

[1] :- ترجمہ = جو آدمی اس میں داخل ہو گیا وہ امانِ الٰہی میں آگیا۔

سب کچھ جو ہم نے پڑھ رکھا ہے وصالِ یار کی راہ میں فائدہ مند نہیں۔'' (2)'' پڑھنا ہے تو اُس علم کا ایک حرف ہی پڑھ لے جو کوچۂ یار میں لے جاتا ہے لیکن وہ علم کسی کتاب سے حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اسرارِ دل کا علم ہے۔''

اگر صاحبِ نظر مرشد اِس طرح کی نظروں سے ہزار دل بھی زندہ و بیدار کر دے تو پھر بھی اِن نظروں کا تعلق اُس خاص نظر سے نہیں جو ذاتِ پروردگار سے مخصوص ہے۔ اِن نظروں کا اعتبار نہ کیا جائے کہ اِس قسم کی نظروں سے کام لینا مبتدی و ناقص و ناتمام مرشد کا کام ہے۔ درویش کامل کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں، اوّل ادب کہ وہ ہر وقت آدابِ خدا کو ملحوظِ خاطر رکھے، دوئم یہ کہ اُس کی آنکھ کا چشمہ صبح و شام ہر وقت جاری رہے، سوئم یہ کہ اُس کا کلام ہر دل کے لئے اکسیر ہو اور اُس کی ہر بات سنگدلوں پر اثر انداز ہو۔ یہ مراتب ہیں صاحبِ معرفت عارف باللہ کے۔ فرمایا گیا ہے:۔'' معرفت دائم الحیرت ہے۔'' معرفتِ الٰہی عارفِ دل کا ایک شہر ہے جس سے حیوان بے خبر ہیں۔ جان لے کہ معرفت رازِ دل ہے جو اُس راہ سے حاصل ہوتی ہے جس سے نظر نہیں ہٹتی کہ وہ تجلیاتِ نورِ اَللّٰہُ سے روشن رہتی ہے اور نورِ اللہ ہی اُس کا گواہ ہے کہ تجلیٔ معرفت کا تعلق باغِ توحید وصل سے ہے جس کا ثمرہ حیرت ہے اور حیرت محض القال ہے۔ اہلِ معرفت کی آنکھ اور ہے جس کی بینائی چشمِ ظاہر کی بینائی سے مختلف ہے کہ اُن کی آنکھ ہر وقت تجلیاتِ نورِ خدا کا مشاہدہ کرتی رہتی ہے۔ اہلِ معرفت کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے کہ نورِ الٰہی وہ نور ہے کہ جس سے تمام عالم کا ظہور ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ نفس کا جامۂ کثیف آدمی کے جان و تن پر لباس کی صورت ہے جب کہ دل کے اندر روحِ لطیف صاحبِ ایمان ہے اور نفس پر غالب ہے۔ جب اہلِ ایمان عارف باللہ کے وجود میں ایمان کا شعلہ نمودار ہوتا ہے تو اُس کا تمام وجود سر سے قدم تک نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ اہلِ ایمان عارف ہر وقت موت کے منتظر رہتے ہیں کہ موت اُن کے لئے اجابت و مقبولیتِ وصال کی نوید ہوتی ہے۔ اُن کی زندگی خواہ سو سال ہی کیوں نہ ہو

اِستغراقِ معَ اللہ میں بقدر ایک دم کے ہوتی ہے، اُنہیں زندگی بھر دنیا و آخرت کا کوئی غم نہیں ہوتا۔ خوبیٔ ایمان و حسنِ ایمان دلیل نیک وزی دل ہے۔ شوقِ اللہ میں گرمیٔ دل دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے، ایک ذکرِ جہر سے اور دوسرے فکرِ مخفی سے۔ نفس و روح میں کیا فرق ہے؟ نفس طالبِ مردار ہے اور روح بارگاہِ حضور میں طالبِ دیدار ہے۔

بیت:۔" جب تک تُو تیغِ عشق سے سر کٹوا کر بے سر مرد نہیں بن جاتا ناممکن ہے کہ تُو دوست کو پا سکے یا سر کو بچا سکے۔"

صاحبِ نظر مرشد وہ ہے جو چشمِ دل سے توجہ کرے کہ توجہ دل و توجہ چشمِ دل طالب اللہ کو ہر ایک مقام سے آگے نکال کر لے جاتی ہے اور اُسے مقامِ نورِ " اَللّٰہُ "میں محو کر کے دونوں جہان میں زندہ جاوید کر دیتی ہے۔ اِس نظر سے کام لینا بھی کوئی مشکل کام نہیں کہ نظر و توجہ دل بھی عام سی بات ہے۔ صاحبِ نظر مرشد وہ ہے جو طالب اللہ پر سرِّ الامین کے مقام سے چشمِ وہم کی نظر ڈالے تو اُسے حق الیقین کے مرتبے پر پہنچا دے اور طالب اللہ یکبارگی صاحبِ یقین ہو کر مرید لا یرید بن جائے۔

قسمت بھی چار قسم کی ہے۔ فقرا کی قسمت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کھاتے پیتے ہیں اُس سے اُن کے وجود میں معرفتِ الٰہی کا نور پیدا ہوتا ہے، اِن کا رزق توکل کی راہ سے آتا ہے۔ توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں جس ذریعے سے بھی رزق پہنچاتا ہے وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رزق کسب سے آتا ہے، بعض حصولِ رزق کے لئے علم پڑھتے ہیں اور بعض ظلم و تعدی سے غریبوں سے چھین کر رزق حاصل کرتے ہیں۔ الغرض فقر ہی ایک ایسی دولت ہے کہ جس میں سعادت و عزت و افتخار کے مراتب پائے جاتے ہیں۔ فقر کے مراتبِ عظمیٰ اللہ تعالیٰ اُس صاحبِ عظمت کو عطا فرماتا ہے جو اُس سے یگانہ ہو جاتا ہے بیگانے تو فقر کا منہ بھی نہیں دیکھ پاتے۔ بیت:۔

" سن اے جانِ عزیز! مَیں تجھ سے مخاطب ہوں کہ خدا سے برتر کوئی شے نہیں ہے۔"

مخلوق رزق کو تلاش کرتی ہے اور فقرا رازق کو تلاش کرتے ہیں۔ مخلوق کی نظر سیم و زر پر رہتی ہے اور فقراُ کی نظر اپنے مولیٰ قادرِ اکبر پر رہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جو آدمی اللہ کی محبت میں مرا وہ شہید کی موت مرا۔" طالبِ مولیٰ شہید ہے اور طالبِ دنیا طلبِ مولیٰ سے بے نصیب ہے۔ دونوں جہان میں طلبِ مولیٰ جیسی پیاری و برتر چیز اور کوئی نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔"اے نبی! پڑھو اُس کتاب کو جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے اور بے شک ذکرِ اَللّٰہ سب سے بڑا عمل ہے۔" ذکرِ زبان عادت ہے، ذکرِ قلب ارادت ہے، ذکرِ روح عبادت ہے اور ذکرِ سِرّ سعادت ہے اور ذکرِ سعادت ہی وہ عمل ہے جس سے معرفتِ الٰہی کا پردہ اُٹھتا ہے۔

ابیات:۔ (1) "دل کی صفائی سے جس کا باطن صاف ہو جاتا ہے اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔" (2) "تیرا مرشد وہ ہے جو تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچا دے، وہی تجھے وصالِ وحدت بخش سکتا ہے۔"

جان لے کہ آدمی کے وجود سے حرص و حسد اور طمع و بغض جیسے بچگانہ خصائل ہرگز نہیں نکلتے اس لئے علما جو بچپن میں علم پڑھتے ہیں اور بعد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں اُن پر بھی بچوں کی صحبت کی تاثیر وارد ہو جاتی ہے اور بچوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی ہر مطلوبہ چیز لڑ جھگڑ کر اور رو پیٹ کر حاصل کرتے ہیں۔ پس علما بچوں کے مراتب سے ہرگز نہیں نکل سکتے جب تک کہ وہ عارف باللہ بزرگوں کی صحبت اختیار کر کے مرتبۂ بزرگی حاصل نہیں کر لیتے اور عارف باللہ کو بزرگی اللہ تعالیٰ کے بزرگ نام اَللّٰہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ علما " اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ "[1] کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں لیکن فنا فی اللہ ذات کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے چنانچہ امام غزالیؒ

[1]:۔ ترجمہ = علم کے بہت بڑے درجے ہیں۔

فرماتے ہیں:۔"جب مجھے تھوڑی سی عقل اور تھوڑا سا علم حاصل ہوا تو میں اِس خود فریبی میں مبتلا ہوگیا کہ مَیں محرمِ اسرار ہوگیا ہوں لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ عقل بھی غفلت شعار ہے اور علم بھی حجابِ اکبر ہے تو میں اِن دونوں سے بیزار ہوگیا۔" عمل بذاتِ خود بارگاہِ الٰہی میں منظور نہیں چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے نہ تمہارے اعمال کو بلکہ اُس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر رہتی ہے۔" پس اگر تُو علم و عمل سے تحقیق نہیں کرتا، ذاتِ احدیت کی طرف رجوع نہیں کرتا اور ترکِ علم کر کے دائرۂ شریعت سے نکل نہیں جاتا، طریقت میں قدم نہیں رکھتا اور ہوائے نفس کا پجاری بنا رہتا ہے تو یہ سب آثار ہیں شیطان کی پیروی کے اور تُو شیطان کی طرح لوگوں کے لئے راہزن ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ شریعت کی پیروی سے باطن میں اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال اور معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ نصیب ہوتی ہے۔ عارف باللہ فقیر خواہ حالتِ مستی میں ہو یا ہوشیاری میں وہ ہر حال میں صاحبِ بندگی ہوتا ہے کہ شریعت سے ہٹ کر ہر راہ خدا سے دوری اور قہرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ ہے جو سراسر استدراج و گندگی ہے خواہ کوئی خَلق کے سامنے کیسا ہی دعویٰ و مظاہرہ کرتا پھرے چنانچہ سیّدنا غوث الاعظم پیر دستگیرؒ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا:۔"خداوندا! عشق کیا چیز ہے؟" جواب ملا:۔"عشق وہ ہے جو ہر ماسویٰ اللہ کو جلا کر راکھ کر دے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔"عشق ایک آگ ہے جو دل سے ہر خیالِ غیر کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔" یہ وہ راہ ہے جسے صرف عارف باللہ فقیر ہی اختیار کرتا ہے۔ عارف باللہ فقیر کو دائم صاحبِ معراج کہا جاتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی معراج سے فارغ نہیں ہوتا چنانچہ وہ نماز میں صاحبِ معراج ہوتا ہے، ذکر فکر اور تلاوتِ قرآن میں صاحبِ معراج ہوتا ہے اور استغراقِ نورِ اَللّٰہُ میں صاحبِ معراج ہوتا ہے۔ اصلی معراج دو قسم کا ہے، ایک معرفتِ الٰہی کا معراج ہے جس کا تعلق دل کی حضوری سے ہے، یہ مطلق رازِ الٰہی ہے۔ دوسرا معراج بالائے عرش ہے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ممتاز و سرفراز و مفتخر ہوئے۔

معراجِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خواب یا مراقبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت سے حاصل ہوتا ہے جس میں طالب اللہ کو مطلق وصال نصیب ہوتا ہے۔ معراجِ خداوندی کی نشانی یہ ہے کہ صاحبِ معراج کے وجود میں چوں رہتی ہے نہ چرا۔ یہ مرتبہ مرشدِ کامل کی عطا سے حاصل ہوتا ہے۔

بیت:۔ " مَیں ایک کامل و عامل و باطن صفا عارف باللہ فقیر ہوں ، مَیں ایک عاشقِ واصل اور معشوقِ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں۔ "

مرشدِ کامل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت سے جملہ مقاماتِ ذات وصفات پر تصرف حاصل ہو اور جب کوئی طالب اُس سے کسی مرتبے و مقام کا سوال کرے تو وہ اُسے رنج و ریاضت میں مبتلا کیے بغیر وہ مرتبہ عطا کر دے۔ ایسے مرشد کو خزائنِ الٰہی کا خزانچی کہتے ہیں۔ جب کسی وجود میں اسمِ "اَللّٰہُ" کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے تو اُس میں نفسانیت دنیا اور صفاتی تدابیر کے کوئی آثار باقی نہیں رہتے۔ جو وجود اشتغال مسمّٰی سے طاہر ہو کر غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اُسے خلق میں کشف و کرامات کا مظاہرہ کرنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ یاد رہے کہ قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے، ایک قادری زاہدی طریقہ ہے جس میں طالب عوام کی نگاہ میں صاحبِ مجاہدہ و صاحبِ ریاضت ہوتا ہے جو ذکر جہر سے دل پر ضربیں لگاتا ہے، غور و فکر سے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، ورد وظائف میں مشغول رہتا ہے، راتیں قیام میں گزارتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے لیکن باطن کے مشاہدہ سے بے خبر صاحبِ حال و صاحبِ قال بنا رہتا ہے۔ دوسرا قادری سروری طریقہ ہے جس میں طالب قرب و وصال اور مشاہدۂ دیدار سے مشرف ہو کر شوریدہ حال رہتا ہے اور ایک ہی نظر سے طالب اللہ کو معیتِ حق تعالیٰ میں پہنچا دیتا ہے اور وصالِ پروردگار سے مشرف کر کے حق الیقین کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے۔ ایسا ہی سروری قادری فقیر قابلِ اعتبار ہے کہ وہ قاتلِ نفس ہوتا ہے اور کارزارِ حق میں پیش قدمی کرنے والا سالار ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔

"توحید اور توکل دو جڑواں بھائی ہیں۔" "جو آدمی سچ بولتا ہے اور حلال کی روزی کھاتا ہے وہی معرفتِ حق اور وصالِ وحدت سے سرفراز ہوتا ہے۔ نیز سروری قادری اُسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دست بیعت فرماتے ہیں اور اُس کے وجود سے بدخلقی کی خو بو ختم ہو جاتی ہے اور اُسے شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے اور وہ مطابعتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں چل سکتا۔ شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہرِ امان کی مثل ہے۔ ہر راہ اسی شہر میں آتی ہے۔ جو آدمی اس شہر میں داخل ہو کر فقر و شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اختیار کر لیتا ہے وہ اِس شہر کا بادشاہ بن جاتا ہے اور اُسے علمِ طریقت کے ہر مقام کی آگاہی حاصل ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی شریعت کی مخالفت کرتا ہے تو وہ مردود و گمراہ ہو جاتا ہے، اُس کا منہ دیکھنا باعثِ صد گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "اہلِ ہوس و اہلِ بدعت سے میل جول مت رکھو کہ اُن پر دار الحرب کے کفر کا غلبہ ہوتا ہے۔" اہلِ علم مومن کو چاہیے کہ وہ ہر وقت سکوت و راستی سے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جس نے سکوت اختیار کیا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "مومن وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "سچائی معجزے دکھاتی ہے۔"

بیت:۔ " ہر حدیث و ہر آیت تجھے یہ سبق دیتی ہے کہ مردِ عارف وہ ہے جو دین میں قوی و ثابت قدم ہو۔"

نیز سروری قادری اُسے کہتے ہیں جو نر شیر پر سواری کرتا ہے اور غوث و قطب اُس کے زیرِ بار رہتے ہیں۔ سروری قادری طالبوں اور مریدوں کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے پہلے ہی روز یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ماہ سے ماہی تک ہر چیز اُن کی نگاہ میں آ جاتی ہے۔ سروری قادری کی اصل حقیقت یہ ہے کہ سروری قادری فقیر ہر طریقے کے طالب کو عامل کامل مکمل مرتبے پر پہنچا سکتا

ہے کیونکہ دیگر ہر طریقے کے عامل کامل درویش سروری قادری فقیر کے نزدیک ناقص و خام و ناتمام ہوتے ہیں کہ دوسرے ہر طریقے کی انتہا سروری قادری طریقے کی ابتدا کو بھی نہیں پہنچ سکتی خواہ کوئی عمر بھر محنت و ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتا پھرے۔ اِس طریقہ کے عاشق و طالب دنیا سے تارک فارغ ہوتے ہیں کہ عارف واصل ہونا سروری قادری طریقے کا ابتدائی مرتبہ ہے۔ سروری قادری طریقے کے طالبوں اور مریدوں میں غوث و قطب اور ابدال و اوتاد قیامت تک کم نہ ہوں گے کیونکہ اِس طریقہ میں ابتدا و انتہا ایک ہی ہے یعنی تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر طالب کو ذکر فکر میں مبتلا کئے بغیر تمام مراتب تک پہنچا دیتی ہے۔ اِس طریقہ کو شریعت سے پائیداری اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تلقین سے افتخار حاصل ہے۔ یاد رہے کہ حضرت پیر دستگیر مادر زاد ولی اللہ، فقیر فنا فی اللہ، وزیر محمد رسول اللہ اور عارف باللہ معشوقِ اللہ ہیں۔ اُنہیں بارگاہِ ربّ الارباب سے پیر دستگیر محی الدین، بقاباللہ قطب، فردانیت میں غوث اور وحدانیت میں غوث الاعظم کا خطاب اِس لئے دیا گیا کہ آپ کے سروری قادری طالبوں اور مریدوں کو پہلے ہی روز اسمِ اعظم عطا کر دیا جاتا ہے اور اُنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری بخش کر غالب الاولیائے حبیب بنا دیا جاتا ہے۔ اِس طریقہ سے فیض یاب ہونے والے باطن صفا اہل تصدیق طالب مرید ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں۔ دنیا میں ایسے سروری قادری لایحتاج فقیر بہت ہی کم پائے جاتے ہیں جو دنیا و عقبیٰ سے بے نیاز صاحب ہدایت و صاحبِ رازِ عنایت ہوتے ہیں، ایک ہی دم میں دونوں جہان طے کر کے صاحبِ جود و کرم ہو جاتے ہیں اور کشف و کرامات کو باعثِ ننگ سمجھ کر اُن سے مطلق شرم و حیا کرتے ہیں کہ سروری قادری فقیر کی نظر وحدانیتِ الٰہ پر ہوتی ہے، سروری قادری فقیر ایسا بادشاہ ہے جو معرفتِ الٰہی کے اسرار سے ہر وقت آگاہ رہتا ہے۔

مثنوی:۔ ” تمام غوث و قطب اور تمام پیر حضرت پیر دستگیر قدس سرّہ العزیز کے مطیع و

فرمانبردار ہیں، پیر ہو تو ایسا ہی غالب الاولیا ہو- حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے وزیر اور مقربِ خدا ہیں، ظاہر باطن کا ہر مرتبہ و ہر مقام اُن کے زیرِ قدم ہے بلکہ ہر مقام اُن کی گردِ پا بھی نہیں-"

ابیات:-(1) غوث وقطب اُن کے مرید بنتے ہیں بلکہ اُن کے مریدوں کے بھی مرید بنتے ہیں- حضرت پیرِ پیران کے مرتبے پر بھلا غوث وقطب کہاں پہنچ سکتے ہیں؟"(2) فقیر باھُو کا دعویٰ ہے کہ جو آدمی حضرت میراں محی الدینؒ کی غلامی اختیار کرتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ہم مجلس ہو جاتا ہے اور اُس پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے-"

اُسے بھی سروری قادری کہتے ہیں جسے خاتم النبیین رسولِ رب العلمین سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مہربانی سے نواز کر باطن میں حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ العزیز کے سپرد کر دیں اور حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اُسے اس طرح نوازیں کہ اُسے خود سے جدا نہ ہونے دیں- سروری قادری کا خطاب چار قسم کے لوگوں کو دیا جاتا ہے،(۱) سروری قادری اُس صدیق اکبر کو کہا جاتا ہے جس کا باطن صاف ہو اور اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری حاصل ہو-(۲) اُسے بھی سروری قادری کہا جاتا ہے کہ جس کی توجہ کامل ہو اور وہ غرق مع اللہ ہو کر دونوں جہان کی زندگی حاصل کر چکا ہو،(۳) اُسے بھی سروری قادری کہا جاتا ہے جو صاحبِ مشاہدہ ہو اور حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ کر انتہائی قوی ہو چکا ہو اور(۴) اُسے بھی سروری قادری کہا جاتا ہے جو صاحبِ اسرار ہو کر صاحبِ نظر نظار بن چکا ہو اور نر شیر پر سواری کر سکتا ہو- سروری قادری فقیر کی شان یہ ہے کہ وہ ایک ہی نظر سے طالب اللہ کو اُس کا ہر مطلب عطا کر دیتا ہے اور اُسے ایک ہی نگاہ سے ناظر بنا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر کر دیتا ہے- اس طرح جب وہ ایک ہی نظر سے طالب کو ناظر بنا دیتا ہے اور اُسے غرقِ توحید کر کے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر کر دیتا ہے تو طالب محبوبیت کے مرتبے پر پہنچ

جاتا ہے اور وہ ذکر فکر سے مجذوب اور ورد وظائف سے محجوب ہو جاتا ہے۔ لائق ارشاد مرشد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور حضرت شاہ محی الدین کی رخصت سے طالب کو تلقین کرے تو طالب صاحبِ مشاہدہ ہو کر صاحبِ یقین ہو جائے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی رخصت کے بغیر از خود تلقین کرتا ہے اُس کا طالب اہل بدعت، اہل سرود، حسن پرست اور اہل ہوا بن جاتا ہے اور وہ خود مست و مغرور ہو کر خدا اور اُس کے رسولؐ سے دور ہو جاتا ہے۔ خدا سے اِس طرح دلیری کرنا موجبِ ذلت و شرمندگی ہے۔ ایسا آدمی قیامت کے دن رو سیاہ ہوگا۔ مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ شرح رسالہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درج ہے کہ درویش پانچ قسم کے ہوتے ہیں، (۱) وہ درویش کہ جنہیں کشف القلوب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے، یہ لوگ جملہ قلوب و جملہ ارواح کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں، (۲) وہ درویش کہ جنہیں کشف القبور کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے، یہ لوگ باطنی طور پر اہل قبور سے ہم کلام ہوتے ہیں، (۳) درویشوں کی تیسری قسم اوتاد ہے۔ اوتاد مشرق سے مغرب تک ہر چیز سے اس قدر باخبر ہوتا ہے کہ مشرق و مغرب میں مرغی کا ایک انڈہ بھی اُس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہوتا، (۴) چوتھا درویش قطب ہے جو زمین و آسمان کے ہر طبق کی خبر رکھتا ہے۔ (۵) پانچواں درویش غوث ہے جس کی قوت ایک سو ساٹھ قطب کے برابر ہوتی ہے۔ غوث وہ ہے جو بالائے عرش ستر ہزار حجابات سے آگے کی خبر رکھتا ہے۔ اگر ایک سو ساٹھ آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہیں تو ایک اوتاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اوتاد پیر نہیں ہوتا لیکن غوث پیر ہوتا ہے۔ غوث و قطب کے علاوہ اگر کوئی پیری کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، اُس کا دعوائے پیری باطل ہے اور وہ قیامت کے دن شرمندہ و رو سیاہ ہوگا۔ مصنف کہتا ہے کہ وہ غوث و قطب و اوتاد جس کے مراتب کا تعلق بالائے عرش تا زیرِ زمین طبقات کی طیر سیر سے ہو اور وہ ہوائے نفس کی تسکین میں مشغول ہو وہ خدا سے بہت دور ہے۔ پیری مریدی کے

لائق وہ شخص ہے جو طالب مرید کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچا دے تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے تلقین وہدایت سے نوازیں اور وہ ہدایت یافتہ ہو جائے۔

بیت :۔" اے باھُو ! پیر ہو تو ایسا ہو جیسا کہ میرا پیر ہے جو نائب رسولؐ ہے اور ہر مرید کو بارگاہِ حق کی حضوری بخشتا ہے۔"

پیر وہ نہیں جو محض وعظ ونصیحت اور پیغام رسانی کرے بلکہ پیر وہ ہے کہ جس کی تلقین 1 میں اسرارِ معرفتِ الٰہی کا اِتمام ہو۔ نہ نہ میں غلط نہیں کہتا کہ پیر وہ ہے جو ایک ہی نظر سے لباسِ دنیا پارہ پارہ کر دے اور دامن دنیا پھاڑ دے، اُس کی نگاہ اس قدر پاک ہو کہ اُس کی ایک ہی نگاہ وجود کے تانبے کو سونا بنا دے۔ نہ نہ میں غلط نہیں کہتا کہ یہ مرتبہ بھی ادنیٰ ہے۔ لائق ارشاد مرشد وہ ہے جو اپنے طالبوں مریدوں کو پہلے ہی روز باطنی خضر کے مرتبے پر پہنچا دے کہ ظاہری خضر کی بینائی باطنی خضر کی باطنی صفائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ ظاہری خضر سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور باطنی خضر کسے کہتے ہیں؟ ظاہری خضر کی نظر سے رسمی کسبی ظاہری علم اور خزائن سیم وزر حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی مجلس اُسے نصیب ہوتی ہے جس کی ملاقات باطنی خضر سے ہو جائے۔ باطنی خضر سُلطان الفقر کو کہتے ہیں۔ جس کی ملاقات باطنی خضر سے ہو جائے اُسے علمِ ظاہری بھول جاتا ہے کیونکہ اُس کے باطن کو علمِ باطن، نورِ معرفت اور توحید الٰہی کی تجلیات اس قدر معمور کر دیتی ہیں کہ وہ ہر وقت قرب ووصال کی حضوری میں غرق رہتا ہے جس سے اُسے ظاہری خضر کی خبر رہتی ہے نہ سیم وزر کی نہ نفس وشیطان کی نہ دنیا کی اور نہ مخلوق کی۔ ایسے فقیر کو "یک وجود فقیر"

1 :۔ تلقین = حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت میں ایک ہی نگاہ سے روشن ضمیری بخش کر طالبِ مولیٰ کا دل زندہ کر دینے کا نام تلقین ہے۔ نظر نوازی کا یہ ایک نہایت ہی موثر عمل ہے جسے بروئے کار لا کر مرشد کامل اپنے طالبوں کو پل بھر میں بامراد کر کے اُن کی ہر طلب پوری کرتا ہے۔ مرشد کامل وعظ ونصیحت نہیں کرتا بلکہ محض تلقین سے کام لے کر طالبِ مولیٰ کا دل زندہ کر دیتا ہے تا کہ طالب صاحبِ مشاہدہ ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ ظاہر میں ہمیشہ شریعت پر کاربند رہتا ہے اور باطن میں معرفتِ الٰہی کے کمال پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ جو پیر و مرشد اپنے طالبوں مریدوں کو باطنی خضر کے ان مراتب پر پہنچا دے وہ مرد ہے کہ پیر و مرشد ہے ورنہ اُسے پیر و مرشد نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ راہزن ہے اور قیامت کے دن شرمندہ و شرمسار و خوار ہو گا۔ پیر مرشد بننا آسان کام نہیں کہ پیری مرشدی میں اسرارِ عظیم پائے جاتے ہیں۔ پیر مرشد کو صراف و زرگر کی مثل ہونا چاہیے جو ایک ہی نگاہ میں کھرے اور کھوٹے کو پرکھ لیتا ہے۔ جان لے کہ دل ریاضت کرنے اور معدہ کو طعام سے خالی رکھنے سے پاک نہیں ہوتا کہ ریاضت کی راہ سے طبقاتِ زمین و آسمان کی طیر سیر و مشاہدہ کرنا اور ماہ سے ماہی تک پرواز کرنا مکھی کا مرتبہ ہے اور بہتے ہوئے آبِ دریا پر چلنا تنکے کا مرتبہ ہے۔ یہ دونوں مراتب تو حبسِ دم کے ذریعے حاصل ہو جاتے ہیں مگر حبسِ دم کفار کا رسمی رواجی مشغلہ ہے جو سراسر فضول عمل ہے کہ حبسِ دم کے ذریعے مذکورہ بالا طیر سیر اور مشاہدۂ آسمانی کے مراتب تو کفار و زندیق بھی کر لیتے ہیں، انہیں منتہی مراتبِ ولایت و ہدایت اور مراتبِ غوثیت و قطبیت نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مطلق استدراج ہے۔ غوث و قطب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک غوث و قطب وہ ہیں کہ جنہیں ریاضت کے ذریعے مراتبِ طبقات حاصل ہو جاتے ہیں اور دوسرے غوث و قطب وہ ہیں کہ جن پر اسرارِ ذات کھل جاتے ہیں۔ اُنہیں یہ مراتب تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس جس راہ کا تعلق کفار سے ہے ہمیں اُس کے خلاف چلنا چاہیے۔ مرد وہ ہے جو کفار کے خلاف اپنے قدم شریعت میں استوار رکھے اور باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں جو کچھ دیکھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے جس بات کا حکم فرمائیں اُس پر عمل کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف بال برابر بھی نہ چلے، خدا کو حاضر ناظر جانے اور خوفِ خدا سے لرزتا رہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو طلبِ سیم و زر میں غرق ہو کر خدا اور اُس کے رسول سے غافل و بے خبر ہو جاتے ہیں۔ یہ مردہ دل بے بصیرت لوگ بظاہر علمِ فضیلت پر عبور حاصل کر لیتے ہیں مگر

اُس پر عمل نہیں کرتے اور جہالت کی زندگی گزارتے ہیں۔ تو اُن سیاہ دل و بے باطن لوگوں کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟ جہاں سب کچھ عیاں ہے وہاں کیا حاجتِ بیان ہے؟ طالبِ دنیا دونوں جہان میں پریشان رہتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم اُن کے دوست بن کر اُنہیں خبریں مت پہنچایا کرو۔" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! تم میرے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ کہ جو لوگ میری بندگی کے لائق نہیں وہ تمہاری دوستی کے بھی لائق نہیں اس لئے کہ دنیا، اہلِ دنیا، نفس، شیطان اور کافر خدا کے دشمن ہیں لہٰذا دوستانِ خدا کو چاہیے کہ وہ خدا کے اِن دشمنوں سے ترکِ تعلق کر کے اِن سے بیزار ہو جائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" مَیں نیک کردار و پرہیزگار ہوں اور اہلِ تکلیف اُمت سے بیزار ہوں اور دنیا مطلق تکلیف ہے۔" حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔" بے شک میری اُمت کے فقرا اُمرا سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔" جان لے کہ صاحبِ طبقات و مقامات غوث وقطب اور ہیں، صاحبِ درجات و صاحبِ نام و ناموس غوث قطب اور ہیں، صاحبِ غرق مع اللہ ذات غوث وقطب اور ہیں، اہلِ تجرید و تفرید غوث وقطب اور ہیں، پیر غوث وقطب اور ہیں، امیر غوث وقطب اور ہیں، فنافی اللہ فقیر غوث و قطب اور ہیں اور اہلِ وحدتِ واحد غوث قطب اور ہیں جو فردانیت کے مقام پر معیتِ حق میں غرق ہو کر ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں، اُنہیں اولیا اللہ کے دفتر میں سرِّ اولیا اللہ کہا جاتا ہے، اُن کے متعلق حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" بے شک میرے وہ دوست بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں، اُنہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔" پیر اور مرشد میں کیا فرق ہے اور طالب و مرید کسے کہتے ہیں؟ مرشد مراد بخش ہوتا ہے جو طالب اللہ کے وجود میں محبتِ الٰہی کی جوت جگا کر اس کے دل کو نورِ "اَللّٰہُ" سے روشن کر دیتا ہے۔

نگاہِ مرشد سے طالب اللہ معیتِ حق تعالیٰ میں غرق ہو جاتا ہے اور اُس کے وجود سے کثرت و دوئی کا فرق مٹ جاتا ہے کہ اُس کے دل سے اَللّٰہُ کے سوا ہر چیز نکل جاتی ہے۔ راہِ باطن میں پیر پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے مرید کے سات بال پکڑ کر قینچی سے کاٹ ڈالے اور ساتھ ہی اُسے سات مراتب طے کرا دے یعنی جب وہ پہلا بال کاٹے تو مرید کا دل جمعیت سے پُر ہو کر غنی ہو جائے اور اُس کے دل سے حرص و ہوا نکل جائے۔ جب وہ دوسرا بال کاٹے تو مرید کے دل میں ذکرِ اَللّٰہُ جاری ہو جائے اور اُس کے وجود سے حسد نکل جائے۔ جب وہ تیسرا بال کاٹے تو مرید کا دل معرفتِ الٰہی سے پُر ہو جائے اور اُس کے وجود سے کبر نکل جائے۔ جب وہ چوتھا بال کاٹے تو مرید کے دل میں تجلیاتِ نورِ الٰہی روشن ہو جائیں جس سے وہ روشن ضمیر ہو جائے اور اُس کے وجود میں بغض باقی نہ رہے۔ جب وہ پانچواں بال کاٹے تو مرید کے دل میں قوتِ مشاہدہ کامل ہو جائے اور اُس کے وجود میں عُجب باقی نہ رہے۔ جب وہ چھٹا بال کاٹے تو مرید کو مجلسِ انبیا و اولیا کی حضوری نصیب ہو جائے اور اُس کے وجود میں غصہ باقی نہ رہے اور جب وہ ساتواں بال کاٹے تو مرید کو ایک ہی دم میں مشاہدۂ حقیقی اور لذّتِ ذوقِ اللہ تحقیقی نصیب ہو جائے، اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہے، تمام پردے اُٹھ جائیں اور وہ دائمی طور پر مشاہدۂ ذاتِ حق میں غرق ہو جائے۔ یہ ہے کمال مرشدِ کامل کی نگاہِ باکمال کا۔ جو مرشد خود ہی دنیائے مردار کا طالب ہو اُس کا طالب بھی شرابی اور اہلِ بدعت خوار ہوگا بلکہ گاوِ عصار یعنی تیلی کا چشم بند بیل ہوگا۔ کامل پیر اپنے طالب کو ظاہر و باطن میں اوّل تو مردار کھانے نہیں دیتا اور اگر کھائے تو اُس کے وجود میں قرار نہیں پکڑتا اور قے یا اسہال کی صورت میں نکل جاتا ہے۔ کامل پیر کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا کی خاطر پریشان نہیں ہوتا۔ پیر کو چاہیے کہ اپنے طالب کو ساتوں طبقاتِ زمین اور ساتوں طبقاتِ آسمان کا مشاہدہ کرا کے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرا دے۔ جو پیر مرید کے سات بال کاٹ کر یہ سات مراتب طے کرا دے وہ پیر ہے ورنہ محض حجام ہے۔ مصنف کہتا ہے:-

نہیں میں غلط نہیں کہتا کہ ایسا پیر بھی اہل ناسوت اور ناقص و ناتمام ہے، اُس پر مریدوں سے نذر و نیاز وصول کرنا حرام ہے۔ پیر کو اِس طرح باتوفیق ہونا چاہیے جیسے کہ پیر شاہ محی الدین قدس سرّہ العزیز ہیں ورنہ زن مرید پیر تو دنیا میں بہت ہیں۔ دنیا میں پیر کے مراتب کیا ہیں؟ اہل دنیا پیر کا لوگوں کو مرید کرنا انتہائی ظلم اور حرام خوری ہے کہ ایسا سیاہ دل پیر دن رات گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اور مراتبِ دنیا میں ترقی کرتا ہے کہ رجوعاتِ خلق کی وجہ سے اُسے شہرت و ناموری حاصل ہوتی ہے اور مرید اُس کا ادب و احترام اور یقین کرتے ہیں اِس لئے کہ وہ باطن میں جنوں اور شیاطین کو اپنا مطیع کر لیتا ہے بلکہ وہ خود شیطان بن جاتا ہے اور جب کوئی اہل دنیا مرید اُس سے روگردانی کرتا ہے تو رات کو سوتے وقت جن شیطان پیر کی صورت اختیار کرتا ہے اور جنوں اور شیاطین کا لشکر ساتھ لے کر آجاتا ہے اور منحرف مرید کو چارپائی سے نیچے گرادیتا ہے۔ مرید جب جاگتا ہے تو مؤدب ہو کر پیر کی غلامی میں واپس آجاتا ہے اور لوگوں کو اپنے انحراف اور جنوں کی کارستانی کا واقعہ سنا کر بتاتا رہتا ہے کہ میرا پیر زبردست قوت کا مالک ہے۔ وہ اصل حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے اِس لئے نسل در نسل اپنی سات پشتوں میں اُس پیر سے روگردانی کی سزا کا خوف بٹھا دیتا ہے۔ ایسا پیر خود تو باطن میں معرفتِ حق سے محروم و مخالف ہوتا ہے مگر اُس کے مرید لوگوں کو بڑھا چڑھا کر اُس کی کرامات کے قصے سناتے رہتے ہیں کیونکہ جس پیر میں ایسی کرامات نہ پائی جائیں لوگ اُسے پیر مانتے ہی نہیں چاہے وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ جان لے کہ فقیر وہ ہے جو اگر کسی اہل دنیا خواہ وہ حضرت ابراہیم بن ادہم جیسا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو کی طرف نظر کر دے تو وہ بادشاہی چھوڑ کر خاک نشین و گدڑی پوش فقیر بن جائے، ظاہر باطن میں صاحبِ طاعت بن کر رات دن ذکرِ "اَللّٰہُ" میں غرق رہے، گھر بار چھوڑ کر خلق سے جدا ہو جائے، صبح شام بلکہ ہر وقت اشتغال اللہ (تصورِ اسم اللہ ذات) میں غرق رہے، ہر دم معیتِ حق کو غنیمت جانے، دنیا و اہل دنیا سے رغبت نہ رکھے، لباسِ شریعت پہنے اور لب بستہ خاموشی کو عزیز جانے۔ مصنف کہتا ہے کہ

خاموشی میں سات ہزار فوائد ہیں جو سات کلمات میں جمع کر دیئے گئے ہیں اور ہر کلمہ میں ہزار فوائد ہیں۔ ایک یہ کہ خاموشی کراماً کاتبین سے باعثِ راحت ہے، دوسرے یہ کہ خاموشی بلا رنج عبادت ہے، تیسرے یہ کہ خاموشی بغیر تزئین کے زینت ہے، چوتھے یہ کہ خاموشی بے ملک بادشاہی ہے، پانچویں یہ کہ خاموشی بغیر عمارت کے قلعہ ہے، چھٹے یہ کہ خاموشی بغیر معذرت کے بے نیازی ہے اور ساتویں یہ کہ خاموشی عیبوں کی پردہ دار ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ خاموشی اُس وقت تک ایک فریب و خود فروشی ہے جب تک کہ دل میں ذکرِ اَللّٰہُ کا زور و شور قائم نہ ہو جائے اور استغراق مع اللہ کی بے ہوشی وارد نہ ہو جائے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔ عارف باللہ کی پہچان یہ ہے کہ جب تک آدمی سکوت کے اِس مرتبے پر نہیں پہنچتا وہ پریشان رہتا ہے کیونکہ خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس کے دل کی زبان کھل جائے تو اُس کے منہ کی زبان بند ہو جائے اور وہ منہ سے بولنا چھوڑ دے کیونکہ صاحبِ سکوت اللہ تعالیٰ کو اِس طرح حاضر و ناظر جانتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے رُوبرو ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور مَیں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں تم کہیں بھی ہو۔" اگر تُو یہ جان لے کہ خدا تیرے ساتھ ہے تو پھر تُو کسی اور سے مت ڈر اور نہ ہی کسی سے خوف کھا اور اگر تُو یہ سمجھے کہ خدا تیرے ساتھ نہیں ہے تو تُو مشرک ہے اور تُو خراب ہو گا۔ مَیں ایسے عقیدے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

بیت:۔ " ہم نے اسمِ ھُوْ کی ایک ہی ضرب سے ملک و ملکیت کو نیست و نابود کر دیا ہے کہ ہم قلزمِ توحید کے مگرمچھ ہیں۔"

جب کوئی دل کے ورق سے اسمِ ھُوْ کا مطالعہ کر لیتا ہے تو پھر اُسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ ایسی حالت میں وہ خلق کی نظر میں تو بے شعور ہوتا ہے مگر خالق کے ہاں وہ صاحبِ حضور ہوتا ہے۔

بیت:۔" اے باھُو! ان ناپسندیدہ چیزوں سے دل کو صاف کر لے اور اَللّٰہُ کے سوا کسی اور چیز سے دل مت لگا۔"

ذکرِ ھُوْ کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسمِ ھُوْ غالب آ کر اُسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو اُس کے وجود میں ھُوْ کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔

مثنوی:۔"جو دم ذکرِ حق کے بغیر گزرے وہ مطلق گناہ ہے کہ خدا کو بھول کر اپنی ہی ذات میں گم رہنا سراسر کفر ہے، تجھے تیرا پندارِ ہستی ظلمت اور بت پرستی کی طرف کھینچتا ہے۔ خود پرستی سراسر کفر ہے لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے اپنی ذات کی نفی کر دے کہ درحقیقت ذاتِ حق کے سوا اور کوئی ذات ہے ہی نہیں۔"

طلبِ مولیٰ پیشوا پیرِ راہ ہے اور طلبِ دنیا بے پیر گمراہ ہے۔ جو پیر مردِ میدان شہسوار ہے اور اپنے مریدوں کو معرفتِ کردگار بخشتا ہے وہ ہوشیار ہے، اُسی کے مرید لائقِ دیدارِ پروردگار ہیں۔ پیر ہو تو ایسا ہو کہ جیسے میرے پیر شاہ محی الدین سلطان عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو روزانہ ہزار مریدوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری بخشتے ہیں اور وہاں سے اُنہیں سات سات مراتب دلواتے ہیں اور اُنہیں توحیدِ باری تعالیٰ میں غرق کر کے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اُن کے مرید غوث و قطب سے سبقت لے جاتے ہیں۔ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ (بے شک اولیائے اَللّٰہُ مرتے نہیں) کا مصداق بن کر وہ مرتے نہیں، نہ وہ کمینی دنیا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

بیت:۔"اگر تُو قربِ ربانی کا طلبگار ہے تو درگاہِ میراں کا کتا بن جا کہ اُن کی درگاہ کے کتوں کو شیروں پر برتری حاصل ہے۔"

جس نے بھی غوثیت و قطبیت و درویشی و فقیری و اولیائی و ولایت و ہدایت کی دولت و نعمت و سعادت پائی حضرت غوث الاعظمؓ کی بارگاہ سے پائی کیونکہ دونوں جہان کی چابی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جو آپ کا منکر ہوا وہ دونوں جہان میں مردود و الحق ہو کر ابلیس خبیث کی طرح پریشان ہوا۔ ہر مومن مسلمان بندۂ خدا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی ہے یا اُمتی تھا یا

غوث وقطب ولی اللہ ہے حضور غوث پاک کا مرید ہے۔ اُن میں سے کوئی بھی حضور غوث پاک کی مریدی سے باہر نہیں۔ جو اُن کی مریدی سے انحراف کرتا ہے وہ معرفتِ مولیٰ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا، اُس کے مراتب سلب ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ کا خطاب ہی غوث الثقلین وغوث الجن والانس و الملائکہ ہے۔ عقلمند کے لئے تو یہ اشارت وبشارت ہی کافی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک آپؓ کی گردن پر رکھا اور تمام ارواحِ فقرائے فنا فی اللہ کی گردن پر حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی سیف اللہ بقا باللہ غوث الجن والانس والملائکہ کا قدم مبارک ہے۔ آپؓ کے بیٹے نے آپ سے عرض کی:۔" آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔" آپ نے فرمایا:۔" اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو لازم پکڑو، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرو نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی غرض رکھو، اپنی تمام حاجات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دو کہ تمام نعمتیں اُسی کے پاس ہیں، اُس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو، سب کچھ اُسی سے مانگو، کسی کو اُس کا شریک مت ٹھہراؤ اور اپنی نظر اُس کی توحید پر رکھو کہ اُس کی توحید ہر چیز کو محیط ہے۔" آپ نے مزید فرمایا:۔" میرے اور تمہارے اور تمام خلق کے مراتب میں اتنا فرق ہے کہ جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے لہٰذا مجھ کو کسی پر قیاس مت کرو اور نہ ہی کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔" فتوح الغیب، مفتاح الفتوح اور بہجۃ الاسرار میں حضور غوث پاک کا فرمان ہے:۔" میرا یہ قدم تمام اولیائے اللہ کی گردنوں پر ہے۔" جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم الانبیاءؑ ہیں اسی طرح حضرت پیر دستگیر زندہ جان ونور دین وصاحبِ حق الیقین عارف باللہ شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ختم الاولیاء وختم الفقراء وختم المعرفت وختم الولایت وختم الہدایت اور ختم العنایت ہیں۔ آپؓ فائضِ برکات بقا باللہ، غرقِ ذات، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر اور صاحبِ حضور ہیں۔ آپ کلید ہر دو جہان ہیں اور ظاہر باطن میں دونوں جہان پر متصرف ہیں۔ جو آدمی حیات وممات میں اُن جیسے مراتب کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا کذاب ہے کہ میرے پیر شاہ محی الدین دنیا وآخرت دونوں جہان میں زندہ جان ہیں۔ وہ میری جان ہیں بلکہ

نزدیک از جان ہیں۔ جو مرید اپنے پیر کو اپنی جان سے عزیز تر و قریب تر نہیں جانتا اُسے مرید نہیں کہا جا سکتا، وہ محض پریشان ہے۔ حضرت پیر دستگیر کا قدم شریعت پر ہے۔ شریعت ایک حرف ہے اور آپ کا شرف اُسی حرف سے ہے۔ وہ حرف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا "ب" ہے۔ جان لے کہ "ب" بنائے اسلام ہے جس پر تمام مسلمانی استوار ہے۔ حضرت پیر دستگیر کی کلید تصرف ابد الاباد تک قائم ہے۔ آپ کے مرید عارف باللہ اور صاحبِ کلید ہیں کہ قادری طریقے میں تقلید نہیں ہے۔ آپ کے مرید معیتِ حق تعالیٰ میں دائم صاحبِ استغراق عارف باللہ ہیں۔ کوئی دوسرا خانوادہ وطریقہ قادری طریقے کی ابتدا کو بھی نہیں پہنچ سکتا، اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے تو وہ باطن کا کھوٹا و لافزن ہے۔

شرحِ مریدین و طالبانِ حضرت پیر دستگیرؒ

حضرت پیر دستگیر محی الدین قدس سرہ العزیز کے طالب مرید قطب الاقطاب ہوتے ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے جواب باصواب پاتے رہتے ہیں۔ آپ اپنے طالبوں اور مریدوں کے مراتبِ قرب و وصال کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے سلب نہیں ہونے دیتے بلکہ آپ اُنہیں قرب و وصال کے لازوال مراتب پر ہمیشہ بحال رکھتے ہیں۔ اگرچہ آپ کے مرید ہزار ہا صغیرہ و کبیرہ گناہ بھی کر بیٹھیں تو ظاہر میں آپ اُن کے گناہوں کو خلق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور باطن میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بخشوا دیتے ہیں کیونکہ مرشد وہ ہے جو اپنے طالبوں اور مریدوں کی عاقبت گناہوں سے پاک رکھے اور اُنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری بخشے۔ مراتب کے لحاظ سے دیگر تمام پیر آپ کے مقابلے میں مردہ ہیں۔ آپؓ دین کو زندگی بخشنے والے زندہ جان سلطان اور قدرتِ سبحانی کا راز ہیں۔ جملہ علما، فقرا اور اُمرا آپ کے مریدوں کی مثل ہیں کہ علمائے عامل، فقرائے کامل اور صاحبِ عدل اُمرائے عادل انسان ہیں

اور دیگر تمام لوگ حیوان ہیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ آپؒ کا تعلق اپنے مریدوں سے ایسا ہے جیسا کہ جسم کا تعلق جان سے ہے۔ آپؒ اپنے مریدوں کے لئے اِس طرح فیض بخش ہیں جس طرح کہ آفتاب ذرّہ کے لئے۔ آپؒ کا تعلق اپنے مریدوں سے ایسا ہے جیسا کہ درخت کا تعلق اپنے پتوں سے ہے۔ آپؒ کا اپنے مریدوں سے تعلق ایسا ہے جیسا کہ انگوٹھی کا تعلق نگینہ سے ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق صحابہ کرامؓ سے ہے۔ جس پیر میں یہ اوصاف نہیں وہ پیر ہی نہیں۔ ایسے پیر کے مرید خراب اور پیر مبتلائے عذاب رہتے ہیں۔ مَیں ایسے پیر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پیر کو مستِ الست، خدا پرست اور ساغرِ وحدت پینے والا ہونا چاہیے نہ کہ اپنے آباو اجداد کی ہڈیاں بیچ کھانے والا۔ میرے پیر حضرت شاہ محی الدین قدس سرّہ العزیز ہیں جو نائبِ رسول اللہ ہیں۔ آپ کا فرمان ہے:۔" میرا مرید نہیں مرے گا مگر حالتِ ایمان پر۔" آپ کا مزید فرمان ہے:۔" میرے مرید خوف مت کر کہ اللہ میرا پروردگار ہے۔" میدانِ حشر میں جب تمام انبیا نفسی نفسی پکاریں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمتی اُمتی پکاریں گے حضرت شاہ محی الدین مریدی مریدی پکاریں گے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت پیر دستگیر قدس سرّہ العزیز سے فرمایا:۔" اے محی الدین! میرا قدم آپ کی گردن پر آیا ہے اور آپ کا قدم تمام اولیائے اللہ کی گردنوں پر ہوگا۔" یہ اعلان سن کر تمام اولیائے اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمان جاری فرمایا ہے، اس بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے متعلق وضاحت چاہی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔" اے علی! حضرت شاہ محی الدین میری آل اور آپ کی اولاد ہیں، اگر آدمی اپنے لائق و ہونہار بیٹے کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھالے اور اُس کے قدم اپنی گردن پر رکھ لے تو یہ کوئی عیب کی بات تو نہیں۔" اس پر سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت پیر دستگیر قدس سرّہ العزیز کو تعظیم دی اور بعد میں

تمام اولیائے کرام نے اپنی گردنوں پر اُن کا قدم قبول کر کے سعادت وولایت وہدایت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کا دشمن تین حکمت سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ رافضی ہوگا یا خارجی یا غیر شرع راندۂ درگاہ مطلق گمراہ ہوگا۔ آپ جس پر کرم نوازی کرتے ہیں اُسے ایک ہی نظر میں ولی اللہ بنا دیتے ہیں اور جسے آپ رد کرتے ہیں اُس پر اور کوئی کرم نوازی نہیں کرتا۔ جملہ اہل غرق مع اللہ عارف اور واصل باللہ عاشق جنہیں آپ کی ظاہری وباطنی معرفت حاصل ہے اُنہیں سرود کی آواز گدھے کی آواز سے بھی زیادہ بُری لگتی ہے کہ سرود کی آواز شیطان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ سرود کی آواز اُس آدمی کے لئے لذت بخش ہے جو حُسن پرست وحرامی وزانی ہو۔ سرود کی آواز کسی کو خدا تک ہرگز نہیں پہنچاتی۔

بیت:۔" عارفانِ حق مطرب ونغمہ کے بغیر ہی مست حال رہتے ہیں کہ اُن کی مستی وصالِ وحدت کے باعث ہوتی ہے۔"

بارہ سال کی ریاضت اور سرود وسماع کہ جس سے زمین وآسمان کی ہر زیروزبر روشن ہو جائے اُس سے سروری قادری فقیر کی ایک نظر ہی کافی ہے کہ اُس کی نظر دنیا وآخرت میں لازوال راہبرِ کمال ہے۔ پیر پرتوِ آفتاب اور مرید ذرّہ کی مثل ہے، جب آفتاب کی نظر ذرّے پر پڑتی ہے تو ذرّہ اُس کی تابش سے فیض یاب ہو کر روشن ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نگاہِ آفتاب ذرّے سے جدا ہوتی ہے نہ ذرّہ آفتاب سے جدا ہوتا ہے۔

مثنوی:۔" کیا تُو جانتا ہے کہ ذرّے کی بے قراری کس وجہ سے ہے؟ وہ شوقِ دیدار میں بے قرار ہو کر ہوا میں گردش کرتا رہتا ہے۔ محبوب کے خیال کی گرمی اُسے فانوس بنا دیتی ہے اور وہ خیال ہی خیال میں اپنے محبوب کو بے حجاب دیکھتا ہے۔"

یہ مقام دونوں جانب سے قابَ قوسین (یکتائی) کا مقام ہے جب کہ دیگر ہر طریقہ میں دنیا کی بُو باس ہے لیکن قادری طریقہ کے درویش دنیا سے تارک فارغ رہتے ہیں۔ اِنْشَآءَ

اَللّٰہُ الصَّمَدُ - اُن کا سونا مجاہدہ ہوتا ہے، اُن کی مستی ہوشیاری ہوتی ہے اور اُن کے دل بیدار ہوتے ہیں- عاشقوں کی ریاضت باطن میں خونِ جگر پینا ہے- تُو اُن کے احوالِ ظاہر پر مت جا-

رباعی:- ''توحید میں غرق ہونا آفتاب تاباں ہونا ہے- جب توحید میں غرق ہو گئے تو شیر طبیعاں (درندہ صفت لوگوں) سے ڈرنا کیسا؟ اگر خلقت اِس قدر غفلت شعار ہے تو خلوت نشینی کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اندھوں سے تو پردہ نہیں کیا جاتا-''

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ کو لکھا کہ مجھے اُس آدمی پر حیرت ہے جو دن رات سوتا رہتا ہے، اُس کا قافلہ آگے نکل گیا اور وہ سمجھتا رہا کہ مَیں بس اپنی منزل پر پہنچنے والا ہوں- دوسرے بزرگ نے جواب میں لکھا کہ میرے بھائی! مردانِ خدا راہِ حق میں اسی طرح چلتے ہیں کہ رات ہو یا دن وہ سوتے ہی رہتے ہیں لیکن اہل قافلہ جب منزل کے قریب پہنچتے ہیں تو وہ اُنہیں پہلے سے وہاں موجود پاتے ہیں کہ مردانِ حق کے لئے ہزار سالہ راہ نیم قدم کے برابر بھی نہیں- یہ وہ خاصانِ خدا ہیں جنہیں وحدتِ حق کا انتہائی قرب حاصل ہے، اُن کے لئے خواب و بیداری، مستی و ہوشیاری اور بھوک و سیری برابر ہے، وہ ہر وقت اگلے جہان کے سیر و تماشا میں محو رہتے ہیں، اُن کا وجود دنیا میں اور دل آخرت میں ہوتا ہے- الغرض! مصنف کہتا ہے کہ جو آدمی دنیا و آخرت کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور غرق فی المولیٰ ہو کر علیین کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ سیرِ ربانی اور مشاہدۂ سرِّ اسرارِ ربانی سے ہرگز فارغ نہیں ہوتا کہ اُس کی چشمِ دل وا ہو جاتی ہے اور اُسے رازِ حق کا اصلی وصال نصیب ہو جاتا ہے- ایسے فقیر کو نفس پر غالب صاحب منتہی کامل فقیر کہتے ہیں یعنی اُس کا نفس اُس کا غلام ہوتا ہے- اِس کو مرتبہ حق الیقین کہتے ہیں- ایسا فقیر ظاہر میں بدحال بھی ہو تو باطن میں وہ بالکل صحیح حالت میں ہوتا ہے- وہ معرفتِ الٰہی سے ہرگز خالی نہیں ہوتا چاہے اُس سے صغیرہ و کبیرہ گناہ ہی سرزد کیوں نہ ہوں کیونکہ کوئی بھی گناہ اُس کے وجود میں تاثیر نہیں کرتا کہ وہ ہر وقت تائب رہتا

ہے۔ اُس کے نزدیک شدت و رضا، منع و عطا، جفا و وفا اور قدر و قضا برابر ہوتی ہے۔ اُس کی سیری و بھوک برابر ہوتی ہے اور وہ دائم صاحبِ ریاضت ہوتا ہے۔ وہ خواب و بیداری میں نورِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور واصل باللہ ہو کر دائم بیدار رہتا ہے۔ اُس کی حظوظ و لذات فنائے نفس میں ہوتی ہیں کہ اُس کی اصل حقیقتِ معرفتِ الٰہی ہے۔ اُس کے مراتبِ وحدانیت میں ہر دم ترقی ہوتی رہتی ہے۔ وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اور باطن میں خالق کے ساتھ۔ یہی معنی ہیں ہوائے نفس کی بیخ کنی کرنے اور ترکِ دنیا کر کے خدا سے پیوست ہونے کے اور اِسے ہی دائمی سیر کہتے ہیں۔ الغرض! مرشدِ کامل کی نظر میں مبتدی و منتہی طالب اور معرفت و شریعت برابر ہوتے ہیں۔ جو آدمی دریائے معرفت نوش کر کے عارف باللہ ہو جاتا ہے اور لباسِ شریعت پہن کر علم الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے وہ سورج کی مثل ہو جاتا ہے کہ سورج جب رات کی تاریکی میں ڈوب کر تاریک ہو جاتا ہے تو صبحِ صادق کا اُمیدوار ہوتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس کی روشنی سے رات کی تاریکی و ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور ہر چیز روشن ہو جاتی ہے اور وہ عین الیقین کے مرتبے پر پہنچ کر حق الیقین کے مرتبے کا اُمیدوار ہو جاتا ہے۔ اُس کے وجود سے باطل مٹ جاتا ہے اور وہ علم الیقین اور عین الیقین سے آگے بڑھ کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے جہاں اُسے یقینِ حق حاصل ہو جاتا ہے، وہ حق کو پہچان لیتا ہے اور حق کو پا لیتا ہے۔ یہاں پر اُسے مطلق عارف ختم الفقرا کہتے ہیں کہ وہ مقامِ رضا و قضا سے نکل کر فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ مرشدِ کامل کے طالب کو ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ دل دریا کی مثل ہے، وجود کشتی کی مثل ہے اور طالب مشاہدہ بینِ ہر دو جہان ہوتا ہے۔ راہِ خدا میں ایسا ہی طالب مرید چل سکتا ہے۔ مردہ دل آدمی کے لئے ریاضت ضروری ہے۔ یہ تمام مراتب شریعتِ شریفہ کی دولت و برکت سے حاصل ہوتے ہیں جو بے حد ضروری ہے البتہ زندہ دل صاحبِ راز فقیر کو ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اُسے دائم حضوری نصیب ہوتی ہے۔

بیت:۔" صاحب پاک دل و روشن ضمیر فقیر کی مفلسی و فاقہ کشی کو اُس کا عیب مت سمجھ اور اُس کی جیب کو دیکھ کہ وہ خزائن الٰہی سے پُر ہوتی ہے۔"

ہاں مگر آدمی کو چاہیے کہ خود میں وہ احوال پیدا کرے کہ جن کا تعلق وصالِ الٰہی سے ہے۔

فرد:۔" سیخ بھلا ذوقِ کباب کو کیا جانے اور شیشی کو بوئے گلاب کی کیا خبر؟ "

ذکرِ قلب یا کسی اور ذکر میں جان کو جلانے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ مشاہدہ حاصل نہ ہو۔ اگر کوئی آدمی عطرِ گلاب میں غرق رہنے والی شیشی کی طرح خود ہی مشاہدہ میں غرق رہتا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ وہ کسی اور کو کسب و محنت کے بغیر محض ایک ہی نظر سے صاحبِ مشاہدہ کر کے یک رنگی کی خوشبو سے معطر نہیں کر دیتا۔ عارف کامل اور علمائے عامل کی آنکھیں دو چشمے ہوتی ہیں، ایک آنکھ چشمۂ ازل ہے اور دوسری آنکھ چشمۂ ابد ہے۔ اگر تُو اِن دو آنکھوں سے دنیا کو دیکھے یا اللہ کے سوا کسی اور چیز کو دیکھے تو بے شک تُو معصیت کا ارتکاب کرے گا۔ جان لے کہ راز سنتِ انبیاؑ ہے اِس لئے صاحبِ راز مجلسِ انبیاؑ میں پہنچتا ہے اور ریاضت سنتِ اولیا ہے اِس لئے صاحبِ ریاضت مجلسِ اولیا میں پہنچتا ہے۔

بیت:۔ " عاولانِ حکومت اُس کا اعتبار نہیں کرتے کہ وہ اُن کو رجھانے کی خاطر محض داؤ پیچ آزماتا ہے۔"

جوابِ مصنف:۔(1) "اہلِ باطل حق شناس کہاں ہو سکتے ہیں چاہے تُو اُن کے سامنے قیاس کے سینکڑوں دلائل کیوں نہ پیش کر دے۔" (2) "مردہ و افسانہ پسند دفاتر میں دل ایک حیرت بخش حرف ہے جس کے لئے اَللّٰہُ بس کا رویہ ہی کافی و سود مند رہتا ہے۔"

جان لے کہ خواب اور اہلِ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔(۱) ظالم و جاہل مردہ دل اہلِ دنیا کے خواب محض خیال ہی ہوتے ہیں کہ ظلمت و گمراہی کی وجہ سے اُن کے دل سیاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے دور ہو جاتے ہیں۔(۲) علمائے تفسیر و احادیث کے خواب قال و اعمال و

احوال اور کمالِ علم کے خواب ہوتے ہیں۔ (۳) اگر کوئی کسی خوب صورت نوجوان کو سفید لباس میں دیکھتا ہے تو وہ ابھی ابتدائی درجے میں ہے، اگر کسی روحانی مجلس میں سرخ لباس اور دو بال دیکھتا ہے تو وہ متوسط درجے میں ہے اور اگر وہ نورانی مجلس میں سفید ریش اور سرخ لباس کو دیکھتا ہے تو وہ منتہی درجے میں ہے۔ ذکرِ جہر دو قسم کا ہے۔ ذکرِ جہر کے بعض ذاکروں میں ذہن خالی ہونے کے باعث جلالیت پیدا ہو جاتی ہے اور اُن کے منہ سے کلماتِ کفر و شرک و جہالت برآمد ہونے لگتے ہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ یہ ذکر سرود کے ساتھ کرتے ہیں اور سرود کے ساتھ ذکر کرنا خدا کے نام کی رسوائی ہے جو موجبِ شرک و کفر ہے۔ مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ بعض ذاکروں کے وجود میں ذکرِ جہر جمعیت و جوہرِ محبت پیدا کرتا ہے۔ ایسا ذکر زبان و دل کی صفائی کے لئے جھاڑو کا کام دیتا ہے۔ ذکرِ خفیہ خلوتِ رحمانی ہے اور ذاکرِ خفیہ ساکن لامکانی ہے۔ جو ذاکر دنیا پرشاکر ہو جاتے ہیں وہ مذکر مرد نہیں ہوتے، وہ بے شعور ذکرِ حضوری کو جانتے ہی نہیں۔ مزید شرحِ خواب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی بزرگ کی زیارت کے لئے یا اُس کے مراتب جاننے کے لئے یا اپنے نصیب کی فراخی کے لئے یا کسی دینی یا دنیوی کام کی رخصت و اجازت کے لئے نمازِ استخارہ پڑھ کر سو جائے اور خواب میں دیکھے کہ کوئی خوبصورت آدمی اُسے ہر مطلوبہ کام کی رخصت و اجازت دے رہا ہے یا کسی کام سے منع کر رہا ہے تو یہ کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ آدمی شیطان ہے یا ولی اللہ بزرگ ہے؟ اس کی تحقیق اس طرح کی جا سکتی ہے کہ خواب میں اگر وہ حسین صورت آدمی کام کی رخصت و اجازت دیتے ہوئے یا منع کرتے ہوئے دعائے خیر پڑھتا ہے یا اللہ کا نام لے کر اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہتا ہے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتا ہے یا کلمہ طیب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ورد کرتا ہے یا ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتا ہے:۔ "الٰہی! میری اس دعا کو قبول فرما" تو جان لے کہ یہ اشارت و بشارت انبیا و اولیا کی طرف سے ہے اور یہ حقیقی مجلس خاص کا عین وصال ہے۔ جس خواب میں ایسی اشارت و بشارت نہ ہو وہ محض خیال خام

ہے یا وہ شیطانیت و پریشانی کا اشارہ ہے۔ ذاکر فقیر کو خواب نہیں آیا کرتے کہ (خواب تو غفلت کا نتیجہ ہوتے ہیں اور) فقیر غافل نہیں ہوتا بلکہ اُسے خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے دائم الہام آیا کرتے ہیں جن سے اُسے جواب باصواب ملتے رہتے ہیں۔ باطن سے بے خبر فقیر کے خواب محض خیالات ہوتے ہیں جب کہ زندہ دل و روشن ضمیر فقیر کو ذکرِ اَللّٰہُ اور اسمِ اَللّٰہُ کے خواب آتے ہیں جن میں وہ وصالِ لازوال سے مشرف ہو کر نورِ جمالِ اَللّٰہُ کا عین بعین مشاہدہ کرتا ہے۔ الغرض! خواب کی شرح و تعبیر کسی صاحبِ تفسیر عالم یا کسی صاحبِ معرفت روشن ضمیر فقیر سے پوچھنی چاہیے۔ طالبِ دنیا، طالبِ عقبیٰ اور طالبِ مولیٰ کے خوابوں کی حال حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی خواب میں حیوان و پرندے اور وحوش و سانپ و بچھو وغیرہ دیکھتا ہے تو سمجھو کہ اُس کے دل پر حبِّ دنیا کی کدورت و سیاہی کا غلبہ ہے۔ اگر کوئی خواب میں باغ و بوستان، بلند و بالا محلات، حور و قصور اور میوہ و درخت دیکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اُس کے دل میں طلبِ عقبیٰ کا غلبہ ہے اور اگر کوئی خواب میں ذکرِ اَللّٰہُ کا شغل کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، خانہ کعبہ اور حرمِ مدینہ پاک کی زیارت کرتا ہے، سورج، چاند، دریا اور بادل دیکھتا ہے، انبیا و اولیا کا ہم مجلس ہوتا ہے یا ذوق شوق کے ساتھ نورِ "اَللّٰہُ" کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ طالبِ مولیٰ ہے لہٰذا اُس کے خواب عبادات و معاملات اور استغراق تصورِ اسمِ اللہ ذات کے متعلق ہوں گے اور اُن کی تعبیر بیانِ صحیح کے مطابق کی جائے گی۔ اِسی طرح حیوانوں، انسانوں، پریشانوں اور نادانوں کے خوابوں کی تعبیر بھی اُن کی عقل کے مطابق نقل کی جائے گی۔

مثنوی:۔ "جب دل میں اسمِ "اَللّٰہُ" کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس کے نور سے دل کی ساری ظلمت مٹ جاتی ہے۔ محض زبان سے اسمِ "اَللّٰہُ" ادا کر لینا بہت آسان ہے مگر اسمِ اَللّٰہُ کے سرِّ نہانی تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔"

اسمِ اَللّٰہُ پر آدمی کا صدق و یقین اور اعتقاد و عمل اس قدر زیادہ ہو کہ وہ معیتِ حق میں

فَھُوَ اللّٰہُ کا مصداق بن جائے- روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسمِ اَللّٰہُ سے اِس قدر زیادہ اخلاص و محبت اور حُبّ و یقین تھا کہ اگر اُس کی شرح لکھی جائے تو اُس کے لئے تمام کتابوں کے دفاتر بھی کم پڑ جائیں- جسے اسمِ "اَللّٰہُ" اور اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یقین نہیں وہ منافق ہے، اگرچہ وہ رسم و رواج کے طور پر کلمہ طیب تو پڑھتا ہے مگر کلمہ طیب کی قدر و تصدیق سے محروم ہے- اسمِ اَللّٰہُ میں اسمِ اعظم ہے اور اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں صراطِ مستقیم ہے-

جان لے کہ فقر اور معرفتِ الٰہی کا تعلق پندرہ چیزوں سے ہے جن میں سے ابتدائی پانچ چیزیں طلب با طاعت، طاعت با ذکر، ذکر با فکر، فکر با حیرت اور حیرت با مطالعۂ مرگ ہیں- متوسط پانچ چیزیں محبت با مردانگی، استقامت با مکاشفہ، محاسبہ با نفس، محاسبہ با کشف القبور اور محاسبہ با کشف القلوب ہیں اور منتہی پانچ چیزیں معرفت بایقین، یقین با فنا فی اللہ، فنا فی اللہ با بقا باللہ، بقا باللہ با تفکر اور تفکر با مشاہدات ہیں- تفکر میں چار قسم کی سیر ہے اور ہر سیر میں علیحدہ علیحدہ مشاہدہ ہے- پہلی سیر سیرِ نفس ہے- جو آدمی نفس کو پہچان لیتا ہے وہ سیرِ نفس سے آگے نکل کر سیرِ قلب کی طرف بڑھ جاتا ہے- جو آدمی قلب کو شناخت کر لیتا ہے وہ سیرِ قلب کو چھوڑ دیتا ہے اور سیرِ روح کی طرف بڑھ کر روحانیتِ اہلِ قبور کا ہم مجلس ہو جاتا ہے اور مقامِ روح کی شناخت کے بعد مقامِ سِرّ میں داخل ہو جاتا ہے جہاں اُسے اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے- اِس مقام پر وہ انسانِ کامل بن کر طلب و ارشاد کے قابل ہو جاتا ہے- جب تک آدمی چاروں ولایتوں یعنی ولایتِ نفس، ولایتِ قلب، ولایتِ روح اور ولایتِ سِرّ کی طیر سیر نہیں کر لیتا وہ لائق تلقین طالب نہیں ہوتا اور جس کا وجود ان تفکرات سے پختگی حاصل نہیں کر لیتا عارفانِ باللہ اُسے حق پسند و صاحبِ باطن نہیں سمجھتے- مجھے حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو سانس کو بند کر کے تفکر کرتے ہیں اور گوشت کے دل کی دھڑکن کو بڑھاتے ہیں- یہ احمق خام و نادان حیوان ہیں- اُن کا یہ عمل راہِ باطن کا عمل نہیں بلکہ رسمی رواجی مشقت ہے جو حیاتِ نفس کی گواہ ہے- یہ لوگ ابھی تک مراتبِ عزوجاہ

دنیا کی طلب میں ضلالت و گمراہی کے صحرا میں بھٹک رہے ہیں جو محض گناہ ہے۔ دانا کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔ جہاں سب کچھ عیاں ہے وہاں کیا حاجتِ بیان ہے؟

مثنوی:۔ " مجھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ پہ چلنا ہے کہ اس راہ میں بندہ عارف باللہ ہو کر اپنا تمام وقت معیتِ حق میں گزارتا ہے۔ اس راہ میں دم بندی کی حاجت نہیں کہ یہاں تو ہر دم میں حضوریٔ مجلس مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باھُو کو اس کی یاری نصیب ہے اور اُسے ابتدا سے انتہا تک رازِ حق حاصل ہے۔"

اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ جان لے کہ نفس کے لئے ولایتِ دنیا ہے، روح کے لئے ولایتِ ازل ہے، قلب کے لئے ولایتِ عقبیٰ و حُبِّ بہشت ہے اور سرّ کے لئے ولایتِ توحیدِ مولیٰ ہے جو نورہی نور ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اسمِ اَللّٰہُ مومنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمات سے نکال کر نور میں لے آتا ہے۔" کہ ذکر فکر نور ہے اور ذاکر صاحبِ حضور ہے کہ وہ ذکر فکر کے شغل سے ہر وقت غرقِ مشاہدۂ ذاتِ حق حضور ہے۔ جو ذاکر صاحبِ حضور نہیں اُسے ذاکر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خدا سے دور ہے اور رسمی ذکر اذکار کا مزدور ہے۔ فقر لایحتاج منتہی ہے، اسی طرح عارف منتہی ہے، صاحبِ ذکر فکر منتہی ہے، صاحبِ مذکور حضور منتہی ہے اور صاحبِ دعوت منتہی ہے۔ دعوت پڑھنے میں کامل مکمل منتہی صاحبِ دعوت وہ ہے جسے رات دن موکل فرشتے اور جن اپنے حصار میں لئے رہتے ہیں، بعض اُس کے لئے انواع و اقسام کے کھانے لئے کھڑے رہتے ہیں، بعض کے ہاتھوں میں پانی ہوتا ہے، بعض کے ہاتھوں میں سونے چاندی کی نقدی ہوتی ہے، بعض کے پاس زیور ہوتے ہیں، بعض کے پاس تسخیرِ خلق کے لئے تعویذات و نقش ہوتے ہیں اور بعض کے ہاتھوں میں اسلحہ ہوتا ہے اور وہ جنگ کے لئے اُس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ سب اُس کے حکم کے قیدی ہوتے ہیں لیکن وہ اُن کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا کیونکہ اُس کی نظر اپنے معبود پر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ وہ اپنے لئے راہزن و گمراہ کن سمجھتا ہے۔ فقیر کا قدم اس مرتبے

سے بہت آگے ہوتا ہے کیونکہ وہ خود سے جدا ہوتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ صاحبِ دم قدم و بے غم صاحبِ جمعیت لایحتاج منتہی فقیر کا۔ مرشد اگر مبتدی ہو تو اُس سے مرتبہ بھی مبتدی حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود خام ہوتا ہے۔ مرشد اگر متوسط ہو تو اُس سے مرتبہ بھی متوسط حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود ناقص و ناتمام ہوتا ہے اور اگر مرشد منتہی ہو تو اُس سے مرتبہ بھی منتہی حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود معرفت میں منتہی کامل ہوتا ہے۔ دانا طالب وہ ہے جو مرشد سے امرِ کن کے سوا اور کوئی مقام طلب نہ کرے نہ مبتدی نہ متوسط نہ منتہی۔ جو آدمی وحدانیتِ حق کی کنہ تک پہنچ جاتا ہے اُس کی زبان پر امرِ کن جاری ہو جاتا ہے۔

بیت:۔ "جس دن اللہ تعالیٰ نے امرِ کن فرمایا اُسی دن اُس نے مجھے بھی امرِ کن کا اِذن عطا فرما دیا اس لئے مَیں راہِ کن میں امرِ کن ہی کی بات کرتا ہوں۔"

جان لے کہ تفکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔ عارف باللہ جب تفکر میں غرق ہوتا ہے تو دونوں جہان کا نظارہ اُس کے سامنے آجاتا ہے، اُس وقت اُسے یہ فکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہان کے نظارے سے برتر ہے کیونکہ جس تفکر میں آدمی دونوں جہان کو کمتر جانے اور اللہ تعالیٰ کو بہتر جانے تو اللہ تعالیٰ اُس تفکر کا ثواب دونوں جہان کی عبادت سے زیادہ عطا کرتا ہے۔ اِس تفکر کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔" جسے سرِّ نہانی کی دائمی حضوری نصیب ہو جائے وہ ہر وقت حیرت میں ڈوبا رہتا ہے کیونکہ حیرت سے ترکِ دنیا کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور ترکِ دنیا سراسر عبادت وسعادت ہے۔

ابیات:۔(1) "زر کی خاطر تُو ہر وقت کیوں خاموش رہتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو کیوں گدڑی پہنتا ہے؟" (2) "زر کی خاطر تُو کیوں درویشی اختیار کرتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو کیوں اہلِ معرفت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟" (3) "زر کے فراق میں تُو کیوں روتا ہے اور زر ہی کی

طلب میں تُو کیوں خودنمائی کرتا ہے؟" (4) " زر کی خاطر تُو کیوں خلوت نشینی اختیار کرتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو کیوں لوگوں کو ستاتا ہے؟" (5) "زر کی خاطر تُو اتنا شور کیوں مچاتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو کیوں خدافروشی کرتا ہے؟" (6) " زر کی حرص میں تُو کیوں تسبیح خوانی کرتا ہے اور مال وزر ہی کی خاطر تُو کیوں تعویذ گنڈہ کرتا ہے؟" (7) "زر کی خاطر تُو کیوں بادشاہی مانگتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو کیوں ذکرِ قلبی کرتا ہے؟ " (8) " زر کی خاطر تُو اتنا انتظار کیوں کرتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو دردر کی خواری کیوں اُٹھاتا ہے؟" (9) " زر کی خاطر تُو کیوں علم وفضیلت حاصل کرتا ہے اور زر ہی کی خاطر تُو کیوں دنیا کا وسیلہ تلاش کرتا ہے؟"

جاننا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات قابَ قوسین کے مقام پر حضورِ حق میں کس راہ سے پہنچے اور اِس راہ کا گواہ کون ہے؟ وہ راہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی راہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات میں غرق ہو کر فنا فی اللہ ذات ہوئے اِس لئے حضورِ حق میں ابتدا سے انتہا تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری و باطنی صورت نور تھی اور جس چیز نے اتنی سرعت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرتبۂ معراج پر پہنچایا وہ استغراقِ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے چشم بند مراقبے کی برق تھی جس نے آپ کے دل کو دونوں جہان سے گزار کر حضورِ حق میں پہنچایا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کو واجب الوجود (ذاتِ حق) کے ساتھ یک وجود کر لیا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔پس ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ جل جلالہٗ معراج کی راہ ہے۔ جو ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ کا منکر ہے وہ کافر ہے، وہ طالبِ دنیا و صاحبِ استدراج ہے۔ یادِ موت دل کی ایسی عبادت ہے کہ جس سے بڑھ کر سخت ریاضت اور کیا ہو گی؟ اِس سے دل میں خوفِ خدا و صدق و ارادت اور داغِ عشقِ مولیٰ پیدا ہوتا ہے کہ اِس کی اصل محبت ہے جو دل کو چاک چاک اور بدن کو پژمردہ و خاک کرتی ہے۔ ظاہری عبادت و ریاضت راہِ حق میں کسی کام نہیں آتی کہ اُس سے اشتیاقِ رجوعاتِ خلق پیدا ہوتا ہے۔ میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اِلٰہی! میں

تیری پناہ مانگتا ہوں اُس علم سے جو نفع نہ دے، اُس دل سے جس میں تیرا خوف نہ ہو، اُس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اُس دعا سے جو قبول نہ ہو۔ الٰہی! میں اِن چاروں چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ صاحبِ راز فقیر کے لئے رات دن فقرِ لایحتاج جیسی جان سوز و پُر درد ریاضت سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ محتاجِ دنیا ہر وقت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ ہر ایک کی حقیقتِ حال سے واقف بھی ہے اور اُس کی نگہبانی بھی کرتا ہے۔ بندہ اپنی مرضی سے دنیا میں نہیں آیا کہ ہر کام اُسی کی مرضی سے ہوا کرے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔" مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اللہ تعالیٰ جو کام کرنا چاہتا ہے اُس کا فرمان جاری کر دیتا ہے۔" ریاضت میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں ایک عاجزی اور دوسری محتاجی اور یہ دونوں چیزیں فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت دُور ہیں کہ راہِ فقر کا تعلق جمعیت سے ہے۔ جمعیت کیا چیز ہے، جمعیت کسے کہتے ہیں اور جمعیت سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟ جمعیت کا تعلق چار چیزوں سے ہے، تمامیتِ ذکر فکر، تمامیتِ صفائے باطن، تمامیتِ تصور اور تمامیتِ تصرف سے۔ یہ سب چیزیں نتیجۂ انبیا و اولیا ہیں۔ گیارہ فرقوں سے خبردار رہو کہ بظاہر یہ آراستہ پیراستہ و صاحبِ طریق ہیں لیکن باطن کے لحاظ سے یہ زندیق ہیں۔ وہ فرقے یہ ہیں، حبیہ، اولیائیہ، شمرانیہ، اباحیہ، حالیہ، حلولیہ، متجاہلہ، متکاسلہ، الہامیہ، حوریہ اور واقفیہ [1]۔ اگر یہ چاروں چیزیں کسی وجود میں جمع ہو جائیں تو اُسے "قلب قالب کانِ سبحانی، سرِّ اسرارِ ربانی خزائن اللہ" کہتے ہیں۔ ذکرِ قلب میں چار قسم کی تاثیر پائی جاتی ہے۔ جسے ذکرِ قلب نصیب ہو جاتا ہے اُس کے دل میں ذکر اَللّٰہُ جاری ہو جاتا ہے جس کی تپش سے اُس کی جان ہر وقت جلتی رہتی ہے، اُس کا گوشت بھن کر کباب ہو جاتا ہے، اُس کی آنکھیں آنسو بہاتی رہتی ہیں

---

[1]:۔ یہ الفاظ موجودہ جگہ سے متعلق معلوم نہیں ہوتے، نہ ہی اگلی پچھلی تحریر سے ان کا کوئی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ لگتا ہے کسی ناقل سے سہو ہو گیا اور بعد کے ناقلین اُسے یہاں نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

اور اُس کا بدن لباس سے محروم رہتا ہے یعنی اُسے ذکرِ قلب پر پورا پورا تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رحمتِ الٰہی دل میں سماتی ہے کہ دل کی وسعت رحمت سے زیادہ ہے کہ رحمت کو اللہ تعالیٰ نے دل کے نور سے پیدا کیا ہے نہ کہ دل کو رحمت کے نور سے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" مَیں نہیں سماتا زمین میں اور نہیں سماتا آسمانوں میں لیکن سماتا ہوں مومن بندے کے دل میں۔" جب یہ تینوں نور یعنی نورِ دل، نورِ روح اور نورِ سِرّ نورِ اَللّٰہُ میں یک جان ہو جاتے ہیں تو دل و روح و سِرّ ربّ تعالیٰ کے ہم جلیس ہو جاتے ہیں جنہیں اصطلاحِ معرفت میں " اہلِ حدیث" کہتے ہیں۔ جو ذاکر دل کے اِس مرتبے پر نہیں پہنچا وہ ابلیس خبیث کی قید میں ہے۔ ذاکرِ دل کو قرب و وصال کے لازوال مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ صاحبِ قلب کی نظر سے حاصل ہونے والا گھڑی بھر کا وصال سالہا سال کی ریاضت سے بہتر ہے۔ تفکر اور ذکرِ اوہام سے حاصل ہونے والے وصال وحدت کے بارے میں سلطان الفقر و سلطان الوہم فرماتے ہیں:۔

ابیات:۔ (1)" تفکر اگر اوہام کے ساتھ ہو تو وصالِ وحدت بخشتا ہے اور معیتِ مولیٰ میں غرق کر کے وبالِ ہستی سے نجات دلاتا ہے۔" (2)" وہم بادشاہ ہے، تفکر اُس کا وزیر ہے اور تذکر اُس کا دلپذیر لشکر ہے۔" (3)" اگر کسی کو تجرد و تفکر کا زادِ راہ میسر آ جائے تو اِس توشۂ ہمت سے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔" (4)" جب وہم تجھے عالمِ وصال تک پہنچا دے گا تو تیرا وجود اُس کی صحبت سے کمال پذیر ہو جائے گا۔" (5) "جب مَیں اوہام کی مدد سے مراتبِ یقین پر پہنچا تو تمام جہان میری تدبیر کے غلام بن گئے۔" (6)" جب سلطانِ وہم اپنے کمال کا ظہور فرماتا ہے تو دل میں دم بہ دم نورِ جمال کے سینکڑوں جلوے ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔" (7)" اگر تُو خود کو اِس وہم سے آراستہ کر لے تو تُو حقیقت کو پا لے گا اور خود کو بھی پا لے گا۔"

جو آدمی اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اُس کا آرام و سکون مٹ جاتا ہے، کبھی وہ صاحبِ خوف ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ رجا، کبھی صاحبِ سکر ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ صحو، کبھی بے خبر ہو

کر ہوائے خود پرستی میں صاحبِ غرور ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ حضور، کبھی صاحبِ غیب ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ جمال وجلال، کبھی صاحبِ استغفار ہوتا ہے اور کبھی صاحبِ اِفتخار اور کبھی صاحبِ مشاہدہ ہو کر حلاوتِ عشق و محبت کے مزے لیتا ہے۔ اِس طرح ابد الاباد تک اُس کے دل کی کیفیات اِس قدر سرعت سے بدلتی رہتی ہیں کہ اُن کا شمار تک ممکن نہیں ہوتا۔

فرد:۔"اوہام کی مدد سے تُو اُس کے احوال کی سیر حاصل کر، اگر تُو وصالِ حق چاہتا ہے تو غیرِ حق سے جدا ہو جا۔"

جو آدمی اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے اُس پر اُس کی استعداد کے مطابق نورِ ذاتِ احدیت کی غیبی تجلی وارد ہوتی ہے جو اُس کے دل کو منور کر دیتی ہے۔ اُس تجلی کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ آدمی کو دونوں جہان میں مستغنی کر دیتی ہے۔ وہ نہ تو ذاتی تجلی ہوتی ہے اور نہ ہی اسمائی کہ تجلیِ ذات اور چیز ہے اور تجلیِ اسما اور چیز ہے۔ تجلیِ ذات کی بھی تین وجوہات ہیں جنہیں عطائے ذاتی کہا جاتا ہے۔ اہلِ ذات جب چاہتے ہیں اِس عطا سے مستفیض ہو جاتے ہیں۔ ایک تجلی کا تعلق وصال سے ہے، دوسری کا تعلق مثال سے ہے اور تیسری کا تعلق استغرق مشاہدۂ جمال سے ہے۔ جب سالک کے دل میں جمالِ حق تعالیٰ کا نور روشن ہوتا ہے تو تمام دل کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے، پھر مجال نہیں کہ وہ غیرِ حق خیال کو دل میں گزرنے دے۔ وہ تمام ولایتِ دل پر قابض ہو جاتا ہے۔ دل بھی تجلی کی گنجائش کے مطابق وسیع ہو جاتا ہے اور کسی وقت بھی مشاہدۂ تجلی سے خالی و بے بہرہ نہیں رہتا۔ وہ ظاہر باطن میں جدھر بھی دیکھتا ہے اُسے جلوۂ حق نظر آتا ہے۔ فرد:۔

"میں جدھر بھی دیکھتا ہوں ہر در و دیوار پر مجھے تیرا ہی خیال متشکل نظر آتا ہے۔"

جب یہ تجلی سالک کے وجود پر اثر انداز ہوتی ہے تو وہ ہر وقت اپنے اندر اُس کے انوار کو موجود پاتا ہے اور صحبتِ نور سے اُس کی تحقیق بھی کر لیتا ہے، اِس کے بعد وہ جب چاہتا ہے اُس پر تجلی کا نزول ہو جاتا ہے اور اُس کے دل میں مشاہدۂ حق کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اِس

مرتبے کے سالک کو "ابوالوقت" کہتے ہیں- دل اُس خاص تجلی کے نظارے سے دم بھر کے لئے بھی فارغ نہیں ہوتا بلکہ دل کے اندر اُس تجلی سے لذتِ بسیار، ذوقِ بے شمار اور قوتِ پائدار نمودار ہو جاتی ہے جس سے وہ ہر گھڑی انوکھی حلاوت اور انوکھے نور سے سیراب ہوتا رہتا ہے- تجلیٔ اول کی پہچان یہ ہے کہ اُس کی وہ صورتِ واحد ایک آدمی کو دوسری بار نظر نہیں آتی کہ ایک ہی صورت مختلف آئینوں میں جلوہ گر نہیں ہوا کرتی- جان لے کہ اس میں اتنے تردد کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک عارف کے لئے مقامِ منتہی کا یقین ہی کافی ہے اور یہ یقین جب کسی طالب کو کسی صاحبِ یقین و با اعتبار صاحبِ نظر مرشد سے پہلے ہی روز حاصل ہو جائے تو اُسے ذکر فکر سے حاصل ہونے والی تجلی کا اشتہار بننے کی ضرورت نہیں رہتی- جو آدمی فنا حاصل کر لیتا ہے وہ بقا تک پہنچ جاتا ہے اور جو بقا تک پہنچ جاتا ہے اُس کا سارا وجود نور ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنے اندر خود کو نہیں دیکھتا کہ خود پرستی سے بڑا گناہ اور کوئی نہیں- جو آدمی مقامِ سرّ سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ ورقِ دل کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتا ہے جس سے ہر مقام کا مشاہدہ اُس پر کھل جاتا ہے- یہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ [1] کا مرتبہ ہے اور اس مرتبے کا فقیر بلند پرواز شہباز کی مثل ہوتا ہے- جب صاحبِ جمعیت طالب ذکر فکر کی مدد سے اس مرتبۂ کمال پر پہنچتا ہے تو وہ صاحبِ کیمیا نظر ہو جاتا ہے اور اُس کی نظر میں کیمیائے اکسیر کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے- ایسے فقیر کو "صاحبِ جمعیت لایحتاج فقیر" کہتے ہیں- جو آدمی جمعیتِ دعوت حاصل کر لیتا ہے وہ صاحبِ تکسیر [2] ہو جاتا ہے، جب وہ دعوت پڑھتا ہے تو اُس کا ہر دینی و دنیوی کام ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر ہو جاتا ہے- اِسے بھی باجمعیت لایحتاج فقیر کہتے ہیں- جس فقیر کو اسمِ اَللّٰهُ ذات کے تصور و تصرف کی جمعیت حاصل ہو جاتی ہے اُسے "ختم الفقر" فقیر کہتے ہیں- وہ جس کام کے لئے زبان کھولتا ہے وہ کام فوراً اور

---

[1] :- ترجمہ = فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے-

[2] :- یعنی وہ دعوتِ قبور پڑھنے میں عامل کامل ہوتا ہے-

اُسی وقت ہو جاتا ہے۔ یہ مراتب کُنْ ہیں یعنی کُنْ فَیَکُوْنَ اور کُن کا تعلق قُمْ سے ہے اور قُمْ بھی دو قسم کا ہے ایک قُمْ بِاذْنِ اللّٰہِ ۱؎ ہے جس میں فقر تمام ہے اور دوسرا قُمْ بِاذْنِیْ ۲؎ ہے جو ناقص و خام و کفر تمام ہے، اِس مقام سے خبردار رہو کہ اِس مقام پر منصورؒ نے اَنَا الْحَقّ کہا حالانکہ وہ تمامیتِ فقر تک نہ پہنچ سکے اور اُنہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ صاحبِ کن کو جمعیت لایحتاج حاصل ہوتی ہے۔ صاحبِ حضور مذکور روشن ضمیر فقیر ہر دم پُر سوز رہتا ہے اور ہر وقت درد سے آہیں بھرتا رہتا ہے، وہ یگانہ باخدا ہو کر گناہوں سے بے خبر رہتا ہے۔ یہ جمعیت کی وہ راہ ہے کہ جس میں نظر ہر وقت معبود پر لگی رہتی ہے۔ دانا بن اور یاد رکھ کہ چار جواہر کو وجود کے اندر جمع کر دیا گیا ہے اور کل و جز کے تمام دفاتر کی جمع بندی بھی صدق و عدل کے ساتھ خطرات سے پاک دل میں کر دی گئی ہے۔ جو فقیر اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے اُسے بارگاہِ حق سے یہ پیغام سنا دیا جاتا ہے :۔ " آج مَیں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر کے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لئے دین مقرر کر دیا ہے۔" صاحبِ جمعیت فقیر نفس پر امیر اور نفس اُس کا اسیر ہوتا ہے۔ جس کا نفس اسیر ہے وہ دونوں جہان پر امیر ہے۔ یہ جمعیت اُس کامل فقیر کو حاصل ہوتی ہے جو اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہُ ۳؎ کے مراتب طے کر جاتا ہے۔ ابتدائے جمعیت علم ہے اور تمامیتِ علم کے بیس جزو ہیں۔ متوسط جمعیت حلم ہے جو صرف ایک جز ہے۔ جب علم کے بیس جز حلم کے ایک جزو میں آ جاتے ہیں تو حلم کا تعلق حلیم سے قائم ہو جاتا ہے اور حلیم نام ہے اللہ کا۔ علما کا تعلق کلام سننے سے ہے اِس لئے وہ اہلِ شنید ہیں اور فقرا کا تعلق دل کی آنکھ سے معرفتِ دید سے ہے اِس لئے وہ اہلِ دید ہیں۔ علما کی اُمید طاعت و ثواب پر ہے اور فقرا کی اُمید فضل و دیدار پر ہے۔ بہشت اگرچہ گل و گلزار ہے مگر عارفوں کے نزدیک دیدارِ حق کے بغیر محض خار ہے۔ عارف نگاہِ مولیٰ میں منظور ہوتا ہے اِس

۱؎ :۔ ترجمہ = اُٹھ اللہ کے حکم سے۔ ۲؎ :۔ ترجمہ = اُٹھ میرے حکم سے۔

۳؎ :۔ ترجمہ = فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

لیے دائم حضور ہوتا ہے۔ اُسے دوزخ یاد رہتی ہے نہ نعمتِ بہشت اور نہ ہی اُسے حور و قصور یاد رہتے ہیں۔ یاد رکھ کہ جن لوگوں کے دل میں حسد نہیں وہ مطلق اہل بہشت ہیں اور جن کے دل میں حسد ہے وہ اہل دوزخ سے بدتر اہل زشت ہیں۔ اسمِ اَللّٰہُ کل ہے اور علم جزو ہے، جز میں متفرقہ و بے جمعیتی ہے اور اسمِ اَللّٰہُ کل میں جمعیتِ مشاہدۂ جمالِ ربوبیت ہے۔ یہ مراتب ہیں صاحب جمعیتِ کمال غرق وصالِ لازوال کے۔ جو آدمی علمِ کل حاصل کر لیتا ہے اور فنا فی اللہ ہو کر معرفتِ توحید مطلق حاصل کر لیتا ہے اُسے حصولِ جزو یعنی حصولِ علم کی حاجت نہیں رہتی بلکہ اُسے کسی بھی چیز کی حاجت نہیں رہتی کہ جو آدمی ان مراتب پر پہنچ جاتا ہے وہ صاحبِ کُنہ تمام ہو جاتا ہے۔

ابیات :- (1) " ظاہر کی دو آنکھوں سے دیکھنے کی بجائے باطن کی ایک ہی آنکھ سے دیکھ کہ ظاہر کی آنکھیں تو بیل و گدھے بھی رکھتے ہیں۔" (2) "باطنی آنکھ کے مشاہدے سے جب تجھے جان و دل کی طہارت نصیب ہو جائے گی تو تُو رُخِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی کرے گا۔" (3) "دین کا علم فقہ و تفسیر و حدیث کا علم ہے۔ جو آدمی علمِ دین کو چھوڑ کر کوئی دوسرا علم پڑھتا ہے تو وہ خباثت کی دلدل میں جا گرتا ہے۔" (4) " پردہ اُٹھا دے اور عین (ذاتِ حق) کو عین (چشمِ دل) سے دیکھ کہ عرفانِ حق الیقین کی راہ یہی ہے۔"

شرحِ مراقبہ

مراقبہ کسے کہتے ہیں، غرقِ مراقبہ کسے کہتے ہیں اور فقر کسے کہتے ہیں؟ فقر، مراقبہ اور غرق مطلق عین العیان[1] کا نام ہے۔ جو لوگ ہر بات کی تحقیق کرتے ہیں وہ صاحب بیان محقق کہلاتے ہیں۔ ابتدائے مراقبہ نفس کو ہوا و ہوس سے باز رکھنا ہے۔ (جو آدمی ایسا کر سکتا ہے) اُسے وحدانیتِ خدا میں غرق صاحب مراقبہ کہتے ہیں۔ جان لے کہ مراقبہ مطلوب کو کہتے ہیں۔ صاحب

[1]:- عین العیان = چشمِ باطن سے مشاہدۂ ذاتِ حق۔

مراقبہ جب مطلوب کی طلب محسوس کرتا ہے تو باطن میں غرق ہو کر اُسی وقت اُس سے ملاقات کرتا ہے اور اُس سے جواب باصواب پاتا ہے۔ مراقبہ گویا برق ہے بلکہ برق سے بھی زیادہ تیز رفتار براق ہے جس پر صاحبِ مراقبہ سواری کرتا ہے۔ یہی مراقبہ لائقِ دیدار ہے۔ وہ مراقبہ کسی کام کا نہیں جیسا کہ بلی چوہے کو پکڑنے کے لئے کرتی ہے۔ مراقبہ میں صاحبِ مراقبہ کے لئے زندگی و موت ایک جیسی ہوتی ہے خواہ وہ مراقبہ میں ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہے یا انبیاؑ و اولیاؒ کی مجلس میں رہے یا وحدانیتِ حق کے استغراق میں دیدارِ پروردگار سے سرفراز رہے۔ ایسی حضوری سے صاحبِ غرق پر احوالِ مشاہدہ کا انکشاف ہوتا ہے تو بعض صاحبِ مراقبہ پر سکوت طاری ہو جاتا ہے اور سکوت کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (۱) ”جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔“ (۲) ”سکوت ایمان کی بنیاد ہے۔“ (۳) ”سکوت راسِ اسلام ہے۔“ (۴) ”سکوت مومنوں کے سر کا تاج ہے۔“ (۵) ”سکوت رضائے ربّ العالمین ہے۔“ صاحبِ مراقبہ کے وجود میں چار چیزیں ضرور ہونی چاہییں کہ اُن سے ظاہر میں اُس کا وجود پاک رہتا ہے اور باطن میں اُسے مجلسِ انبیاؑ و اولیاؒ میں حاضری نصیب ہوتی ہے۔ ظاہر کیا ہے اور باطن کیا ہے؟ سب سے پہلے صاحبِ مراقبہ کو چاہیے کہ وہ مربعہ صورت میں بیٹھے اور سر کو زانو پر لے جائے تا کہ وہ ایک مردہ معلوم ہو یا وہ آغازِ مراقبہ میں ماتم زدگان کی طرح بیٹھے اور اپنے وجود کے تمام اعضا کو قید کر کے اطمینان کے ساتھ ذکر فکرِ مولیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے تا کہ مراقبہ اُسے ملاقاتِ انبیاؑ و اولیاؒ کے اعلیٰ مراتب تک لے جائے۔ اِس مراقبہ سے اعلیٰ مرتبہ اور کوئی نہیں۔ مراقبہ مردانِ خدا کا مرتبہ ہے۔ نیز مراقبہ دو قسم کا ہے۔ بعض آدمی دل کی آنکھ سے مراقبہ کرتے ہیں اور بعض ظاہری آنکھوں سے مراقبہ کرتے ہیں چنانچہ وہ خواب میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ مراقبہ لائقِ دیدار ہے۔ مراقبہ وہ نہیں کہ جس میں صاحبِ مراقبہ شیطانی وسوسوں اور خناس و خرطوم میں گھر کر خوار ہوتا رہے۔ مراقبہ عالم کو مجلسِ رحمانی میں پہنچاتا

ہے اور جاہل کو مجلسِ شیطانی کی طرف کھینچتا ہے۔ جان لے کہ علم ظاہر باطن میں دین وایمان اور معرفتِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ عالم وہ ہے جو علم سے دو چیزیں حاصل کرے، (۱) باعثِ سرور مجلسِ صحیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری اور (۲) اسلام کے بنیادی ارکان نماز روزہ، ذکر فکر، تسبیح اور معرفتِ وحدانیتِ مولیٰ کا فقر تمام۔ جو عالم ان دو مراتب پر پہنچ جاتا ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسِ صحیح کی حضوری اور ذکر و تسبیح سے معرفتِ الٰہی حاصل کر لیتا ہے تو وہ اور اُس کا علم راہنمائے خلق ہو جاتے ہیں۔ عالم کو چاہیے کہ وہ علم سے ظاہر باطن میں اعمال و کردارِ صالحہ اخذ کرے نہ کہ محض کثرت سے علم پڑھتا رہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان پچاس ہزار سال تک علم پڑھتا رہا اور عالم بن گیا پھر پچاس ہزار سال تک فرشتوں کو علم پڑھاتا رہا۔ وہ علم کے کمال تک تو پہنچ گیا لیکن علم کے اُس کمال نے اُسے زوالِ خود پسندی میں غرق کر دیا۔ جان لے کہ معراج کی رات کو نبی الامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے احوالِ غریبی مانگ کر لائے جس کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے عرض کی:۔ ''الٰہی! تیری ذات پاک ہے، مَیں نے حق معرفت تک تجھے نہ پہچانا اور حق عبادت تک تیری عبادت نہ کی۔'' جس نے علم کو حصولِ دنیا کا وسیلہ بنایا اور بادشاہ و اُمرا کی طرف متوجہ ہو کر مراتبِ دنیا حاصل کئے دنیا اُس کا وسیلہ بنی اور اُسے انائے فرعونی کے مراتب پر لے گئی۔ کبھی کسی مفلس نے فرعونی دعویٰ کر کے یہ نہیں کہا کہ ''مَیں تمہارا ربِّ اعلیٰ ہوں۔'' دنیا اُسے مراتبِ قارون پر لے گئی، کبھی کوئی مفلس بخیل نہیں ہوا۔ انتہائے دنیا دوزخ و نار ہے اور انتہائے فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہشتِ معرفتِ خداوندی، حضوریٔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شرفِ دیدار ہے۔ اہلِ نار و اہلِ دیدار کو ایک دوسرے کی مجلس راس نہیں آتی۔ بے عمل عالم کی مجال نہیں کہ وہ عارف باللہ علما کے سامنے دم مارے کہ اُس کے دل پر چور شیطان کا قبضہ ہوتا ہے۔ جو عالم دنیا سے اتفاق کر لیتا ہے نفس اُس پر سوار ہو جاتا ہے اور شیطان اُس کا یار بن جاتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ روپیہ پیسہ

میری متاع ہے، جس کی ملکیت میں نقد پچپن (55) روپیہ جمع ہو جاتا ہے وہ میرا طالب مرید اور بندہ وغلام بن جاتا ہے کیونکہ میں اُس کے دل کو خدا کی طرف سے موڑ کر خطراتِ دنیا کی طرف لے جاتا ہوں۔ اُس کی مجال نہیں کہ وہ قیدِ دنیا سے نجات پا کر میری غلامی سے آزاد ہو جائے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے لیکن آخرت کی کھیتی یہ تب بنتی ہے جب بندہ اِسے دل و جان سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے جس طرح کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرچ کیا کرتے تھے۔ جو آدمی دنیا جمع کرتا ہے اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا وہ شیطانِ ثانی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بعض علما تارکِ دنیا ہو کر اولیا اللہ کے مراتب پر پہنچ جاتے ہیں اور بعض دنیا کے حریص بن کر اللہ تعالیٰ کے دشمن بن جاتے ہیں؟ حکمت اِس کی یہ ہے کہ جس عالم کو خواب میں شیطان دنیا کی تعلیم دیتا ہے اُس کے دل میں حرص وطمع پیدا ہو جاتی ہے اور جس عالم کو خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دین کی تعلیم دیتے ہیں وہ عامل بن کر تارکِ دنیا وصاحبِ توکل بن جاتا ہے خواہ وہ اپنے اِس مرتبے کو جانے یا نہ جانے۔ پس اہلِ مراقبہ وصاحبِ غرق اہلِ رضا ہی ہوتے ہیں جو مشاہدہ طبقات واہلِ ہوا سے تارک فارغ ہوتے ہیں۔ جس آدمی کو ایسی توفیق نصیب ہو جائے اور اُسے فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیح طریق سے تحقیق مراقبہ حاصل ہو جائے اُسے ورد وظائف وتسبیحات میں زبان رانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" ایسے صاحبِ غرق کے لئے خواب و بیداری یکساں ہوتی ہے کہ وہ خواب میں بھی غرقِ وحدانیت ہو کر صاحبِ جمعیت ہوتا ہے جس طرح کہ مچھلی پانی میں باجمعیت ہوتی ہے۔

بیت:۔ "جس طرح مراقبہ دیدارِ خداوندی کا راہنما ہے اُسی طرح خواب بھی صفائے باطن کے راہنما ہیں۔"

اِستغراق کے اِن مراتب کو مراتبِ " مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " (مرنے سے پہلے

مرجاؤ) کہتے ہیں۔ غرق اُسے کہتے ہیں جس پر اسمِ اَللّٰہُ اور اسمِ اَللّٰہُ کا نشہ غالب آجائے۔ استغراقِ وحدانیت میں طالب اپنے مطلوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ صاحبِ غرق کے وجود میں غیرو غضب و غمِ دنیا و آخرت اور غصہ و غیرت و غروری داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ صاحبِ غرق کسی حال میں بھی حضوری سے غافل نہیں ہوتا اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں مطلوب و مقصود بھی یہی چیز ہے۔ جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں " ف ق ر۔" حرف " ف " سے فقیر فربہ نہیں ہونے دیتا نفس کو کبر سے کہ کبر سے بندہ مقامِ کبریا سے محروم ہو جاتا ہے، حرف " ق " سے قید کرتا ہے فقیر اپنے نفس کو قیدِ قبر کی طرح اور حرف " ر " سے رد نہیں کرتا فقیر کسی سائل کو کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور سائل کو مت جھڑکو۔" درویش و فقیر میں کیا فرق ہے؟ فقیر کو راہ پیش ہونا چاہیے، ہردم آگے بڑھنے والا۔ اُسے مریدوں کی طلب ہو نہ زر کی۔

مثنوی :۔ " درویش مبتلائے درد ہو کر ہر وقت المناک رہتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں خاک کے سوا کچھ نہیں رکھتا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ فقر کیا چیز ہے؟ فقر فنا فی اللہ با خدا ہونے کا نام ہے۔ فقیر آنکھیں بند کرتا ہے تو محرمِ کبریا ہو جاتا ہے۔"

جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں " ف ق ر۔" حرف " ف " سے فیض و فضل بخش، فیاضِ حق، حرف " ق " سے قیامت کو دل سے فراموش نہ کرے، قوی و قادر ہو نفس پر قناعت و قربِ اَللّٰہُ سے اور حرف " ر " سے رتبہ اختیار نہ کرے بجز رضائے حق کے۔ ایسے فقیر کو صاحبِ حقیقت محقق ولی اللہ کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا مخفی بھید ہوتا ہے جسے خلق جانتی ہے نہ وہ خود جانتا ہے۔ اُس کا باطنی وجود مغفور و غرقِ توحید ہوتا ہے جو اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچا دیتا ہے۔ اُس کا باطنی وجود اُس کے ظاہری وجود پر غالب ہوتا ہے اس لئے وہ ہر وقت خوفِ خدا اور طلبِ مولیٰ میں کوشاں رہتا ہے۔ وہ خالص طالبِ مولیٰ مومن مسلمان بن کر شرارتِ نفس و معصیتِ شیطانی سے فارغ رہتا ہے اور اپنا ہر قدم شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں

اُٹھاتا ہے۔ بعض اولیائے " اَللّٰہُ " ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہری جسم بھی باطنی تحقیق سے حقیقتِ حق تک پہنچا ہوا ہوتا ہے، وہ خود تو اپنے آپ کو جانتے ہیں مگر خلق اُنہیں نہیں جانتی۔ بعض اولیائے "اَللّٰہُ " ایسے ہیں جو اپنے ظاہری و باطنی دونوں جسموں سے صاحبِ عیان ہوتے ہیں۔ ایسے اولیائے اَللّٰہُ صاحبِ ہدایت ہوتے ہیں اور اُن کے مراتب میں روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے اور وہ اُس انتہا پر پہنچ جاتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" فقر اَللّٰہُ کے سوا کسی چیز کا محتاج نہیں۔" یعنی کل شے فقر کی محتاج ہے۔ جان لے کہ چار چیزیں گنجِ الٰہی ہیں۔ ہزاراں ہزار میں سے کوئی ایک ہی ہوتا ہے جو اُن کی انتہا کو پہنچ کر صاحبِ گنج بنتا ہے۔ پہلا گنجِ الٰہی قرآن ہے جس میں بادشاہ خزانہ اسمِ اعظم ہے۔ جو آدمی قرآن سے اسمِ اعظم تلاش کر لیتا ہے وہ دونوں جہان کا بادشاہ بن جاتا ہے۔ جو آدمی قرآن سے اسمِ اعظم تلاش نہ کر سکا اُسے عالم فاضل نہیں کہا جا سکتا کہ وہ محض رسمی رواجی علم میں مشغول ہو کر مردہ دل و معدوم رہا۔ دوسرا بے پایاں گنجِ الٰہی دل ہے۔ جو آدمی انتہائے دل پر پہنچ جاتا ہے وہ مقرب الحق صاحبِ گنج عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ تیسرا بے پایاں گنجِ الٰہی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری ہے۔ جس آدمی کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی صحبت نصیب ہو جاتی ہے وہ بھی صاحبِ گنج ہے۔ چوتھا گنجِ بے پایاں اولیائے " اَللّٰہُ " کی قبر ہے۔ جو آدمی دعوتِ قبور کا عامل ہے وہ بھی صاحبِ گنج ہے۔ یہ چاروں گنجِ الٰہی اسمِ "اَللّٰہُ" کے اندر اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح کہ قرآن مجید کتاب کی جلد کے اندر پوشیدہ ہے۔ جو آدمی قرآن مجید کی جلد کھول کر اُس کے اوراق کا مطالعہ نہیں کرتا وہ کلامِ الٰہی سے بے خبر رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" بے شک اللہ تعالیٰ فقرائے غنی کو پسند کرتا ہے۔" پس اہلِ ریاضت اہلِ سوال ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا فرمان ہے :-" مَیں فقرِ مکب ۱؎ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" مَیں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نگہبانی کرتا ہے-" واصل باللہ عاشقانِ الٰہی اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ زندہ دم و ثابت قدم ہو کر خود کو وحدتِ حق میں غرق رکھتے ہیں- طلبِ مولیٰ سراسر وصال ہے اور طلبِ دنیا و درجات سراسر سوال ہے- اہل سوال اور اہل وصال کا باہم مل بیٹھنا درست نہیں - طالبِ مولیٰ مسرور ہے، طالبِ دنیا رنجور ہے اور طالبِ عقبیٰ مزدور ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" جس نے ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ دیا اُس کے ذمہ ذرہ بھر گناہ باقی نہ رہا-" کلمہ طیب میں " لَآ " اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس کی طرف "لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ" (مَیں ڈوبنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا) میں اشارہ کیا گیا ہے- سالہا سال کی ریاضت سے دم بھر کا وصال بہتر ہے اور ہزار ہا چلہ کشی سے یک روزہ راز بہتر ہے- اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے- اگر سوزشِ ذکرِ اَللّٰهُ اور حضوری مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دل چاک چاک نہ ہو تو محض ظاہری عبادت و ریاضت سے وجود کہاں پاک ہوتا ہے؟ لائق ارشاد مرشد وہ ہے جو طالب اللہ کو بارگاہِ حق سے ہر روز ایک نئی باطنی قوت سے سرفراز کرائے تا کہ وہ بے جمعیت ہو کر پریشان نہ ہو خواہ وہ خوب کھائے پیئے اور عمدہ لباس پہنے کیونکہ معرفتِ حق سے زندہ ہونے والا قلب ہرگز سلب نہیں ہوتا- طالب دو قسم کے ہوتے ہیں- ایک حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح علمِ ظاہر کا نمائندہ ہوتا ہے جو کلیم اللہ تو ہوتا ہے مگر اُس کی نظر گناہ پر رہتی ہے- دوسرا خضر

۱؎ :- راہِ حق میں اہل ریاضت کو جب مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تو بعض سالک پریشان ہو کر اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اُن پر بھروسہ کر کے مسبب سے غافل ہو جاتے ہیں اور اسباب کی مدد سے آسائش کے منتظر ہو کر لوگوں کی طرف رجوع کر لیتے ہیں- طلبِ فقر میں طالب کے اسی رویہ کو فقرِ مکب (منہ کے بل گرانے والا فقر) کہتے ہیں اور اسی فقر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی پناہ مانگی ہے-

علیہ السلام کی طرح علمِ باطن کا نمائندہ ہوتا ہے جس کی نگاہ باطن کی صحیح راہ پر ہوتی ہے۔ جو آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام جیسا علم نہیں رکھتا وہ معرفتِ الٰہی تک ہر گز نہیں پہنچ سکتا۔ جس کو بھی نصیبِ جاودانی ملا فقر ہی سے ملا۔ مرشد کو یکتا با خدا ہونا چاہیے تا کہ وہ طالب کو بھی یکتا با خدا کر سکے۔ جس مرشد سے طالب کو یکتائی حاصل نہ ہو سکے وہ خود طلبِ مردود میں گرفتار ہے اور اُس کے طالب بھی طلبِ مردود میں گرفتار رہیں گے لیکن جو مرشد معرفتِ الٰہی میں کامل ہوگا اُس کے طالب بھی عارف باللہ بنیں گے اور ابتدا سے انتہا تک ہر مقام طے کر جائیں گے۔

بیت:۔" مردِ مرشد اپنے طالبوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچاتا ہے اور اُنہیں گناہ و ہوائے نفس سے دور رکھتا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی اللہ کی محبت میں مرا وہ شہید کی موت مرا۔" تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا میں سب سے مشکل کام کون سا ہے؟ کافر کے لئے کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھنا مشکل ہے، اہلِ دنیا کے لئے راہِ ترک و توکل و توحید اختیار کر کے جان و مال اور اولاد کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا مشکل ہے، جاہل کے لئے علما کی صحبت اختیار کر کے جہالت سے دست بردار ہونا مشکل ہے اور علما کے لئے ترکِ علم کر کے معرفتِ الٰہی میں غرق ہونا مشکل ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ علم حجابِ اکبر ہے۔ وہ کون سی مشکل ہے جو ہر مشکل کو حل کر دیتی ہے؟ ہر مشکل کی مشکل کشا مشکل یہ ہے کہ دل کی زبان کھل جائے، دل بولنے لگے اور دل میں اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر جاری ہو جائے۔ جب اسمِ اَللّٰہُ دل کو قید کر لیتا ہے تو ظاہری زبان بند ہو کر بولنے سے رُک جاتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔ علم سب سے بڑا حجاب ہے۔" جب دل کی زبان ذکرِ "اَللّٰہُ" میں مشغول ہوتی ہے، چشمِ دل معرفتِ ربانی کا مشاہدہ کرتی ہے اور دل کے کان آوازِ الست سے یگانہ ہو کر کلامِ الٰہی سنتے ہیں تو تمام حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ کشف

بھی دس قسم کا ہے، کشفِ زمینی، کشفِ آسمانی، کشفِ نفسانی، کشفِ شیطانی، کشفِ حیرانی، کشفِ روحانی، کشفِ مراتبِ مطلق فانی، کشفِ خاص الخاص رحمانی، کشفِ قلوب اور کشفِ قبور۔ منتہی کامل کشف غرق مع اللہ حضوری کا ہے۔ باقی تمام کشف اور تمام مراتبِ کشاف کا تعلق رجوعاتِ خلق اور لاف زنی سے ہے۔ مع اللہ حضوری کا کشف خلافِ نفس ہے کہ اُس میں دل معرفتِ الٰہی سے منور ہو کر شفاف آئینہ بن جاتا ہے۔ کشف کی صحیح حقیقت علمِ تصوف سے معلوم کر۔ جو آدمی علمِ تصوف نہیں پڑھتا وہ خراب ہوتا ہے۔ تصوف کے کیا معنی ہیں؟ تصوف کے معنی ہیں توحید۔ توحید کے کیا معنی ہیں؟ توحید کے معنی ہیں اللہ ہی اللہ۔ جو آدمی اِس مرتبے پر پہنچ جائے کہ اُس کی نگاہ میں اللہ ہی اللہ سمایا رہے تو وہ ماسوی اللہ سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور اُس کے وجود میں بجز ذکرِ کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور کوئی ذکر قرار نہیں پکڑتا۔ یہ ہیں مراتب مسکین غریب [1] فقیر کے۔ حضوری کا کشف ذکرِ لازوال سے پیدا ہوتا ہے۔ ذکرِ لازوال کا انحصار استغراق وصال کے مشاہدہ پر ہے۔ جان لے کہ جب شیطان دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی طاعت و بندگی اور ذکرِ "اَللّٰهُ" کے ذریعے معرفتِ حق تک پہنچنے والا ہے تو خواب میں اُسے آواز دیتا ہے کہ اے فلاں! خانہ کعبہ میں جا کر حج کر اور حرمِ مدینہ و روضہ مبارک کا طواف کر۔ اگر وہ آدمی خانہ کعبہ جا کر حج کرتا ہے اور حاجی بن کر حرمِ مدینہ اور روضہ مبارک کا طواف کر لیتا ہے تو وہاں بھی شیطانِ لعین اُسے خواب میں کہتا ہے کہ تمہارے لئے حکم ہے کہ تُو ہندوستان یا کسی اور ملک میں جا کر فلاں فقیر سے تعلیم و تلقین حاصل کر کہ تیرا نصیبہ اُسی کے پاس ہے۔ اُدھر وہ فقیر شیطان کے تابع ہوتا ہے، شیطان اُسے خبردار کرتا ہے کہ فلاں آدمی تیرے پاس آنے والا ہے تُو اُسے گمراہی کی تعلیم و تلقین کر، اُسے عبادت و معرفت سے روک کر شراب نوشی کا عادی بنا دے۔ خبردار اے

[1]:۔ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی وضع کردہ اصطلاحاتِ تصوف میں مسکین کے معنی ہیں " ساکن مع اللہ" اور غریب کے معنی ہیں " وہ فقیر کہ جس کے وجود سے غیر نکل جائے اور اللہ ہی اللہ سما جائے۔"

طالب! باطن کی راہ میں خدا اور اُس کے رسول کی مدد اور مرشدِ کامل کی رفاقت حاصل کر کے دین میں قوی ہو جا ورنہ شیطان بہت قوی ہے۔ حرمِ بیت اللہ میں جانے اور خانہ کعبہ کا طواف و حج کرنے سے تو بندہ بے حجاب حاجی بنتا ہے اور اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ الغرض! حرمِ بیت اللہ میں داخلے اور طوافِ کعبہ کی تاثیر سے دل کی تاریکی و کدورت اور زنگار کا مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے، دل میں تجلیاتِ انوارِ الٰہی کا شعلہ بھڑک اُٹھتا ہے جس سے دل مکمل طور پر صاف ہو جاتا ہے۔ نورِ ذکرِ اَللّٰہُ سے طالب کا تمام وجود سر سے قدم تک نور بن جاتا ہے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہو کر معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ میں غرق ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد اُس کے وجود میں طمع و حرص و کبر و ریا کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اُس کا حج قبول ہو جاتا ہے اور اُس کی بخشش بھی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی حاجی غازی ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت پورے قہر و غضب کے ساتھ نفس کے خلاف جنگ میں مصروف رہتا ہے۔ ہوا و ہوس کو تو وہ بھول ہی جاتا ہے۔ حرمین شریفین کا ایسا حاجی نفس کو اپنا غلام بنا لیتا ہے اور شیطان اُس سے دور بھاگتا ہے۔ حاجی ہو تو ایسا ہی بے حجاب حاجی ہو جو حرمِ مدینہ اور حرمِ بیت اللہ کی صحیح خبر دے سکے۔ حاجی وہ ہے جو ظاہر میں صاحبِ عبادت و ثواب ہو اور باطن میں عارف باللہ ہو۔ ایسا عارف جب اِس مرتبے پر پہنچتا ہے تو اُس پر کشفِ دنیا، کشفِ عقبیٰ، کشفِ ازل اور کشفِ مولیٰ کے چار انکشافات ہوتے ہیں جن میں سے وہ پہلے تین انکشافات کو نظر انداز کر دیتا ہے لیکن کشفِ مولیٰ سے یکتا ہو جاتا ہے۔ پس مرشد وہ ہے جو شروع ہی میں بلا رنج و ریاضت معیتِ مولیٰ کا یہ اعلیٰ خزانہ حاصل کر لے۔ ایسے مرشد کو اسمِ اَللّٰہُ کے مشاہدے میں غرق رہنے والا صاحبِ حق الیقین مرشد کہتے ہیں۔ جب وہ اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کے قال و اعمال و احوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قال و اعمال و احوال جیسے ہو جاتے ہیں اور قالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن و حدیث ہے، اعمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ہے اور حالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خُلق باخَلق ہے۔ الغرض! اُس کے

تمام احوال احوالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ہو جاتے ہیں اور احوالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم استغراقِ نورِ "اَللّٰہُ" ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ علم ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔ جان لے کہ علم تین قسم کا ہے، علمِ دنیا، علمِ عقبیٰ اور علمِ مولیٰ۔ علمِ دنیا سے مراتبِ دنیا نصیب ہوتے ہیں، آدمی بادشاہ بن جاتا ہے اور اُس سے لوگوں کو عدل و انصاف ملتا ہے، علمِ عقبیٰ سارے کا سارا علماً کے پاس ہے اور اُنہی سے پوچھا جائے گا کہ اُنہوں نے اُس پر عمل بھی کیا ہے یا نہیں۔ تیسرا علم علمِ مولیٰ ہے (جو صحیح مراد بخش ہے۔) علمِ دنیا زینتِ دنیا ہے اور علمِ عقبیٰ زینتِ عقبیٰ ہے اور یہ حور و قصورِ بہشت کے مراتب تک پہنچانے والا ہے۔ جب اِن دونوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اِن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" نہ پھری آپ کی نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔" کہ یہ دونوں علوم اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہیں۔ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے سے بھی باریک تر پردہ ہے جسے چاک کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن اس کے لئے نگاہِ مرشدِ عارف باللہ صاحبِ راز کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر بے نیاز ہوتا ہے کیونکہ اُس کی نگاہ مراتب سے آگے (ذاتِ حق پر) ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔" فقر کو ماسویٰ اَللّٰہُ کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔" دونوں جہان میں مشکل ترین کام "اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ" (فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے) کے مراتب پر پہنچنا ہے۔ اِن مراتب پر پہنچنا کوئی آسان کام نہیں کہ فقر میں اللہ تعالیٰ کے اسرارِ عظیم پائے جاتے ہیں۔ اَللّٰہُ بس ماسویٰ اَللّٰہُ ہوس۔

ابیات:۔ (1) " بد خصلت لوگوں سے میل جول مت رکھ کہ خواہ تُو کتنا ہی پاک کیوں نہ ہو اُن کی صحبت تجھے ناپاک کر دے گی۔" (2)" سورج کتنی بلندی پر ہے مگر بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُسے اپنے سائے میں چھپا لیتا ہے۔"

ہاں مگر صاحبِ دل کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔

بیت:-" کوئی نقش ایسا نہیں جو آئینے کے سامنے خود کو چھپا سکے، دل جب روشن ہو جاتا ہے تو آئینہ بن جاتا ہے پھر اُس کے سامنے کتاب و دفتر کی ضرورت نہیں رہتی-"

مصنف کہتا ہے:-" ہر کتاب دل کی کتاب کا ایک نقطہ ہے کہ دل کی کتاب نے بیشمار دفاترِ حق کا احاطہ کر رکھا ہے-"

جو آدمی اللہ تعالیٰ کو ہر وقت بلا حساب یاد کرتا ہے وہ جنت میں بھی بلا حساب جاتا ہے اور بلا حساب یادِ حق ذکر اللہ ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" جس نے ایک بار کہہ لیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وہ بلا حساب و بلا عذاب جنت میں داخل ہو گیا خواہ وہ زانی ہو یا چور ہو-"

ابیات:-(1)" جو آدمی ذکر اَللّٰہُ سے منع کرتا ہے وہ شیطان ہے یا پُر ہوا کافر ہے-"
(2) " کیا تُو جانتا ہے کہ ذکر کیا شے ہے؟ ذکر ربِّ رحیم کی رازداری ہے اور ذکر فقر و معرفت ہی صراطِ مستقیم ہے-"

جان لے کہ جس طرح توریت و انجیل و زبور کی خاتم کتاب قرآن ہے اُسی طرح تمام عبادات کی خاتم عبادت ذکر اللہ یعنی کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر ہے- جس طرح خاتم انبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اُسی طرح خاتمِ وحدانیت رازِ الٰہی فضل اللہ ہے اور خاتمِ ذکر اللہ کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "کا ذکر ہے-جو آدمی ذکر اللہ سے دوستی نہیں رکھتا وہ ذاکر تو کیا مسلمان بھی نہیں کہ خاتمہ بالخیر ذکر اللہ ہی سے ہوتا ہے یعنی خاتمہ بالخیر کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کے ذکر سے ہی ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" بے شک مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں، مومن مردوں اور مومن عورتوں، طاعت شعار مردوں اور طاعت شعار عورتوں، اہل صدق مردوں اور اہل صدق عورتوں، صابر مردوں اور صابر عورتوں، خاشع مردوں اور خاشع عورتوں، صدقہ دینے والے

مردوں اور صدقہ دینے والی عورتوں، روزہ دار مردوں اور روزہ دار عورتوں، شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مردوں اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی عورتوں، بکثرت ذکر اللہ کرنے والے مردوں اور بکثرت ذکر اللہ کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش واجرِ عظیم کا انتظام کر رکھا ہے۔" جو اولیائے اَللّٰہُ نفس پر امیر ہو جاتا ہے وہ تمام مخلوق و ہر چیز پر قادر و قدیر ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور اللہ ہی والی ہے، وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہی قادر ہے ہر چیز پر۔" اِس مرتبے کے ذاکر کو اولیائے اَللّٰہُ ولی اَللّٰہُ فنا فی اَللّٰہُ مالک الملکی فقیر کہتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار اکیلا پیدا کیا تھا۔" ہر آدمی اپنی ماں کے پیٹ سے تنہا و خالی ہاتھ آتا ہے اور تنہا و خالی ہاتھ ہی قبر میں جاتا ہے لیکن عارفانِ الٰہی شکمِ مادر سے معرفتِ الٰہی میں غرق ہو کر آتے ہیں اور ذکر فکر و معرفتِ الٰہی میں غرق ہو کر ہی قبروں میں جاتے ہیں۔ علما ہمیشہ اوراق و حروفِ کتب کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور فقرا ہمیشہ معرفتِ الٰہی کے مشاہدے میں غرق رہتے ہیں۔ معرفتِ الٰہی میں استغراقِ مشاہدہ مطالعۂ ورق سے ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا لہٰذا جب تک طالب اللہ مطالعۂ ورق ترک نہیں کرتا غرقِ مشاہدہ کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب آدمی صاحبِ غرق ہو جاتا ہے مطالعۂ ورق کو بھول جاتا ہے۔ جو آدمی غرقِ معرفت کو چھوڑ کر مطالعۂ ورق کی طرف رجوع کرتا ہے اُس پر غرقِ معرفت کا دروازہ کبھی نہیں کھلتا۔ غالب الاولیا مرد وہ ہے جو بظاہر مطالعۂ ورق میں مشغول رہے لیکن بباطن معرفتِ الٰہی میں غرق فنا فی اللہ ہو اور اُس کا وجود معرفتِ الٰہی سے پاک ہو چکا ہو۔ ورق کیا چیز ہے اور غرق کسے کہتے ہیں؟ ورق علمِ گفت و شنید ہے جو رسمی طور پر ایک دوسرے سے پڑھا جاتا ہے اور غرق حیّ قیوم ذات کے مشاہدے کا علم ہے جو طالب اللہ کو حق الیقین کے مراتب تک پہنچاتا ہے۔ پس اہلِ مطالعہ اور اہلِ مشاہدہ میں فرق یہ ہے کہ صاحبِ مطالعہ محوِ فریاد ہوتا ہے اور صاحبِ غرقِ مشاہدۂ معرفت آزاد ہوتا ہے۔ اَللّٰہُ بس ماسوی اَللّٰہُ ہوس۔

بیت :-" علمِ رسوم اہل صفا کے لئے کسی کام کا نہیں کہ آئینہ جب روشن ہو جاتا ہے تو جوہر سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-"راہِ حق میں علم ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔" البتہ علمِ معرفت دونوں جہان کا راہنما ہے۔

بیت :-" رضائے حق کی خاطر درویش کی خدمت بہت ہی اچھا فعل ہے، اگر وہ تجھے سرزنش بھی کرے تو اُس کے سامنے سرنگوں رہ ۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کے ہاں گناہ متصور ہوتی ہیں۔" صادق مرید وہ ہے کہ جس کے متعلق فرمایا گیا ہے:-" مرید وہ ہے جس کی کوئی حاجت نہ ہو۔" ایسا مرید جب ارادت میں کامل ہوتا ہے تو اُسے ظاہر باطن کا مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ ابتدائے سلوک میں طالب اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اصلاحِ احوال کے لئے سوال والتجا کرتا ہے اور اِس غرض سے تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات یا تصورِ اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے مراقبہ میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو غلباتِ ذکرِ اَللّٰہُ سے بے خود ہو کر آپ کی مجلس میں پہنچ جاتا ہے اور آپ سے اپنے سوال والتجا کا مفصل جواب پاتا ہے اور جب مراقبہ سے باہر آ کر ہوش میں آتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرم نوازی سے راستی کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور خدا سے باطنی جواب کے طور پر اُس کا تمام مقصود مفصل طور پر ظہور پذیر ہو جاتا ہے جس سے اُس کا تمام مطلب پورا ہو جاتا ہے۔ جو آدمی اِس طرح کا پیغام رسان بن جاتا ہے اُسے کامل پیغام رسان طالب کہتے ہیں کہ اُس کا ظاہر باطن یکساں ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مرشد مہربانی فرمائے اور طالب اللہ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات یا تصورِ اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یا غلباتِ ذکرِ "اَللّٰہُ " سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ جائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے سوال کا مفصل جواب پا لے لیکن ظاہر میں

سب کچھ اُس کے اُلٹ ہو جائے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اُسے باطن میں حضوری حاصل ہے لیکن ظاہر میں اُس کا وجود پاک نہیں یا جان لے کہ اگر کسی کا نفس نوخیز گھوڑے کی طرح سرکش و منہ زور ہو اور ذکر فکر مراقبہ محاسبہ نماز روزہ اور شب بیداری کی لگام سے رام نہیں ہوتا بلکہ لگام ہی کو توڑ دیتا ہے تو ضروری ہے کہ اُسے بے خبری میں سر سے پکڑ کر پہلے سے سخت لگام چڑھا دی جائے جو اُس کی سرکشی کو ختم کر دے۔ اسی طرح طالب اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دماغ میں تصورِ اسمِ اللہ اور تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تصرف کرے تاکہ اُس کے مغز میں ذکرِ روح و ذکرِ سِرّ کی تپش سے ایسی آگ بھڑکے جو اُسے خلافِ نفس و خلافِ زن و خلافِ دنیا و خلافِ شیطان کر دے۔ جب ان چاروں کی مخالفت سے طالب کا وجود آراستہ ہو جاتا ہے تو نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے، نفس سے متصل قلب کا تصفیہ ہو جاتا ہے، قلب سے متصل روح کا تجلیہ ہو جاتا ہے اور روح سے متصل سِرّ کا تخلیہ ہو جاتا ہے۔ جو طالب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے اور اس شغل کے قابل ہو جاتا ہے کہ آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں رحمتِ ربوبیت کا مشاہدہ کرے۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔

جس طالب کی نظر باطن میں مشاہدۂ راز پر لگ جاتی ہے وہ ظاہر میں لا یحتاج ہو جاتا ہے اور جس طالب کے دل پر زنگار و سیاہی کی کدورت چھا جاتی ہے وہ یا تو حبِ دنیا کی گمراہی میں پھنس جاتا ہے یا اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُس کا اعتقاد و اعتبار صادق نہیں رہتا۔

بیت:۔ ”ہمارا پیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام رسان ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پیغامات پہنچا کر آپ کی اُمت کی راہنمائی فرماتا ہے۔“

بعض طالب اللہ صاحبِ وہم ہوتے ہیں، بعض صاحبِ خیال ہوتے ہیں، بعض صاحبِ پیغام ہوتے ہیں اور بعض صاحبِ الہام ہوتے ہیں۔ صاحبِ وہم وہ ہے کہ جس کے دل میں ذوقِ وحدانیت پایا جاتا ہو۔ اُس کا وہم قاتلِ نفس ہوتا ہے، صاحبِ خیال وہ ہے کہ جس کا

خیالِ خالص نورِ وصال ہو اور ہر حال و افعال میں اُسے قبولیتِ لازوال حاصل ہو، وہ قیل وقال سے تعلق نہیں رکھتا۔ جو آدمی یہ مراتب حاصل کر لیتا ہے وہ مریدِ لا یرید (ہر حاجت سے بے نیاز مرید) ہوتا ہے۔ الہام بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں لیکن اصلی الہام وہ ہے جو شہ رگ سے قریب تر ہو اور ہر خبر و ہر حقیقت کی پوری شرح و تفصیل مہیا کرتا ہو۔ ایک الہام شیطانی و انسانی ہوتا ہے جس سے مطالبِ دنیا حاصل ہوتے ہیں۔ وہ استدراج ہے اور خام و ناتمام ہے کہ اُس کا تعلق جنات سے ہے۔ ایک الہام روحانی ہے جو صفائے قلب اور روحانی جسم سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک الہام سرِّ نہانی ہے اور ایک الہام قدرتِ سبحانی ہے۔ یہ خاص الخاص الہام ہے۔ اس طرح کا صاحبِ الہام حقیقی طور پر نفس و شیطان کے شر سے محفوظ ہوتا ہے اور وہ صاحبِ توفیق رفیقِ حق ہوتا ہے۔ جو الہام استدراج کی راہ سے آئے وہ مطلق زندقہ ہے۔ راہِ باطن کا صحیح الہام وہ ہے جو اسمِ اَللّٰہُ اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئے۔ جان لے کہ علم چار قسم کا ہے یعنی علمِ عاری، علمِ قاری، علمِ اختیاری اور علمِ افتخاری۔ علمِ عاری وہ ہے کہ جس سے انسان دنیا کے بدلے دین کو بیچ دیتا ہے اور رشوت و ریا و کبر و ہوا کی راہ اختیار کر کے خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ علمِ قاری وہ ہے کہ جس سے انسان رضائے الٰہی کی خاطر قرآن کی قرأت کرتا ہے یا اُسے حفظ کرتا ہے اور اُس کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کو ہدیہ کر دیتا ہے۔ علمِ اختیاری وہ ہے کہ جس سے انسان مسائلِ فقہ سیکھتا ہے یا تفاسیر و احادیث پڑھتا ہے اور علمِ افتخاری وہ ہے کہ جس سے انسان راہِ تصوف اختیار کرتا ہے اور معرفتِ توحید و تقویٰ و ورع و ہدایت و عنایت و ولایتِ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہوتا ہے۔

ابیات:۔ (1) "تو عنایاتِ خداوندی کا فیض بخش علم حاصل کر اور اُسے ہر طفل مزاج آدمی تک پہنچا۔" (2) "اگر تو پڑھنا چاہتا ہے تو علم کو رضائے الٰہی کی خاطر پڑھ تاکہ تیرے وجود میں جہالت کی چون و چرا باقی نہ رہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی علم پڑھتا ہے اور پرہیزگاری اختیار نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس پر تین بلائیں نازل کرتا ہے، وہ مرتا ہے تو جوانی کی موت مرتا ہے یا اُسے گنوار بنا دیا جاتا ہے یا اُس پر محتاجی نازل کر کے امرا کے در کا بھکاری بنا دیا جاتا ہے۔" مصنف کہتا ہے کہ جو آدمی علمِ قیل وقال کا مطالعہ کرتا ہے اور اُس سے معرفتِ" اِلَّا اللّٰہُ " حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو آخر کار وہ عارف باللہ ولی اللہ بن جاتا ہے اور جو عالم ہر وقت مطالعہ علمِ قیل و قال میں غرق رہتا ہے اور اُس سے دنیا کے مراتبِ کمال حاصل کرنا چاہتا ہے علم اُسے دنیا کے انتہائی کمال تک پہنچا دیتا ہے مگر بہت جلد اُس پر زوال نازل ہو جاتا ہے۔ تُو رزق کا غم مت کر کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلا دیتے لیکن وہ صحیح اندازے سے جتنا چاہتا ہے رزق اُتارتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر رہنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے۔" اے عالمِ عارف باللہ! لوگوں کی طعنہ زنی سے عاجز و مجبور نہ ہو کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" کافر کہتے ہیں کہ کیا ہم پھر اُلٹے پاؤں پلٹیں گے؟" مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے خداؤں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟" اے عالمِ عارف باللہ! خود کو ذکرِ اَللّٰہُ میں مشغول رکھ کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور بے شک وہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو ہم ضرور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے۔" اے عالمِ عارف باللہ! شیطان تیرا دشمن ہے، اُس سے ہوشیار رہ۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، تم بھی اُسے دشمن ہی جانو۔ وہ اپنے گروہ کو اس لئے بلاتا ہے کہ تم جہنمی بن جاؤ۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی علم زیادہ پڑھتا ہے لیکن اللہ سے ڈرتا نہیں اللہ تعالیٰ اُسے اپنے قرب سے دور کر کے شریعت کا دشمن بنا دیتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" بے شک قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اُسے دیا جائے گا جس نے علمِ الٰہی سے نفع نہ اُٹھایا۔ آپ سے پوچھا

گیا کہ عالم کسے کہتے ہیں؟ فرمایا! جو زندگی بھر علم پر عمل کرتا رہے۔" پس علم وہ حاصل کر جو تیرے کام آئے اور تجھے راہِ راست پر رکھے۔ یاد رکھ کہ جب تجھے علم حاصل ہو جائے تو تیرے دل میں خوفِ خدا بڑھ جائے کیونکہ اگر علم زیادہ ہو اور خوفِ خدا نہ ہو تو علم سے آدمی کے وجود میں جہالت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے جو اُس کے ظاہر و باطن دونوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔ عالم اُسے جان جس میں خوفِ خدا زیادہ ہو۔ اگر آدمی ہزار ہا مسائل فقہ یاد کر لے مگر خوفِ خدا سے عاری ہو تو فرمانِ حق تعالیٰ کے مطابق وہ عالم نہیں بلکہ علم کا بوجھ اُٹھائے پھرنے والا باربردار جانور ہے۔ اِس کے برعکس جو آدمی مسائل دین جانتا ہے اور خدا سے ڈرتا بھی ہے تو اُس کا حشر علمأ کے زمرے میں ہوگا۔ امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فقیہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرے، اللہ کا خوف کھائے اور اللہ کے ہاں مقبول ہو کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور جو اللہ سے ڈریں اور پرہیزگاری اختیار کریں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔" اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ربّ العٰلمین کے نزدیک عالم، کافر اور اسلام کے درمیان فرق ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" یہ اس لئے ہے کہ مومنوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا مولیٰ کوئی نہیں۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور کافر گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اُس کے داروغے اُنہیں کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے ربّ کی آیات پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں اس دن سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں؟ مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا۔ اُن سے فرمایا جائے گا کہ جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اُس میں ہمیشہ رہنے کے لئے۔ تو کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے متکبر لوگوں کے لئے اور جو اپنے ربّ سے ڈرتے تھے اُن کی سواریاں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اُس کے داروغے اُن سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم خوب رہے، تو جنت میں جاؤ

ہمیشہ رہنے کے لئے اور وہ کہیں گے کہ سب خوبیاں ہیں اللہ کے لئے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں اِس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم یہاں رہیں جہاں ہم چاہیں۔ تو کیا ہی اچھا ثواب ہے عمل کرنے والوں کے لئے اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقے بنائے ہوئے اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے اور اُس کی پاکی بیان کرتے ہوئے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب خوبیاں ہیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔" فرمایا کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اُس کی ممنوعہ چیزوں سے پرہیز کرے کیونکہ جب وہ اللہ سے نہیں ڈرے گا تو قرآن و حدیث کی تاویلات میں اُلجھ جائے گا اور حرام و مشتبہ چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور کاروبارِ دنیا میں غرق ہو کر معصیت و گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "اگر تقویٰ کے بغیر علم میں شرف ہوتا تو خلقِ خدا میں شیطان سب سے زیادہ اشرف ہوتا۔" مصنف کہتا ہے کہ علم کا شرف عمل سے ہے، عمل کا شرف تقویٰ سے ہے اور تقویٰ کا شرف خوفِ خدا سے ہے۔ جس کے وجود میں علم و عمل و تقویٰ اور خوفِ خدا جمع ہو جاتے ہیں اُس کا دل صاف ہو کر کشفِ معرفت اور نورِ اللّٰہ سے معمور ہو جاتا ہے اور اُسے عارف باللہ عالم کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ علم کے پانچ طبقات ہیں۔ ایک طبقہ عربی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں علم بھی زیادہ تھا اور عمل بھی زیادہ تھا۔ دوسرا طبقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد صحابۂ کرام کا تھا کہ اُن میں علم زیادہ نہ تھا مگر عمل زیادہ تھا۔ تیسرا طبقہ صحابۂ کرام کے بعد کا ہے کہ اُن میں علم زیادہ تھا مگر عمل نہ تھا۔ چوتھا طبقہ ایسا ہے کہ اُن میں علم تھا نہ عمل۔ پانچواں طبقہ وہ ہے کہ جن میں حضرت عیسیٰ روح اللہ آسمانِ چہارم سے خانہ کعبہ میں نزول فرمائیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پر عمل پیرا ہوں گے اور اُن کا علم و عمل بھی زیادہ ہو گا۔ جان لے کہ علم تو بہت سا ہے چنانچہ علمِ توحید، علمِ شریعت، علمِ مسائل فقہ یعنی علمِ مسائل فرض و واجب و سنت و مستحب اور علمِ معرفتِ الٰہی۔ تیرے لئے ضروری ہے کہ تُو اِن تمام علوم کو حاصل کر

الغرض! علم ایک گہرے دریا کی مثل ہے، عالم کشتی کی مثل ہے جو دریا کے سوا کہیں اور نہیں چل سکتی، باعمل عالم ملاح کی مثل ہے اور عارف باللہ فقیر غواص کی مثل ہے۔ غواص جب دریا میں غوطہ زن ہوتا ہے تو موتیوں کو تلاش کر کے اُنہیں باہر نکال لاتا ہے البتہ غواصی بہت مشکل کام ہے۔

رباعی:۔ ''اگر تُو موتی حاصل کرنا چاہتا ہے تو غواصی کرنا سیکھ لیکن اس کے لئے چار ہنر ضروری ہیں، ایک سر قربان کرنے کا حوصلہ، دوسرے جان ہتھیلی پر رکھنا، تیسرے دم نہ مارنا اور چوتھے اس کوشش میں سر پیر ایک کر دینا۔''

جان لے کہ علم و معرفت اور عبادت کی جڑ لقمہ رزق ہے اور لقمہ بھی دو قسم کا ہے - ایک لقمہ حرام و مشتبہ ہے جو آتش دوزخ کی مثل ہے، اُس کے کھانے سے وجود میں حرص و حسد، غیبت و بغض، عناد و نفاق اور ریا و بے جمعیتی پیدا ہوتی ہے اور نفس و شیطان سے اختلاط بڑھ جاتا ہے۔ یہ ساری تاثیر حرام لقمے کی ہے۔ دوسرا لقمہ حلال ہے جو آبِ بہشت کی مثل ہے۔ جب رزقِ حلال کا لقمہ وجود میں داخل ہوتا ہے تو حرص کی آتش دوزخ سرد ہو کر نیست و نابود ہو جاتی ہے اور آدمی توبہ کر لیتا ہے۔ توبہ بھی تین قسم کی ہے اور اُس کے آثار و نشان بھی تین ہیں۔ جو آدمی جہالت سے توبہ کرتا ہے اور اخلاص سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اُس پر یکبارگی ابتدا سے انتہا تک سارا علم کھل جاتا ہے۔ جو عالم علم پر عمل کرتا ہے وہ ذکر فکر سے عبادتِ ربانی میں غرق ہو کر دنیا و اہلِ دنیا کی رغبت سے تائب ہو جاتا ہے اور اُس پر یک دم معرفتِ الٰہی واضح ہو جاتی ہے بلکہ اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری بھی نصیب ہو جاتی ہے اور وہ صاحبِ نظر ناظر بھی بن جاتا ہے۔ جو آدمی پورے اخلاص اور تصدیق دل کے ساتھ فسق و فجور اور راہزنی سے توبہ کر لے اور نیت و توجہ سے تھوڑی سی مٹی اٹھالے تو مٹی اُس کے ہاتھ میں سونا بن جائے گی۔ ایسی ہی توبہ مقبول ہوتی ہے اور اِس سے صاحبِ توبہ لایحتاج ہو جاتا ہے۔ ارے بھائی! یہ ساری برکت لقمہ حلال کی ہے۔ علمائے عامل اور فقیرِ کامل پہلی ہی نظر میں لقمہ حرام اور لقمہ حلال کو پہچان

لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ نفس وشہوت، رجوعاتِ خلق اور نام و ناموس کے خلاف جہاد ہے۔ کئی بزرگ لقمۂ حرام کھانے سے عبادت کرنے میں سست ہو جاتے ہیں اور انہیں ذکر فکر بے لذت و بے حلاوت معلوم ہوتا ہے۔ یہ محض خام مرتبہ ہے۔ مرد عارف وہ ہے کہ جس کے وجود میں اگر قضائے الٰہی سے رزقِ حرام کا لقمہ چلا بھی جائے تو اُسے معلوم ہو جائے کہ اُس کے وجود میں رزقِ حرام کا لقمہ داخل ہو گیا ہے اور وہ اُسے ذکر اَللّٰہُ کی آگ سے اتنا جلائے کہ وہ خاکستر ہو کر نیست و نابود ہو جائے اور اُس کا اثر وجود میں باقی نہ رہے۔ حرام لقمے کی صحیح تشخیص یہ ہے کہ جب آدمی رزقِ حرام کا لقمہ کھا بیٹھتا ہے تو خواب و مراقبہ میں اُسے معرفتِ الٰہی کا نور نظر نہیں آتا لیکن جب وہ رزقِ حلال کا لقمہ کھاتا ہے تو اس کے وجود میں انوارِ تجلی اور مشاہدۂ ربوبیت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام حقیقت فقیرِ کامل کو علمِ کمال سے حاصل ہوتی ہے۔ علم دو قسم کا ہے، ایک علمِ دین ہے جس کا تعلق اعمالِ پرہیزگاری، خوفِ خدا، حرص وحسد و کبر و ہوا سے روگردانی، عبادت و سعادت اور ورع وصفائے قلب میں مشغولیت سے ہے۔ علم کی یہ خاصیت وخاصہ رحمٰن کا خاص عطیہ ہے۔ اِس علم کے عامل علما کو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ وہ دین میں قوی اور نافع المسلمین ہوتے ہیں۔ دوسرا علم دنیا کا علم ہے جس کا ثمرہ طمع وبخل اور رشوت وریا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ”ریا کفر سے زیادہ بُرا رویہ ہے۔“ یہ شیطانی علم ہے کہ اِس سے علما حرص و نادانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جان لے کہ فقرا کا ابتدائی مرتبہ علما کا انتہائی مرتبہ ہے۔ ابتدائے فقرا کیا ہے اور انتہائے علما کیا ہے؟ ابتدائے فقرا ذکر ”اَللّٰہُ“ ہے جس کی تاثیر سے اسمِ اعظم منکشف ہوتا ہے جو قرآن میں موجود ہے۔ ذکر اَللّٰہُ کی تاثیر سے طالب اللہ پر انکشافات ہوتے ہیں اور اسمِ اعظم کی تاثیر سے علمِ تفسیر واضح ہوتا ہے۔ اِس کی حکمت یہ ہے کہ ظاہر و باطن کے تمام علوم، کل وجز کے تمام علوم، توریت انجیل زبور اور قرآن کے تمام علوم، احادیثِ نبوی وقدسی کے تمام علوم، معرفت واسرارِ الٰہی کے تمام علوم، مشاہدۂ طبقات واٹھارہ ہزار عالم کی طیرِ سیر کے تمام علوم اور چھوٹے بڑے تمام سفلی و

علوی علوم کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی طے میں پائے جاتے ہیں۔ جو آدمی علمِ کلمہ طیب اور ذکر "اَللّٰهُ" کا انکار کرتا ہے وہ مرتد و مردود و کافر ہے۔ ہم اسے مانتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کلمہ طیب دونوں جہان کی چابی ہے۔ جب طالب اللہ فقیر کلمہ طیب کو ترتیب سے پڑھتا ہے تو اس پر ظاہر و باطن کا کوئی بھی علم پوشیدہ نہیں رہتا۔ کلمہ طیب اسمِ اَللّٰهُ کی طے میں ہے اور اسمِ اَللّٰهُ اسمِ اعظم کی طے میں ہے۔ اسمِ اعظم و اسمِ اَللّٰهُ نفع دیتا ہے نہ تاثیر کرتا ہے جب تک کہ وجود معظم اور دل سلیم و مکرم نہ ہو۔ پس عالمِ تفسیر آیاتِ کلام اللہ کی تفسیر سے معنوی مغز اور علمِ اکسیر اخذ کرتا ہے، علمِ اکسیر سے علمِ تکسیر حاصل کرتا ہے، علمِ تکسیر سے معرفتِ الٰہی اور علمِ تاثیر حاصل کرتا ہے اور علمِ تاثیر سے علمِ روشن ضمیر حاصل کرتا ہے۔ صاحبِ عمل و روشن ضمیر عالم دونوں جہان پر غالب و امیر ہوتا ہے۔ وہ لوگ عالم فاضل ہرگز نہیں جو جاہلوں کی طرح محتاج ہیں اور تلاشِ رزق میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ علما قبروں میں اور علم کتابوں میں روپوش ہو گیا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ توریت و انجیل و زبور اور آیاتِ قرآن میں علمِ اکسیر کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے، جو عالم آیاتِ قرآن سے اسمِ اعظم و علمِ اکسیر حاصل نہیں کرسکتا اور اُن پر عمل کر کے فرمانِ حق تعالیٰ:۔ "جب ہم نے آپ کو حاجت مند پایا تو آپ کو غنی کر دیا۔" کے مطابق لایحتاج و غنی نہیں ہو جاتا اور اعداد و آیات کے مطابق عمل کیمیا کو صحیح نہیں کر لیتا تو سمجھ لو کہ وہ ابھی تک حقیقتِ قرآن اور علمِ تفسیر سے بے خبر و محروم ہے۔ اگرچہ بظاہر عوام کی نظر میں وہ صاحبِ عظمت عالم فاضل اور مخدوم ہے مگر بباطن وہ انتہائی سیاہ دل و بے ترس آدمی ہے۔

بیت:۔ "علم دین کی خاطر ہے اور دین اللہ کے لئے ہے، وہ آدمی عالم ہرگز نہیں جو
رشوت و ریا میں ملوث ہے۔"

جو علم دل میں خوفِ خدا پیدا نہ کرے اور آخرت کا خوف پیدا کر کے دنیا سے بیزار نہ
کر دے یا جس علم سے نفس راہِ راست پر نہ آئے وہ علم نہیں۔

مخمس :۔" شہنشاہ دارا اس جہان سے کوچ کر گیا مگر جاہ و حشمت کو اپنے ساتھ نہ لے جا سکا، ایران کا بادشاہ کاؤس بھی اِس جہان سے چلا گیا لیکن وہ بھی اپنا مقصود اپنے ساتھ نہ لے جا سکا۔ تُو اسبابِ جہان میں دل نہ لگا کہ جمشید جیسا بادشاہ بھی جامِ جہاں نما کی حکایت کے سوا اپنے ساتھ دنیا سے کچھ نہ لے جا سکا۔ الغرض! کوئی بھی اِس جہان سے اپنے ساتھ کچھ نہ لے جا سکا۔"

جس علم سے جہالت و شرک اور کفر و بدعت وجود سے نہ نکلے یا جس علم سے دیدۂ دل روشن نہ ہو اور اُس سے معرفتِ حق منکشف نہ ہو وہ علم سراسر وبال ہے، اُس علم کا عالم باربردار جاہل مزدور ہے۔

جان لے کہ علم کا خاصہ خلاصہ اعمالِ صالحہ ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" اے آلِ داؤد! شکر گزار بنو۔" خطائے اُمت گناہ ہے اور شفاعتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فضل و عطائے اِلٰـہٗ ہے۔ علم خاصۂ قرآن و حدیث ہے اور بے علم زاہد ابلیس ہے۔ علم مونس جان ہے اور زاہدِ بے علم شیطان ہے۔ علم ہادی راہنما ہے اور بے علم زاہد گمراہ ہے۔ علمِ فقہ یا علمِ فقر فضلِ الٰہی ہے۔ یہ دونوں علوم راہنما ہیں جو حق کی گواہی دے کر باطل کی تکذیب کرتے ہیں۔ علیم اَللّٰہُ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تین مرتبہ تعلیم و تلقین فرمائی۔ پہلی مرتبہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تعلیم و تلقین فرمائی، دوسری مرتبہ روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس وقت تعلیم و تلقین فرمائی جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں تھا اور تیسری مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم وجسد کو قابَ قوسین کے مقام پر تعلیم و تلقین فرمائی۔ پس مرشدِ کامل وہ ہے جو نوری تعلیم و تلقین میں بھی کامل ہو، روحی تعلیم و تلقین میں بھی کامل ہو، جسمانی تعلیم و تلقین میں بھی کامل ہو، تاثیرِ نظر میں بھی کامل ہو، معرفتِ الٰہی میں بھی کامل ہو، ذکر فکر میں بھی کامل ہو، علمِ لدنی میں بھی کامل ہو، عقلمندی میں بھی کامل ہو، کشف و کرامات میں بھی کامل ہو، استغراقِ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں بھی کامل ہو اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کا شغل کرنے والا ہو۔ جو مرشد اسمِ اللہ ذات سے جدا

ہے اُس کی ہر بات لاف زنیٔ نفس و ہوا ہے۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو طالب اللہ کو تین مراتب پر ضرور پہنچائے۔ (۱) مرتبۂ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچائے، (۲) مرتبۂ روح پُرفتوح محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچائے اور (۳) مرتبۂ جسم و جسدِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچائے کہ فرمایا گیا ہے:۔" ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔" (اور یہ تین مراتب انسان کی اصل ہیں) جو آدمی خود کو اپنی اصل تک نہیں پہنچاتا اور راہِ وصل سے اپنی اصل میں غرق نہیں ہو جاتا وہ نالائق مطلق حیوانِ ناطق ہے۔

ابیات:۔ (۱) "علم کے تین حروف "ا ب ت" ہیں۔ یہ تین حروف تین اشارے ہیں اس بات کی طرف کہ "ا" سے اَللّٰہُ، "ب" سے باتوکل اور "ت" سے ترکِ ماسوی اللہ۔" (۲) "جو آدمی ان تین حروف کے علم کے علاوہ کوئی اور علم پڑھتا ہے وہ طالبِ دنیا ہے اور طالبِ دنیا کتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" دنیا مردار ہے اور اُس کے طالب کتے ہیں۔"

شرحِ نورِ محمد، روحِ محمد اور جسدِ محمد

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی خداوندی کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی ذات کے نور سے ایک نور کو جدا فرمایا اور جب اپنی محبت و معرفت و جمالیت کے آئینے میں اُس نور کو دیکھا تو خود ہی اُس کے اشتیاق میں مبتلا ہو گیا اور اُسے نورِ محمدؐ کا خطاب دیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام حبیب اس وجہ سے پڑا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا:۔" اے حبیب! جنبش فرماؤ اور ہم سے کلام فرماؤ۔" اس پر نورِ محمد نے جنبش فرمائی اور بولے:۔" یا اللہ جل جلالہٗ۔" اسمِ اَللّٰہُ کا اظہار سب سے پہلے نورِ محمدؐ ہی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدؐ کو دو لاکھ تجتر

ہزار (273000) سال اپنی نظر کے سامنے رکھا۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے لطف وکرم سے فرمایا:۔ " اے نورِ محمدؐ! روحِ محمدؐ میں ڈھل جا۔ " اِس حکم پر نورِ محمدؐ سے روحِ محمدؐ پیدا ہوگئی۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا:۔ " اے روحِ محمدؐ! اُٹھ اور مجھ سے کلام کر۔ " روحِ محمدؐ نے کہا:۔ " اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ " اور اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا:۔ " وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " اِس کلمۂ توحید سے فقرِ معرفتِ توحید کی نوری صورت پیدا ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوری صورتِ روح سے بولی:۔ " السلام علیکم یا روحِ محمدؐ۔ " روحِ محمدؐ نے جواب دیا:۔ " وعلیکم السلام یا صورتِ نورِ فقرِ توحید معرفتِ الٰہی "۔ اِس کے بعد روحِ محمدؐ کی خواہش پر فقرِ معرفتِ توحیدِ الٰہی کی نوری صورت نے روحِ محمدؐ کے دل میں سکونت اختیار کر لی اور تصدیقِ قلبی کے ساتھ وجودِ محمدؐ سے یک وجود و یکتا ہو گئی۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا:۔ " اے روحِ محمدؐ! اُٹھ اور ہمارے ساتھ مزید کلام کر۔ " اِس پر روحِ محمدؐ نے کہا:۔ " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا:۔ " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " اِس کلمۂ پاک کے نور سے علمِ اسلام و ذکر اللہ و کلام اللہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ صورتِ علم نے روحِ محمدؐ سے کہا:۔ " السلام علیکم یا روحِ محمدؐ۔ " روحِ محمدؐ نے فرمایا:۔ " وعلیکم السلام یا علمِ کلام اللہ۔ " روحِ محمدؐ نے صورتِ علم کو تعظیم دی، اُسے پسند فرمایا اور بوسہ دے کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔ علم نے آپ کی زبان مبارک پر سکون و قرار پکڑا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے اُس کا مطالعہ فرمایا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین لاکھ تینتیس ہزار سال تک روحِ محمدؐ کو علم سکھایا، اُس کے دَور کرائے اور اُس کا حافظ و محافظ بنایا۔ اُس وقت وحی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جو اُس وقت ہوا تھا وہ اب بھی ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ "[1] کا مصداق بننے والا ، معرفتِ الٰہی کے کمال پر پہنچ

[1]:۔ ترجمہ = فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر بننے والا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے یگانہ ہونے والا فقیر وہ ہے جو آپ کی اِس حقیقت سے واقف بھی ہو اور مشاہدۂ وصال سے مشرف بھی ہو۔ ایسے منتہی احوالِ پُر اسرار کا حامل لازوال فقر وہ ہے جس کے بارے میں فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہے:۔" فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔" میرا یہ دعویٰ میرے حال کے عین مطابق ہے کہ مقامِ نورِ محمدؐ کی حضوری اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طالب ہو، آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر چکا ہو اور اُس پر مقامِ نورِ محمد کھل چکا ہو اور حقیقتِ ابتدا و انتہائے نورِ اللّٰہُ طالبِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہنمائی کرے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" میرے وہ دوست بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں، اُنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔" اِسی حقیقت کے تناظر میں فرمایا گیا ہے:۔" جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" جو اِس میں شک کرے وہ کافر ہے۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے روحِ محمدؐ کی دائیں جانب جمالیت کی نظر سے دیکھا اور زبانِ قدرت سے فرمایا:۔" کُنْ " (ہو جا) اور " فَیَکُوْنَ " (پس ہو گیا) اور کل مخلوقاتِ جن وانس وملائکہ اور اٹھارہ ہزار عالم کی کل موجودات و وحوش وطیور پیدا ہو گئے۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بائیں جانب نظر کی تو اُس سے نارِ شیطانی اور دنیا و نفسِ امارہ پیدا ہو گئے۔ تیسری مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد وجسم کو تعلیم وتلقین کی گئی چنانچہ آپ معراج کی رات براق پر سوار ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ پیدل چلے۔ آگے جا کر جبرائیل علیہ السلام بالائے عرش جانے سے معذور ہو گئے مگر آپ آگے چلے گئے اور قابَ قوسین اَوْ اَدنیٰ کے مقام پر جا پہنچے اور وہاں جو دیکھنا تھا وہ دیکھا اور جو سننا تھا وہ سنا۔

بیت:۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں جو کچھ دیکھا کسی اور آنکھ سے نہیں بلکہ سرّ کی آنکھ سے دیکھا۔"

مرشدِ کامل وہ ہے جو نورِ طالب کو مجلسِ نورِ محمدؐ میں پہنچائے، روحِ طالب کو محفلِ روحِ محمدؐ میں پہنچائے اور جسمِ طالب کو صحیح حلیے کے مطابق جسمِ محمدؐ تک پہنچائے۔ جس مرشد کو یہ توفیق نہیں اُس سے تلقین لینا حرام ہے۔

ابیات:-(1)"اے ہوشمند! میں تجھ سے مخاطب ہوں، میری بات غور سے سن۔ مقامِ نور میں ذکر فکر اور عقل و شعور جیسی چیزیں ناپسندیدہ ہیں۔"(2)"جسم و روح اس خاص نور تک کہاں پہنچ سکتے ہیں؟ جب تک یہ خود نور نہیں ہو جاتے حضوری کے اُس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔"(3)" یہ نور نگاہِ حق سے پیدا ہوتا ہے، جو آدمی مطالعۂ علم میں زندگی گزارتا ہے وہ نورِ حق سے بے خبر رہتا ہے۔"(4)"نورِ حق کو زندہ دل عارف ہی پہچانتا ہے، مردہ دل آدمی تو مٹی کی دیوار ہوتا ہے، وہ نورِ حق کو کیسے پہچان سکتا ہے؟"(5)"اے باھُو! خدا را وہ نور دکھاوے جس کا ماخذ بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔"

اُس نور کی نشاندہی اِس فرمانِ حق تعالیٰ سے ہوتی ہے:-" اَللّٰہُ نور ہے زمین و آسمان کے لئے، اُس کی مثال یوں ہے ...."مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" نور پر نور چھایا ہوا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں مقامِ نور کو مغفور قرار دیا گیا ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" تا کہ اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماوے۔" جان لے کہ ذکر فکر عقل مذکور الہام کا تعلق جسم و روح سے ہے جب کہ غرقِ نور حضور کا تعلق سِرّ سے ہے۔ جان لے کہ فقیر دو قسم کے ہوتے ہیں، (ا) بعض فقیر صاحبِ حال ہوتے ہیں اور وہ حال کی مستی میں غرق رہتے ہیں، اگرچہ حال کی مستی اُن کا کمال سمجھا جاتا ہے تاہم یہ کمال اُن کے لئے باعثِ زوال ہے کہ وہ کشف و کرامات، رجوعاتِ خلق، حاضراتِ جنات، ذکر فکر، سکر و صحو، قبض و بسط اور سیرِ زمین پر اس طرح متصرف ہو جاتے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک ساری زمین کا فاصلہ وہ اڑھائی قدم میں طے کر لیتے ہیں لیکن فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک یہ سب کمال بازی گری و خام

خیالی ہے۔ دوسرے بعض فقیر صاحبِ جمال ہوتے ہیں جو شریعت کا لباس پہنے رہتے ہیں اور ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور سوائے تجلیاتِ معرفتِ الٰہی اور راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کوئی راہ نہیں چلتے۔ اُنہیں صاحبِ وصال کہتے ہیں۔ مقامِ نور رستگاری ہے اور ذکرِ اَللّٰہُ کے سوا ہر شغل باعثِ خواری ہے۔ جان لے کہ صاحبِ ریاضت و مجاہدہ خدا سے جدا ہے اور نورِ الٰہی میں غرق صاحبِ راز باخدا ہے کہ مجاہدے کا مقصود مشاہدہ ہے، وہ مشاہدہ جو شاہدِ حال ہو نہ کہ محض قیل وقال و مستیٔ حال ہو۔ جو خدا سے جدا ہے وہ پُر ہوا ہے اور ہر وقت اپنی ریاضت کشی کا ڈھنڈورا پیٹتا رہتا ہے اور جو باخدا ہے اُس کا باطن معمور ہے۔ وہ ہمیشہ خاموش رہتا ہے کہ ”جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔“ مرشدِ عارف سے طالب اللہ پہلے ہی روز صاحبِ ذکر فکر عارف بنتا ہے۔ جو مرشد طالب اللہ کو یہ تعلیم نہیں دیتا وہ عارف باللہ مرشد نہیں۔ جو مرشد طالب اللہ کو پہلے ہی روز عین بعین مشاہدہ بخش کر تصورِ اسم اللہ ذات کی تعلیم دیتا ہے وہ صاحبِ دید و شنید مرشدِ کامل ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ”اپنے ربّ کی عبادت حق الیقین کی حد تک کرو۔“ یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے ربّ کی عبادت حدِ یقین تک کرو۔ تمامیتِ مراتبِ فقر پر پہنچ کر آدمی صاحبِ یقین ہو جاتا ہے اور تمامیتِ مراتبِ دنیا پر پہنچ کر آدمی بے دین ہو جاتا ہے۔ جب آدمی صاحبِ یقین ہو جاتا ہے تو آخری وقت پر اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے، جان کنی کے وقت اُسے تصدیقِ قلب نصیب ہو جاتی ہے اور غلباتِ صدق سے اُس کی زبان پر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جاری ہو جاتا ہے۔ پس اُسے موت کے وقت اور قبر میں بھی لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ [1] کی بشارت مل جاتی ہے اور اُسے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ [2] کی حقیقت معلوم ہو جاتی

---

[1]:۔ ترجمہ = بے خوف و بے غم۔ [2]:۔ ترجمہ = خبردار! بیشک اولیائے اَللّٰہُ پر کوئی خوف ہے نہ غم۔

ہے اور اُس کی رسمی عبادت جزوی یقین سے نکل کر کامل یقین تک جا پہنچتی ہے یعنی مرتے وقت وہ پکا مومن مسلمان ہوتا ہے کہ اُس کا ایمان اللہ پر کامل ہو جاتا ہے۔ اولیائے اَللّٰہُ کو جب یہ مشاہدہ نصیب ہوتا ہے تو اُن کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور موت کی طرف اُن کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ جو آدمی عبادت کرتا ہے مگر یقین معرفت حاصل نہیں کرتا وہ ابلیس ہے۔ عبادت وہ ہے جو حق الیقین کے مرتبے پر پہنچائے یعنی اگر عبادت میں دورانِ رکوع وسجود " اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنے پر اللہ تعالیٰ کی زبانِ قدرت سے لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ (میرے بندے! مَیں حاضر ہوں) کا جواب نہیں آتا تو یہ یقین کامل والی عبادت نہیں ہے چنانچہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:۔" حضوریٔ قلب کے بغیر نماز ہرگز نہیں ہوتی۔" اکثر لوگ کہتے ہیں کہ دل یار کے ساتھ ہو اور ہاتھ کام میں مصروف ہوں۔ وہ غلط کہتے ہیں، دل یار کے ساتھ ہو اور ہاتھ بے کار ہوں کہ دل کا تعلق معیتِ حق تعالیٰ سے ہے۔ جو آدمی اَللّٰہُ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ صاحبِ یقین ہو جاتا ہے اور جو اَللّٰہُ کا ساتھ چھوڑ کر دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے وہ معرفتِ یقین سے روگرداں ہو کر بے دین لعین ہو جاتا ہے یعنی بے ادب ہو جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ادب چاہتا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ادب چاہتے ہیں، قرآن ادب چاہتا ہے، علما ادب چاہتے ہیں، فقرا ادب چاہتے ہیں اور اسمِ اَللّٰہُ ادب چاہتا ہے۔

بیت:۔"ادب نورِ الٰہی کا تاج ہے اِسے سر پر رکھ لے، پھر تُو جدھر جائے گا تیری ہی حکومت ہوگی۔"

شیطان بے ادبی چاہتا ہے، دنیا بے ادبی چاہتی ہے، نفسِ امارہ بے ادبی چاہتا ہے اور کفر ونفاق بے ادبی چاہتے ہیں۔ ادب کے کیا معنی ہیں اور بے ادبی کسے کہتے ہیں؟ ادب حق الیقین ہے اور یقین راہِ راستی ہے۔ بے ادبی شیطانِ لعین کی اتباع میں باطل وجھوٹ کو کہتے ہیں لہٰذا باادب وبے ادب کا میل جول درست نہیں۔ دین کی بنیاد فقر وادب ہے۔ دنیا وکفر بے ادبی

ہے۔ کبھی کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا۔

ابیات:-(1)" جو آدمی سونے چاندی کے سیلاب کی زد میں آجاتا ہے وہ ہرگز اپنے قدموں پر قائم نہیں رہ سکتا۔"(2)" تجھے ہر عبادت اللہ سے دور کرتی جائے گی جب تک کہ تُو ذاتِ حق تعالیٰ کا کامل یقین حاصل نہیں کرلیتا۔"

لَآ اِلٰہَ عبادت ہے جس سے ہر قسم کے نقش کی نفی ہوتی ہے، اِلَّا اللّٰہُ تجلی ذات میں مشاہدۂ نورِ الٰہی کا اثبات ہے جس سے ذاتِ حق کا یقینِ کامل حاصل ہوتا ہے اور "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کا اقرار سلامتی دین و ایمان و اسلام و راستی ہے۔ جو آدمی اپنی عبادتِ جز کو عبادتِ کل تک پہنچاتا ہے اور عبادتِ جز عبادتِ کل میں ڈھل جاتی ہے تو اُس پر نورِ "اَللّٰہُ" کے تمام مقامات کھل جاتے ہیں، اُسے یقین حاصل ہوجاتا ہے اور وہ مطلق اہل یقین ہوجاتا ہے۔ اصل یقین یگانگیٔ حق کا مقام ہے جو بندے کو باطل سے دور کرتا ہے۔ یقین حق الیقین کے مرتبے پر پہنچاتا ہے۔ عبادت توفیق ہے اور یقین رفیق ہے۔ یقین جان ہے اور بے یقین عبادت کار شیطان ہے۔ عبادت علم ہے اور یقین امر ہے۔ یقین وامر کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " سے حاصل ہوتا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" مجھے اپنی اُمت سے زیادہ خطرہ دو چیزوں کا ہے ایک ہوائے نفس کی پیروی اور دوسری طویل آرزوئیں کہ ہوائے نفس انہیں راہِ حق سے دور کردے گی اور طویل آرزوئیں اُن کے دل سے خوفِ آخرت نکال دیں گی۔" یعنی اُنہیں کلمہ طیب و ذکر اَللّٰہُ سے غافل کرکے اُن میں اسرارِ معرفت کی طلب ختم کردیں گی۔ جو یقین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کی رات قاب قوسین کے مقام پر حاصل ہوا تھا وہی یقین معراج اب عارف باللہ مومنوں کو ہر وقت ذکرِ اَللّٰہُ سے نصیب ہوتا ہے کہ وہ ذکرِ اَللّٰہُ کی مدد سے سوتے جاگتے ہر وقت نورِ اَللّٰہُ کے مشاہدہ میں غرق رہتے ہیں۔ جب کسی کے وجود میں کلمہ طیب کے ذکر کی کامل تاثیر جاری ہوجاتی ہے، دل میں اسمِ اَللّٰہُ کا نقش

ثابت ہو جاتا ہے اور زبان پر کلمہ طیب کا ورد جاری ہو جاتا ہے تو اُس کی زبان اللہ کی تلوار بن جاتی ہے، اِس صورت میں اگر وہ کسی کی جانب قہر و غضب کی نظر سے "یَا اَللّٰہُ" کہہ دے تو وہ اُسی وقت مر کر بے جان ہو جائے گا اور اگر وہ کسی مردے کی طرف اخلاص و اعتقادِ دل کے ساتھ "یَا اَللّٰہُ" کہہ دے تو مردہ اُسی وقت جی اُٹھے گا کیونکہ اسمِ اَللّٰہُ جل جلالہٗ و اسمِ اعظم میں یہ تاثیر پائی جاتی ہے۔ یہ ہیں مراتب و معانی اُس یقین کے جو اسمِ اَللّٰہُ سے حاصل ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:۔ (۱) "فرائض میں افضل ترین فرض کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کا ذکر ہے۔" (۲) "جس نے اخلاص سے کہہ دیا " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " وہ حساب و عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگیا۔ عرض کی گئی کہ اخلاص کیا ہے؟ فرمایا کہ حرام باتوں سے اجتناب کرنا۔" (۳) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ زبان سے پڑھنے والے تو بہت ہیں لیکن اخلاص سے پڑھنے والے بہت قلیل ہیں، جس نے اخلاص سے کہہ دیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وہ حساب و عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگیا۔" خاص مردانِ خدا بارہ مقامات پر کلمہ طیب کی بارہ ضربیں دل پر لگاتے ہیں تو اُس کی برکت سے اُن پر ہر مقام کھل جاتا ہے اور وہ حالتِ خواب یا مراقبہ کی طرح بے خود ہو کر بے اختیار ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ " کی پہلی ضرب دل پر لگاتا ہے تو تفکر میں غرق ہو کر کہتا ہے کہ اب مجھ پر جان کنی کا وقت آ پہنچا ہے جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دوسری ضرب دل پر لگاتا ہے تو استغراقِ تفکر میں کہتا ہے کہ یہ تو وہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ بندے سے ستر ہزار سوال پوچھتا ہے اور بندہ بے کام و زبان اُن کا جواب دیتا ہے اور دل کی قدیم زبان سے کہتا ہے:۔ "الٰہی! میرے دل کو اپنے پسندیدہ دین پر قائم رکھ۔" جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تیسری ضرب دل پر لگا کر تفکر میں ڈوبتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ قبر میں داخل ہونے سے پہلے فرشتے مجھ سے ستر ہزار سوال پوچھتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " تم جہاں بھی ہوتے ہو میں

تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔" پس زندگی ہو یا موت اللہ تعالیٰ ہر حال میں بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی چوتھی ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ مجھ پر وہ وقت آ گیا ہے کہ قبر میں منکر نکیر مجھے اُٹھا کر سوال کر رہے ہیں کہ تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا قبلہ کون سا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پانچویں ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت وہ دیکھتا ہے کہ میری قبر میں ایک فرشتہ آ گیا ہے جو منہ کو دوات، اُنگلی کو قلم، لعابِ دہن کو سیاہی اور کفن کو کاغذ کے طور پر استعمال کر کے اُس پر میری نیکی و بدی کا اعمالنامہ لکھتا ہے، اُس پر مجھ سے دستخط کرواتا ہے، میرے اعمالنامے کا تعویذ بناتا ہے اور میرے گلے میں ڈال کر غائب ہو جاتا ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" ہم نے ہر انسان کی قسمت اُس کے گلے سے لگا دی ہے اور قیامت کے دن اُس کے لئے ایک نوشتہ کھولیں گے جسے وہ واضح پائے گا، اُس سے فرمایا جائے گا کہ اپنا اعمالنامہ پڑھ۔ آج تُو خود ہی اپنا حساب کرنے کو کافی ہے۔" جب وہ دل پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی چھٹی ضرب لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت اُسے نظر آتا ہے کہ زمین کی ہر سمت سے مجھ پر عذابِ قبر کا غلبہ ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا میری فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے۔ جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ساتویں ضرب دل پر لگاتا ہے تو اُسے دکھائی دیتا ہے کہ قیامت قائم ہو گئی ہے، اٹھارہ ہزار عالم کی ساری مخلوق حساب گاہ میں منتظر کھڑی ہے، ہر کوئی اپنے اپنے پسینے میں غرق ہو کر نفسی نفسی پکار رہا ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اُس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے، ماں باپ سے، بیوی سے اور بیٹوں سے کہ اُس دن اُن میں سے ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہو گی۔" جب وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آٹھویں ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت وہ دیکھتا ہے کہ اعمال نامہ میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔(۱)" تو وہ کہ جسے اُس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اُس سے عنقریب آسان سا حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا اور جس کا اعمالنامہ اُس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا

عنقریب وہ موت مانگے گا اور اُسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔'' (۲) '' آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور اُن کے پاؤں اُن کے کیے کی گواہی دیں گے۔'' (۳) '' تو جس نے ذرّہ بھر نیکی کی ہوگی اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی ہوگی وہ بھی اُسے دیکھ لے گا۔'' جب وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی نویں ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت دیکھتا ہے کہ ترازو میں میری نیکی و بدی کو تولا جا رہا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔(۱) '' تو اُس دن تول ضرور ہوگی۔'' (۲) '' تو جس کا وزن بھاری ہوا وہ اپنے من پسند عیش میں ہوگا اور جس کا وزن کم ہوا وہ ہاویہ میں ہوگا اور کیا تُو جانتا ہے کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ وہ ایک شعلے برساتی آگ ہے۔'' (۳) ''اور اُن کے پہلو جدا ہوتے ہیں خواب گاہوں سے اور وہ اپنے ربّ کو پکارتے ہیں ڈرتے ہوئے اور اُمید کرتے ہوئے اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خیرات کرتے ہیں۔'' ایسے میں اللہ تعالیٰ اُس کے تمام احوال سے واقف ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے بندے کے احوال سے واقف رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جاتی ہے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جاتی ہے یہ سب ایک کتاب میں درج ہے۔'' جب وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی دسویں ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت دیکھتا ہے کہ مومنین سلامتی ایمان کے ساتھ پلِ صراط سے گزر رہے ہیں۔ جب وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گیارھویں ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت دیکھتا ہے کہ مومنین جنت میں داخل ہو رہے ہیں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ اپنے ربّ کی طرف اِس حالت میں کہ تُو اُس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنتِ قرب میں داخل ہو جا۔'' اور جب وہ '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کی بارھویں ضرب دل پر لگا کر تفکر کرتا ہے تو اُس وقت دیکھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دستِ مبارک سے نورِ الٰہی کا ساغرِ حوضِ کوثر کے پاکیزہ شربت سے بھر بھر کر مومنوں، مسلمانوں، عارفوں اور عاشقوں کو عطا فرماتے ہیں اور وہ شوق سے

پہنچتے ہیں۔ اِس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کو ساتھ لے کر بارگاہِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں حاضر ہوتے ہیں اور لقائے ربّ العلمین کے شرف سے سرفراز ہوتے ہیں۔ جب وہ اِس منتہی مقام پر پہنچ کر کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " کا ختم کرتا ہے تو وہ صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے اور اُس کی زبان اللہ کی تلوار بن جاتی ہے۔ قبولیت کے اِس مقام پر پہنچ کر جو آدمی حضوریٔ دیدار سے مشرف ہو جاتا ہے وہ ربوبیتِ نورِ " اَللّٰهُ " میں غرق ہو جاتا ہے۔ اِس مقام پر بعض لوگ حالتِ سکر میں آ کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، بعض تائب ہو کر ہر وقت توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں، بعض عباداتِ ظاہری میں اِس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ کسی وقت بھی اُن کا سر سجدے سے فارغ نہیں ہوتا۔ کلمہ طیب کے چار گواہ ہیں۔ پہلا گواہ اقرارِ زبان ہے، دوسرا گواہ تصدیقِ قلب ہے، تیسرا گواہ نفیٔ 'لَآ' کی تلوار ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تلوار ذوالفقار کی طرح کاٹ دار ہے اور کلمہ گو کے ہر گناہ کو کاٹ دیتی ہے اور چوتھا گواہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرارِ رسالت ہے۔ جو آدمی دنیا میں اِس طرح کی گواہی دے کر کلمہ طیب پڑھتا ہے اُمید ہے کہ وہ جان کنی کے وقت بھی اِسی طرح کلمہ طیب پڑھے گا اور قیامت کے دن قیامِ حشر میں بھی اِسی طرح کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " پڑھتے ہوئے قبر سے نکلے گا۔ اِس طرح کی کلمہ خوانی سے اُس کے وجود میں دو پر پیدا ہو جائیں گے جن سے وہ بہشت میں پرندوں کی طرح اُڑتا پھرے گا یا یہ کہ جب وہ اِس طرح کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " پڑھتے ہوئے قبر سے نکلے گا تو اُس پر نور کی تجلی پڑے گی جس پر فریفتہ ہو کر وہ عاشق و مشتاق و دیوانہ ہو جائے گا اور اُس نوری تجلی کو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ جس نے کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا وہ حساب و عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو گیا خواہ اُس نے چوری کی ہو یا زنا کیا ہو۔" کلمہ طیب کا تعلق چار چیزوں سے ہے جو فرضِ عین ہیں۔ پہلی چیز کلمہ طیب کا پڑھنا فرض ہے۔ دوسری چیز اگر کلمہ پڑھنے کو کہا جائے تو انکار

نہ کرے بلکہ فوراً کلمہ پڑھے کہ ایسی صورت میں کلمہ پڑھنا فرضِ عین ہے۔ تیسری چیز کلمہ طیب کے معنی جاننا فرض ہے۔ چوتھی چیز کلمہ طیب کو دائم پڑھنا فرض ہے۔ جان لے کہ کلمہ طیب کی قبولیت کا دارومدار چار چیزوں پر ہے، وہ چار چیزیں بنائے اسلام ہیں اور بنائے اسلام کے بغیر کلمہ طیب نفع دیتا ہے نہ تاثیر کرتا ہے۔ اب تُو اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہے گا جو عامیانہ طریقے سے جلادوں اور منافقوں کی طرح ناتمام کلمہ پڑھتے ہیں۔ اُس آدمی کو دعوت پڑھنے کی ہرگز حاجت نہیں جو اِس طریق سے کلمہ طیب پڑھتا ہے اور بے خود ہو کر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ جاتا ہے اور باطن میں اُسے جو امر ہوتا ہے اُسے ظاہر میں بھی درست پاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اور اپنے ربّ کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔" پس ذکرِ اَللّٰہُ اور خواب میں واضح دیدارِ ربّ العالمین کی نعمت سے بڑھ کر دنیا و آخرت میں اور کون سی نعمت افضل ہے؟

ابیات:۔ (1) "پہلے علم حاصل کر، پھر اِدھر آ کہ بارگاہِ حق میں جاہلوں کی کوئی گنجائش نہیں۔" (2) " معرفتِ ذاتِ حق کا علم ایک روشن نور ہے، اُس کی مثل اور کوئی نور نہیں۔ علم ہو تو اُس پر عمل بھی کیا جائے ورنہ گدھے پر لدی ہوئی کتابوں کو علم نہیں کہا جا سکتا۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اُس کی مثال وہ گدھا ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" ہر چیز کی آفت ہے اور علم کی آفت طمع ہے۔"

بیت:۔"خواہ تُو صرف و نحو پڑھ یا علمِ فقہ و اصول پڑھ، اگر تُو وصال قرب وحدت سے محروم ہے تو تُو جاہل ہے۔"

جان لے کہ شیطان کو سجدۂ آدمؑ سے لَا اَسْجُدُ لِغَیْرِ اللّٰہِ (اللہ کے سوا اور کسی کو سجدہ جائز نہیں) کے علم نے باز رکھا۔ یہی علم اُس کے لئے حجاب بنا اور وہ خدائے تعالیٰ کا نافرمان ہو بیٹھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"علم ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے مراد وہ علم ہے جس سے وجود میں کبر

پیدا ہوتا ہے کیونکہ کبر کے تین حروف ہیں ک ب ر- حرف "ک" سے کرامت چلی جاتی ہے- حرف "ب" سے برکت چلی جاتی ہے اور حرف "ر" سے رحمت چلی جاتی ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اور تمہارے ربّ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگا کرو میں قبول کروں گا- بے شک جو لوگ میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے-" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-"جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی کبر ہوا وہ جنت میں نہیں جائے گا-" متکبر آدمی شیطان کا مونس ومصاحب ہے چنانچہ شیطان دنیا بھر میں علم کا بہت بڑا عالم فاضل مشہور ہے- یاد رکھ کہ علم کے بہت بڑے درجے ہیں- اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدے وعید، آیاتِ قصص الانبیا، حقیقتِ معرفتِ حق کی حصول یابی کے لئے ذکرِ اسمِ اَللّٰهُ ذات اور ترکِ دنیا واہلِ دنیا کے درجات ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-"دنیا ملعون ہے اور اس میں ذکرِ اَللّٰهُ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سب ملعون ہے-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" (۱) "اور دنیا میں ہم نے اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن اُن کے لئے خواری ہے-" (۲) "اُن کے پیچھے لعنت لگی ہوئی ہے دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی- خبردار! بے شک قومِ عاد اپنے ربّ کی منکر ہوئی- ارے دفع ہوں عاد اور قومِ ھُود-" (۳) "بے شک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے-" پس معلوم ہوا کہ دنیا پر یقین کرنا اور اُس سے یاری لگانا باعثِ ذلت ورسوائی ہے کہ یقینِ دنیا سے دل میں حرص پیدا ہوتا ہے اور حرص بارگاہِ مولیٰ میں مطلق معصیتِ شیطانی وشرمندگیٔ نفس ہے- عقبیٰ پر یقین عقبیٰ کی یاری بخشتا ہے کہ یقینِ عقبیٰ سے طاعت وتقویٰ پیدا ہوتا ہے اور طاعت وتقویٰ سے خوشنودیٔ حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے- معرفتِ مولیٰ پر یقین اور اُس کی یاری سے ذوق شوق اشتیاق اور محبتِ مولیٰ پیدا ہوتی ہے- جب کوئی عالم دنیا کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو اُس سے فائدۂ دین جاتا رہتا ہے کہ دنیا ایک مہلک

زہر ہے، اسے تھوڑا سا پیا جائے یا زیادہ اس سے دین مر جاتا ہے یا یہ کہ دنیا متاعِ شیطان ہے، ہر وہ دل جو متاعِ شیطان سے متفق ہو جاتا ہے یا اُس کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے وہ مطلق شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ اُسے علم سے کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچتا کہ اُس پر لذاتِ ہوائے نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ذکر دل کو صاف و روشن کرنے والا عمل ہے۔ اِس ذکر کے شروع میں دل پر کلمہ طیب کی پہلی ضرب پر منہ سے دھواں نکلتا ہے، دوسری ضرب پر غلباتِ ذکر سے منہ سے بجلی کی طرح آگ نکلتی ہے اور تیسری ضرب پر منہ سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ یہ ہے صحیح ذکرِ جہر۔ اس کے بعد جب ذکرِ خفیہ کیا جاتا ہے تو ذاکر کے وجود کا سارا گوشت ریزہ ریزہ ہو کر جدا ہو جاتا ہے۔ اِس طرح کے ذکرِ جہر اور ذکرِ خفیہ سے آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اس فقیر کی والدہ محترمہ اسی طرح کا ذکرِ خفیہ کیا کرتی تھیں اور اُن کی آنکھوں سے خون جاری رہا کرتا تھا۔ ایسے ذاکر کو حضور الحق فقیر کہتے ہیں۔ جس ذاکر کا ذکرِ جہر و ذکرِ خفیہ اس معیار کا نہیں اُسے ذاکر و ذکرِ حقیقی نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُس کا ذکر ذکرِ رسم و رسوم ہے نہ کہ ذکرِ حیّ قیوم۔

بیت:۔"ذاکروں کو بارگاہِ الٰہی سے توفیقِ ذکر حاصل ہوتی ہے۔ کیا تُو جانتا ہے کہ ذکر کیا چیز ہے؟ ذکر وحدتِ حق کی خاص راہ ہے۔"

اِس قسم کے ذکرِ خفیہ کی تاثیر سے ذاکر کے وجود سے کباب کی طرح جلے ہوئے گوشت کی بُو آتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"افضل ترین ذکر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔" جس طرح آئینہ و شمشیر وغیرہ کو چمکانے والی چیز فولاد ہے اُسی طرح دلوں کو چمکانے والی چیز کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔ جس طرح نجاست کو صاف کرنے والی چیز پانی ہے اُسی طرح دل کو پاک کرنے والی چیز کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر ہے۔ جس طرح تاریکی کو روشن کرنے والی چیز آفتاب و

مہتاب ہے اُسی طرح دل کو روشن کرنے والی چیز کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ اُس کا دل مطلق روشن ضمیر، مثل آئینہ صفا، ہر دو جہان نما اور باطن ضیا ہو جائے، پہلی ہی کوشش سے دل میں محبت وطلبِ الٰہی پیدا ہو جائے اور کفر ونفاق وریا وعجب و خصومت وغضب وغل وغش جیسے خصائل رذیلہ سے نجات مل جائے تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ ان سب چیزوں کو دل سے دور کرنے والی اور مقامِ حیرت وعبرت وتقویٰ وقربِ الٰہی تک پہنچانے والی چیز کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر ہے۔ پس تُو رات دن سوتے جاگتے مستی وہوشیاری میں ہر وقت اپنے دل کو کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ذکر میں مشغول رکھ۔ جس طرح ظاہر میں نماز کے لئے لباس کی پاکیزگی شرط ہے اُسی طرح دل کی پاکیزگی کے لئے کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر شرط ہے۔ ذکرِ کلمہ طیب کی تاثیر جب دل پر وارد ہوتی ہے تو تمام وہمات وخطرات جیسے اوصاف ذمیمہ دل سے نکل جاتے ہیں اور غیریت کا تمام خس وخاشاک صاف ہو جاتا ہے کیونکہ ہر وقت دل میں ذکرِ کلمہ طیب کی جھاڑو پھرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی ایک نیا مشاہدہ کھلتا رہتا ہے۔ کلمہ طیب کے جس ذاکر کا دل اس طرح پاک ہو جائے وہ قائم اللیل اور صائم الدہر ہو جاتا ہے، اُس کی روح کو اخلاص نصیب ہو جاتا ہے، وہ اپنے نفس پر قہر برساتا ہے اور کسی وقت بھی ظاہری وباطنی عبادت سے خالی نہیں رہتا۔ جان لے کہ آدمی کا وجود کنویں کی مثل ہے، دل پانی کی مثل ہے اور خطرات وغفلت وذکر اللہ سے اجتناب اُس میں مردہ چوہے کی مثل ہے اِس لئے لازم ہے کہ پہلے غفلت کے مردہ چوہے کو نکالا جائے پھر حکمِ شرع کے مطابق بیس تیس ڈول پانی نکالا جائے۔ یہاں ڈول سے مراد غیر ماسویٰ اللہ کی دلیل ہے۔ اِس کے بعد کوئیں کا پانی پاک ہوگا اور اُس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ الغرض! زنگ وسیاہی وکدورت مٹانے والی چیز فولاد ہے جس کی قیمت اُتنی نہیں جتنی سونے کی ہے لیکن جو کام فولاد کرتا ہے وہ سونا نہیں کرسکتا۔ علم سونے کی مثل ہے اور ذکرِ اَللّٰہُ فولادی تلوار کی مثل

ہے۔ذاکر مردِ غازی ذکرِ اَللّٰہُ کی تلوار سے ایک ہی وار میں نفس کو قتل کر دیتا ہے۔ نفس کو قتل کرنے والی فولادی تلوار ذکرِ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ہاں علم پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے لیکن ذکرِ کلمہ طیب لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے نفس کو قتل کرنا بہت مشکل کام ہے۔جب آدمی ذکرِ کلمہ طیب کو اپنے عمل میں لے آتا ہے اور کلمہ طیب اُس کے دل کو پاک کر دیتا ہے تو خلقِ خدا اُسے احمق سمجھتی ہے اور گھر والے اُسے دیوانہ سمجھ کر کہنے لگتے ہیں کہ یہ پاگل اتنی کثرت سے کلمہ طیب کیوں پڑھتا ہے؟ حالانکہ کلمہ طیب کو کثرت سے پڑھنا سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔جان لے کہ آدمی کے وجود میں خطرات درخت کی مثل ہیں اور ذکرِ کلمہ طیب فولادی کلہاڑی کی مثل ہے۔جو آدمی اِس کلہاڑی سے خس و خاشاک اور درخت کاٹ کر وجود کی زمین کو صاف کر لیتا ہے تو یہ زمین تخم ریزی کے قابل ہو جاتی ہے اور جب وہ فکر کے بیلوں سے ذکر کے ہل چلاتا ہے تو اُمید پیدا ہو جاتی ہے کہ اُسے معرفتِ الٰہی کا سودمند تخم حاصل ہو جائے گا ورنہ اِن معاملات اور ذکرِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر تو زندگی ضائع و برباد ہے خواہ آدمی عمر بھر نماز روزہ کرتا رہے، علمِ مسائل فقہ پڑھتا رہے، زکوٰۃ مال دیتا رہے اور حج کرتا رہے ذکرِ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے بغیر مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔جو آدمی یہاں تک پہنچ جاتا ہے وہ کسی سے ڈرتا نہیں یعنی پہنچنے کا تعلق خوفِ خدا سے ہے۔

ابیات:۔(1)"راہِ عشق میں پروانے کی طرح خود سے بیگانہ ہو جا۔"(2)"راہِ عشق میں پیار سے مردانہ وار قدم رکھ، اِس میں اگر سر جاتا ہے تو جانے دے۔"

راہِ مولیٰ ہی مطلوبہ راہ ہے، جس کے وجود میں طلبِ مولیٰ نہیں وہ غافل و گمراہ ہے۔راہ کیا ہے اور گمراہ کیا ہے؟ جس راہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار کیا وہی اہل سنت و جماعت کی راہ ہے۔جو کوئی اہل سنت و جماعت کے خلاف چلتا ہے وہ گمراہ ہے۔جس نے حق کو اپنایا وہ اہل راہ ہے اور جس نے باطل کو اپنایا وہ گمراہ ہے۔اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے۔میں

نے قبول کیا دین مسلمانی کو اور اُس کو جو اُس میں ہے اور مَیں بیزار ہوا کفر سے اور ردّ کرتا ہوں کفر وکافری کو اور اُسے بھی جو اُس میں ہے کہ مجھے پسند آیا کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " اور مَیں نے ردّ کیا درمِ دنیا اور مال و دولت کو اور اُسے حوالے کیا اہل دنیا کے کہ یہ اندوہِ اہل دنیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے جملہ مردانِ خدا نے ردّ کر رکھا ہے۔

بیت :- "ہوا و ہوس کے بھوت کو سر سے اُتارنا پیشۂ سروری ہے اور ہوائے نفس کو ترک کرنا قوتِ پیغمبری ہے۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "اور جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا تو بے شک اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔" علم کا انتہائی مقصود ترکِ دنیا، معصیتِ شیطانی سے اجتناب اور خود کو ہوائے نفس سے روکنا ہے۔

بیت :- "اگر تُو زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے تو نفس کی گردن مار دے، تُو یا تو یار کو راضی کر لے یا ہوائے نفس کو پورا کر لے۔"

جس نے فرمانِ الٰہی کے اِس حصے :- "وہ بولے! اللہ تین خداؤں میں سے ایک ہے۔" کو پڑھا اور اگلے حصے :- "بے شک اللہ واحد معبود ہے۔" کی حقیقت کو نہ جانا اُس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "قیامت کے دن شدید ترین عذاب اُس شخص کو دیا جائے گا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اُٹھایا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "جس نے علم تو زیادہ حاصل کیا مگر پرہیزگاری میں اضافہ نہ کیا اُس نے اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کی۔" جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " علما انبیا کا ورثہ ہیں۔" اس سے مراد وہ علما ہیں جنہوں نے امر معروف کے ساتھ دل و جان سے دوستی کی۔ اگر کسی قاضی یا مفتی یا ظالم حاکم یا کسی خانوادہ کے کسی آدمی نے بدعت کو روا رکھا، شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امر معروف سے برگشتہ ہوا، نہی عن المنکر کو روا رکھا اور شراب نوشی میں ملوث رہا تو وہ گویا دین محمدی صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم سے پھر گیا، وہ دین کا چور ہے جو بے دین ہو کر لعین ہو گیا۔ جان لے کہ انبیا کا ورثہ دو چیزیں ہیں، ایک نفس کے خلاف جہاد اور دوسرا دارِ حرب میں کفار سے جہاد۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر جہادِ اکبر ہے کہ یہ نفس کے خلاف جہاد ہے اور یہ جو کفار کے ساتھ جہاد ہے وہ چھوٹا جہاد ہے اور ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آ رہے ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" ہر نبی کا ایک حرفہ (پیشہ، ہنر، کسب) ہے اور میرے دو حرفے ہیں، ایک حرفہ فقر کا اور دوسرا جہاد کا۔ جس نے ان سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اِن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اُس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کر مگر کبھی کبھی آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کر لیا کر اور اس میں ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے قرآن پڑھا کر۔" طالبِ مولیٰ فقیر کے وجود میں جمعیت ہوتی ہے اور طالبِ دنیا فقیر کے وجود میں جہالت ہوتی ہے یعنی اُس کے وجود میں حرص و طمع ہوتی ہے۔ علم عین سے ہے اِس لئے عاقبت طلب ہے اور جہالت سے وجود میں جلالیت و غضب پیدا ہوتا ہے۔ اگر طالبِ حقیقی حق طلب مرشد سے ایک ہفتہ کے اندر اپنے باطنی مقصود کو نہیں پہنچتا اور اُسے اپنا تمام ظاہری مقصود نہیں ملتا تو اُس سے علیحدگی اختیار کر کے جدا ہو جائے اور اپنی عمر کو ضائع و برباد نہ کرے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ کامل فقیر کی ہفتہ بھر کی خدمت ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔

بیت:۔" مرشد وہ ہے جو راہِ حق کے طالبوں کو ہوائے نفس سے پاک رکھے۔"

طالب وہ ہے جو پہلے ہی روز اپنا تمام مال اور جان تصرف کر کے مرشد کی خدمت میں نذر کر دے اور مرشد وہ ہے جو طالب کو مال کے بدلے ملکِ جاودانی اور جان کے بدلے جمعیتِ دل بخش دے۔ اگر مرشد اِن صفات سے متصف اور صاحبِ قوت ہے تو طالب کے مال و جان میں تصرف کرے ورنہ نہیں۔ تیرے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آدمی کی آواز کہاں سے آتی ہے

اور آدمی کی آواز ہے کیا چیز؟ صاحبِ اشتغال اللہ (صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات) زندہ دل آدمی کی آوازِ حضوری ایمان کی آواز ہوتی ہے۔ مردہ دل طالبِ دنیا کی آوازِ شرِّ شیطان کی آواز ہوتی ہے اور عارفوں کی آوازِ سرِّ الٰہی کی آواز ہوتی ہے۔ مردہ دل لوگوں کی آواز سراسر خواری کی آواز ہوتی ہے۔ جان لے کہ فقر ایک نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کے فیض و فضل کی نہایت عظیم و کبیر نعمت جو محض اُس کی عطا سے نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فقر کی یہ نعمت انبیا و اولیا جیسے دوستوں کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کرتا۔ انبیا و اولیا کے علاوہ اگر کوئی اور آدمی فقر کا دعویٰ کرتا ہے اور فقر کا مدعا علیہ بنتا ہے تو اُس کا دعویٰ محض جھوٹ، کذب اور خلافِ حقیقت ہے۔ ابیات:-

(1) " فقر وحدتِ الٰہی کا راز ہے، ہوائے نفس فقر کے قدموں کی خاک ہے۔" (2) " فقر کی پہچان اُس کے کلام سے ہوتی ہے، یہ اہلِ بدعت گداگر فقیر نہیں ہوتے، یہ تو راہِ فقر کے راہزن ہیں۔" (3) " فقر بہت بڑا خزانہ ہے اور کانِ کرم ہے۔ فقیر کا دل بیت اللہ کے حرم میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہتا ہے۔" (4) "باھُو فقر کے بوجھ سے روتا رہتا ہے اور عشق کی آگ میں اپنی جان جلاتا رہتا ہے۔"

ظاہری علم، ظاہری اعمال اور باطنی علم کے ذریعے نفسِ قاہر کے ساتھ جنگ ہی کی وجہ سے اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اُس پر بے شفاعت و بے رنج اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہے اور یہ اُمت باطل سے بیزار و حق پسند ہے اور اِسی وجہ سے ہی اِس اُمت کے علمائے عامل، فقرائے کامل، درویشانِ صابر، بادشاہانِ عادل، جوانانِ تائب، زنانِ باحیا، مومنینِ دل صفا، اہلِ سخاوت و اہلِ خوف صاحبِ طاعت، طالبانِ تقویٰ و علم و سعادت مندی صاحبِ شرع اور صاحبِ ورع درویش اپنے دلوں میں درد محبت کا داغ لئے پھرتے ہیں۔ اِس کے برعکس اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حقیقت وہ بھی ہے جو بحر المعانی میں سورۃ عم کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" بے شک فیصلے کا

دن مقرر ہے جس میں صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوج در فوج، آسمان کو کھول دیا جائے گا اور اُس میں دروازے پیدا ہو جائیں گے اور پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا اور وہ چمکتی ہوئی ریت میں ڈھل جائیں گے جس پر دور سے پانی کا گمان ہوگا۔'' یعنی قیامت کے دن حق باطل سے اور نیک بد سے جدا ہو جائے گا۔ اُس دن جب صور پھونکا جائے گا تو شروع سے آخر تک ساری مخلوق وعدہ گاہ میں ثواب وعذاب کے لئے جمع ہو جائے گی اور تم کو فوج در فوج، گروہ در گروہ خوف سے کانپتی ہوئی حالت میں لایا جائے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے پوچھا:۔''اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی اُمت کو کس حال میں لایا جائے گا؟'' آپ نے فرمایا:۔''اے معاذ! تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے۔'' پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا:۔''اے معاذ! قیامت کے دن میری اُمت کو دس گروہوں میں لایا جائے گا، بعض لوگ بندروں کی صورت میں ہوں گے، بعض خنزیر کی شکل میں ہوں گے، بعض اُلٹے لٹکے ہوئے ہوں گے یعنی اُن کے پاؤں اُوپر اور سر نیچے ہوں گے، بعض اندھے ہوں گے، بعض گونگے ہوں گے، بعض اپنی زبانیں چبا رہے ہوں گے اور اُن کے منہ سے پیپ جاری ہوگی جو اُن کے سینے تک بہہ رہی ہوگی، بعض کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے، بعض سولیوں پر لٹکے ہوئے ہوں گے اور آگ کے نیزوں پر ٹنگے ہوئے ہوں گے، بعض مردار سے زیادہ گندے ہوں گے، بعض آگ کی چادروں میں لپٹے ہوئے ہوں گے اور آگ اُن کی جلد کو چاٹ رہی ہوگی۔ بندروں کی صورت میں وہ لوگ ہوں گے جو دوسروں کی چغلیاں کھایا کرتے تھے، خنزیر کی شکل میں رشوت خور ہوں گے، اُلٹے لٹکنے والے سود خور ہوں گے، اندھے ظالم حکمران ہوں گے، گونگے بہرے متکبر عالم فاضل ہوں گے جن کے اعمال اُن کی گفتار کے خلاف ہوں گے، دست و پا بریدہ ہمسایوں کو دکھ دینے والے ہوں گے، سولی پر لٹکنے والے بادشاہوں تک شکایتیں پہنچانے والے ہوں گے، مردار سے زیادہ گندے و بدبودار وہ لوگ ہوں گے جو دنیا سے تمتع و لذات اُٹھاتے

رہتے ہیں لیکن راہِ خدا میں اپنا مال خرچ نہیں کرتے اور آگ کی چادروں میں لپٹے ہوئے وہ لوگ ہوں گے جو کبر و فخر و مباہات میں گرفتار رہتے ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" میرا اُمتی وہ ہے جو نص و حدیث و قرآن پر عمل کرتا ہے۔" آپ کی اُمت پارسا ہے اور آپ بھی سر سے قدم تک اللہ تعالیٰ کے نورِ رحمت میں لپٹے ہوئے پارسا ہیں۔ آپ اُس اُمتی سے بیزار ہیں جو صاحبِ تکلیف، صاحبِ شرک اور صاحبِ نفاق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی ہونا بہت مشکل و دشوار مرتبہ ہے کہ اُمتی وہ ہے جو خالص مومن مسلمان ہے۔ اُمتی وہ نہیں جو طلبِ دنیا و حرص و ہوا اور بغض و نفاق میں مبتلا شیطان کا پیروکار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی کی نشانی کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ستر ہزار بار نگاہِ رحمت پڑتی ہے اور آپ کی نگاہِ شفقت اپنی اُمت سے ہرگز جدا نہیں ہوتی جس طرح کہ آفتاب کی نگاہ سنگریزے سے جدا نہیں ہوتی۔ پس تُو ایک ساعت کے لئے بھی خدا اور اُس کے رسول کی نگاہ سے غافل نہ ہو چاہے تُو حالتِ معصیت میں ہو یا طاعت میں۔ معصیتِ شیطانی سے تائب ہونا، طاعت سے بے نیاز نہ ہونا اور خود کو خواص میں شمار نہ کرنا ہی اچھے اُمتی کا شیوہ ہے۔

ابیات:-(1)" وہ آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی ہرگز نہیں جس کے دل میں طلبِ سیم و زر سمائی ہوئی ہے کہ حق پرست اُمتی کی نظر ہر دم ذاتِ حق پر رہتی ہے۔" (2)" جو آدمی حق پرستی چھوڑ کر ہوائے نفس کا غلام بن جاتا ہے وہ فرمانِ خداوندی کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی کس طرح ہو سکتا ہے؟"

انسان کو محرمِ دم ہونا چاہیے۔

ابیات:-(1)" دمِ ازل ہو یا دمِ دنیا ہو یا اس سے اگلا دم ہو، درویش کو ہر دم ثابت قدم رہنا چاہیے۔" (2)" یہ جہان ہو یا وہ جہان تُو کہیں بھی ذاتِ حق کے سوا کسی کو نہ دیکھ۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا بے شک

اُس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔‘‘ اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خطاب اس لئے کیا گیا ہے کہ اس سے آدمی کے احوال اُس کے سامنے آجاتے ہیں پھر اُس کا نفس ہوا سے اور دل گناہوں سے مطلق بیزار ہو جاتا ہے۔ بندے کو بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، بندگی کے بغیر بندے کی ساری عمر محض شرمندگی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اپنے بیٹوں سے فرمایا:۔’’مجھ سے پانچ سبق سیکھ لو تمہارے کام آئیں گے، (۱) اللہ کے سوا کسی سے دل نہ لگانا میں نے بہشت سے دل لگایا اور مجھے اُس سے جدا کر دیا گیا، (۲) عورتوں کے کہنے پر کوئی کام نہ کرنا کہ میں نے حوا کی رائے پر عمل کیا اور وہ مجھے راس نہ آیا، (۳) اگر تمہارا دل کوئی چیز مانگے تو اُسے مت دو کہ میرے دل نے درخت کا میوہ کھانا چاہا تو میں نے کھا لیا مگر وہ مجھے راس نہ آیا، (۴) کوئی کام کرتے وقت کسی سے مشورہ ضرور کر لینا، اگر میں فرشتوں سے مشورہ کر لیتا تو اس حال کو نہ پہنچتا، (۵) اگر کوئی بلا وجہ قسم کھائے تو اُس پر اعتبار نہ کرنا کہ ابلیس لعین نے میرے سامنے قسم کھائی تو میں نے اُس پر اعتبار کر لیا، پھر جو نقصان مجھے پہنچنا تھا وہ پہنچ کے رہا۔ مصنف کہتا ہے کہ فقیر کے لئے فقط طلبِ اللّٰہ ہی کافی ہے اور باقی ہر طلب ہوس ہے۔ فقیر اپنے پاس کچھ رکھتا ہے نہ گنتا ہے اور نہ ہی دنیا و شیطان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! جنت کے بادشاہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا:۔’’ مطلق مسکین، اگر اُن کے بال بڑھ جائیں تو حجام سے ترشوانے کے لئے اُن کے پاس پیسے نہ ہوں، اگر بیمار پڑ جائیں تو کوئی اُن کی بیمار پرسی نہ کرے، اگر شادی کے خواہشمند ہوں تو کوئی اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہ دے، کسی سے بات کرنا چاہیں تو کوئی اخلاص سے اُن کی بات نہ سنے، بیٹھنے کے لئے خاک اُن کا فرش ہو، اسمِ اللّٰہ کے شغل سے اُن کی روح فرحت یاب ہو اور اُن کا نفس ہلاک ہو۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور وہ بہشت کے مالک ہوں گے۔ استغراق فنا فی اللہ میں اتنے مدہوش ہوں گے کہ اگر تو متواتر کئی بار اُن پر تلوار چلائے تو وہ دم نہیں ماریں

لگے خواہ تُو تلوار چلاتے چلاتے تھک ہی کیوں نہ جائے کیونکہ روزِ ازل یثاق کے وقت ہی سے وہ تعلیم و تلقین سے مزین ہو کر یقین و رضائے الٰہی میں غرق چلے آ رہے ہیں۔"

رباعی:۔"صوف و اطلس کے ہزار ہا ملبوسات سے میرا یہ کھردرا کمبل بدرجہا بہتر ہے کہ مجھے کونین میں اِس کھردرے کمبل کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے، حشر کے دن جب مجھ سے اِس و آں کا حساب لیا جائے گا تو میرے پاس بجز اس کھردرے کمبل کے دو عالم کی کوئی چیز نہ ہو گی۔"

ظاہری علم و اعمال اور باطنی علم و اعمال سے اگر نفس سے جہاد کیا جائے تو قلب پاک ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ علما ورثۂ انبیا ہیں اور یہ وہ علما ہیں جو کافروں سے رشوت نہیں لیتے نہ وہ کافروں سے دھوکہ کرتے ہیں اور نہ ہی کثرتِ مال و زر سے دین کو بیچتے ہیں۔ یاد رکھ کہ انبیا نے راہِ خدا میں دین کی خاطر سر قربان کر دیئے مگر درمِ دنیا قبول نہ کئے۔ صحابۂ کرام نے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاسداری میں قتل ہو کر شہادت قبول کر لی مگر اہلِ دنیا ہونا قبول نہ کیا۔ الٰہی! تُو اُس کی مدد فرما جس نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کی۔ علمائے عامل اور فقرائے کامل دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طاقتور مددگار ہیں۔ الٰہی! مجھے اُس سے مایوس کر جو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مایوس ہوا۔ دنیا کا حریص عالم، اہلِ بدعت جاہل فقیر اور دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے برگشتہ منافق دونوں جہان میں خوار و بے دین ہوتے ہیں۔ جان لے کہ مومن کے پاس تین چیزیں ہوتی ہیں، تن، مال اور دین۔ مومن جب دین کو ہاتھ سے نکلتا ہوا محسوس کرتا ہے تو تن و مال کو قربان کر دیتا ہے مگر دین کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا کہ علم و تصدق دین کی حفاظت کے لئے ہے۔ جو آدمی دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی اختیار کر کے امرِ معروف کی نگہداشت نہیں کرتا وہ بے دین و لعین و بے یقین ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"اگر مجھے کچھ خوف ہے تو اپنی اُمت کے ضعفِ یقین کا ہے۔" منافق آدمی اپنی جان و دین کو مال پر قربان کر کے مال و دولت کماتا ہے اور دین سے بے دین ہو کر مر جاتا ہے تو اُس

بخیل کا مال دوسرے لوگ کھاتے ہیں اور وہ نارِ جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی میں اللہ کی دوستی اور حُبِّ مولیٰ جو تمام علوم سے افضل ہے، حُبِّ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، روحِ جماوی، عقلِ کلی، صبر، شکر، توکل، فقر، ہدایت، معرفت، قرب، وصال، استغراق فنا فی اللہ، صفائے قلب اور روشن ضمیری کے یہ پندرہ خاص الخاص علومِ رحمانی ایک طرف ہیں اور نفس، شیطان، بخل، طمع، دنیا، حرص، کذب، غیبت، کبر، ریا، زنا، سود، ہوا، بغض، نفاق، عجب، حقد، کینہ، حسد اور خیانت کے بیس شیطانی علوم ایک طرف ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک علم بھی کسی عالم کے وجود میں جڑ پکڑ لے تو اُسے رحمانی علم ہرگز فائدہ نہیں دیتا کہ اُس سے اُس کا دل سیاہ ہو کر مر جاتا ہے۔ باعمل عالم اُسے کہتے ہیں جو ان شیطانی علوم کو پس پشت ڈال کر انہیں اپنے وجود سے دور رکھے اور علمِ کلام اللہ اور تلاوتِ قرآن کو پیشِ نظر رکھے اور جو کچھ قضا و قدر سے اُس کے سر پر آئے اُس پر صابر ہو کر راضی برضا رہے۔ ایسے ہی صاحبِ رضا عالم کو انسان کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "حیوان اور انسان کے درمیان فرق کرنے والی چیز علم کے سوا اور کوئی نہیں۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "انسان کو علم سکھایا گیا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔" علم وہ ہے کہ جس سے حق معلوم ہو اور باطل معدوم ہو۔ علم کا تعلق عمل سے ہے نہ کہ فضیلت و کثرتِ مال سے۔

بیت :- " وہ عالم نادان ہے جو رزق کی خاطر پریشان رہتا ہے، وہ دانشمند ہے نہ پرہیزگار ہے۔"

کل قیامت کے دن بے عمل عالم، اہلِ بدعت فقیر، اہلِ سرود اور ابلیس کے پیروکار اہلِ جماعِ خبیث کو شیطان اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے گا۔ جو آدمی شیطان سے موافقت رکھتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے اہلِ علم ہونے کا وہ بے عمل عالم ہے اور وہ فقیر جو بے شرع و اہلِ سرود ہے اُس کا علم شیطانی ہے کہ سرود مطلق حرام ہے، کون سا شیطان ان سے بڑھ کر شیطانیت کرے گا؟

بیت:۔" جو علم تجھے جہالت سے نہیں نکال سکتا اُس سے جہالت بدر جہا بہتر ہے۔"

جہالت ناپاک ہے اور علم پاک ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو جہالتِ پلیدِ دنیا کی طرف کھینچتا ہے پاک علم اُس پلیدی کی طرف نہیں جاتا۔ تمام علمائے بے عمل پلید ہیں، انہیں اُن کا علم پلیدی میں غرق کرتا ہے جب کہ پاک علم اپنے عامل کو پاک حق سے ملاتا ہے۔ بے عمل عالم سے علم حاصل نہ کر خواہ وہ صاحبِ تفسیر ہی کیوں نہ ہو کہ بے عمل عالم بے تاثیر و دل کا اندھا ہوتا ہے، وہ مردہ دل خدا سے نہیں ڈرتا اور حرصِ دنیا میں غرق ہو کر حصولِ دنیا کی تدابیر سوچتا رہتا ہے۔ علم اگر روح پر وارد ہو تو یار ہے اور اگر نفس پر وارد ہو تو مار (سانپ) ہے کہ روح، علم، حلم، معرفتِ الٰہی، توکل، توحید، توفیق، ترک اور محبتِ الٰہی ایک دوسرے سے متفق ہیں اس لئے روح و دل مولیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں کہ موت کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا کل کا کام آج ہی کر لیا جائے، ایسا نہ ہو کہ موت آ کر جان لے جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر کے لئے یہ کام بہت آسان ہے کہ وہ روح سے مصلحت پوچھتا ہے اور جب وہ دنیائے زشت بلشت کو دیکھتا ہے تو اُس کا دل اُس سے سرد ہو جاتا ہے اور وہ اُس سے یک دم تارک فارغ ہو جاتا ہے۔ اِس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص راہ پہ آ جاتا ہے لیکن عالم فاضل غوث قطب درویش کے لئے ترکِ دنیا کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ لوگ نفس سے متفق رہتے ہیں اور نفس کا تعلق شیطان سے ہے۔ نفس و دنیا اور شیطان کو فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم آتی ہے اِس لئے یہ بندے کو راہِ حق کی طرف نہیں آنے دیتے بلکہ اِس راہ سے روکتے ہیں اور ترکِ دنیا سے روکنے کے لئے رزق کا حیلہ و حجت پیش کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ جب تُو دنیا سے تارک فارغ ہو گا تو پہنے گا کہاں سے اور کھائے گا کہاں سے؟

بیت:۔" یہ کم ہمت ہوس پرست لوگ ترکِ دنیا کہاں کر سکتے ہیں؟ تجھے چاہیے کہ تُو اہل ہمت مردوں میں شامل ہو کر شیر مرد ہو جا۔"

عارف پانچ قسم کے ہوتے ہیں، عارفِ ازل، عارفِ ابد، عارفِ دنیا، عارفِ عقبیٰ، یہ چاروں عارف خام ہیں کہ اہل مراتب وطبقات ہیں- پانچواں عارف باللہ ہے جو فقر کے مرتبۂ کمال پر فائز ہوتا ہے- اُس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "فقر جب انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے-"

رباعی:- "اے عالمِ نادان! تُو اپنے علم پر مغرور ہو رہا ہے لیکن اپنے پروردگار سے نزدیک ہونے کی بجائے تُو اُس سے دور ہو رہا ہے، آج تُو کشاف وہدایہ پڑھ بھی لے تو خواص کی خدمت کے بغیر کچھ بھی نہیں جان سکے گا-"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "قوم کا سردار فقرا کا خادم ہے-" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "جس نے علم نیک نامی کے لئے پڑھا وہ جاہل ہے اور جس نے خالص اللہ کے لئے پڑھا وہ مومن ہے-" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "صحبت کی اپنی تاثیر ہوتی ہے-" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "تقدیر تدبیر پر مسکراتی ہے-" علمِ رحمانی نہ ہوتا تو آدمی کا وجود جہالت کی ظلمت سے تاریک رہتا کہ رحمانی علم آفتاب کی مثل ہے، جب یہ طلوع ہوتا ہے تو نورِ جاودانی جگمگا اُٹھتا ہے اور تاریکیٔ ظلمت مٹ جاتی ہے یعنی اعمالِ صالحہ سے دل نفسانیت اور معصیتِ شیطانی سے پاک ہو جاتا ہے اور علمائے عامل عارفان وواصلانِ حق بن جاتے ہیں- جو آدمی عالمِ باعمل منتہی بن جاتا ہے وہ صاحبِ تسلیم ورضا وصاحبِ قلبِ سلیم فقیر کامل بن جاتا ہے اور ہدایت کی اُس سیدھی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے جس کے متعلق ہمیں یہ دعا سکھائی گئی ہے:- "الٰہی! ہمیں اُن لوگوں کی راہ پہ چلا جن پر تُو نے انعام کیا ہے اور ہمیں مغضوب وگمراہ لوگوں کی راہ پہ مت چلا-" اور وہ صمدیت کے اُس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "محبوبؐ! آپ فرما دیں کہ اَللّٰہُ واحد ذات حق تعالیٰ ہے، اَللّٰہُ بے نیاز ذات ہے-" اَللّٰہُ بس ماسویٰ اَللّٰہُ ہوس-

شرحِ فقرِ محمدی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوئے، جبرائیل علیہ السلام آپ کے آگے آگے پا پیادہ دوڑے، عرش سے فرش تک دونوں جہان آراستہ کئے گئے، اٹھارہ ہزار عالم کو پیراستہ کر کے آپ کے سامنے لایا گیا اور جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھنے سے رک گئے، اِس سارے اہتمام کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نگاہ ذاتِ حق تعالیٰ سے نہ ہٹائی چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" بھٹکی نہیں آپ کی نگاہ نہ حد سے بڑھی۔" آپ نے اس تمام اہتمام پر توجہ نہیں دی اور جب آپ سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو وہاں صورتِ فقر کا مشاہدہ کیا اور مراتبِ سلطان الفقر کی لذّت سے لطف اندوز ہوئے، فقرِ نورِ الٰہی سے باطن کو معمور فرمایا اور قابَ قوسین کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے مشرف ہو کر ذاتِ حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے، پھر اس سے آگے بڑھ کر مقامِ فقر فنا فی اللہ میں داخل ہوئے، ملاقاتِ فقر سے غرق فنا فی اللہ مع اللہ ذات ہو کر رفیق فقر ہوئے اور محبت معرفت عشق شوق ذوق علم حلم جود و کرم اور خُلق سے متخلق ہوئے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔" اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کرو۔" اِس طرح کمال فقر پر پہنچ کر جب سارا دریائے توحید آپ کے وجود میں جمع ہو گیا تو آپ نے اپنی زبانِ دُرّ فشان سے اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔" فقر میرا فخر ہے اور فقر میرے اندر جمع ہے۔" جب آپ مجلس صحابہؓ میں پہنچے اور دریائے فقر سے حقیقتِ فقر موجزن ہوئی تو فقرِ معرفت کے احوال سن کر صحابہؓ

کرام کی ایک کثیر تعداد فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طلبگار ہوگئی جس پر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا :- "اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ ہر وقت اِن فقرا پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور ان سے اپنی نگاہیں نہ ہٹائیں کہ یہ ہر وقت ذکرِ خدا میں غرق رہنے والے لوگ ہیں۔" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شکر بجالائے اور فرمایا:- "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اب ہم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل سے دم بھر کے لئے بھی فارغ نہیں ہوں گے۔"

ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّ المومنین حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، دروازے پر دستک دی تو اندر سے اشارتاً پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اے فاطمہ! مَیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوں۔" حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی:- "حضور! آپ باہر ٹھہریں، مَیں برہنہ ہوں، میرے پاس ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا نہیں ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر سے چادر اُتاری اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اُچھال دی۔ آپ نے اُس چادر سے اپنا ستر ڈھانپا لیکن چادر اتنی چھوٹی تھی کہ آپ اس سے سر ڈھانپتیں تو زانو بے پردہ ہو جاتے اور اگر زانو ڈھانپتیں تو سر بے پردہ ہو جاتا اس لئے آپ اُس چادر میں سمٹ کر بیٹھ گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر تشریف لائے اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوالِ فقرو فاقہ دیکھے تو سکر وجلالیت میں آکر فرمایا:- "اے خاتونِ جنت! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر طاقت دے رکھی ہے کہ اگر مَیں تمہارے گھر کے در و دیوار پر نظر کردوں تو وہ سونے کے ہو جائیں اور تمہارے گھر کے تمام سنگریزے لعل جواہر و یاقوت بن جائیں۔ کہو تو مَیں توجہ کر دیتا ہوں اور تم دنیا کی ان چیزوں کو سمیٹ لو۔" لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے قبول نہ کیا اور عرض کی:- "اے اللہ کے رسول! مجھے اس فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لذت و ذائقہ پسند ہے کہ یہ وہ فیض و گنجِ الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب دوستوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کرتا لہٰذا ہم

ہم نے اِس فقر کو اختیار کر رکھا ہے۔'' اِس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔''اے خاتونِ جنت! تُو فقیر ہے تو مجھے اِس فقر پر فخر ہے کہ یہ میرا خاص سرمایہ ہے۔'' منتہی معرفت عین العیان (نگاہِ باطن) سے اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ ہے یعنی تصورِ اسمِ ''اَللّٰہُ'' سے نورِ ذات کا مشاہدہ ہے۔ جب مصفا چشمِ دل سے نورِ ذات کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے تو سرِّ نہانی کی آواز کانوں میں سنائی دینے لگتی ہے اور بندہ لامکان کے سرِّ نہاں تک پہنچ کر معرفتِ الٰہی میں غرق ہو جاتا ہے، اُس کے وجود کے قلب و قالب میں ذکرِ اَللّٰہُ جاری ہو جاتا ہے اور اُس کا ظاہر باطن تصورِ اسمِ اَللّٰہُ میں محو ہو جاتا ہے۔ جو آدمی لامکان میں پہنچ جاتا ہے اُس کے وجود میں حُبِّ دنیا اور شرک و ہوا کا کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اور وہ مشاہدۂ ذات و ذوق و وجد اور وحدانیت کے استغراق کے سوا کسی اور چیز کی طرف متوجہ و مشغول نہیں ہوتا اور اگر مشغول و متوجہ ہو بھی تو اسمِ اللہ ذات سے جدا نہیں ہوتا اور ہر وقت استغراقِ فنا فی اللہ ذات میں قید رہتا ہے کیونکہ مشاہدۂ تجلیاتِ نورِ اللہ ذات اُس کی جان کو اپنی گرفت میں لئے رکھتا ہے۔

بیت:۔'' اگر مَیں اُسے دیکھوں تو جان جاتی ہے اور جان چلی جائے تو دیکھوں گا کیسے؟ حیران ہوں کہ کیا کروں؟ دیکھوں یا جان دے دوں۔''

ارے ہاں! یہ تو مقامِ اناالحق ہے۔ اِس مقام پر تو منصورؒ بھی وسیع و فراخ حوصلہ نہ رکھ سکے اور اناالحق کہہ کر تصدیق القلب کا معاملہ زبان پر لے آئے۔ مرتبۂ اناالحق تو راز ہے جو سولی پر چڑھا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منصورؒ انتہائے فقر تک نہ پہنچ سکے کہ وہ رازِ اناالحق کو زبان پر لے آئے اور فنا فی الشیخ کے شہرت پذیر مرتبے پر قناعت کر گئے۔ ہاں! دل میں اناالحق کہنا روشن ضمیری ہے اور یہ مقامِ فنا فی اللہ بقا باللہ میں روح کا مرتبہ ہے۔

فرد:۔'' اگر میرا دل اناالحق کہتا ہے تو اِس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کہ ذاتِ حق نے خود ہی تو اپنی روح ہمارے اندر پھونک رکھی ہے۔''

دل میں انا الحق کہنا نفس کو فنا کرنا ہے اور زبان سے انا الحق کہنا سر کو سولی پر چڑھانا ہے۔ راہِ معرفتِ مولیٰ میں باطنی دقائق کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ظاہری عالم کو باطن میں راہِ معرفتِ مولیٰ کی کیا خبر؟ وہ اگرچہ تمام عمر علم پڑھتا رہتا ہے لیکن معرفتِ الٰہی سے بے خبر رہتا ہے اور بے عملی کی بدولت بیل گدھے کی طرح محض حیوان بنا رہتا ہے۔ جان لے کہ مراقبۂ غرق فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچنا یا ذکر فکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ سے معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔

شرحِ مراقبہ

مراقبہ تین قسم کا ہوتا ہے، مبتدی، متوسط اور منتہی۔ مبتدی مراقبہ یہ ہے کہ صاحبِ مراقبہ ذکر فکر میں اِس قدر غرق ہو جائے کہ اگر کوئی تلوار سے اُس کا سر گردن سے جدا کرنا چاہے تو نہ لرزے نہ جنبش کرے۔ اشتغال اللہ میں اِس درجے کا استغراق بھی ابتدائی و خام مرتبہ ہے۔ متوسط مراقبہ یہ ہے کہ صاحبِ مراقبہ جب ذکر فکر سے مشاہدہ معرفتِ الٰہی میں غرق ہو تو ایک ہی مراقبہ میں بارہ سال اِس طرح گزار دے کہ اُسے خبر نہ رہے موسمِ گرما کی نہ سرما کی اور جب بارہ سال بعد مراقبہ سے باہر آئے تو اُسے ایسا لگے گویا پل بھر کا وقفہ بھی نہیں گزرا۔ اِس قسم کا مراقبہ بھی عام ہے۔ منتہی مراقبہ یہ ہے کہ صاحبِ مراقبہ جب ذکر فکر کی بجائے اسمِ اَللّٰہُ کا تصور کرتا ہے تو اسمِ اَللّٰہُ سے اِس قدر نور پھوٹتا ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ کا ہر حرف نورِ وحدت کا دریا بن جاتا ہے اور صاحبِ مراقبہ اُس میں غوطہ زن ہو کر ڈوب جاتا ہے۔ نورِ الٰہی میں مستغرق ایسے صاحبِ مراقبہ پر اگر کوئی سو بار بھی تلوار چلائے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی پانی پر پانی مارے کہ صاحبِ مراقبہ کو کوئی گھاؤ لگتا ہے نہ زخم اور نہ ہی اُس کا خون نکلتا ہے بلکہ وہ اپنے حال پر قائم رہتا ہے یا یہ کہ وہ مراقبہ میں غرق ہو کر نفسانی جسم سے باہر آ جاتا ہے اور روحانی جسم کے ساتھ انبیا و اولیا کی ارواح سے مجلس و ملاقات کرتا ہے اور لوٹ کر نفسانی جسم میں نہیں آتا۔ اُس کے سارے وجود میں قلبی ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ خلق

کے نزدیک وہ مرجاتا ہے اور لوگ اُسے قبر میں دفنا بھی دیتے ہیں لیکن خالق کے نزدیک وہ زندہ ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" موت ایک پل ہے جو محبوب کو محب سے ملاتا ہے۔" اُس کا جسم قبر کی کھال میں تہہِ خاک ہوتا ہے اور اُس کی روح بالائے عرش یار کی ہم مجلس ہوتی ہے۔ایسی ہی موت کو حیاتِ ابدی کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" مرنے سے پہلے مرجاؤ۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"بے شک اولیائے اَللّٰہُ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔" یہ ہے انتہائے مراقبہ۔ جو آدمی مراقبہ میں غرق ہوتا ہے وہ موت اختیار کر کے واصلِ قربِ الٰہی ہو جاتا ہے اور نفسانی جسم سے نکل جاتا ہے۔ چار چیزیں صاحبِ مراقبہ کی دشمن ہوتی ہیں، ایک کشف، دوسری کرامات، تیسری رجوعاتِ خلق اور چوتھی طیر سیر طبقات۔ جو آدمی ان چاروں سے جدائی اختیار کر لیتا ہے وہ مراقبۂ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ مراقبہ مرتبۂ انبیا و اولیا ہے۔ مراقبہ وصاحبِ مراقبہ کی حقیقت کو معرفتِ الٰہی سے محروم مردہ دل اہل ہوا کیا جانے؟ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ یاد رہے کہ راہِ فقر، راہِ معرفت اور تمامیتِ علم کے بے رنج خزائن کی راہ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ سے کھلتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر رات دن اسمِ" اَللّٰہُ" پر رہتی تھی اس لئے آپ ہر وقت غرق فنا فی اَللّٰہُ رہتے تھے۔ خزائن الٰہی کی اس راہ کا تعلق ریاضت سے نہیں اور نہ ہی اس کا تعلق مشقت ذکر فکر سے ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ دونوں جہان کی نعمتیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں۔ الغرض! جو آدمی محض قرآن مجید کو حفظ کرتا ہے اور اُسے پڑھتا ہے وہ اُس کے مغز و حقیقت اور معنوی تفسیر سے واقف نہیں ہو سکتا۔ صاحبِ تفسیر وہ ہے جو علم و ذکر اللہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی حاضرات سے دونوں جہان کے خزانے قرآن سے کھول سکے کہ بے شک قرآن میں موجود یہ سب خزانے حاضراتِ کلمہ طیب سے کھل جاتے ہیں۔ جو کوئی اس میں شک کرے وہ کافر و مرتد و مردود ہو جاتا ہے۔ مَیں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس طریقہ میں تمام احوال

رضائے حق کے مطابق ہوتے ہیں کہ اس کا متوسط فنائے نفس اور انتہا بقائے روح ہے۔ قادری طریقہ کا ولی اللہ مرتا نہیں بلکہ وصالِ حق تعالیٰ میں غرق ہو جاتا ہے۔ جو آدمی علم تعلیم اور تعلم کی خاطر ہمیشہ کتاب کا مطالعہ کرتا رہتا ہے یا حروفِ اسم " اَللّٰهُ " کے تصور میں غرق ہو کر ذکر فکر میں مشغول رہتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ اُس کے دل میں درد و زخمِ محبت بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور آخر کار وہ باطن صفا ہو کر روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں مراتب کامل درویش کے۔ یاد رہے کہ درویش کے پانچ حروف ہیں "د ر و ی ش۔" حرف " د " سے دلالت پکڑتا ہے ہر حال میں علمِ قال و الہام و علمِ مکاشفہ سے لیکن ذکرِ دم و ذکرِ قلب و ذکرِ روح و ذکرِ سرّ سے اپنے دل کا پردہ ہٹا کر مطلق گورکن بن جاتا ہے اور اپنے نفس کو مار کر قبر میں پہنچا دیتا ہے۔ اس طرح وہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا مصداق بن کر مرنے سے پہلے مر جاتا ہے۔ ایسا ہی غیر ماسویٰ اللہ سے بیزار درویش لائق ارشاد ہوتا ہے۔ حرف " ر " سے راست دین، حرف " و " سے وحدانیت میں غرق محقق حقیقت اور حق پرست طالب جس پر حقیقتِ حق بالکل واضح ہو۔ حرف " ی " سے یگانہ یارمع اللہ اور حرف "ش " سے شرم کرے دنیا و اہلِ دنیا سے۔ جس میں یہ اوصاف ہوں وہ درویش ہے ورنہ در بدر بھیک مانگنے والا خوار گداگر ہے جو اپنے پروردگار سے دور محض تیلی کا چشم بند بیل ہے۔

بیت :۔" درویش کو چاہیے کہ اُس کا دل ہمیشہ محبتِ الٰہی میں گھائل رہے، یہ کشف و کرامات کے دلدادہ ہوا و ہوس کے پجاری درویش کہاں ہو سکتے ہیں؟"

یاد رہے کہ کشفِ حقیقتِ ماضی و مستقبل درویش کے لئے ایسا حجاب ہے جو اُسے اپنے دل کی تختی کا دائمی مطالعہ نہیں کرنے دیتا حالانکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" اور باقی ہے تمہارے ربّ کی ذات عظمت و بزرگی والی۔" جس کی نظر و نگاہ تصورِ اسم اللہ ذات پر ٹک جاتی ہے وہ اسم اَللّٰهُ کی برکت سے باطن کی ہر راہ طے کر لیتا ہے خواہ وہ ہزار سالہ راہ ہی کیوں نہ ہو؟ خبردار! عقل سے کام لے اور طلبِ دنیا کی گمراہی مول نہ لے کہ طلبِ دنیا بدعت کی جڑ ہے اور حُبِّ مولیٰ ہدایت و

ولایت کی جڑ ہے۔

شرحِ اسم اَللّٰہُ

جان لے کہ "اسمِ اَللّٰہُ" جس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اُس کی زبان کلامِ غیر سے بند ہو جاتی ہے اور وہ مطالعۂ علمِ کتاب، مسائل فقہ، تلاوتِ قرآن مجید، عبادتِ نماز یا ذکرِ کلمہ طیب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے سوا اور کسی کلام میں لب نہیں کھولتا خواہ کوئی اُس کی گردن ہی اُڑا دے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" اسمِ اَللّٰہُ جس کے دل میں رواں ہو جاتا ہے وہ روشن ضمیر ہو کر ہر وقت ذکر فکر میں غرق رہتا ہے، یہ مرتبہ ہے اُس فقیر کا ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:۔ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" اسمِ اَللّٰہُ جس کی روح میں اُتر جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ جان ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں مرتا۔ اِس کے لئے فرمایا گیا ہے:۔ "بے شک اَولیائے "اَللّٰہُ" ہرگز نہیں مرتے۔" وہ رہتا اِس جہان میں ہے اور کام اُس جہان کے کرتا ہے۔ جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔ اسمِ "اَللّٰہُ" جس کے سرّ میں جاری ہو جاتا ہے اُسے خلوت کی حاجت نہیں رہتی کہ وہ اسرارِ الٰہی کی خلعت اپنے تن پر سجا لیتا ہے یعنی ظاہر و باطن میں اسمِ "اَللّٰہُ" اُس کے سر سے قدم تک اِس طرح لپٹ جاتا ہے جس طرح کہ گھاس کی بیل درخت سے لپٹ جاتی ہے۔ ایسے فقیر کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "بے شک میرے وہ اَولیا بھی ہیں جو میری قبا میں چھپے رہتے ہیں، اُنہیں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔" اِس مرتبے پر وہ آدمی پہنچتا ہے جس پر اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے فیض فضل اللہ کھل جائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے دست بیعت فرمالیں اور آپ کی عطا سے اُسے قبائے الٰہی میں پوشیدگی کا مرتبہ نصیب ہو جائے اور وہ فقر کے مرتبۂ کمال پر پہنچ جائے،

ایسے فقیر کا تمام وجود نور ہو جاتا ہے، پھر اُس کے وجود میں غیر داخل نہیں ہو سکتا اور وہ لوگوں کا ہم مجلس ہونے کے باوجود خضر علیہ السلام کی طرح اُن کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ ایسے فقیر کو اگر پیاس لگے اور وہ زمین سے پانی مانگ لے تو بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اُسے پانی مہیا کر دیتی ہے۔ اگر اُسے بھوک لگے اور وہ درختوں سے پھل مانگ لے تو فی الوقت درخت اُسے پھل دے دیتے ہیں۔ اگر اِس قسم کی کرامات کا ظہور اسم "اَللّٰہُ" سے ہو تو یہ استدراج نہیں کہ اس کا تعلق رحمتِ معراج سے ہے۔ جو آدمی اِن اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے اُس کی نظر سے پانی دودھ یا شہد یا چینی بن جاتا ہے یا پانی اُس کی نظر سے گھی یا دودھ بن جاتا ہے۔ جس آدمی میں یہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں وہ جہاں چاہتا ہے پوری شرائط کے ساتھ شرعی طریقے سے باجماعت نماز ادا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جونہی نماز کا وقت ہوتا ہے وہ اذان دیتا ہے اور تمام روحانی ظاہری جسموں کے ساتھ وضو کر کے حاضر ہو جاتے ہیں اور تمام جن و ملائکہ اُس کے ساتھ باجماعت نماز میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اُس کی کوئی نماز سنت جماعت کے بغیر نہیں گزرتی یا وہ اڑھائی قدموں میں زمین کو طے کر کے ہمیشہ خانہ کعبہ میں باجماعت نماز ادا کرتا ہے یا وہ ہمیشہ مدینہ منورہ میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں منظور ہو کر صاحبِ نظر روشن ضمیر فقیر بن جاتا ہے۔ یہ مرتبہ اُس فنا فی اللہ فقیر کا ہے جو اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ [1] کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ جو فقیر اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اُسے اللہ کے سوا کسی چیز کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ہر وقت سیر و سفر میں رہتا ہے اور زندہ جاوید ہو کر ابدالاباد تک مراتب حق الیقین کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہے کہ وہاں اُسے قرب و وصال کے لازوال مراتب حاصل ہوتے ہیں یا وہ اُس جگہ محوِ استغراق ہوتا ہے جہاں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا یا وہ کہیں بلند پہاڑ پر یا کسی عمیق

[1]:- ترجمہ = فقر جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

دریا کے کنارے توفیق و رفاقتِ حق سے تصورِ اسمِ اللہ ذات میں اِس قدر غرق ہوتا ہے کہ دم بھر کے لئے بھی کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا حتیٰ کہ صورِ اسرافیل ہی اُسے بیدار کر کے قیامِ قیامت کی خبر دیتا ہے۔ یہ ہیں مراتب صاحب دم فقیر کے۔ اسی کو ہی ثابت قدم خلوت کہتے ہیں۔ خلوت وہ نہیں کہ جس میں ابلیس کی خلل اندازی ہوتی رہے اور رجوعاتِ خلق سے صاحبِ خلوت کے وجود میں غرور پیدا ہو کہ اِس طرح کا فقیر زندیق ہوتا ہے نہ کہ محقق حق صاحبِ تحقیق۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شہرت و ناموری شیطان کا سخت پھندہ ہے جس سے نفس کو لذّت حاصل ہوتی ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک تزویر (فریب) ہے نہ کہ باتاثیر تفسیر۔ جب ایک عالم فقیر یا اُس کے گھر کا کوئی فرد طلبِ دنیا اختیار کرتا ہے تو بے شک وہ طالب شیطان بن جاتا ہے اور شیطان اُس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ جب کوئی عالم میرا طالب بنتا ہے تو وہ میرا اتمام مقصد پورا کرتا ہے اس لئے میں اُسے بکثرت دنیا دیتا ہوں۔ اِس طرح وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ جو آدمی دنیا جمع کرتا ہے اور اُس پر فخر کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس سے تکلیف ہوتی ہے، آپ اُس سے بیزار ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔ ”لوگ دنیائے فرعونی پر فخر کرتے ہیں اور میرے علم و فقر سے بیزار ہوتے ہیں، مَیں بھی اُن سے بیزار ہوں۔“ مَیں حیران ہوتا ہوں اُن لوگوں پر جو شیطان کو خوش کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رنجیدہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ علمائے عامل فقیر کہاں ہو سکتے ہیں؟ اے طالب! تُو خود منصف بن اور اپنے نفس سے انصاف کر۔ اگر کوئی کہے کہ انبیاؑ و اصحاب کے پاس دنیا ہوتی تھی، وہ کیوں دنیا رکھتے تھے؟ تو اُسے جواب دے کہ اُن کے پاس دنیا رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور کفار و یہود کے ساتھ جنگ میں خرچ کرنے کے لئے ہوتی تھی۔ وہ دنیا کو آخرت کی کھیتی بنالیا کرتے تھے۔ اِس کے برعکس لوگ نفس یہود کی لذّت رسانی کے لئے دنیا جمع کرتے ہیں۔ چونکہ دنیا محض ریا و ہوا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا جمع کی نہ جمع کرنے کا کوئی اشارہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

دنیا جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس جو آدمی دنیا سے پیار کرتا ہے اور اُسے جمع کرتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرآن کے خلاف کرتا ہے کہ دنیا کی بنیاد فتنہ وفساد ہے اور فتنہ سراسر گناہ ہے جس میں قباحتِ رسوائی پائی جاتی ہے اور قباحت سیاہ دلی کو کہتے ہیں یعنی بندہ نیکی و بدی کو ایک جیسا سمجھنے لگتا ہے، حرام وحلال میں تمیز کھو بیٹھتا ہے، غصے سے مغلوب ہوتا ہے تو زبان پر قابو نہیں رکھ سکتا اور غافل ہو کر کلماتِ شرک وکفر بکنے لگتا ہے۔ یہ تمام آثار دنیائے اظلم کے ہیں۔

بیت :۔"اہلِ نظر کی نگاہ اپنے معبود پر رہتی ہے اس لئے وہ دنیا کے مال وعزت وجاہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

نظر کیا چیز ہے اور نظر کسے کہتے ہیں؟ جان لے کہ نظریں سات ہیں، اللہ کی نظر، اللہ کے رسول کی نظر، صحابہ کرام کی نظر، فقر فنا فی اللہ کی نظر، اولیائے اَللّٰهُ کی نظر، فرشتوں کی نظر اور نفس وشیطان جن دیو لعین کی نظر۔ ان میں سے ہر ایک نظر کو وجود پر اُس کی تاثیر سے پہچانا جا سکتا ہے۔ جان لے کہ کیمیا اثر نظر کئی قسم کی ہوتی ہے۔ بعض صاحب نظر ایسے ہوتے ہیں کہ پتھر ومٹی کے ریزوں پر نظر کر دیں تو وہ سونا بن جاتے ہیں، بعض صاحب نظر کسی بیمار پر نظر کر دیں تو وہ مکمل صحت یاب ہو جاتا ہے، اُسے بھی کیمیا نظر سمجھا جاتا ہے۔ بعض صاحب نظر کسی صحت مند آدمی کے چہرے پر نظر کر دیں تو وہ بیمار ہو کر جان بلب ہو جاتا ہے، اُسے بھی کیمیا نظر سمجھا جاتا ہے۔ بعض صاحب نظر کسی کو کشف وکرامت کی نظر سے دیکھ لیں تو اُس پر زمین وآسمان کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ اُسے بھی کیمیا نظر سمجھا جاتا ہے۔ بعض صاحب نظر کسی عالم پر نظر کر دیں تو وہ زندہ دل ہو جاتا ہے اور تمام کسبی ورسمی علم اُس کے دل سے نکل جاتا ہے اور اُس پر معرفتِ الٰہی کا باطنی علم کھل جاتا ہے اور وہ صاحب کشف وکرامت ہو جاتا ہے، اُسے بھی کیمیا نظر سمجھا جاتا ہے۔ ایسے تمام صاحب نظر خام و ناتمام ہوتے ہیں، اُنہیں کیمیا نظر نہیں کہا جا سکتا۔ مرد صاحب نظر وہ ہے جو نظر کرے تو غرق فی التوحید مع اللہ کر کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں مشرو حاضر

کر دے- ایسا صاحبِ نظر خلق کی نگاہ میں بیگانہ وحقیر ہوتا ہے لیکن خالق کے نزدیک دونوں جہان کا امیر ہوتا ہے- یہ ہیں صاحب کیمیا نظر مردانِ خدا فنا فی اللہ فقیر- اللہ بس ماسوی اللہ ہوس-

بیت:-" مردانِ خدا کی نظر رات دن طالبانِ مولیٰ کو صاحبِ نظر بناتی ہے اور انہیں شریعت کی راہ سے مجلس مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچاتی ہے-"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ اُس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر ہوتی ہے-" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" بے شک بندہ نماز و روزے کی کثرت سے جنت میں نہیں جائے گا بلکہ چار اوصاف کی وجہ سے جنت میں جائے گا، ایک ہاتھ کی سخاوت سے، دوسرے اصلاحِ قلب سے، تیسرے احکامِ الٰہی کی تعظیم سے اور چوتھے خلقِ خدا پر شفقت سے-" حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" مجھے گنہگاروں کی آہ وزاری کروبیوں کی تسبیح سے زیادہ پسند ہے-" علم کا تعلق اعمال سے ہے نہ کہ محض قیل وقال سے اور فقر کا تعلق وصال سے ہے نہ کہ زر ومال سے- علم کے تین حروف ہیں "ع ل م-" حرف "ع" سے علم عین (معرفتِ ذاتِ حق) بخشتا ہے کہ علم کے سر پر عین (ذاتِ حق) ہے- جو آدمی علم کو سرے نہیں پکڑتا وہ عین (ذاتِ حق) کو نہیں پاسکتا کہ وہ بے دانش ونابینا و بے عین (بے دید) رہتا ہے، حرف "ل" سے لائق انسان جو جہالت و پریشانی سے نکل جاتا ہے اور حرف "م" سے مولیٰ طلب، ملاقاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف اور حرف "ع" سے عارف باللہ، حرف "ل" سے لایحتاج اور حرف "م" سے محوِ معرفت، محرمِ اسرارِ الٰہی- جو آدمی احکامِ علم کو بجا نہیں لاتا اور باعمل عالم نہیں بنتا علم اُسے باطل کی طرف لے جاتا ہے اور وہ حرف "ع" سے عاق، حرف "ل" سے لادین، ریاکار اور حرف "م" سے مردار دنیائے مردود کا طالب، منافق مراجعت کرنے والا نفس و ہوا کی طرف-

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت تک سات دور ہیں۔ پہلا دور صدیقوں کا تھا، صدیق جب دُنیا سے رخصت ہوئے تو صدق کو بھی ساتھ لے گئے، دوسرا دور صاحبِ شفقت لوگوں کا تھا، صاحبِ شفقت جب دنیا سے اُٹھے تو شفقت کو بھی ساتھ لے گئے، تیسرا دور صاحبِ مروّت لوگوں کا تھا، صاحبِ مروّت جب دنیا سے رخصت ہوئے تو مروّت کو بھی ساتھ لیتے گئے، چوتھا دور اہل کرم کا تھا، اہل کرم بھی جب دنیا سے چلے تو کرم کو اپنے ساتھ لیتے گئے، پانچواں دور اہل حیا لوگوں کا تھا، وہ بھی جب دنیا سے جانے لگے تو حیا کو اپنے ساتھ لے گئے، چھٹا دور صاحبِ قناعت لوگوں کا تھا، جب یہ لوگ بھی دنیا سے گئے تو قناعت کو اپنے ساتھ لے گئے اور ساتواں دور اہل گفتگو کا ہے، اسی دور میں صورِ اسرافیلؑ پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی اس لئے عارفانِ حق تعالیٰ نے اپنے منہ بند کر رکھے ہیں اور وہ قلبِ سلیم سے گفتگو کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔" صدق و شفقت و مروّت و حیا و قناعت و کرم و معرفتِ الٰہی خاموشی میں ہے اور خاموشی اِستغراق اِشتغال اللہ (اِستغراق تصورِ اسمِ اللہ ذات) کا نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جس آدمی کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوئے اُس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔" صاحبِ سکوت، صاحبِ تصرف اور صاحبِ نظر کامل وہ ہے جو زبان کی بجائے محض نظر ہی سے طالب اللہ کو ذکر فکر، جلال و جمال اور جمعیتِ مشاہدۂ وصال کے مراتب بخش دے، ایک ہی نظر میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرا دے اور قضا و قدر اور صبر و رضا کے مراتب بخش کر اُس پر رازِ الٰہی کھول دے اور ایک ہی نظر میں اُسے صاحبِ لفظ، صاحبِ الفاظ، صاحبِ راز اور بے نیاز و لایحتاج فقیر بنا دے کہ صاحبِ نظر فقیر اگر چاہے تو جذبِ باطن کی ایک ہی نظر سے تمام عالم کو اپنا قیدی بنا لے۔ جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں" ف ق ر۔" حرف" ف " سے فکر، فنائے نفس اور

فاقہ - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" فاقہ کی رات فقراُ کی معراج ہے-" یعنی فقیر اپنی روزی کسی دوسرے مومن بھائی کو دے دیتا ہے اور خود فاقہ کشی کرتا ہے- حرف " ق " سے قوئ دین اور حرف " ر " سے رنج ومصیبت کو دولت سمجھتا ہے اور دولتِ دنیا قبول نہیں کرتا- جو آدمی فقر میں قدم رکھتا ہے اور پھر فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑ کر دنیائے دون کی طرف راجع ہو جاتا ہے تو اُس کے لئے حرف " ف " سے فضیحت ورسوائی ،حرف " ق " سے قہرِ خدا اور حرف " ر " سے ردِّ ہر دو جہان ہے-

شرحِ علم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" ایمان برہنہ ہے ،تقویٰ اُس کا لباس ہے ، حیا اُس کی زینت ہے اور علم اُس کا پھل ہے-" آدمی کے لئے پارسائی اور علم کی کثرت فرض نہیں ہے لیکن علم پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا فرضِ عین ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے علم کے اسی (80) صندوق بنا رکھے تھے ،ہر صندوق اسی (80) گز لمبا تھا لیکن وہ اُس علم سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکا- اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی کہ اُس جامع العلوم بندے سے کہو کہ اِس علمی مجموعے نے تو تجھے کوئی فائدہ نہ دیا لیکن اگر تو تین باتوں پر عمل کرلے تو تُو کامیاب ہو جائے گا- ایک یہ کہ تُو دنیا سے دل نہ لگا کہ دنیا مومن کا گھر نہیں ،دوسرے شیطان کا ساتھی نہ بن کہ شیطان مومن کا دوست نہیں ،تیسرے کسی کو دکھ نہ دے کہ کسی کو بے جا تکلیف دینا مومن کا شیوہ نہیں-"

بیت :-" قبلے دو ہوں تو اُن کے درمیان توحید کی سیدھی راہ پر نہیں چلا جاسکتا اِس لئے یا تو رضائے یار حاصل کرلے یا رضائے نفس کو اختیار کر-"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" لوگوں کی حیات روح سے ہے ،روح کی

حیات عقل سے ہے، عقل کی حیات علم سے ہے اور علم کی حیات عمل سے ہے۔" علم کے پانچ طبقات ہیں، ایک طبقہ عربی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں علم بھی زیادہ تھا اور عمل بھی زیادہ تھا، دوسرا طبقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد صحابہ کرام کا تھا، اُن کے دور میں علم زیادہ نہ تھا لیکن عمل زیادہ تھا کہ بندے کے لئے سب سے پہلے معرفتِ توحید کا علم ضروری ہے، جب یہ علم حاصل ہو جائے اور بندہ اس پر استوار ہو جائے تو اس کے بعد علمِ شریعت کی باری آتی ہے کیونکہ معرفتِ توحید کا علم اصل (جڑ) ہے اور علومِ شریعت فرع (ٹہنیاں) ہیں۔ وہ لوگ فرع کی تعمیر اصل پر کرتے تھے چنانچہ انبیا علیہم السلام سب سے پہلے توحید کی دعوت دیا کرتے تھے۔ رسالہ ابولیث میں ہے کہ حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ معرفت کیا ہے؟ توحید کیا ہے؟ شریعت کیا ہے اور دین کیا ہے؟ فرمایا:۔" ایمان اقرارِ زبان اور تصدیقِ دل کا نام ہے، معرفت اللہ تعالیٰ کو بلا کیف و تشبیہ پہچاننے کا نام ہے، توحید اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہے، شریعت احکامِ خداوندی کی بجا آوری اور مناہی سے اجتناب کا نام ہے اور دین ان چاروں پر آخری دم تک استحکام کا نام ہے۔" اور یہ چاروں اسمِ اَللّٰہُ کی طے میں ہیں۔

بیت:۔" آسمان اُسی کا دیا ہوا ہے وہ اُسے واپس بھی لے سکتا ہے لیکن اسمِ اَللّٰہُ ہمیشہ باقی رہے گا۔"

وہ لوگ ایک بار پڑھ کر یا سن کر جو کچھ جان لیتے تھے انہیں دوبارہ پڑھنے یا پوچھنے کی حاجت نہیں رہتی تھی کہ وہ اُسے فوراً اپنے عمل میں لے آتے تھے۔ عوارف میں لکھا ہے کہ انجیل میں فرمایا گیا ہے کہ اُس علم کے پیچھے مت پڑو جو تمہیں نہیں دیا گیا ہے جب تک کہ وہ علم خود تم تک نہ آ پہنچے۔ وہ لوگ علم کاشت کیا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔" اس سے مراد علمِ مکاشفہ و علمِ معرفت ہے کیونکہ علم توحید کے متعلق ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، لم یزل ولا یزال ہے۔ اگر زیادہ علم

پڑھنے میں فضیلت ہوتی تو علما و فضلا کا مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابؓ سے افضل ہوتا کہ بعض صحابہ کرام اہلِ علم نہ تھے لیکن انہوں نے اپنے دل میں تخمِ عمل کاشت کر رکھا تھا۔ ان میں سے جو کوئی زیادہ علم پڑھ کر یاد کر لیتا تھا اُسے اپنی پرہیزگاری کے لئے پیشہ نہیں بناتا تھا کہ اُنہیں رحمٰن نے قرآن پڑھا دیا تھا کہ اللہ ہی ہے جو بندے کو علم و قرآن پڑھاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام قرآن نازل ہوتے ہی اُسے یاد کر لیا کرتے تھے۔ یہ جو فرمایا گیا ہے:۔" اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا " تو اس کا مطلب یہ ہے کہ:۔" اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو گے تو میں تمہیں اس قابل بنا دوں گا کہ تم حق سے باطل کو جدا کر سکو، نیک و بد میں تمیز کر سکو اور حلال و حرام میں فرق جان سکو۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میری شاگردی اختیار کر لو تا کہ میں تمہیں بہت زیادہ علم پڑھا دوں۔" ایک لاکھ چوبیس ہزار علوم ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں، ہر پیغمبر کا علم جدا ہے، کسی کے پاس کتاب کا علم ہے، کسی کے پاس صحیفے کا علم ہے، کسی کے پاس خواب کا علم ہے اور کسی کے پاس الہام کا علم ہے۔ یہ تمام علوم اسمِ اَللّٰہُ سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ بیت:۔

" جو آدمی اسمِ اَللّٰہُ کا مطالعہ کرتا رہتا ہے وہ علمِ فضیلت میں عالم فاضل ہو جاتا ہے۔"

علما انبیا کے وارث ہیں کہ وہ انبیا کے ہر علم کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں اور علم کا عمل ختمِ قرآن ہے اور قرآن نے پہلے کے تمام انبیا کے علم کو منسوخ کر دیا ہے، قرآن میں آیاتِ ناسخ و منسوخ موجود ہیں۔ جو کوئی قرآن و احادیثِ قدسی و احادیثِ نبوی و اقوالِ اصحاب و مشائخ وراسخ دین کے خلاف کرتا ہے اُسے وارثِ انبیا عالم نہیں کہا جا سکتا۔

بیت:۔" فقیر کی ایک ہی نظر سے جملہ علوم روشن ہو جاتے ہیں کہ فقیر کی نظر ہر زیر و زبر کی ناظر ہوتی ہے۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے ربّ کی عبادت اس قدر کر کہ تجھے اُس کی طرف سے معافی و مغفرت کا پورا یقین حاصل ہو جائے۔" اور یقین نورِ فنائی

اللہ میں غرق ہو کر نور ہو جانے کا نام ہے۔"

بیت:۔" عبادت سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے عابد نور بن جاتا ہے اور اُس نور میں صاحبِ حضور ہو کر صاحبِ یقین ہو جاتا ہے ۔"

عبادت کی بنیاد یقین علم ہے اور علم چار طرح کا ہے۔ اوّل علمِ تفسیر ہے اور علمِ تفسیر وہ علم ہے کہ جس سے طالب تین علم حاصل کر کے اُس کے معنوی مغز تک جا پہنچتا ہے جیسے کہ نقاش اعداد و حساب سے دائرۂ نقش پُر کر کے معنوی مغز معلوم کرتا ہے۔ اِس طریق سے جب وہ ہر آیت کی تفسیر جان کر ایک ہی دم میں علمِ اکسیر، علمِ تاثیر اور معرفتِ مولیٰ کا روشن ضمیر علم حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے سامنے ظاہری و باطنی علم میں کوئی آدمی دم نہیں مار سکتا۔ جان لے کہ اگر تُو حصولِ سیم وزر کی خاطر بادشاہ و اُمراٗ و قاضی کا مصاحب بن کر قاضی گیری کرتا ہے تو تُو گدھا ہے جس کی پیٹھ پر علم کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ یہ مردوں کا کام نہیں۔ علم تو دل میں ہونا چاہیے تاکہ اُس سے سینہ کھلے کہ سینہ ہی تو مکانِ ہدایت و تصفیہ ہے۔ علم کو درمِ دنیا سے مبدل کرنا کبر و ہوا کا کام ہے۔ تیرا ہر قدم اور ہر عمل نص و حدیث کے مطابق ہونا چاہیے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ انبیاٗ و اولیا کو کس بات سے افتخار حاصل ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت معرفتِ مولیٰ میں غرق رہتے ہیں۔ پس انبیاٗ و اولیا سے کسی کا مرتبہ افضل نہیں کہ وہ ہر کسی سے برتر و اعلیٰ ہیں۔ ادنیٰ کبھی اعلیٰ کا ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا کہ اعلیٰ کا شیوہ دارِ حرب میں کفار اور نفس کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور ادنیٰ کا شیوہ و مرتبہ نام و ناموس کی خاطر مسلمان بھائی کے ساتھ جنگ کرنا ہے جو مطلق نفاق ہے۔ یاد رکھ کہ اِس دور میں ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی ہوگا جو ریا سے پاک ہو کر حق سے یگانہ ہوگا ورنہ سارے جہان کا معاملہ جھوٹ پر قائم ہے اور جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اُس پر قرار و اعتبار نہیں کرنا چاہیے کہ جھوٹا آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جھوٹا آدمی میرا اُمتی نہیں۔" جھوٹے آدمی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو زبان سے تو کلمہ طیب پڑھتے ہیں لیکن اُن کے دل میں

نفاق ہوتا ہے اور وہ دل سے کلمہ طیب کی تصدیق نہیں کرتے اور دوسرے مطلق کافر اہلِ جہنم ہیں۔ پس اِس راہ میں سند چاہیے، سندِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس کی حجت قرآن ہے اور قرآنی حجت احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہونی چاہیے۔ قرآن کی حجت کیا ہے؟ راستی۔ راستی کی حجت کیا ہے؟ تقویٰ۔ تقویٰ کی حجت کیا ہے؟ ہوائے نفس سے خلاصی۔ ہوائے نفس سے خلاصی کی علامت کیا ہے؟ کبر و ریا سے پاکیزگی جو دل کی صفائی سے حاصل ہوتی ہے اور قلب و دل کی صفائی ذکرِ "اَللّٰہُ" کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتی اور ذکرِ قلبی کا تعلق تین چیزوں سے ہے، ایک مراقبہ، دوسرے فکر اور تیسرے نفس کا محاسبہ۔ مراقبہ کسے کہتے ہیں، فکر کسے سمجھا جاتا ہے اور محاسبۂ نفس کیا چیز ہے؟ مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جس کی تاثیر سے نفس مردود تابع ہو کر حقیقی مسلمان بن جاتا ہے اور معرفتِ مولیٰ حاصل کر کے صاحبِ تحقیق ہو جاتا ہے، فکر سے نفس فنا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا ازلی لازوال فیض و فضل نصیب ہو جاتا ہے اور محاسبۂ نفس روزِ ازل سے نفس کا حساب کرنا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔" یعنی ظاہر باطن میں ہر دم اور ہر گھڑی ہوائے نفس کے خلاف منتہی طاعت و بندگی کرنی ہے تاکہ بندہ ایک لحظہ و ایک لمحہ کے لئے بھی نفس کے حساب اور روح کے صواب سے فارغ نہ ہو۔ یہ وہ راہ نہیں کہ جس میں لوگوں کو نصیحت کی جائے اور اپنا نفس فضیحت میں مبتلا ہو۔ یہ وہ راہ نہیں کہ جس میں راہبر کے بغیر چلا جائے کہ راہبر کے بغیر چلنا سراسر گمراہی ہے۔ اس کے لئے تو مرشدِ کامل کی رفاقت لازمی ہے چاہے باطن میں معرفت کے کمال پر پہنچ کر بندہ عین بعین صاحبِ وصال ہی کیوں نہ ہو جائے۔

بیت :۔"جب تک تُو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرلے کسی درویش پر اعتبار نہ کر۔"

راہِ کسب اور ہے، راہِ کثرت اور ہے، راہِ کرامت اور ہے، راہِ نجات اور ہے، راہِ صفات اور ہے اور راہِ غرقِ وحدانیت اور ہے۔ بار فروشی اسلام یعنی حق ہے مگر خود فروشی کفر تمام

ہے یعنی باطل ہے۔ اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے لیکن آتے شہباز ہی ہیں جو آتشِ عشق و محبت میں سوختہ اہل معرفت و اہل راز ہوتے ہیں اور اگر نہ آئے تو حق بے نیاز ہے۔ خدا بندے کے ساتھ ہے۔ بندہ وہ ہے جو بندگی بجالاتا ہے۔ بندگی فقر ہے اور دنیائے نجس گندگی ہے اس لئے اہل فقر بندگی کو اہل دنیا گندگی کی مجلس راس نہیں آتی۔ بیت:۔

" اے باھو! اُٹھ اور اپنی ہستی سے جدا ہو جا تاکہ تجھے استغراقِ وحدت نصیب ہو۔"

حدیثِ قدسی:۔" اگر تُو فاقہ کشی اختیار کرے تو تُو مجھے دیکھ لے گا لہٰذا تنہا ہو جا اور ہر ایک سے علیحدگی اختیار کرلے۔"

بیت:۔" اگر کوئی معرفتِ حق تعالیٰ سے بے خبر ہے تو خواہ اُس نے سو سال تک بھی علم پڑھا تو وہ جاہل ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر و فاقہ انبیا کی زینت ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اُنہیں فقر و فاقہ میں کھلایا اور خوف سے مامون کیا۔" اس سے مراد پیٹ کا فقر و فاقہ نہیں بلکہ تصدیقِ قلب کے ساتھ رجوع " اِلَی اللّٰہِ " کا فقر و فاقہ ہے یعنی اختیاری فقر و فاقہ نہ کہ اضطراری فقر و فاقہ کہ جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" بھوک کا عذاب قبر کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔" بھوک بھی تین قسم کی ہوتی ہے، ایک طلبِ مولیٰ کی بھوک ہے جس سے دل میں محبت و مودّت اور مشاہدۂ ربوبیت پیدا ہوتا ہے۔ دوسری طلبِ عقبیٰ کی بھوک ہے جس کی خاطر دونوں جہان پریشان ہیں۔ پس تُو طلبِ مولیٰ اختیار کر تاکہ تجھے اذنِ کن عطا ہو۔ جب تُو کنہ کُن تک پہنچ گیا تو تُو لایحتاج ہو جائے گا۔ جان لے کہ عارفانِ باللہ کے سامنے ہر رات خواب یا مراقبہ میں دنیا و عقبیٰ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ پیش ہوتی ہیں لیکن یہ صفا کیش فقرا دُنیا کے سر پر جوتے مارتے ہیں اور عقبیٰ کی طرف دیکھتے ہی نہیں کہ یہ لوگ دیدارِ الٰہی کے مشتاق ہیں۔ یہ کسی اور چیز کی طرف دیکھتے ہی نہیں کہ یہ مشاہدۂ وحدانیتِ ذات میں غرق ہو کر

اپنی جان قربان کر چکے ہیں۔

ابیات :-(1)" ہم راز کے لئے دیدارِ الٰہی کچھ مشکل نہیں اور نہ ہی صاحبِ نظر کے لئے اللہ تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کوئی مشکل کام ہے۔" (2) "جس آدمی کی چشمِ دل کھل جائے اور وہ مقامِ حقیقت میں پہنچ کر محرمِ راز ہو جائے پھر وہ کہاں اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے؟" (3) " جو آدمی غارِ دل کے مشاہدہ میں کھو جاتا ہے وہ ہر غم سے آزاد ہو جاتا ہے کہ غارِ دل میں اسرارِ الٰہی کے بے شمار خزانے پوشیدہ ہیں۔" (4) "جب عارفوں کے دل مشاہدۂ ذات میں دائم غرق ہو جاتے ہیں تو اُنہیں کامل معرفت نصیب ہو جاتی ہے۔" (5) " مَیں ہر وقت چشمِ دل سے دیدارِ حق میں مشغول رہتا ہوں۔ جس کی چشمِ دل بیدار نہیں وہ مردِ خام ہے۔" (6) "جو دل محرمِ اسرار ہو جاتا ہے وہ مثلِ برق ہو جاتا ہے، وہ دل مثلِ برق نہیں جو محض ایک ورق (مضغۂ گوشت) ہے۔" (7) "جو دل صاحبِ غرق ہو کر مثلِ برق بن جاتا ہے اُسے حضوریٔ حق نصیب ہو جاتی ہے اور وہ مطالعۂ ورق میں بھی سراپا نور ہوتا ہے۔" (8) "دل ایک عظیم بادشاہی ہے جس کی کوئی حد نہیں، اُس کے اوصاف کوئی کہاں تک بیان کرے؟"

جو کوئی ولایتِ دل کے اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ ہر وقت مجلسِ انبیا و اولیا میں حاضر رہتا ہے لیکن اس مرتبہ پر اگرچہ وہ صاحبِ تاثیر ہو کر خلق میں شہرت پذیر ہو جاتا ہے مگر فنا فی اللہ فقیر کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔ جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں " ف ق ر "۔ حرف " ف " سے فرد، مکمل طور پر غرقِ وحدانیت مع اللہ دوام ، حرف "ق" سے قبائے الٰہی کے نیچے پوشیدہ معرفتِ الٰہی کا جام پیئے ہوئے ، اِس مقام پر وہ ایسے لباسِ سبحانی میں ملبوس ہوتا ہے کہ اُسے دیگر اولیا اللہ بھی جان پہچان نہیں سکتے۔ یہ مراتب ہیں فقر فنا فی اللہ فانی کے اور حرف " ر " سے رغبت نہیں رکھتا ذکر فکر سے بجز ذاتِ مولیٰ کہ ہر دو جہان اور اللہ تعالیٰ کے تمام ممالک اُس کہ مملکت ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جسے مولیٰ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا۔ وارث الانبیا علما وہ ہیں جو

انبیاؑ سے ملاقات کر کے اُن سے علومِ ربانی کے مشکل دقائق معلوم کر لیتے ہیں اور اُن سے ہر مشکل حل کرا سکتے ہیں۔ یہی وہ علم و دین کو زندہ رکھنے والے مخزنِ اسرارِ حق الیقین، علماُ العلوم اولیائے اللہ ہیں جو ہمارے شفیع و کریم اور محبوب نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیح وارث و جانشین ہیں۔ وارثِ انبیا علما وہ ہیں کہ جن کے دل میں تقویٰ و ورع اور ریاضت کی بھوک پیدا ہوتی ہے جو اُن کے تقویٰ کو تقویت پہنچاتی ہے۔ اگر کوئی طالبِ عقبیٰ خواب میں جنت کو دیکھتا ہے اور اُس سے کچھ کھا پی لیتا ہے تو اُس کے دل سے دنیا کی بھوک مٹ جاتی ہے اور وہ دنیا کی نعمتوں میں سے کچھ کھائے پیئے بغیر ایک ہی روزہ میں زندگی گزار دیتا ہے۔ جان لے کہ بے باطن فقیر حرص و طمع، رجوعاتِ خلق و شہرت اور نام و ناموس کی قید میں گرفتار رہتا ہے، وہ خود کو صاحبِ حضور سمجھتا ہے لیکن وہ ہوتا خدا سے دور ہے۔ جان لے کہ مردہ دل بے باطن فقیر خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ سب اُس کی خام خیالی ہوتی ہے لیکن صاحبِ باطن فقیر کا تمام خواب سراسر وصال ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلا وہ زمین میں اپنے لئے وسیع جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر بار سے نکلا اور اُسے موت نے آلیا تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی میرا سرمایہ ہے۔" اُس فقر کی بہترین مثال مہاجر صحابۂ کرام تھے جنہوں نے اپنا سب مال و جان و تن اور اولاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ آپ کے باعثِ فخر فقر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ اکثر کافر و منافق اور کاذب و حاسد و ساحر لوگ دشمنی کی بنا پر کہہ دیا کرتے تھے:۔ "یہ محمدؐ فقیر ہو گیا ہے۔" اسے سن کر آپ فرما دیا کرتے تھے:۔ "یہ فقرِ محمدی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا فخر ہے۔"

شرحِ " اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ "

" اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ " کی شرح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی میرا سرمایہ ہے۔" کہ اسی کے سبب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" محبوبؐ! آپ ان لوگوں کی معیت میں رہا کریں جو رات دن اپنے ربّ کو پکارتے رہتے ہیں کہ اُن کی طلب اُس کا دیدار ہے۔ آپ کی نظریں اُن سے ہٹ کر کسی اور طرف نہ اُٹھیں، کیا آپ دنیا کی زیب و زینت چاہیں گے؟ آپ اُس کی باتوں میں نہ آئیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا تو وہ ہوائے نفس کا غلام ہو کر رہ گیا اور حدِ رعایت سے گزر گیا۔" فقیر اولیا کو کہتے ہیں اور اولیا تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک صاحبِ وصال، دوسرے مشاہدۂ نورِ جمال اللہ میں غرق صاحبِ کمال اور تیسرے اہلِ سوال۔ بعض اولیا صاحبِ وصال ہوتے ہیں، وہ نورِ جمال اللہ کے مشاہدہ میں اِس قدر غرق ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے وجود سے نکل کر معیتِ مولیٰ میں غرق ہوتے ہیں۔ فقرائے اولیائے اَللّٰہُ میں سرِ فہرست سب سے بلند مرتبہ اُنہی کا ہے۔ بعض اولیا خود کو جانتے ہیں اور خلقِ خدا بھی اُن کی طرف رجوع کرتی ہے کہ وہ اُنہیں اولیا اللہ سمجھتی ہے، ایسے اولیا خلق میں بہت مشہور ہوتے ہیں لیکن باطن میں وہ قرب و وصالِ حق سے بہت دور ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سادات، اہلِ قریش، علما، آئمہ اور انبیا کے فقر کو اپنا فخر قرار نہیں دیا بلکہ آپ نے اَلْفَقْرُ مِنِّیْ کا فرمان لِیْ مَعَ اللّٰہِ کے مقام سے جاری فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا فقرِ فنا فی اللہ کا مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی اور فقر کے اِس مقام پر پہنچا ہے۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کی شرح یوں بھی ہے کہ فقر کی ابتدا اسم اَللّٰہُ سے ہے یعنی فقرا اسم اَللّٰہُ سے فقیر بنتے ہیں اور اسم اَللّٰہُ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ اسمِ محمد میں تبدیل ہو جاتا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی

میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اے محمدؐ! تُو مَیں ہے اور مَیں تُو ہے-" یعنی یہ دونوں نام ایک ہی صنف سے ہیں اِسی لئے آپ نے فرمایا :- " اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ " (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے-) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

یاد رہے کہ ہر کسی کی کچھ نہ کچھ ملکیت ہوتی ہے لیکن فقر کی ملکیت کچھ بھی نہیں- اگر اُس کی کچھ ملکیت ہے بھی تو وہ اسمِ اَللّٰہُ ہے کہ اہل فقر دنیا کی ملکیت سے منہ موڑ کر اسمِ اَللّٰہُ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں کہ مُلک و ملکیت محض شرک ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اُس دن بولنا بھی اُن کی ملکیت میں نہ ہوگا- " فقیر مُلک و ملکیت سے جدا ہوتا ہے، اُسے جو کچھ دیتا ہے خدا دیتا ہے-

بیت :-" مَیں فقیر کو اُس کے فقر سے پہچان لیتا ہوں کہ فقر سیم و زر کا طالب نہیں ہوتا-"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" دنیا بادشاہوں اور کافروں کے لئے ہے اور عاقبت اہل تقویٰ و مساکین کے لئے ہے-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" وہ انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین ہیں جو بہت ہی اچھے ساتھی ہیں-" ایسے ساتھی توفیقِ حق سے نصیب ہوتے ہیں- طاعت مراتبِ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) کی توفیق کو کہتے ہیں جو محض عطائے الٰہی اور شفقت و التفاتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، اللہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" مجھے یہ سب توفیق اللہ ہی نے دی ہے-"

بیت :- " فقر انبیا و اولیا کا فخر ہے، فقر کے فخر کو اہل ہوا و ہوس کیا جانیں؟ "
جب تک تُو ہوائے نفس سے دست بردار نہیں ہو جاتا ہوا میں نہیں اُڑ سکتا-

فرد :-" اگر تجھے حصولِ بہشت کی تمنا ہے تو ہوائے نفس کی پیروی چھوڑ دے-"

یاد رکھ اَے مردِ فہیم! کہ ترکِ دنیا ہے سنتِ عظیم، خدا سے ڈرائے صاحبِ قلبِ سلیم اور کرو راہِ خدا میں گھر کو ویران اور بیٹے کو یتیم کہ یہی ہے فقرِ قدیم- دنیا ہے شیطان اور مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں از شیطان رجیم، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - فرمان ہے اللہ کا کہ اے اولادِ آدم!

بے شک شیطان ہے تمہارا دشمن مبین۔ ہاں مگر اعتقادِ پاک ہو جس کے ہمراہ، اُس پر غالب نہیں آسکتا شیطانِ گمراہ، لیکن ایسا پاک اعتقاد مراتب بہ مراتب نصیب ہوتا ہے طالبانِ مولیٰ کو جو ہوتے ہیں فقرائے مع اللہ۔ بعض فقیر ہوتے ہیں صاحبِ توفیق، بعض بحق رفیق، بعض صاحبِ خاص الخاص طریق، بعض ہر دم موجزن مثلِ بحرِ عمیق، بعض محوِ اشتغال اللہ دائم غریق، بعض اہلِ تفرقہ از خلق تفریق، بعض صاحبِ استدراج اہلِ زندیق، بعض مقامِ حقیقت میں محقق الحق اور معرفتِ الٰہی میں صاحبِ تحقیق۔ فقرائے تحقیق عین بعین اللہ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ عین بعین فقر پانچ عین سے ثابت ہے، اوّل عین عیاذاً باللہ، دوم عین عنایت اللہ، سوم عین عفو عیاذاً باللہ، چہارم عین عارف باللہ اور پنجم عین عاقبت بالعافیت، خیر طلب، غرق بحق مطلق مطلب۔

ابیات:- (1) "جب میرا دل تجلّی حقیقت کے انوار سے روشن ہو گیا تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے چار یاروں کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہو گیا۔" (2) "جب عارفوں کو نورِ ذات کے جلوے نصیب ہوتے ہیں تو اُن پر معرفتِ ذات دائم روشن ہو جاتی ہے۔" (3) "دل کے اندھے اہلِ ظلمت تجلیاتِ نورِ ذات کا انکار کرتے ہیں کہ وہ ذلیل اہلِ جہنم نورِ ذات کو کہاں دیکھ سکتے ہیں؟" (4) "جس شخص کا نفس مر جائے اور دل زندہ ہو جائے وہ خواب میں بھی ہر دم محوِ دیدار رہتا ہے، مردہ دل اس سے بے خبر رہتا ہے لیکن زندہ دل اسی سے زندگی پاتا ہے۔" (5) "اے باھُوؒ! مردہ دل بے چارہ اُس صورتِ بے مثال کو کہاں دیکھ سکتا ہے؟ یہ تو غواصِ وحدت عارف ہی ہے جو اُس کا دیدار طلب کرتا ہے۔"

طالبِ دیدار ہی اپنے صادق ارادہ سے صاحبِ اعتبار بنتا ہے ورنہ طالبِ دنیا تو اپنے مردود و مردار مطلب میں غرق رہتا ہے۔ اہلِ دیدار کو اہلِ مردار کی مجلس راس نہیں آتی۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "تم جہاں بھی ہوتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔" خاصانِ حق نے ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باعث فخر فقر کی نگہداشت کی ہے اور وہی اُس کے حقیقی محافظ ہیں۔ وہ

ہمیشہ فقر کے ہم مجلس رہتے ہیں کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا-" وہ نفس امارہ ابلیس سے غافل ہو کر ہمیشہ ذاتِ حق سے ہم کلام رہتے ہیں اور ہر وقت اُس کے ہم مجلس رہتے ہیں کہ اے اہل حدیث حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" میں اُس کا ہم مجلس ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے-" لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ - یاد رکھیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو اصحاب کو فقرِ فخری کی کامل راہ دکھائی- مرتبۂ اصحابگی اور فقر کے متعلق اُن دونوں میں سے اُس ایک صحابی سے معلوم کرنا چاہیے جو ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے تھے لیکن جان لے کہ وہ خلق میں گم اور معدوم ہیں البتہ چار پیر یہ ہیں-

بیت :-" صدیقؓ نے صدق، عمرؓ نے عدل، عثمانؓ نے حیا اور شاہِ مرداں حضرت مولیٰ علیؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر کی دولت پائی-"

یاد رہے کہ اصحابِ پاکؓ کے بعد فقر کی دولت دو حضرات نے پائی، ایک غوثِ صمدانی محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اور دوسرے حضرت امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک تارکِ دنیا صوفی تھے- آپ نے ستر سال تک کوئی نماز قضا کی نہ روزہ کیونکہ ان اعمال کی قضا بندے کو اہل دنیا کا ہم نشین بناتی ہے جس سے وجود میں ہوائے نفس پیدا ہوتی ہے- اُنہوں نے ہوائے نفس کو پاؤں تلے کچلا اور رضائے خداوندی اختیار کی- حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے :-" عنقریب میرے بعد میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اُن میں سے بہتر فرقے اہل ہلاکت کے ہوں گے اور ایک فرقہ اہل نجات کا ہوگا-" اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ میں کمال امامین پاک حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتونِ جنت ام المومنین حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور ایسا ہی کمال صالحہ و ساجدہ و ولیہ حضرت بی بی رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو نصیب ہوا، ان کے علاوہ باقی لوگوں کو فقر کی محض بُو ہی نصیب ہوئی جس سے فقیر مست و حیران و بے قرار و بے آرام ہوئے

اور اُن کے فقر کی بے قراری سے مخلوق کو جمعیت و آرام نصیب ہوا اور اُنہی کے قدموں کی برکت سے زمین قائم ہے۔ جس کسی کو باطن میں صورتِ فقر کی زیارت نصیب ہوتی ہے اُس پر دونوں جہان فریفتہ ہو جاتے ہیں اور جس کسی پر باطن میں صورتِ فقر کا سایہ پڑ جاتا ہے اُس کی برکت سے بادشاہ مسند نشین ہوتے ہیں۔ جس کسی کو باطن میں صورتِ فقر کی ملاقات نصیب ہو جاتی ہے وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر لایحتاج فقیر بن جاتا ہے، اُس کا دل غنی ہو جاتا ہے اور اُس کی نظر میں خاک و سونا برابر ہو جاتے ہیں۔ جس نے بھی فقر کو پایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت ہی سے پایا البتہ طالبِ دنیا ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہی چلتا ہے مگر جو بھی خلافِ پیغمبر چلا وہ منزل پر ہرگز نہ پہنچا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی سے مجھے دیگر انبیا پر افتخار حاصل ہے۔" فقیر دریا نوش ہوتا ہے، اگرچہ اُس کے دل میں دریائے فقر کی موجوں کا شور برپا رہتا ہے لیکن دل محوِ معرفت ہو کر خاموش رہتا ہے۔ جو آدمی دل کے اس شور میں حوصلہ وسیع نہیں رکھتا، وہ خود فروش بن جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔(۱) "اگر فقرا نہ ہوتے تو اغنیا ہلاک ہو جاتے۔" (۲) "اگر فقرا نہ ہوتے تو اغنیا پستی میں چلے جاتے۔" جو فقیر شرع کے خلاف چلتا ہے وہ استدراج میں مبتلا ہو کر لافزن ہو جاتا ہے، اُس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر دونوں جہان کی روسیاہی ہے۔"

بیت:۔" ایسے فقیر کے پاس علم ہوتا ہے نہ دانش نہ حقیقت نہ یقین۔ اُس کے پاس دنیا ہوتی نہ دین۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی علم کے بغیر زہد و ریاضت کرتا ہے وہ آخری عمر میں جن (شیطان) بن جاتا ہے یا کافر ہو کر مرتا ہے۔" جان لے کہ جب ذکر اللہ کی تکرار سے اسمِ اللہ وجود میں گویائی پکڑتا ہے تو اُس کی برکت سے ظاہر باطن کا تمام علم واضح ہو

جاتا ہے، روح صاحب محاسبہ قاضی بن جاتی ہے، دل صاحب فتویٰ مفتی بن جاتا ہے، نفس چور قید ہو جاتا ہے، توفیقِ الٰہی نفس کے ساتھ مدعا علیہ بن جاتی ہے اور تمام اعضا ءل کر محاسبہ کی خاطر گواہ بن جاتے ہیں یا یوں کہیے کہ وجود میں نفس کے خلاف نو گواہ پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ دو آنکھیں جن کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔" دو کان جن کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " اُس میں نہ سنیں گے یاوہ گوئی اور نہ وہ مکریں گے۔" ایک زبان کہ جس کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- " کوئی نہیں بول سکے گا سوائے اُس کے جسے رحمٰن اجازت دے گا اور وہ بات بھی درست کرے گا" اور دو ہاتھ اور دو پاؤں جن کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور اُن کے پاؤں اُن کے کئے کی گواہی دیں گے۔" اِس محاسبہ سے نفس امارہ مسلمان ہو جاتا ہے اور تائب ہو کر گناہوں سے باز آ جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- " اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف، صاف دل سے توبہ۔"

بیت :- " علمِ باطن مکھن ہے اور علمِ ظاہر دودھ ہے، دودھ کے بغیر مکھن کہاں اور پیر کے بغیر بزرگی کہاں؟"

شرحِ دنیا و اہلِ دنیا

دنیا و اہلِ دنیا نہایت ہی ظالم ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "(۱)" اور مت رجوع کرو ظالموں کی طرف ورنہ اُن کے ظلم کی آگ تمہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔" (۲) " پھر جب وہ بھول گئے اُس نصیحت کو جو اُن کو کی گئی تھی تو کھول دیئے ہم نے اُن پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ وہ خوش ہو گئے اُن چیزوں سے جو اُن کو دی گئیں، پھر پکڑ لیا ہم نے اُن کو اچانک۔ پس اُس وقت وہ رہ گئے نا اُمید۔" نعمائے دنیا کے تصرف پر پوچھ گچھ ہو گی۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "

پھر بے شک اُس دن ضرور تم سے نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔'' جس طرح زمین میں دبے ہوئے بیج کے مغز سے درخت نکلتا ہے، درخت کی جان سے ٹہنی نکلتی ہے اور درخت ہی کی جان سے پھل نکلتا ہے اُسی طرح ذکر اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے ولی اللہ کے دل سے ہر علم و معرفت و مقام و کشف و کرامت ذات و صفات نکلتی ہیں۔ جان لے کہ ولی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک مادر زاد ولی ہوتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''سعید شکمِ مادر ہی میں سعید ہوتا ہے اور شقی شکمِ مادر ہی میں شقی ہوتا ہے۔'' لہٰذا ولی اللہ کو جاہل نہیں کہا جا سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو اپنا ولی نہیں بنایا۔'' دوسرا ولی وہ ہے جو کسی مرشدِ کامل سے دست بیعت کر کے تلقین و تعلیم اور مجاہدہ و مشاہدہ سے ولی بنتا ہے۔ اِسی طرح طالب بھی تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی طالبِ دنیا، طالبِ عقبیٰ اور طالبِ مولیٰ۔ اِن سب کو مرشد دائرۂ طریقت میں فوراً پہچان لیتا ہے۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو اسمِ ''اَللّٰہُ'' کے ذکر میں مشغول کرتا ہے اور طالب اللہ خواب و مراقبہ میں حیوانات دیکھتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اُسے مراتبِ دنیا نصیب ہیں کہ حیوانات کا تعلق مطلق ناسوت سے ہے۔ اگر طالب خواب یا مراقبہ میں باغ و بہار اور حور و قصور دیکھتا ہے تو جان لیجئے کہ طالب مجاہدۂ عاقبت میں مشغول ہے اِس لئے اُس کے نصیب میں عقبیٰ ہے اور اگر طالب خواب یا مراقبہ میں انبیا و اولیا کا ہم مجلس ہو کر اُن سے ملاقات کرتا ہے اور فقرا کی صحبت میں بیٹھ کر ذکرِ اَللّٰہُ میں مشغول رہتا ہے تو جان لیجئے کہ وہ طالبِ مولیٰ ہے اور اُس کے نصیب میں طلبِ مولیٰ ہے، اُسے دنیا و عقبیٰ سے کوئی غرض نہیں کہ اُس کے نزدیک اَللّٰہُ بس ماسویٰ اَللّٰہُ ہوس ہے۔

عارف باللہ فقیر خواہ فقر و فاقہ سے جان بلب ہی کیوں نہ ہو جائے یا جان سے بے جان ہو کر مر ہی کیوں نہ جائے کسی ظالم اہلِ دنیا کے دروازے پر قدم ہرگز نہیں رکھتا۔ ہاں! حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر وہ کسی اہلِ دنیا کے دروازے پر جاتا ہے تو اُسے اللہ

سے ملانے کے لئے جاتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے وہ حبِ دنیا کی پہچان کھو بیٹھتا ہے، جو کوئی شیطان کو پہچان لیتا ہے وہ حبِ دنیا کی پہچان میں غرق ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ دنیوی بادشاہی کو چھوڑ کر اللہ کی طرف آئے اور اللہ سے عنایت اور مرشدِ کامل سے ولایت وہدایت پا گئے۔ یہ محتاج لوگ درویش فقیر نہیں ہوتے جو طمع کی نظر سے درمِ دنیا کی رشوت وصول کرتے ہیں۔

بیت :۔ " درویش کی نظر میں زمین اُس کے ناخن پر رہتی ہے اس لئے زمیں کے تمام خزانے اُس کے سامنے رہتے ہیں۔ "

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق فقر کو اَللّٰہُ کے سوا کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔ فقیر رنج کو عزیز ترین گنج سمجھتا ہے اس لئے وہ دنیا کو قبول نہیں کرتا۔

شرحِ علمِ الہام وپیغام

جان لے کہ علم ایک حرف ہے جس کے معنی ہیں جاننا یعنی علم حرف دال کی صدا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ندائے دال سنی اور اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا۔ دال دلالت کرتا ہے کلام اللہ پر اور کلام اللہ غیر مخلوق ہے بے صوت و بے آواز۔ نیز دال دلالت کرتا ہے وعدہ وعید پر، قصص الانبیا پر اور امر معروف پر۔ نیز دال دلالت کرتا ہے ہر قال واعمال واحوال معرفت پر خواہ وہ خفیہ ہوں یا ظاہر اور دن کے ہوں یا رات کے کہ مراتبِ انبیا واولیا وصالِ الٰہی کی مختلف کیفیات ہیں۔ پس علم دال پیغام ہے، پیغام ہے اللہ کا جبرائیل علیہ السلام کی طرف جو اُنہوں نے پیغمبروں اور مرسل انبیا تک پہنچایا اور اولیائے اَللّٰہُ کے لئے الہام ہے۔ الہام چھ قسم کا ہے یعنی آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے آواز آتی ہے۔ وہ الہامی آواز جو پشت کی جانب سے آئے وہ شیطانی الہام ہے یا بد خصلت نفسانیت کا الہام ہے کہ نفس

جان کے اندر کا چور ہے۔ وہ الہامی آواز جو بائیں جانب سے آئے وہ عالمِ غیب کے جنوں اور دیو پریوں کا الہام ہے۔ جو الہامی آواز دائیں جانب سے آئے وہ موکل فرشتوں یا ارواحِ اولیائے اَللّٰہُ کا الہام ہے۔ جو الہامی آواز سامنے سے روبرو آئے وہ ارواحِ انبیا و اصفیا و اصحابِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ جو الہامی آواز دونوں کندھوں یا سر کی طرف سے آئے وہ دل کا الہام ہے اور وہ الہام جو وہم و خیال یا دلیل کی صورت میں بے صوت و آواز دل میں جاگزین ہو جائے اُس کو کوئی صورت نہیں دی جا سکتی حالانکہ وہ درست کلام ہوتا ہے جس سے دل کو تحقیق نصیب ہوتی ہے اور وہ کلام یاد بھی رہتا ہے، چنانچہ جو کچھ باطن میں معلوم ہوتا ہے وہ ظاہر میں بھی عیاں ہو جاتا ہے۔ یہ قدرتِ الٰہی کا الہام ہے جس میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے وارداتِ غیبی اور فتوحاتِ لا ربی کا علم عطا ہوتا ہے۔ باطن کی اس راہ پہ مردہ دل ناقص ہرگز نہیں چل سکتے بلکہ معرفتِ الٰہی سے محروم یہ اہلِ حجاب لوگ اِس راہِ باطن سے آگاہ ہی نہیں، یہ لوگ دوسروں کو تو وعظ و نصیحت کرتے ہیں لیکن خود نفس سے مغلوب ہو کر خطرات و فضیحت میں گھرے رہتے ہیں۔ اہلِ فیض کو اہلِ فضیحت کی صحبت راس نہیں آتی۔ سلکِ سلوکِ فقر کے یہ مراتب بھی ابتدائی درجات ہیں، ان پر غور مت کر کہ قرب و وصال کا مقام اِس سے بہت آگے ہے جو خاص الخاص نورِ حضور کا مقام ہے۔ جو آدمی ہر روز اپنی خودی سے جدا ہو کر آگے بڑھتا رہتا ہے وہ ہر دم پیشتر سے پیشتر مقام طے کرتا جاتا ہے ورنہ مقامِ الہام میں جو آدمی کشف و کرامات پر اکتفا کر کے سکون و قرار پکڑ لیتا ہے اور رجوعاتِ خلق سے مطمئن ہو جاتا ہے وہ خلق میں تو صاحبِ عزت و عظمت و حرمت و کرامت مشہور ہو کر مخدوم بن جاتا ہے لیکن کشف و کرامات میں بند ہو کر رجوعاتِ خلق کا قیدی بن جاتا ہے اور معرفتِ مولیٰ سے محروم رہتا ہے کہ کشف و کرامات اور استغراقِ اسمِ اَللّٰہُ ، معرفتِ فنافی اللہ نوراللہ کے درمیان ایک لاکھ بہتر ہزار مراتب ہیں جنہیں دل پر متصرف ہو کر کشف و کرامات اور قیدِ خلق سے نکلے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مقاماتِ محبت و طلب بمطلوب و معرفتِ الٰہی بے پایاں و

ناممکن ہی ہیں لیکن اگر کوئی چاہے تو زندگی و موت میں ہزاراں ہزار مقامات ایک ہی دم میں طے کر سکتا ہے اور ہر دم کے مشاہدہ سے مقامات و درجات میں ترقی کر کے زندہ جاوید ہو سکتا ہے، مطلوب کی طلب و محبت کی یہ خاص دلیل ہی ربِّ جلیل تک پہنچاتی ہے، جب تک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح بیٹے کی قربانی نہ دے اور اپنے گلزارِ محبت کو آگ میں جلا نہ دے کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی برکت سے آگ گلزار نہیں ہوتی۔ جو آدمی اِن صفات سے متصف نہ ہو وہ ایسی محبت و طلب نہ کرے کہ وہ جھوٹا ہے۔ یہ ہیں مراتبِ خواص۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے اخلاصِ خاص سے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وہ حساب و عذاب کے بغیر ہی جنت میں داخل ہو گیا۔ پوچھا گیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ فرمایا! ممنوعہ باتوں سے اجتناب کرنا۔" یعقوب چرخیؒ کی تفسیر میں نقل ہے کہ جو فقیر جملہ خطرات کو باعثِ رنج سمجھتا ہے وہ دنیا کو قبول نہیں کرتا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر، وہ اُتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کل کیا کرے گا اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" علم دو قسم کا ہے، علمِ معاملہ اور علمِ مکاشفہ۔" لیکن بہتر لوگ وہ ہیں جو مکاشفہ کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور شریعت میں کوشاں رہتے ہیں کہ کشف و مکاشفہ کے مراتب بھی ابتدائی خام مراتب ہیں۔ کمالِ فقر کا تعلق مراتبِ کشف سے نہیں کہ باطنی مکاشفہ کے لئے تو جب بھی آیاتِ کلامِ ربانی کو اسمِ اَللّٰہُ پر نظر جما کر تصور سے ترتیب وار پڑھا جائے تو پڑھنے والے کی چشمانِ ظاہر و باطن ایک ہو جاتی ہیں اور اُس پر ہر چیز کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے یا اُس پر مراتبِ الہام منکشف ہو جاتے ہیں یا اُسے خواب و مراقبہ میں ماضی و مستقبل کی ہر حقیقت واضح نظر آنے لگتی ہے۔ یہ سب غیبی معاملات ہیں جنہیں طالب مولیٰ دیکھتا ہے تو اُن کا اظہار بھی کرتا ہے۔ یہ سب بخشش خداوندی ہے جس کا انحصار آئینۂ دل کی صفائی پر ہے۔ اگر کوئی

بخیل ہو کر اِس بخشش خداوندی سے منہ موڑتا ہے تو مشرک و کافر ہو جاتا ہے اور دشمن خدا بن کر ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔

ابیات:۔(1) "جسے مرشد کی پیشوائی حاصل نہ ہو سکے اُسے یہ کتاب خدا تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔" (2) "اگر تُو اِس کتاب کو صبح شام اپنے مطالعہ میں رکھے گا تو تُو عارف باللہ فقیر ہو جائے گا اور تجھے ہر وقت معیتِ حق نصیب رہے گی۔"

اگر ذکر فکر نورِ حضور مذکور مراقبہ محاسبہ سے کام لیا جائے تو باطن میں محبت معرفت مشل الہام، دلیل، وہم، مکاشفہ، روشن ضمیری، کشفِ قلوب، کشفِ قبور، کشفِ کعبہ، کشفِ فرشتگانِ بیت المعمور اور قرب و وصال اللہ، وصالِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تجلیاتِ اسمِ اللہ ذات اور آیاتِ قرآن مجید کی لاانتہا برکات نصیب ہوتی ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " وہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔" جو آدمی غیب پر ایمان نہیں رکھتا اور علمِ غیب کے خلاف چلتا ہے وہ مطلق کافر ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور آدم (علیہ السلام) کو تمام اسما کا علم سکھایا گیا۔"

بیت:۔"اگر اصل خدا کا وجود نہ ہوتا تو کوئی وصل خدا تک کہاں پہنچتا؟"

ہر نبی اور ہر ولی کو ابتدا ہی میں علمِ لدنی عطا کر دیا جاتا ہے جس سے تعلیم و تعلّم کے بغیر ہی اُس کا ظاہر باطن روشن ہو جاتا ہے۔ یہ محض اُس صاحبِ حکمت ذات کے حکم سے ہوتا ہے اور حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا چنانچہ محض تلقین اسمِ اَللّٰهُ ہی سے ہر علم واضح ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"الٰہی! اپنے اُمّی نبی محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر درود بھیج۔" بھلا جو آدمی پشتِ ناخن پر دونوں جہان کا نظارہ دیکھ سکتا ہو اُسے لکھنے پڑھنے اور انگلیوں میں قلم پکڑنے کی حاجت ہی کیا ہے؟ فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔ "اُسے علمِ لدنی سکھایا گیا۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا، اُسے بیان کرنا سکھایا۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "بے شک وہ جو غائبانہ طور پر اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اُن

کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔" اگر اللہ کی راہ میں قرآن و احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اقوالِ مشائخ، تصفیۂ باطن اور مشاہدۂ الہام کی باطنی حجت موجود نہ ہوتی تو بے شک راہِ باطن کے تمام راہی کافر ہو جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے کسی فقیر کی زیارت کی اور اُس کا کلام سنا تو اللہ تعالیٰ اُس کا حشر انبیاؑ و مرسلین کے ساتھ کرے گا۔" بیت:۔

"جو لوگ اپنی نگاہ سے خاک کو سونا بنا سکتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نگاہِ کرم کر دیں۔"

صاحبِ کیمیا نظر اُسے کہتے ہیں جو ایک ہی نظر میں طالبِ اَللّٰہُ کو کشف و کرامات و سکر و مستیٔ حال سے نکال دے کہ طالب اللہ کو مستیٔ سرود سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ اُس کی نظر حسن خط و خال پر نہیں ٹکتی۔ وہ کسبی علم و رسمی قیل و قال کو ترک کر دیتا ہے اور عارف باللہ ہو کر وحدتِ نور اللہ وصال میں غرق ہو جاتا ہے۔ یہ ہے نگاہِ کیمیا کمال۔ اِسے نگاہِ کیمیا اثر بھی کہتے ہیں۔

شرحِ الہام

الہام کیا ہے، اُس کی حقیقت کیا ہے اور الہام کسے کہتے ہیں؟ فرمایا گیا ہے:۔" بلا کسب و ریاضت دل میں القائے خیر کو الہام کہتے ہیں۔" جان لے کہ الہام کی کئی قسمیں ہیں مثلاً خدا کی طرف سے الہام، پیغمبروں کی طرف سے الہام، ارواحِ انبیاؑ و اولیا کی طرف سے الہام، ذکر فکر اور صفائیٔ دل سے پیدا ہونے والا الہام۔ اِسی طرح الہامِ نفس، الہامِ روح، الہامِ سِرّ (جو ذکرِ خفیہ کے ذریعے مقامِ اسرار سے ہوتا ہے)، الہامِ شیطان، الہامِ جنونیت جن و دیو اور الہامِ ملائکہ وغیرہ۔ ہر ایک الہام کو وجود پر اُس کی تاثیر و رغبت سے پہچانا جا سکتا ہے۔ صاحبِ الہامِ وحدتِ الٰہی خاص کی علامت یہ ہے کہ نورِ اَللّٰہُ کے غلبہ سے اُس کے دل میں محبتِ الٰہی روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے، دوسرے وہ دین میں قوی تر ہوتا جاتا ہے، تیسرے وہ خلق میں دلچسپی لینا چھوڑ دیتا ہے اور چوتھے وہ راہِ ترک اختیار کر لیتا ہے۔

بیت :-" جب کسی کے دل میں بارگاہِ حق سے الہام ہوتا ہے تو وہ رحمت و معرفتِ حق کا پیغام ہوتا ہے-"

الہام انبیا و اولیا کا نتیجہ ہے، اِس حقیقت کو اہل ہوس کیا جانیں؟ الہام کو ارحاق کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعلانِ نبوت سے پہلے حاصل تھا- ارحاق ربوبیتِ حق کا مقام ہے جہاں سے دل پر رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے- رباعی:-

"جو دل طلبِ ذاتِ حق کی طاقت سے معمور ہو جاتا ہے وہ ایسا عنقا بن جاتا ہے جو اپنی ہمت سے دونوں جہان کو اپنے پروں میں سمیٹ لیتا ہے، اس کے برعکس جو آدمی بلائے آلائش (دنیا و مافیہا) سے محبت کر بیٹھتا ہے وہ دونوں جہان کی نعمتیں پا کر بھی ملول رہتا ہے-"

یہ مراتب بھی صفائی دل سے حاصل ہوتے ہیں- صاحبِ الہام ایسا شخص ہوتا ہے جسے چشمِ ظاہر سے دکھائی دیتا ہے کہ اُس کے جسم سے ایک اور جسم نکل آیا ہے جسے دیکھ کر وہ حیران ہوتا ہے اور اُس سے پوچھتا ہے کہ یہ میرے ساتھ تُو کون ہے؟ وہ لطیف جسم اس کے کثیف جسم سے کہتا ہے کہ مَیں تیرا نفس ہوں- یہ سن کر وہ چاہتا ہے کہ اپنے نفس کو قتل کر دے یا مار دے کیونکہ اُس وقت وہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ کی حقیقت کو جان لیتا ہے- نفس اُس سے کہتا ہے کہ اس طرح تُو مجھے نہیں مار سکتا کہ میرا قتل میرے خلاف چلنے سے ہوتا ہے اور مخالفتِ نفس اخلاص مع اللہ سے ممکن ہے جس سے بندہ مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ کا مصداق بنتا ہے- جب صاحبِ الہام فقیر اس مرتبے پر پہنچتا ہے تو اُسے قتالِ فقیر کا خطاب دیا جاتا ہے یعنی وہ قاتلِ نفس فقیر کہلاتا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے:-" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو قتل کر دیا ہے-" جب صاحبِ الہام اس مرتبے پر پہنچتا ہے تو صاحبِ مکشوف ہو جاتا ہے- کشف بھی چار قسم کا ہوتا ہے، ایک کشف قلبی ہے جس کا تعلق قلب سے ہے اس لئے دعا مانگی جاتی ہے:-" الٰہی! میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ-" دوسرا کشف روحانی ہے جس کا تعلق غرق و فنا سے ہے یعنی " مرنے سے پہلے مر جاؤ-" تیسرا

کشف نفسانی ہے جو ذائقہ و ہوا سے تعلق رکھتا ہے یعنی وہ کثرتِ ریاضت وانا پرستی سے متعلق ہے اور چوتھا کشف شیطانی ہے جو معصیت و طمع اور ترقی عزوجاہ سے تعلق رکھتا ہے۔ خبردار! عقل سے کام لے۔ اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے، نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔

بیت :۔" یہاں پر معشوق و عشق و عاشق تینوں برابر ہیں، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں وصل کی بھی گنجائش نہیں، ایسے میں ہجر بھلا کس کھاتے میں؟"

ارے ہاں! راز کی راہ کوئی صاحبِ راز ہی کھولتا ہے۔ جو راز کو پالیتا ہے وہ صاحبِ راز ہو جاتا ہے۔

بیت :۔" تیز رو پانی کا ریلا راہنمائی کے بغیر ہی خود کو سمندر میں پہنچا دیتا ہے، جو دل شوق سے لبریز ہو اُسے راہبر کی حاجت نہیں ہوتی۔"

جو آدمی نگاہِ خلق میں دیوانہ ہو جاتا ہے وہ حق سے یگانہ ہو جاتا ہے۔

بیت :۔" ایسے دیوانے سے جو کچھ بھی سرزد ہو جائے اُسے معافی ہوتی ہے۔"

اِس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین مرتبہ اَنا کا دعویٰ کیا اور خدا نے معاف کر دیا جب کہ ابلیس فقط ایک دعوائے اَنا سے مردود ہو گیا۔ عارفانِ باللہ اہل کلید ہوتے ہیں نہ کہ اہل تقلید۔ اے صاحبِ حال مردہ دل غافل جاہل بے باطن صاحبِ نفسِ امارہ بدخصال! خوب جان لے کہ جب کوئی صاحبِ کیمیا نظر کسی پر توجہ کرتا ہے تو ایک ہی نظر سے اُسے اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے۔

بیت :۔" صاحبِ کیمیا نظر وہ ہے جو ایک ہی نگاہ سے طالب اللہ کو غرق مع اللہ کر دے اور اُس کے دل کو ایسا دریا بنا دے جو اپنی ہر موج کے ساتھ دُرّ افشانی کرتا ہے۔"

ایسے آدمی کو سالہا سال کی ریاضت و چلہ کشی اور خلوت نشینی کی حاجت ہی کیا ہے؟ اِس سے تو گھڑی بھر کا استغراق مع اللہ وصال بدرجہا بہتر ہے کہ ریاضت کا مقصود تو راز یابی ہے۔

صاحبِ قرب مع اللہ وصال وصاحبِ حضور باطن آباد وصاحبِ غرق وصاحبِ راز محقق طالب اللہ وہ ہے کہ جس سے کسی وقت بھی نماز قضا وفوت نہ ہو کہ نماز باراز ہے اور راز با نیاز ہے، صاحبِ مولیٰ بے نیاز ہے۔ جب صاحبِ غرقِ راز پر نماز کا وقت آتا ہے تو حضورِ حق سے اُسے حکم ہوتا ہے کہ اُٹھ اور نماز پڑھ ورنہ تجھ سے معرفتِ حق سلب کر لی جائے گی۔ ہر نماز کے وقت اُسے اس حکم واجازت کی آواز سنائی دیتی ہے اور وہ ہر نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ رازِ بے نماز باطل ہے۔ صاحبِ راز مرشدِ کامل وہ ہے جو طالب اللہ کو ذکر فکر اور مجاہدہ وریاضت کے بغیر محض برزخِ اسمِ اَللّٰہُ یا باطنی نظر و توجہ سے عارف باللہ بنا دے اور مجلس حضورِ پُرنور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے معزز و مشرف کر دے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باادب دست بوسی کرا کے اُن سے دست بیعت کرا دے اور اُن کی بارگاہ سے اُسے منصب دلا دے۔ صاحبِ حضور مرشد کے لئے طالب اللہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری بخشا کون سا مشکل و دوری کا کام ہے؟ یہ مرتبہ وہ ہر روز ہر طالب کو بخشتا ہے۔

شرحِ مجلس محمدی صحیح و ذکر اللہ و تسبیح

جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں جہان کے ہادی ہیں۔ اُس شفیع الامت کی زیارت ایمان کی خوشی وشادمانی ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ شیطان کی یہ مجال کہاں کہ وہ خود کو ہادی کہلوائے۔ شیطان ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی مسلمان کو شیطان سے ہدایت مل سکتی ہے کہ شیطان ہدایت واسمِ "اَللّٰہُ" واسمِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس طرح ڈرتا ہے کہ جس طرح کافر قاتل الکفار کلمہ طیب سے ڈرتا ہے۔ نیز پوری شرح وتحقیق سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس حضوری وصحبتِ خاص کی سات نشانیاں

ہیں- اوّل یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہر وقت خوشبو سے معطر رہتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطار آدمی کی صورت میں آ کر جنت کے شجرۃ النور کا پھل لا کر کھلایا تھا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کی دائمی خوشبو کی اصل وجہ شجرۃ النور کی خوشبو ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آبِ منی سے پیدا نہیں کیے گئے اِس لئے آپ کے وجود میں حرص و حسد و خود پرستی کا نام ونشان نہیں تھا- پس جو آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اخلاص و اعتقادِ خاص سے کرتا ہے وہ خاص الخاص انسان بن جاتا ہے- دومَ یہ کہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہر وقت ذکرِ سبحان جاری رہتا ہے جس سے ابلیس پریشان و گریزاں رہتا ہے- اِس کے علاوہ شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ مبارک یوں ہے:-" بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - آپ کا رنگ گندم گوں تھا، آپ کی پیشانی کشادہ تھی، آپ کے دندان مبارک بھی کشادہ تھے، آپ کی بینی بلند تھی- آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں، آپ کا چہرہ مبارک ملیح وسلونا تھا، آپ کی داڑھی گھنی تھی، آپ کے ہاتھ لمبے تھے، آپ کی انگلیاں باریک تھیں، آپ کا قد درمیانہ تھا، آپ کے وجود مبارک پر بال نہیں تھے فقط ایک خط سا سینہ سے ناف تک کھنچا ہوا تھا اور آپ کی پشت پر یہ مہرِ نبوت ثبت تھی-

ابیات:-(1)" ہر کسی کو جو خال چاند کی پشت پر نظر آتا ہے اُس سے کہیں زیادہ خوبصورت نقش حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر مہر نبوت کا ہے-"(2)"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُخِ انور کی زیارت ہمارے لئے بہت بڑی کامیابی ہے، جو آدمی اِس میں شک کرے وہ کافر و شمر مردود ہے-"

جان لے کہ آدمی کے وجود میں ایک دل ہے، دل میں قلب ہے، قلب میں روح ہے، روح میں سِرّ ہے اور سِرّ میں قدرتِ خداوندی سے " اَللّٰہُ " لکھا ہوا ہے جس سے فرشتہ بے خبر و محروم ہے- مرشدِ کامل وہ ہے جو توجہ کرے تو طالب اللہ تصور سے اپنے دل میں اسمِ " اَللّٰہُ" کا صحیح نقش منقش دیکھے بلکہ باطن میں چشمِ ظاہر سے دیکھے تو تجلیاتِ اسمِ اَللّٰہُ کے غلبہ سے دل پر پڑے ہوئے خناس و خرطوم و وسوسہ و وہمات کے تمام شیطانی و نفسانی خطرات خاکستر ہو جائیں اور اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے باطن کی صفائی پا کر بہت جلد مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کا مقصود حاصل کرلے- چنانچہ علما ہرگز عامل نہیں ہوسکتے جب تک کہ باطن میں اُنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زبانِ مبارک سے خود سبق نہ پڑھائیں اور نہ ہی وہ متقی ہوسکتے ہیں جب تک کہ باطن میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُنہیں تعلیم نہ دیں خواہ وہ عمر بھر ریاضت و تقویٰ کے پتھر سے سر ٹکراتے پھریں- اِسی طرح فقیر بھی اُس وقت تک ہرگز کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باطن میں اُسے دست بیعت کرکے اسمِ اللہ ذات کے تصور و تصرف کی تلقین نہ کردیں چاہے وہ تمام عمر ذکر کرتا رہے یا ہزار ہا مرشد پکڑتا رہے ہرگز کامل نہیں ہوگا- علمائے عامل و فقرائے کامل کی تعلیم و تلقین ایک عطا ہے جو اُنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے حاصل ہوتی ہے- ایسی حضوری کے گواہ یہ ہیں کہ مرشدِ کامل جب کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو اُسے حضوری میں پہنچا دیتا ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے دریائے وحدت میں غوطہ دے کر علمِ غواصی بخشتے ہیں- پھر غوث و قطب اُس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں- ایسے خوش بخت آدمی کو عارف باللہ فقیر

کہتے ہیں۔ جان لے کہ اگر کسی کو باطن کا مشاہدہ نصیب ہو جائے اور وہ عرش پر نماز پڑھنے لگے اور ہمیشہ ظاہری آنکھ سے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے لگے یا ماضی حال و مستقبل اور ازل و ابد و دنیا و عقبیٰ کی مفصل حقیقت بیان کرنے لگے یا تمام انبیا و اولیائے اہلِ اسلام کی ارواح سے مصافحہ کرے اور ہر ایک کو اُس کے نام سے جانے پہچانے یا اُس کے جسم سے ہزار ہا جسم نکل کر روئے زمین کی ہر مسجد میں پانچوں وقت کی ہر نماز سنت طریقے سے باجماعت ادا کر کے پھر ایک ہی جسم میں واپس آ جائیں یا دورانِ بارش وہ دیکھے کہ بارش کا ہر قطرہ فرشتے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر زمین پر لا رہے ہیں اور وہ ہر فرشتے کو شمار کر رہا ہو، ان تمام مراتب و کرامات پر اُسے تصرف حاصل ہو تو پھر بھی وہ معرفت تک نہیں پہنچا اور عارف باللہ نہیں ہو سکا کہ عارف باللہ تو ہر وقت مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر فنا فی اللہ ذات رہتا ہے، اُسے اِن کرامات و مقامات سے حیا آتی ہے، اَللّٰہُ بس ماسویٰ اَللّٰہُ ہوس۔ ہر مقام شریعت سے کھلتا ہے اور ہر طریقت شریعت میں آتی ہے۔ طالبِ مولیٰ عارف باللہ فقیر شریعت پر غالب ہوتا ہے۔ کوئی کرامت و کوئی مقام اسمِ اَللّٰہُ سے بہتر نہیں۔ اگر تمام زمین و درختوں کے پتے اور ریگستان کاغذ بن جائیں، تمام انسان اور جن و فرشتے کاتب بن جائیں، تمام درخت اور شاخدار گھاس قلم بن جائیں، بارش کا پانی و دریا و کنوئیں سیاہی بن جائیں تو ایک بار یَا اَللّٰہُ کہنے کا ثواب نہیں لکھا جا سکتا خواہ قیامت تک قلم ثواب ہی لکھتے رہیں۔ پس تُو اللہ کے نام کو کیا جانے کہ مُردے ہر وقت عاجزی سے التماس کرتے رہتے ہیں:۔" خداوندا! ایک بار ہمیں دوبارہ زندہ کر دے، ہم دنیا میں جائیں اور ایک بار یَا اَللّٰہُ جل جلالہٗ کہہ لیں۔" تجھے اللہ کے نام کی قدر، تلاوتِ کلام اللہ کی قدر، عارف باللہ فقرا کی قدر اور حضوری مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قدر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی کرم نوازی سے مرنے کے بعد معلوم ہو گی۔

ابیات:۔(1)"جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما ہی دیا کہ جس نے مجھے دیکھا بیشک اُس نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو دیکھا تو اے اہلِ ہوس! تُو کب تک حجابات میں گھرا رہے گا۔"

(2) ''آخر دین پاک کا یہ راز تجھ پر کھل ہی گیا تو یقین جان کہ یہ فرمان ایک نایاب موتی ہے۔''

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ ۱؎ کی شناخت خصائلِ نیک وبد سے ہوتی ہے، مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ ۲؎ کی شناخت محبت، محرمیت اور معرفت و وصالِ الٰہی سے ہوتی ہے۔ جو مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ کے مراتب تک پہنچ گیا اُس نے خود کو روحانیتِ ربانی میں غرق کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔'' جس نے مجھے دیکھا اُس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا کہ بے شک شیطان میری مثل نہیں بن سکتا اور نہ ہی وہ کعبہ کی مثل بن سکتا ہے یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا بے شک اُس نے مجھے ہی دیکھا کہ شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ نبی کی صورت اختیار کر سکے، نہ وہ شیخ کامل کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ کعبۃ اللہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ جس نے حلیہ مبارک کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا انکار کیا تو اُس نے حدیثِ نبوی کا انکار کیا، جس نے حدیثِ نبوی کا انکار کیا اُس نے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا اور جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا اُس نے کفر کیا۔'' نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری حاصل کر لینا آسان کام ہے لیکن خُلقِ محمدی، رضائے محمدی اور باطن صفائے محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حاصل کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ حقائق مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیسری نشانی یہ ہے کہ اُس میں تلاوتِ قرآن مجید ہوتی رہتی ہے۔ چوتھی نشانی یہ ہے کہ آپ کے بدن مبارک پر ثبت شدہ مہرِ نبوت کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ پانچویں نشانی یہ ہے کہ اُس میں حرمِ کعبۃ اللہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ چھٹی نشانی یہ ہے کہ اُس میں حرمِ مدینہ منورہ کی ملازمت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ساتویں نشانی یہ ہے کہ جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کرم نوازی فرماتے ہیں اُسے حکم فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پکڑ لو چنانچہ راہِ رحمت سے یہ مہربانی اس فقیر پر بھی فرمائی گئی اور حکم ہوا کہ خَلقِ خدا کی امداد کرو۔ الغرض ! اس غریب کو خدا کے دوست وحبیب

۱؎ :۔ ترجمہ = جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ ۲؎ :۔ ترجمہ = جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے اجازت و سرفرازی حاصل ہے۔ جو آدمی اِن سات مجالس میں آپ کی نوازش سے سرفراز ہو جاتا ہے وہ دونوں جہان میں زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ جو کوئی اِس میں شک کرتا ہے وہ پریشان ہو کر مطلق کافر ہو جاتا ہے۔ مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے مجھے خواب میں دیکھا بے شک اُس نے گویا مجھے جاگتے ہوئے دیکھا۔"

ابیات :۔(1)" جس نے باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی وہ تمام اسرارِ الٰہی سے واقف ہو گیا۔"(2)"صادق اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے حد کریم و سخی اور ہمارے شفیع ہیں۔"(3)"انبیا کو خدا کے سوا کہاں کوئی پہچان سکتا ہے؟ یا اَولیائے اللہ ہی ہیں جو اُنہیں پہچانتے ہیں۔"(4) "اَولیائے "اَللّٰہُ "کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کہاں کوئی پہچانتا ہے؟ یا پھر مقبولانِ حق ہی اُنہیں پہچانتے ہیں۔"(5)"اَولیا کو اَولیا ہی پہچانتے ہیں، یہ آنکھوں کے اندھے اہل ہوس اُنہیں کہاں پہچان سکتے ہیں؟ "

حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" بے شک میرے وہ اَولیا بھی ہیں جو میری قبا میں چھپے رہتے ہیں، اُنہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔" سات آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری سے محروم رہتے ہیں۔(۱) تارکِ نماز و جماعت (۲) اہل بدعت فقیر (۳) اہل شرب شرابی (۴) بے باطن علما (۵) اہل دنیا و دوست دارِ دنیا خواہ وہ خلق کی نظر میں مثل غوث وقطب ہی کیوں نہ ہو (۶) حسن پرست اہل سرود اور (۷) اہل غیبت کافر۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے اُس کے خصائل بد خصائل نیک میں بدل جاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"اچھا خُلق نصف اسلام ہے۔" اسمِ "اَللّٰہُ " آئینے کی مثل ہے تو اِس میں کونین کے اٹھارہ ہزار عالم کا تماشا دیکھ، اِس میں ہر آئینے اور ہر مقام کی تحقیق کر۔ معائنۂ اسم اللہ ذات وہ راہ ہے کہ جس میں صاحب کمال مرشدِ کامل مکمل طالب اللہ

کو وصالِ لازوال بخشتا ہے۔

بیت :۔" جلوۂ ذاتی کو دیکھ اور زبان مت کھول کہ دیدار میں دم مارنا درست نہیں۔"

اسمِ "اَللّٰہُ" پاک نام ہے۔ یہ جس وجود میں سکون و قرار پکڑتا ہے اُسے روشن ضمیر بنا دیتا ہے، وجود پاک و معظم بن جاتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے مرتبۂ اولیا پر فائز ہو جاتا ہے، پھر اُس کی ہر بات مقبول ہوتی ہے۔

ابیات :۔(1)" افسوس کہ صورت میں تُو آدمی ہے لیکن ساتھی تُو شیطان کا ہے۔"
(2)" اپنے دامن کو آلودگی سے پاک کر لے کہ آلودگی میں آسودگی نہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" جو آدمی اَللّٰہُ کو پہچان لیتا ہے اُسے معیتِ خلق میں مزہ نہیں آتا۔" محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرّہٗ العزیز کا قول مبارک ہے :۔" جسے اللہ سے محبت ہو جاتی ہے اُسے غیر اللہ سے وحشت ہوتی ہے۔" حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے :۔" اِس دور کے بھائی عیبوں کے جاسوس ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" دنیا کمان ہے اور حوادث اُس کے تیر ہیں، پس تُو دوڑ اللہ کی طرف حتیٰ کہ تُو لوگوں سے بے نیاز ہو جائے۔" بیت :۔

" جو خالق کو پسند ہے وہ پاک ہے، خلق اُسے پسند نہ بھی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" اور اُس چیز کو مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بے شک وہ ناپاک ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" اللہ کے بندوں کو پل بھر کے لئے بھی کوئی شے ذکر اَللّٰہُ سے غافل نہیں کر سکتی۔" یہ غیر مخلوق خفیہ ذکر حاملِ لازوال اور ذکرِ سلطانی کمال اُن لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو اصل نور اللہ وصال میں غرق رہتے ہیں۔ اِس خفیہ ذکر کا تعلق زبان و دل و روح و قلب و سرّ سے نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضور بخش نوری ذکر ہے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مغفور و مذکور طالب مسرور رہتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" پکارو اپنے رب

کو خفیہ طور پر عاجزی کے ساتھ -"

بیت :-" وجود سے قلب و روح و نفس پُر ہو انکل گئے اور فقط ذکرِ وحدت غرق فنا فی اللہ باقی رہ گیا-" اِس مقام کو صاحبِ مجموعہ معارف باللہ غرق کہتے ہیں-

بیت :-" معرفتِ حق کے سات قدم ہیں، تُو انہیں چھوڑ اور ہر مقام سے گزر جا-"

اِس مقام پر طالبِ موصل اور مرشدِ واصل بے حاصل ہوتے ہیں کہ استغراقِ فنا فی اللہ سے دور اور حقیقتِ معرفتِ حق سے بے خبر ہوتے ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" وحدت میں سلامتی ہے اور کثرت میں آفات ہیں-" یعنی لازوال سلامتی وحدانیتِ فنا فی اللہ فنا فی احد اللہ میں ہے اور بجز اللہ اگر تُو درجاتِ نو فلک و ہفت زمین، رجوعاتِ خَلق و شہرتِ عام، مؤکلانِ جنونیت، طمعِ طالب مرید اور اولاد کی خاطر دنیا کو دیکھے تو یہ سب راہزن و آفات ہیں اور مرتبۂ کشف و کرامات تو ندامت ہی ندامت ہے- ہاں! کراماتِ اولیائے اللہُ برحق ہیں کہ وہ حق بُردکر کے باطل سے نجات دلاتی ہیں- اے نامرد! کوشش کر کہ تُو مرتبۂ نامرد سے نکل جا اور مرتبۂ مرد حاصل کر لے- مرتبۂ مرد کیا ہے اور مرتبۂ نامرد کیا ہے؟ نامرد وہ ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نفس و شیطان سے لڑتا رہے اور مرتبۂ مردِ غازی یہ ہے کہ تیغِ محبت کے ایک ہی وار سے اغیارِ حق کا سر قلم کر کے اُن کی تشویش سے آزاد ہو جائے یعنی استقامت بہتر ہے کرامت سے-

شرحِ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فقیرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راہِ فقر فنا فی اللہ میں استقامت و مضبوطی سے قدم رکھتا ہے کہ اُس کے سر پر فقر کا نام ہے اور فقر کے سر پر اللہ کا نام ہے یعنی فقرا اللہ کے نام سے فقیر بنتے ہیں اور اللہ ہی کے نام سے شہباز بنتے ہیں- راہِ فقر میں اگر کوئی ثابت قدم رہتا ہے تو وہ صاحبِ رازِ حقیقی بن جاتا ہے- اگر کوئی فقر اور اللہ کے نام سے برگشتہ ہوتا ہے اور ہمت و استقامت کو چھوڑ

کر دنیا و اہل دنیا کی طرف مراجعت کرتا ہے تو وہ مرتبۂ شہبازیٔ فقر و راز سے منہ موڑتا ہے۔ وہ گویا چیل ہے جس کی نظر مردار پر اٹکی ہوئی ہے اس لئے وہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہے۔ اُس کا دل دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔ اُس کی آنکھ میں دنیا کی بھوک بھری رہتی ہے۔ وہ فقرِ حقیقی اور سلطان الفقرِ تحقیقی تک نہیں پہنچ سکتا کہ وہ طالبِ دنیا ہے بلکہ زندیق ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ (۱) "جب صور پھونکا جائے گا تو اُن کا نسب اُنہیں نفع نہ دے گا۔" (۲) "ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے مت پکارو، کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (۱) "جس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا نسب اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔" (۲) "فخر مال و نسب پر نہیں بلکہ علم و ادب پر ہونا چاہیے۔"

قطعہ:۔ "جان فروشوں کے مذہب میں فضل و شرف معتبر نہیں، نہ ہی وہاں نسب کی کوئی گنجائش ہے، وہاں مال و حسب بے کار شے ہے۔"

مصنف کہتا ہے کہ آدمیوں میں بزرگ تر آدمی وہ ہے جسے خدا اور اُس کا رسولؐ عزت دے۔ پس اہل عزت وہ لوگ ہیں جنہوں نے طلبِ مولیٰ اختیار کی اور بحرِ معرفت میں غوطہ زن ہو کر خود کو خدا کے سپرد کر دیا۔ وہی اہل ایمان ہیں کہ وہ عز و جاہ کے طالب ہوئے نہ طالبِ نان و رزق ہوئے۔ اُن کی شان میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "وہ مومنوں کے حق میں نرم خو اور کافروں کے حق میں تند خو ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "مومن صاحبِ عقلِ کامل، دائم الفکر، کم ہنسنے والا، اللہ کے ڈر سے زیادہ رونے والا، تھوڑا کھانے والا، اچھے اخلاق والا، لطیف زبان والا، تارکِ شہوات، قاتلِ ہوا، مخالفِ شیطان، موافقِ رحمان، طالبِ علم، دنیا سے زہد کرنے والا، عقبیٰ سے رغبت رکھنے والا اور ناظر الغرائب ہوتا ہے۔" حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "جب تک تو اپنے عیال کو بیواؤں کی طرح بے سہارا نہیں کرے گا، اولاد کو یتیموں کی طرح بے آسرا نہیں کرے گا، رات کو کتوں کی طرح خاک پر نہیں لیٹے گا تو ہرگز

اُمید نہ رکھ کہ مردانِ خدا تجھے اپنی صفوں میں جگہ دیں گے۔"

ابیات :-(1) " اے فاسق و فاجر سن ! ہمارے روزوں کی حالت تو یہ ہے کہ ہمارا ہر کاسہ وکوزہ رزقِ حرام سے پُر ہوتا ہے۔"(2)"ہماری طاعت ونماز وروزہ پر زمانہ استہزا کرتا ہے اور عمر گریہ زاری کرتی ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " اپنے دل کو ذکر اَللّٰہُ میں مشغول رکھ، اگر تُو دل کو ذکر اَللّٰہُ میں مشغول نہیں رکھے گا تو تُو دنیا کے غم واندیشوں میں گھرا رہے گا۔" جو دل غم ہائے دنیا میں مشغول رہے گا وہ یادِ حق سے دُور ہو جائے گا۔ جو دل بیوی بچوں اور کھانے پینے کے لئے غمگین رہے گا وہ باطن کے شغل سے محروم رہے گا۔ ایسا دل خراب رہے گا اور خراب دل شغل باطن نہیں کرسکتا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اور جس نے میری یاد سے روگردانی کی اُس کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور وہ قیامت کے دن اندھا اُٹھایا جائے گا۔" تنگ روزی سے کیا مراد ہے؟ تنگیٔ رزق سے مراد یہ ہے کہ دل ہر وقت خیالِ نعمائے دنیا اور غم واندوہ میں مشغول رہے۔ جو دل غم و اندوہِ دنیا میں مشغول رہے وہ شیطان کا گھر ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ ذکرِ "اَللّٰہُ" میں غرق صاحبِ حضورِ دل وہ ہے جو بجز مولیٰ دنیا کے کسی بھی مرتبے پر خوش نہ ہو اور ذکر وہ ہے جو دل کو حضوری بخشے اور ذاکر کو ہر گناہ، ہر ناشائستگی اور ہر نافرمانیٔ خدا سے باز رکھے۔ ذکرِ اَللّٰہُ کو یہ غافل مردہ دل اہلِ ہوس کیا جانیں؟ تُو نے نہیں سنا کہ فرشتے ہر رات اعلان کرتے ہیں :-"موت روز بروز تیرے قریب آ رہی ہے اور تُو ویرانے میں مکان تعمیر کر رہا ہے۔" ذکر سے حضوریٔ دل اور زندگیٔ دل اُس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نصیب نہ ہو جائے۔ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ ہدایت وتوفیق وعنایت اور فضلِ بے پایاں کی راہ سے اپنی محبت واخلاص واتحاد وتوحید اور یگانگی ڈال دیتا ہے اُسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" جذباتِ الٰہی میں سے ایک جذبہ ایسا ہے جو اعمالِ ہر دو جہان

کے برابر ہے۔" تلمیذ الرحمٰن وہ آدمی بنتا ہے جو اپنا تمام مالِ نقد وجنس اور ورمِ دنیا راہِ خدا میں خرچ کر دیتا ہے اور گھر کو ویران کرنے کی سنتِ عظیم و فرض ادا کر کے راہِ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ " ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے اور حُبِ دنیا تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔" یہ بات حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک لگ بھگ ایک لاکھ چوبیس ہزار تمام پیغمبروں نے کہی ہے اور تمام انبیاؑ نے ترکِ دنیا کا حکم دیا ہے، پھر تُو ان سب کے خلاف چلنے کی خطا کیوں کرتا ہے؟ دنیا کے چار حروف ہیں "دن ی ا" ۔ حرف "د" سے دنیا کا کوئی دین نہیں، حرف " ن" سے دنیا نافرمانِ حق فرعون ہے، حرف "ی" سے دنیا شیطان کی یاریگانہ ہے اور حرف "ا" سے دنیا اظلم و آدم کش ہے اے احمق۔ دنیا سے وہ آدمی تارک فارغ ہوتا ہے جو دین کو قابو میں رکھتا ہے۔ دین کے بھی تین حروف ہیں "دی ن۔" حرف "د" سے دین معرفت کی آنکھ کو کھول کر مولیٰ کا دیوانہ و فریفتہ کرتا ہے جس سے بندہ طالب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنتا ہے، حرف "ی" سے دین یاری کراتا ہے اللہ سے اور یاری کراتا ہے تمام مومن بھائیوں، اہل اسلام مسلمانوں اور تمام مومن مسلمانوں سے اور حرف " ن" سے دین نیت کو خالص کر کے طالب اللہ کو صفا کیش و خیر اندیش بناتا ہے۔ ہر غنی و درویش اور ہر وہ آدمی جو دین کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر دنیا کو چھوڑ دیتا ہے، خطراتِ دنیا سے فارغ ہو جاتا ہے، صدقِ دل سے تن پر لباسِ فقر پہن لیتا ہے اور خدا سے صدقِ خاص و درست اعتقاد رکھ لیتا ہے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:۔" اے میرے فرشتو! میری دوستی میں میرا ایک بندہ دنیائے مردار نجس و پلید سے الگ ہو گیا ہے۔" تمام انبیا و اولیا اور اتقیا و جملہ اہل اسلام کی ارواح اور اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقات کو حکم ہوتا ہے تم سب میرے دوست کی زیارت و پیشوائی کے لئے جا کر اُس کی ہمت پر آفرین کہو اور جو گدڑی و خاکسارانہ لباس اُس نے پہن رکھا ہے ویسا ہی لباس تم بھی پہنو۔ فقیر کو یہ مراتب ابتدا ہی میں پہلے ہی روز بخش دیے جاتے ہیں۔

ابیات:-(1) " خاکسارانِ جہان کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھ، تجھے نہیں معلوم کہ اِس گرد کے پیچھے کون شہسوار چھپا ہوا ہے؟"(2)" مَیں خاکسار ہوں، جان سپار و جان نثار ہوں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ میرا محبوب ہے اور مَیں اُس کی وحدت میں گم ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" عقل انسان کے اندر سوتی ہے۔" جان لے کہ شہرت ونا موری، طالبی و مریدی اور رجوعاتِ خلق کے جملہ مراتب مکھی اور چیونٹی کے مراتب ہیں، ان پر مغرور نہ ہو، قرب ووصال اللہ کی حضوری کے مراتب ان سے بہت آگے ہیں۔

بیت:- " رجوعاتِ خلق سے تجھے حق حاصل نہیں تو تُو واصل کیسا؟ خلق و دنیا تیرے لئے راہزن ہیں کہ ان کا تعلق ہوائے نفس سے ہے۔"

فقیر کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں، (۱) تلاوتِ قرآن مجید اُمّ الکتاب، (۲) استغراقِ توحید ربّ الارباب، (۳) رات دن محاسبۂ نفس، (۴) الہام و پیغام اور جواب با صواب کے ذریعے ذاتِ حق کے ساتھ ہم کلامی۔ لائق ارشاد مرشد وہ ہے کہ جس کے پیشِ نظر تفسیر مصحف وقرآن اور احادیث نبوی وقدسی رہے، صاحبِ عمل عالم فاضل ہو اور تحصیل علم کر کے فقیہِ کامل بن چکا ہو، اُس کے دائیں ہاتھ پر علمِ فقہ، کتبِ فقہ اور مسائل فقہ ہوں، بائیں ہاتھ پر حفاظِ کلامِ ربانی، عارفانِ باللہ سبحانی، مردمذکر فقرائے باطن صفا صاحب استغراق مشغول فی اللہ ہوں اور اُس کے پس پشت اہل دنیا وطالب دنیا ہوں۔ جو مرشد ان صفات سے متصف ہو اُس کا طالب جب اُس کے چہرے کی زیارت کرتا ہے تو اُس پر باطن کی تمام راہ روشن ہو جاتی ہے اور جب مرشد طالب پر نگاہ کرتا ہے تو طالب کے تمام گناہ اُسے نظر آجاتے ہیں۔ جب ایسے مرشد سے طالب راہ پاتا ہے تو اُس کے وجود سے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، وہ ظلمتِ باطل سے نکل آتا ہے اور معیتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں پہنچ جاتا ہے۔ اِس کے بعد طالب پورے یقین کے ساتھ مرشد سے تلقین حاصل کرتا ہے۔ جب وہ مرشد سے یقین حاصل کر لیتا ہے تو اُس کا دل مطمئن ہو

جاتا ہے۔ بعد میں تعلیم و تعلّم سے اُس کا دل راضی برضا ہو کر با حلم حلیم بحق تسلیم ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد مرشد اُسے دست بیعت کر کے تلقین کرتا ہے جس سے اُسے چھ "ت" حاصل ہوتی ہیں یعنی ت ترک، ت توکل، ت توحید، ت ترحم، ت تواضع، ت تولّا بر خدا اور ت تمامیتِ فقر و معرفتِ الٰہی۔ جب وہ اِن مراتب کو پا لیتا ہے تو فقیرِ مطلق کہلاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " فقیر وہ ہے کہ جس کا رزق وہی ہے جو اُسے مل جائے، جس کا لباس وہی ہے جس نے اُس کا ستر ڈھانپا اور جس کا مسکن وہی ہے جہاں وہ بیٹھ گیا۔" جو کوئی اِس مرتبے پر پہنچ گیا وہ حلیم انسان ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "اِنسان حکمت بیان ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " اِنسان حکمتِ حقیقت ہے۔" بے یقین تلقین کسی کام کی نہیں اور بے تلقین یقین باطن سے پردہ نہیں اُٹھا سکتا۔

بیت :- " کوئی علم تفسیر سے بہتر نہیں اور کوئی تفسیر تاثیر سے بڑھ کر نہیں۔"

صاحبِ تفسیر، صاحبِ تاثیر، روشن ضمیر، کیمیا نظیر، کامل فقیر و صاحبِ شرع انسانِ کامل مرشد صاحبِ احسان ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " انسان احسان کا بندہ ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں؟" جب تُو کسی مرشد کو دیکھے کہ اُس کی دائیں جانب نغمہ و سرود میں مشغول گلوکار ہیں، بائیں جانب اُم الخبائث شراب یا مجلس اہلِ دنیا ہے جس میں مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رُو برو حسن پرستی میں مشغول ہیں اور اُس کے پس پشت فقراء ہیں تو ایسا مرشد شیطان ہے اور جو کچھ اُس سے ظہور پذیر ہو رہا ہے وہ ایک ساحر و کاہن و کاذب کا اِستدراج ہے۔ جان لے کہ شرع طالبِ خاص فقیر پر دو حصوں میں بٹ جاتی ہے، ایک حصہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [1] یعنی فنائے نفس ہے اور دوسرا حصہ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ [2] یعنی بقائے روح بقا باللہ ہے۔ طالبانِ مولیٰ شریعت کے اِن دونوں حصوں کو جمع کر کے معیتِ

[1] :- ترجمہ = مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ [2] :- ترجمہ = بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں۔

حق تعالیٰ میں یکتائی حاصل کرتے ہیں خواہ وہ ہزاراں ہزار و بے شمار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ راہ دو دلی کی راہ نہیں، نہ ہی جاہل اس راہ سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" کہا! میں جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔" جاہل ابو جہل کی مثل ہوتا ہے اُس سے کلام مت کیا کرو۔

بیت:۔"جو چیز حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے دُور کرتی ہے وہ بدترین چیز جہالت ہے اور جو چیز حق تعالیٰ سے ملاتی ہے وہ علمِ دل بہار ہے۔"

طالبِ علم امتحان کے بغیر طالبِ مولیٰ نہیں بنتا اور اگر بن جائے تو ہر ایک سے برتر ہوتا ہے۔ صاحبِ فضیلت طالب کا ہاتھ آنا بہت مشکل ہے ورنہ ہزاراں ہزار جاہلوں کو ایک ہی نگاہ میں دیوانہ بنا لینا کون سا مشکل کام ہے؟ ایسے عالم کا ملنا بہت ہی مشکل و دشوار ہے جو ہر مشکل نکتہ کھول سکے۔ آدمی کو تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تجلیۂ روح اور تخلیۂ سر علم سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا چاہے ہزاراں ہزار و بے شمار علمی کتابیں پڑھ لی جائیں۔ پس اے صاحبِ فضیلت عالم! تُو راہِ وسیلت اختیار کر۔

بیت:۔"اپنی راہنمائی کے لئے کسی مردِ مرشد کو تلاش کر تا کہ وہ تجھے راہِ حق کی ہر خبر سے آگاہی بخشے۔"

الٰہی! ہمیں حقیقتِ حق سے آگاہی بخش اور ہمیں اتباعِ حق کی توفیق عطا فرما۔ الٰہی! ہمیں باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق بخش اور باطل سے بچنے کی طاقت عطا فرما۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:۔" سب سے اچھی طلب طلبِ اَللّٰہُ ہے اور سب سے اچھا ذکر ذکرِ اَللّٰہُ ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" ہر شے سے بڑا اَللّٰہُ کا ذکر ہے۔" ذکر اللہ چار قسم کا ہے، ایک ذکر وہ ہے کہ جس سے آیاتِ ربانی کا نور ہویدا ہوتا ہے۔ دوسرا ذکر وہ ہے کہ جس سے کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ تیسرا ذکر وہ ہے کہ جس سے طبقات و درجات کی طیر سیر نصیب ہوتی ہے اور چوتھا ذکر وہ ہے کہ جس سے وحدتِ ذاتِ الٰہی کا اِستغراق نصیب ہوتا ہے۔

بیت:- " ہر ذکر ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ سے کھلتا ہے اور ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دست بیعت کرنے سے نصیب ہوتا ہے۔"

سروری طریقے کا یہ عظیم ذکر جب کسی طالب کے معظم و مکرم وجود میں قرار پکڑتا ہے تو ظاہر باطن میں اُس کا ہر قدم قدمِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آجاتا ہے۔ اِس ذکر کی مدد سے وہ باطن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کرتا ہے کہ اِسی ذکر سے وہ خود کو مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچاتا ہے۔ تُو اِسے عیب نہ سمجھ کہ یہ وہ سنتِ عظیم ہے جو بندے کو اِلتفاتِ نبی کریم ورحیم سے صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے۔ جو آدمی قدم بقدم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرتے ہوئے خود کو اُن کی مجلس میں نہیں پہنچاتا وہ اُن کا پیروکار اُمتی کس طرح ہو سکتا ہے؟ جو آدمی اُن کی مجلس میں پہنچ جاتا ہے حاسد لوگ اُسے حسد کے مارے دیکھ نہیں سکتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی ظاہر میں بھی ہونی چاہیے اور باطن میں بھی۔ جو آدمی ظاہر باطن کی دونوں راہوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی نہیں کرتا وہ گمراہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- " اگر علما میں حسد نہ ہوتا تو وہ مراتبِ انبیا پر فائز ہوتے۔" وارث الانبیا علما کے وجود میں تین چیزیں ہرگز نہیں ہوتیں، حرص، حسد اور کبر۔ بیت:-

" عاشقانِ الٰہی ہرگز نہیں ڈرتے اور نہ ہی وہ کسی کی ملامت سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔"

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ[1] کو فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہِ[2] سمجھ لیا ہے، اُنہوں نے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ[3] کی لذت نہیں چکھی، وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ[4] کی دعوت پر چشمِ باطن سے نورِ اللہ کا مشاہدہ نہیں کیا، نَحْنُ اَقْرَبُ

---

[1]:- ترجمہ = پس دوڑو اللہ کی طرف۔ [2]:- ترجمہ = پس بھاگو اللہ سے دُور۔

[3]:- ترجمہ = تم ہرگز نیکی نہیں کما سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر دیتے۔

[4]:- ترجمہ = اور مَیں تمہاری جان کے اندر ہوں، کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ا کے مراتب سے پردہ نہیں اُٹھایا اور کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۲ کے حکم کو پس پشت ڈال کر درم و دینار کی محبت و طمع کی طرف دوڑ پڑے۔

بیت :۔" پیٹ کو گلے تک مت بھر کہ تُو دیگ نہیں اور زیادہ پانی مت پی کہ تُو ریت نہیں۔"

جو آدمی آٹھ قسم کے آدمیوں میں بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اندر آٹھ چیزیں پیدا کر دے گا۔(۱) جو آدمی اُمرا کی صحبت میں بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اندر حرص پیدا کر دے گا۔(۲) جو آدمی فقرا کی مجلس میں بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُسے اُس رزق پر قناعت کرنے کی توفیق بخش دے گا جو اللہ نے اُس کی قسمت میں لکھ دیا ہے۔(۳) جو آدمی لڑکوں میں اُٹھے بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اندر کھیل کود کا شوق پیدا کر دے گا۔(۴) جو آدمی عورتوں میں اُٹھے بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اندر جہالت و شہوت پیدا کر دے گا۔(۵) جو آدمی صالحین میں اُٹھے بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُس میں طاعتِ الٰہی کی رغبت پیدا کر دے گا۔(۶) جو آدمی علما کا ہم مجلس رہے گا اللہ تعالیٰ اُس میں ورع و تقویٰ پیدا کر دے گا۔(۷) جو آدمی فاسقوں کا ہم مجلس رہے گا اللہ تعالیٰ اُس میں گناہوں کی رغبت اور توبہ سے غفلت پیدا کر دے گا۔(۸) جو آدمی خاموش رہنے والوں کا ہم مجلس رہے گا اللہ تعالیٰ اُسے رحمت سے نوازے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" آنکھوں میں آنسو نہ آنے کی وجہ سنگ دلی ہے۔ سنگ دلی کی وجہ حرام خوری ہے۔ حرام خوری کی وجہ کثرتِ گناہ ہے۔ کثرتِ گناہ کی وجہ موت سے غفلت ہے۔ موت سے غفلت کی وجہ طویل اُمیدیں ہیں۔ طویل اُمیدیں حُبِ دنیا کا نتیجہ ہیں اور حُبِ دنیا تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔" قرآن مجید میں دنیا اور اہلِ دنیا کے لئے عزت کا کوئی مقام مذکور نہیں کہ دنیا کا تعلق تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۳ کے مرتبے سے ہے

ا :۔ ترجمہ = ہم اپنے بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ۲ :۔ ترجمہ = کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ۳ :۔ ترجمہ = اللہ جسے چاہے ذلیل کرے۔

اور فقر کا تعلق تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ ۱؎ کے مرتبے سے ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "خشکی وتری کی کوئی چیز ایسی نہیں جو کتابِ مبین میں درج نہ ہو۔" جو آدمی کلامِ الٰہی کی اِس آیتِ کریمہ کو اسمِ اعظم کے ساتھ ملا کر پڑھتا ہے تو بہ برکتِ کلامِ الٰہی اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی لیکن صاحبِ شریعت فقیر جس بھی مخفی چیز کو دیکھتا ہے اُس کی تشہیر نہیں کرتا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " یہ مرتبہ اُن فقرائے مہاجرین کا ہے ...." حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دست بیعت کا سلسلہ اُسی روز سے جاری ہے اور ایک دوسرے سے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جو آدمی فقر کا گلہ کرتا ہے وہ گویا خدا کا گلہ کرتا ہے اور جو آدمی خدا کا گلہ کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے بیزار ہیں۔ اکثر علما کہہ دیتے ہیں کہ اِس زمانے میں صاحبِ ولایت وہدایت اہل اللہ ولی اللہ فقیر روئے زمین پر موجود نہیں رہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی فقط مسائل فقہ کو ہی وسیلہ بنالیتا ہے وہ باطن سے بے خبر ہو کر ظاہر میں مرشدِ ولی اللہ ہدایت اللہ سے محروم رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔"

سن اے لب گور تنگ مادر زاد اندھے! تفسیر منیر میں " کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ " کی شرح میں آیا ہے کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہیں اور ہر گھنٹے میں اُنیس ہزار آدمی پیدا ہو کر عالمِ وجود میں آتے ہیں یعنی ہر سال اُنہتر کروڑ اسی لاکھ ساٹھ ہزار آدمی پیدا ہوتے ہیں اور ایک روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ہر سال اُنیس ہزار عاشقانِ ذاتِ الٰہی وجود میں آتے ہیں جن کی برکت سے یہ دنیا قائم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اُنیس ہزار انتقال بھی فرماتے ہیں۔ " منافع " میں حضرت اَنس بن مالکؓ سے روایت نقل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :- " میری اُمت میں چالیس ابدال ہمیشہ موجود رہیں گے بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں، اُن میں سے جب کوئی فوت ہوگا تو اُس کی جگہ خلق میں سے کسی کو ابدال بنا دیا جائے

۱؎ :- ترجمہ = اللہ جسے چاہتا ہے عزت دے دیتا ہے۔

گا، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔'' ابدالوں کی یہ تعداد چالیس سے ہرگز کم نہ ہوگی اور جب قیامت قائم ہونے کو آئے گی تو اُنہیں دنیا سے یک بارگی اُٹھا لیا جائے گا۔ اِس کے علاوہ تین سو چھپن اسامی اولیا اللہ بھی ہیں جو ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں، زمانہ اِن سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ اُن میں سے تین سو ابطال ہیں، چالیس ابدال ہیں، سات سیاحین ہیں، پانچ اوتاد ہیں، تین قطب ہیں اور ایک غوث ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اِس مرتبے کے اولیا کی تعداد کسی وقت بھی تین سو چھپن سے کم نہیں ہوتی البتہ آفات واحیان کے مواقع پر اِس تعداد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اِن میں سے پہلے نمبر پر تین سو اولیا اللہ ہیں جنہیں اصطلاحِ سلوک میں ابطال کہتے ہیں۔ اِنہوں نے راہِ ہوا و ہوس کو باطل کر رکھا ہے۔ دوسرے نمبر پر چالیس اولیا اللہ ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ اِنہوں نے اپنے اخلاقِ ذمیمہ کو اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل کر رکھا ہے۔ تیسرے نمبر پر اہلِ سیاحت ہیں۔ اُن کی تعداد سات ہے۔ اُن کا کام سیر و سفر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی و ارادہ کے مطابق خلقِ خدا کی کارسازی ہے، وہ اِسی کام میں مشغول رہتے ہیں۔ اِن مذکورہ بالا تین سو سنتالیس حضرات میں سے کوئی بھی مقامِ ارشاد پر فائز نہیں ہوتا۔ اِن کے علاوہ نو (9) اولیائے اللہ اور ہیں جو صاحبِ ارشاد ہیں۔ اُن کی حقیقت تجلیاتِ ذاتیہ واسمائے صفاتیہ کے بوجھ سے دب کر مضمحل و ناچیز ہو جاتی ہے اور حضرتِ واجب الوجود (ذاتِ حق) تکمیلِ ناقصاں کی خاطر بارہا اِن کی تنزلی فرماتا ہے جس سے اِن کے مراتب میں تفاوت پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اِن میں سے پہلے پانچ حضرات وہ ہیں کہ جنہیں اوتاد کہتے ہیں، پھر تین حضرات وہ ہیں کہ جنہیں اقطاب کہتے ہیں اور ایک قطب الاقطاب ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین ہوتا ہے۔

صاحبِ باطن مردانِ خدا

ابنِ عباس و ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" تین سو آدمی ہیں کہ جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل جیسے ہیں۔ چالیس آدمی ہیں کہ جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل جیسے ہیں، سات آدمی ہیں کہ جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل جیسے ہیں، پانچ آدمی ہیں کہ جن کے دل حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دل جیسے ہیں، تین آدمی ہیں کہ جن کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل جیسے ہیں اور ایک آدمی ہے کہ جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل جیسا ہے۔ جب وہ ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے کسی ایک کو اُس کا جانشین بنا دیتا ہے۔ جب تین میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے۔ جب پانچ میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سات میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے۔ جب سات میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے۔ قیامت تک اِن کی تعداد تین سو سے کم نہ ہوگی۔ اُنہی کی برکت سے تمام فقیروں اور درویشوں کو سعادتِ ابدی نصیب ہوتی ہے اور یہ اسمِ اَللّٰہُ کی برکت ہے کہ انسان کے دل و زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہوتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ ہی کی برکت ہے کہ اُمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آفات و بلائیں ٹلتی رہتی ہیں۔" عمر بھر علم و فضیلت حاصل کرنے سے بہتر ہے کہ سات دن کسی صاحبِ ارشاد مرشد کی خدمت کر لی جائے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رزق کے معاملے میں لوگوں کے پانچ نظریات ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو رزق کو کسب کا نتیجہ سمجھتے ہیں، یہ کافر ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو رزق کو خدا کا عطیہ سمجھتے ہیں مگر اس شک میں مبتلا

رہتے ہیں کہ جانے اللہ تعالیٰ ہمیں دے گا بھی یا نہیں، یہ منافق ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو رزق کو خدا کا عطیہ تو سمجھتے ہیں مگر اُسے کسب سے مشروط کرتے ہیں، یہ مشرک ہیں۔ چوتھے وہ ہیں جو اپنے رزق میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور حصولِ رزق میں معصیت و نافرمانی سے دور رہتے ہیں، یہ مخلص ہیں۔ پانچویں وہ ہیں جو رزق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں لیکن اُس کی کمائی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور اُس میں سے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حق ادا نہیں کرتے، یہ فاسق ہیں۔ (نقل از تنبیہ الغافلین)

مصنف کہتا ہے کہ کافر کی روح بھی کافر، عقل بھی کافر اور دل بھی کافر ہے۔ وہ علم بھی کفر کا پڑھتا ہے اور کفر کی راہ سے رزق بھی حرام کھاتا ہے۔ منافق کی روح بھی منافق، دل بھی منافق، نفس بھی منافق اور عقل بھی منافق ہے۔ وہ علم بھی منافقت کا پڑھتا ہے اور رزق بھی منافقت کا کھاتا ہے یعنی وہ علم بھی حصولِ دنیا کی خاطر پڑھتا ہے اور علم کو حرص و حسد و کبر جیسے خصائل بد کی تسکین کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مومن کی روح بھی مومن، دل بھی مومن، نفس بھی مومن اور عقل بھی مومن ہے۔ اُس کا علم اُسے اِسلام، ایمانِ الٰہی اور معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ جو رزق بھی کھاتا ہے اللہ کا شکر بجالاتا ہے اور اپنے نفس سے انصاف کرتا ہے۔

بیت:۔" افسوس کہ تیری صورت اِنسان کی ہے مگر خصلت شیطان کی ہے اور تیرا یارانہ بھی شیطان سے ہے۔"

مومن وہ ہے جس کے سینے میں صفائی اور آنکھ میں معرفتِ الٰہی کی بینائی ہو خواہ وہ خلوت کدہ میں صاحبِ تنہائی ہو۔

بیت:۔" ارے تُو اہلِ صفا پر ہنستا ہے خبردار! جو کوئی آئینے کے روبرو ہو کر اُس کی ہنسی اُڑاتا ہے وہ اپنی ہی ذات کی ہنسی اُڑاتا ہے۔"

اہلِ تقویٰ کامل درویشوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھانا کھاتے وقت پوری احتیاط

برتیں کہ اِنسان کا جسم زمین کی مثل ہے اور لقمہ بیج کی مثل ہے، اگر وہ ذکر "اَللّٰہُ" کی نمی سے تر ہو تو جسم کی زمین میں اعمال کا تخم بھی پاک ہو جاتا ہے خواہ لقمہ حلال نہ بھی ہو۔ ہوس پرست آدمی کے لئے راحتِ دنیا بجلی کے لشکارے کی طرح ناپائیدار اور سایۂ بادل کی طرح بے بقا ہے اِس لئے دنیا کے فوائدِ نعمت سے پیار کیا جائے نہ اُس کے شدائد الم کو دل پہ لیا جائے۔

فضیلتِ علم، وسیلتِ ذکرِ اَللّٰہُ اور صاحبِ تلقین

جان لے کہ ایک شخص نے گناہ پر بضد اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس دلایا، خدا کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واسطہ دیا، نص و حدیث اور مسائل فقہ پڑھ کر سنائے، جان کنی کی تلخی اور عذاب یاد دلائے، منکر نکیر کے سوالات، قبر کا عذاب، دائیں بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ کی دست یابی، میدانِ حشر میں ترازو پر نیکی و بدی کا حساب، اللہ تعالیٰ کے فرمان " جس نے ذرہ بھر نیکی کی وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی وہ بھی اُسے دیکھ لے گا" کی یاد دہانی کرائی اور اُس سے کہا کہ اے نفس! تجھے اٹھارہ ہزار عالم کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، پل صراط سے گزرنا پڑے گا، آتش دوزخ میں جلنا پڑے گا، نعمائے بہشت سے محروم ہونا پڑے گا، اللہ تعالیٰ کے اِنعام " اے نفس مطمئنہ! اپنے ربّ کے سامنے اِس شان سے آ کہ تُو اُس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو، پس تُو میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت قرب میں آ جا" سے محروم ہونا پڑے گا۔ اے نفس! یاد رکھ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے شراباً طہورا کی جام نوشی اور لقائے ربّ العٰلمین کے شرف سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ غرض اُس نے نفس کو خوف و رجا اور ایمان کی مفصل شرح سنا ڈالی اور ہر قسم کے وعظ و پند اُس کے گوش گزار کر ڈالے مگر نفس نے اِن سب کو رد کر دیا اور گناہ پر ڈٹا رہا ۔ وسیلۂ مرشد ہی ایک ایسا سبب ہے جو طالب اور گناہ کے درمیان حائل ہو کر طالب کو گناہ سے بچا لیتا ہے۔

مرشدِ کامل طالب کو گناہ ہرگز نہیں کرنے دیتا، وہ ظاہری صورت یا باطنی صورت میں ظاہر ہو کر طالب کو گناہ سے روک لیتا ہے اِسی لئے کہا گیا ہے کہ وسیلت بہتر ہے فضیلت سے بلکہ فضیلت ہے ہی وسیلت کی خاطر یعنی علم کا مقصود فقط معرفتِ ذاتِ حق ہے۔

ابیات :۔ (1) "مرشدِ قوی وہ ہے جو راہِ حق کے طالبوں کو گناہ کے قریب نہ جانے دے۔" (2) "تُو نہیں جانتا کہ اللہ تیرے بہت قریب ہے لیکن تیرا اپنا نفس ہی تیرا رقیب ہے جو تیری راہ مارنے پہ تلا ہوا ہے۔"

انتہائے علما علم ہے علمِ منطق و معانی جو فقیر کا ابتدائی سبق ہے، اِسے وہ پہلے ہی روز پڑھ لیتا ہے۔ ابتدائے علما الف ہے اور انتہائے فقیر اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس ہے۔ وہ اِسی کو بس سمجھتا ہے اِس لئے بس ہی پر اکتفا کرتا ہے کہ سارا قرآن "بس" کے اندر ہے کیونکہ ابتدائے قرآن "ب" ہے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اور انتہائے قرآن "س" ہے یعنی مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ اگر تُو قرآن کے سارے علم "ب" اور "س" کو جمع کر لے تو "بس" بن جاتا ہے اور یہی تیرے لئے بس (کافی) ہے۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول مبارک ہے :۔ "جس نے مجھے ایک حرف سکھایا وہ میرا مولیٰ ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ "جسے مولیٰ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا۔" اور کل سے مراد حرفِ کل، عقلِ کل اور علمِ کل ہے۔ اِس کے علاوہ سب کچھ ناچیز و عاجز ہے۔ کل فقر ہے جو "اَللّٰہُ" کے سوا کسی چیز کا حاجتمند نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ " دنیا ایک ساعت ہے جس میں ہمارے لئے طاعت ہے۔" طاعت عبودیت ہے جو برائے ربوبیت ہے اور ربوبیت خاص رازِ رب ہے جو فقرائے عارف باللہ کا نصیبہ ہے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے :۔ "جو مجھے پا کر پہچاننا چاہتا ہے وہ مجھے عارف باللہ فقیر کی وساطت سے پا بھی لیتا ہے اور پہچان بھی لیتا ہے۔" پس راہِ معرفتِ مولیٰ میں عارف باللہ نادیدہ ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی شے اُس سے مخفی ہوتی ہے۔ عارفانِ باللہ جو کچھ

دیکھتے اور کہتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے حکم ہی سے ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" میرا نبی اپنی خواہش سے نہیں بلکہ میرے حکم سے بولتا ہے-" حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے :-" جس نے اللہ کو پہچان لیا اُس سے کوئی شے مخفی نہ رہی-" جو آدمی اللہ تعالیٰ کے کلام فرقانِ حمید کی اس آیتِ مبارکہ کو اسمِ اَللّٰہُ ،اسمِ اعظم ،حرفِ معظم اور اُمّ الکتاب کی آیت مبارکہ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕعٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ " ۱ کے ساتھ ترتیب سے ملا کر پڑھتا ہے اور ہر اسمِ اعظم پر نظر جماتا ہے تو وہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے اور اُس کا دین و دنیا کا ہر مطلب پورا ہو جاتا ہے- اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ ھُوَالَّذِیْ یُصَوِّرُ کُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" ۲ بھی خزائنِ الٰہی کی کان ہے ،تُو اِس سے بھی خزائنِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے- کلامِ الٰہی کے اِن خزانوں کو بے باطن کورچشم و نامحرم صاحبِ رنج کیا جانے ؟ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا بھید اور ہادی و راہنمائے دو جہان ہے- جو آدمی آیاتِ کلامِ ربانی کی اس شان میں شک کرتا ہے وہ گروہِ شیطانی میں سے ہے-

ابیات :-(1)" عالم الغیب ذاتِ حق اگر کسی کو غیب کا علم بخش دے تو یہ عیب کی بات تو نہیں- بھلا جس چیز کو تُو اپنی آنکھ سے دیکھ سکے وہ غیب تو نہیں-" (2)" عیب تو یہ ہے کہ تُو ہوائے نفس کی بات کرے حالانکہ تیرا دل شفاف آئینہ ہے جس میں ذاتِ حق جلوہ گر ہے-"

جو آدمی یہاں تک پہنچ جاتا ہے وہ صاحبِ درجات و مقامات کہلاتا ہے- جس آدمی کا باطن راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذکرِ اسمِ اللہ ذات یا ذکرِ نفی اثبات "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ

---

۱ :- ترجمہ = اللہ جاننے والا ہے ہر پوشیدہ و ظاہر چیز کا ،وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی- ۲ :- ترجمہ = بے شک اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ماؤں کے پیٹ میں اپنی پسند سے تمہاری صورتیں بناتا ہے ،نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے ،وہ غالب حکمت والا ہے-

رَسُوْلُ اللّٰہِ " سے کھل جاتا ہے وہ ایک ہی دم میں اِن مقامات سے گزر جاتا ہے۔جب یہ ذکر طالب اللہ کے وجود پر غالب آتا ہے تو اُس کا حوصلہ وسیع ہو جاتا ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ مقامِ تجلّیٔ رحمانی صرف ذاتِ توحید، مقامِ تجلّیٔ پیغمبری روحانی، مقامِ تجلّیٔ نفسانی، مقامِ تجلّیٔ ذکرِ قلبی، مقامِ تجلّیٔ ذکرِ روحی، مقامِ تجلّیٔ ملائکہ اور مقامِ تجلّیٔ عالمِ غیب جنونیت جن جیسے جملہ مقاماتِ جزو کل طریقت میں طالب اللہ پر یکبارگی کھلتے ہیں۔ تجلّی بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک نوری کہ جس کا تعلق نورِ اَللّٰہُ ، نگاہِ رحمت اللہ،نورِ نبی اللہ،نورِ قلب،نورِ روح،نورِ ملائکہ اور نورِ اہلِ اسلام خاکی سے ہے۔جب یہ تمام ظاہری و باطنی انوار وجود میں جمع ہو جاتے ہیں تو طالب اللہ کو جمعیت،ترک وتوکل،صبر وشکر،شوق وغنایتِ دل،توفیقِ طاعت،ذکر فکر محبت،فنا و بقا،استغراق معرفتِ الٰہی اور ظاہر باطن میں علمِ شریعت کی لامتناہی راہ نصیب ہو جاتی ہے۔دوسری ناری کہ جس کا تعلق نارِ نفس یعنی غصہ،غضب،عداوت اور کینہ سے ہے۔یہ وہ نارِ شیطانی ہے کہ جس سے حرص،طمع،طلبِ دنیا، معصیت اور نارِ جنونیت پیدا ہوتی ہے اور اسی سے ہی رجوعاتِ خلق اور ترقیٔ درجات دنیا کی خواہش پیدا ہوتی ہے،اہلِ دنیا اور عالمِ غیب کے جنوں اور دیووں کو تابع کر کے یک وجود ہونے کی تمنا پیدا ہوتی ہے،شراب نوشی، بدعت،ترکِ نماز وحج وزکوٰۃ کی عادت اور کفار و یہود سے اخلاص ومحبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔جب یہ آگ وجود میں پیدا ہوتی ہے تو دل میں انائے فرعونی اُبھرتی ہے جس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور نیکی وبدی کی تمیز مٹ جاتی ہے۔یہ تمام مقامات ناری اِستدراج کی پیداوار ہیں۔یہاں پر تجھے جو کچھ دکھائی دے اُس پر اعتبار مت کر کہ یہ سب خلافِ شرع اور مردود ہیں،لعنت ہو ان پر۔جان لے کہ عرش وثریا سے تحت الثریٰ تک تمام مقامات طالب اللہ کے لئے امتحان ہیں کہ جو چیز یادِ حق سے دور کرے وہ راہزن شیطان ہے کیونکہ مکانِ ملائکہ تابعداریٔ اِنسان کے لئے ہے اور اِنسان عبادت و ذکر و معرفت رحمٰن کے لئے ہے۔ تجلیاتِ نوری وناری کے یہ جملہ کل وجز دس لاکھ ستر ہزار سینتیس مقامات طریقت میں پائے جاتے

ہیں۔ اہلِ طریقت اپنے انداز ے میں خود کو حقیقت سے بھی آگے معرفتِ نور اللہ میں صاحب حضور سمجھتے ہیں لیکن ولایتِ ولی اللہ کے مراتب پر پہنچتا وہ آدمی ہے جو ان تمام مراتب کو طے کر کے ان سے آگے نکل جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ اسمِ اَللّٰہُ مومنوں کا ایسا دوست ہے جو انہیں ظلمات سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔'' ظلمات نار ہے اور روشنی ذاتِ حق تعالیٰ کا نور ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اَللّٰہُ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اُس نور کی مثال یوں ہے ...... '' یہ نور ایک ٹھنڈی اور معطر آگ ہے جو آبِ گل گلاب جیسے معطر پانی کے غلبے کی وجہ سے سرخ رنگ کی ہے۔ یہ آگ روشن ہے دل کی وسیع قندیل میں جو گویا شفاف شیشے سے بنائی گئی ہے، دل میں ذوق و محبتِ الٰہی کا درختِ زیتون ہے جس سے معرفتِ الٰہی کا تیل چراغِ دماغ کی بتی پر گر کر اُسے دائم روشن رکھتا ہے۔ اُس کی روشنی سے تمام اسرارِ ربانی کا انکشاف ہوتا ہے اور ہر تاریک دل روشن ہوتا ہے۔ جان لے کہ میدانِ طریقت میں ہزاراں ہزار طالب رجعت کھا کر دیوانے و مجنون و بے خود ہو جاتے ہیں اور جنونیت کا شکار ہو کر مر جاتے ہیں۔ ہزارہا میں سے شاید کوئی ایک ہی طالب بازی جیت کر میدانِ حقیقت و معرفت میں سلامتی سے پہنچتا ہے لہٰذا مرشد کو چاہیے کہ اوّل تو وہ طالب کو مقامِ طریقت دکھائے ہی نہیں اور اگر دکھائے بھی تو ایک ہی دن کے نظارے کے بعد اُسے طریقت سے نکال کر مقامِ حقیقت میں لے جائے ورنہ طالب بیچارہ اکتالیس سال تک طریقت کے صحو و سکر اور حیرت و عبرت میں خراب ہوتا رہتا ہے اور اگر اکتالیس سال کے بعد وہ طریقت سے بخیر و عافیت نکل آئے تو محبوبِ حق بن جاتا ہے ورنہ طریقت تو دیوانگی کا گھر ہے اور دیوانگی سراسر حق سے بیگانگی ہے۔ یہ راہِ فقر ہے جو نہایت ہی مشکل ہے لہٰذا اس کے لئے مشکل کشا مرشد ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' اِس راہ میں قدموں کے بجائے سر کے بل چلنا پڑتا ہے۔'' اے صاحبِ مجاہدہ! آنکھیں کھول اور خوابوں کی دنیا سے نکل کہ باطن میں دیدارِ حق کے لئے صاحبِ مشاہدہ کو بیداریٔ دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و

السلام کا فرمان ہے :-" میری آنکھ سوتی ہے مگر دل نہیں سوتا-" آدم کے تین حروف ہیں "ا، د، م-" حرف " ا " سے ادب وحیا، اُنس، اُلفت، احسان اور ارادہ صادق- حرف " د " سے دوام عبادت، دمِ ذکرِ اَللّٰہُ میں رواں، دل زندہ عارف باللہ، "د "دلِ آدم پر دلالت کرتا ہے اور نص و حدیث کے عین مطابق اِلہامِ الٰہی کی صورت میں گواہی دیتا ہے کیونکہ یہ وہ انتہائی غیبی علم ہے جس میں اسمِ اَللّٰہُ سے لامتناہی خاص الخاص فتوحات وواردات حاصل ہوتی ہیں اور علمِ " د " ظاہر باطن میں ہر علم کی آگاہی بخشتا ہے- جب عارف باللہ اِس مقام پر پہنچتا ہے تو اپنی زبان سے اِس آیتِ مبارکہ کا ورد شروع کر دیتا ہے :-" لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ط لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ " [1] اِس کے بعد وہ اپنے دل پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب لگاتا ہے تو اُس کے دل میں خوف ورجا پیدا ہو جاتا ہے اور اُس پر محبتِ حقیقی اور تجلیاتِ نورِ اَللّٰہُ ذاتی وصفاتی کا فقرِ تحقیقی منکشف ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت سوزِ عشق میں آہیں بھرتا رہتا ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے خوف و بھوک اور نقصِ اموال سے -" اور حرف " م " سے محض مروّت و مردانگی کے ساتھ نفس کے خلاف جنگ میں میدانِ شجاعت کا شہسوار و سابقہ سالارِ کارزار، تارکِ مردارِ دنیائے مردود و مغضوبۂ خدا- مرد وہ ہے جو دنیائے مردار کو پس پشت ڈال کر دل و جان سے طالبِ دیدارِ پروردگار ہو- جو آدمی اِن صفات سے متصف ہو وہ صاحبِ عبودیت آدمِ کریم و عظیم ہے ورنہ آدمِ لئیم (بخیل آدمی) ہے- ایسے حیوانِ ناطق آدمی بے شمار ہیں جو صورت کے لحاظ سے اِنسان مگر سیرت کے لحاظ سے بیل و گدھے جیسے حیوان ہیں کہ وہ مردہ دل خدا سے بے خبر ہیں- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" وہ حیوانوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے-" بندہ وہ نہیں جو بد کردار و بد خصلت و بد نام ہو بلکہ بندہ وہ ہے جو بندگی میں کامل و فرمانبردار ہو اور جملہ فرمان و احکام و پیغامِ خداوندی کا پابند ہو-

---

[1] :- ترجمہ = آج اللہ واحد و قہار کی بادشاہی ہے-

ابیات :- (1) "اِنسان محض عقل و شعور کی بنا پر آدمی نہیں بنتا بلکہ آدمی وہ ہے جسے حضوری حق حاصل ہو-" (2) "جو آدمی معرفتِ حق سے بے خبر ہے وہ اگرچہ صورت میں آدمی ہے لیکن سیرت میں محض حیوان ہے، وہ آدمی ہرگز نہیں-" (3) "آدمی اسرارِ ذاتِ حق کا ایک خاص راز ہے، ایسے عارفِ حق مخلوق میں بہت کم پائے جاتے ہیں-" (4) "محض قیاس آرائی سے آدم شناسی بہت مشکل ہے کہ محض لباس سے آدمی کی پہچان کہاں ہو سکتی ہے؟" (5) "باطن صفا آدمی کی پہچان کے لئے چشمِ بصیرت کی ضرورت ہے اِس لئے اہل صفا کو فقط مردانِ خدا عارف ہی پہچان سکتے ہیں-" (6) "آدمی کا ظہور نور سے ہے، تُو اِس نور کو نگاہِ نور سے دیکھ کہ نگاہِ نور جب اِس نور تک پہنچتی ہے تو صدق و یقین حاصل ہو جاتا ہے-"

قولِ مصنف:- "یقین صفاءُ القلب ہے اور جھوٹ ظلماتِ قلب ہے-"

ابیات :- (1) "آدمی دل و زبان اور روح و سِرّ کا نام ہے، آدمی وہ ہے جو سجدۂ نماز میں مشغول رہے-" (2) "بے نماز آدمی کتا ہے، وہ آدمی کہاں ہے؟ وہ تو کتوں سے بھی کمتر ہے کہ وہ حرص و ہوا کا پُتلا ہے-" (3) "آدمی وہ ہے جو عرش پر اپنے قدم جمائے، محض چہرے کے رنگ و روپ سے آدمی کہاں پہچانا جا سکتا ہے؟" (4) "جو شخص اپنی ہستی مٹا دیتا ہے وہ آدمی بن جاتا ہے اور خاک و خاکستر ہو کر ہم رنگِ زمین ہو جاتا ہے-" (5) "وہ رضا و رغبت اور خندہ پیشانی سے اللہ سے خیر طلب کرتا ہے کہ طلبِ مولیٰ اُسے ہوائے نفس سے پاک کر دیتی ہے-" (6) "آدمی کی پہچان اُس کی خاموشی سے ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت ذکر فکر و خلوت میں غرق ہو کر خونِ جگر پیتا رہتا ہے-" (7) "آدمی کی پہچان اُس کی گفتگو سے ہوتی ہے کہ اُس کی ہر بات معرفتِ الٰہی کا پتہ دیتی ہے-" (8) "آدمی وہ ہے کہ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت نصیب ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے شفیع ہوں-"

ہاں ! آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں - ایک صاحبِ الفاظ اور دوسرے صاحبِ راز -

صاحبِ الفاظ ہمیشہ مطالعۂ کتب وعلم خوانی میں مشغول رہتا ہے اور صاحبِ راز غرق وحدت ہو کر مغز ومعانی میں مشغول رہتا ہے۔ صاحبِ الفاظ عالمِ تمثیل ہوتا ہے اور صاحبِ راز جامع معرفتِ اسمِ اَللّٰہُ، ذکرِ اَللّٰہُ، نعتِ اَللّٰہُ اور صاحبِ تحصیل ہوتا ہے۔ ہاں! یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ نعتِ معرفت علم ہی کے برتن میں سماتی ہے۔ اگر علم کا برتن نہ ہو تو محض جاہل وجود کے شکستہ گھڑے میں معرفتِ ربانی کا پانی ہرگز نہیں ٹھہرتا اور یہ بات بھی یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ جاہل ہرگز عارف باللہ نہیں ہو سکتا خواہ وہ صاحبِ تاثیر کیمیا نظیر ہی کیوں نہ ہو۔ نہ ہی کوئی عالم فاضل عارف باللہ ہو سکتا ہے خواہ وہ علم میں کمال درجے کا صاحبِ تفسیر ہی کیوں نہ ہو۔ دونوں جہان کا برگزیدہ عارف باللہ وہ ہے جو صاحبِ تفسیر عالم بھی ہو اور صاحبِ تاثیر عارف بھی ہو جیسے کہ شکر دودھ میں اور دودھ شکر میں ہو۔ عارف باللہ وہ ہے جو اپنی نگاہ سے دلِ مردہ کو زندہ کر دے۔ جو آدمی گناہوں میں غرق ہو کر سیاہ دل ہو چکا ہو وہ آنکھوں کا اندھا یوحق کو کہاں پہچان سکتا ہے؟

بیت:۔" تُو چشمِ بند باز کی طرح اپنی دونوں آنکھیں بند کر لے تاکہ تجھے اپنے اندر سے گم گشتہ آواز سنائی دے۔"

صاحبِ مشاہدہ کے لئے خواب وبیداری، مستی وہوشیاری، بھوک وسیری اور گویائی و خاموشی ایک جیسی ہوتی ہے چنانچہ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک خدا سے ہم کلام رہا اور خلقِ خدا سمجھتی رہی کہ میں اُن سے ہم کلام ہوں۔ مصنف کہتا ہے کہ فقیرانِ صاحبِ ہدیٰ خدا کا بھید ہیں، اُن کے قال واحوال سے اللہ تعالیٰ اور صاحبِ وصال عارف باللہ کے سوا اور کوئی واقف نہیں۔

ابیات:۔(1)" میں کعبہ کو اپنے دل میں دیکھتا ہوں اور اُس پر اپنی جان فدا کرتا ہوں اور میں ہمیشہ مدینہ میں مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہتا ہوں۔" (2)" ظاہر میں خلق مجھے اپنے ساتھ سمجھتی ہے مگر میں باطن میں ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ

رہتا ہوں- اے واصلِ حق! سن کہ عارفوں کا چلن ہمیشہ سے یہی رہا ہے-"

شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسی کو اپنے ہاتھ سے مت چھوڑ اور تُو جس مقام پر بھی پہنچے اُسے اپنے لئے ایک بھاری آزمائش ربانی جان- مرد وہ ہیں جو روٹی اس جہان کی کھاتے ہیں اور کام اُس جہان کے کرتے ہیں- یاد رکھ کہ خدائے تعالیٰ اُوپر ہے نہ نیچے، مشرق و مغرب میں ہے نہ جنوب و شمال میں، قدرتِ توحیدِ خدا اور معرفتِ اسرارِ ربانی کا مقام انسان کا دل ہے- اِنسان بھی دو قسم کے ہیں، ایک کامل اور دوسرے ناقص- کامل انسان وہ ہیں جو اللہ کا بھید ہیں اور اللہ اُن کا بھید ہے اور وہ ہیں انبیا و اولیا جو ہر دم متوجہ و غرق بحضور رہتے ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے کہ :- "انبیا و اولیا ہر وقت دل میں نماز پڑھتے رہتے ہیں-" اور یہی مراد ہے آپ کے اس فرمان کی کہ :- "حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی-" بلکہ ہر وقت دل میں نماز پڑھنا انسان کی شان ہے اور اِنسانِ ناقص؟ ہزار شیطان سے ایک نفس بدتر ہے اور ہزار نفس سے ایک مردہ دل ناقص کی صحبت بدتر و خوارتر ہے کہ ناقص انسان ہوائے نفس کا پتلا ہوتا ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "بے شک اموال و اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں-" اِس آیتِ مبارکہ کا اِشارہ اسی طرف ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "بے شک اللہ تعالیٰ غیرت والا ہے اور وہ مجھ سے غیرت کھاتا ہے-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "اور اللہ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "بے شک آپ کا دشمن ہر قسم کی خیر سے محروم رہے گا-"

بیت :- "جو آدمی بات کو بات سے ملاتا ہے وہ تیرے خونِ جگر کا ایک ٹکڑا کم کرتا ہے-"

فرمانِ حق تعالیٰ :- "بے شک تمہاری کمائی کئی طرح کی ہے-" کا اِشارہ اجرِ عظیم کی طرف ہے، صبر و اجرِ عظیم کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور قابلِ اعتبار غلام اُمت ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "تم بہترین اُمت ہو اُن تمام اُمتوں میں سے جو لوگوں میں ظاہر کی گئیں اس لئے کہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سکھاتے ہو، اُنہیں برائی سے روکتے ہو-" فرمانِ حق

تعالیٰ ہے:۔"تاکہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔" اِس گناہ سے مراد نہ تو عفوِ اُمت ہے اور نہ ہی خطراتِ وجودِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ خطرات کا تعلق حُبِّ دنیا سے ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطراتِ دنیا سے پاک اور نورِ اَللّٰہُ سے پُر تھے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "محبوبؐ! بے شک ہم نے آپ کو فتحِ مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے۔" یہاں فتحِ مبین سے مراد ترکِ اولیٰ ہے کہ ترکِ اولیٰ ہی خالص اللہ کا دین ہے اور آپ کا ترکِ اولیٰ آپ کے اشرف و مبارک وجود کا ترک ہے اور آپ کے اگلے گناہ سے مراد معراج شریف سے پہلے کی جدائی ہے اور پچھلے گناہ سے مراد یکتائیٔ معراج سے بعد کی جدائی ہے۔ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِن احوال کو بھلا کوئی گمراہ کیا جانے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"سادات کو میری صلب سے پیدا کیا گیا ہے، علما کو میرے سینے سے پیدا کیا گیا ہے اور فقرا کو اَللّٰہُ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔" اکثر فقرا کا فرمان ہے کہ دائرۂ فقر میں ایک مقام ہے جسے دریائے نورِ اَللّٰہُ کہتے ہیں، جو آدمی اُس دریائے نور پر پہنچ کر اُس میں غوطہ لگا لیتا ہے اُسے نماز و روزہ اور حرام و حلال کا حساب بخش کر معاف کر دیا جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔"تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔" کا مطلب بھی یہی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ جب مَیں نے نورِ اَللّٰہُ کے اِس دریا کو تحقیق کر کے اُس تک رسائی حاصل کر لی تو مَیں نے دیکھا کہ جو اہلِ طریقت حرام و حلال میں فرق نہیں کرتے اور رضائے الٰہی کے خلاف نماز کو قضا کرتے ہیں تو وہ نورِ الٰہی کے اُس مقام سے پیشتر مقامِ نارِ شیطانی میں جا گرتے ہیں اور پریشان ہو کر اہلِ بدعت بن جاتے ہیں، اِس کے بعد شیطانِ راہزن اُنہیں آگے نہیں بڑھنے دیتا۔ جو آدمی شریعت کے خلاف چلتا ہے وہ طریقت میں پریشان و خوار ہوتا ہے اور کرمِ الٰہی اور حقیقتِ حق تک نارسا ہو کر معرفتِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو آدمی دریائے نورِ اَللّٰہُ تک پہنچ جاتا ہے اُس کی ہر عبادت کے نور کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ پس عارفانِ باللہ نے طریقت و حقیقت و معرفت اور فقر کے تمام مراتب کو

شریعت ہی سے پایا اور شریعت ہی کو اپنا پیشوا بنایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔"

بیت :-" جہاں تک ہو سکے خود کو نگاہِ خلق سے پوشیدہ رکھ کہ عارفانِ باللہ ان شراب نوشوں کو بھلا کہاں پسند کرتے ہیں؟"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" طامع عالم غبی کی مثل ہے اور اُس کا پیروکار بانجھ عورت کی مثل ہے جس سے نفع ونقصان پیدا نہیں ہوتا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" نرم خُو ہو کر معدنِ اخلاق بن جا اور فرقہ کا ذہین میں سے مت بن۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے :-" دل تین قسم کا ہوتا ہے، قلبِ سلیم، قلبِ منیب اور قلبِ شہید۔ قلبِ سلیم وہ ہے جس میں طلبِ اللہ کے سوا اور کوئی طلب نہ ہو، قلبِ شہید وہ ہے جو ہمیشہ طاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور قلبِ منیب وہ ہے جو معرفتِ الٰہی اور اسرار العارفین سے معمور ہو۔" شریعت ناسوت ہے، طریقت ملکوت ہے، حقیقت جبروت ہے اور معرفت لاھُوت ہے اور ان کا جامع لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اور ھُوْ ہے۔ لَآ اِلٰہَ ذکرِ ناسوت ہے، اِلَّا اللّٰہُ ذکرِ ملکوت ہے، اَللّٰہُ ذکرِ جبروت ہے اور ھُوْ ذکرِ لاھُوت ہے۔

بیت :-" اِس نفس کو تُو شتر مرغ سمجھ کہ یہ وزن اُٹھا سکتا ہے نہ اُڑ سکتا ہے۔" فرد :-" مَیں اُس دل پہ قربان جاؤں جو عمر بھر سوزِ محبت میں جلتا رہتا ہے مگر آہ تک نہیں بھرتا۔"

جان لے کہ آدمی کے وجود میں تین بادشاہ اور تین وزیر ہیں۔ ایک بادشاہ روح ہے اور عقل اُس کی وزیر ہے۔ روح راستی ٔ حق چاہتی ہے اور عقل تصرفِ دنیا چاہتی ہے۔ دوسرا بادشاہ دل ہے اور زبان اُس کی وزیر ہے۔ دل یادِ حق میں غرق ہونا چاہتا ہے اور زبان لایعنی بکواس کرنا چاہتی ہے۔ تیسرا بادشاہ نفس ہے اور شیطان اُس کا وزیر ہے۔ نفس لذت چاہتا ہے اور شیطان معصیت چاہتا ہے۔ جب تک نفس و شیطان ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے شرح توحید

وحدانیت اور مراتبِ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کو خود پر اثبات کرنا اور دل سے خطرات کی نفی کرنا ناممکن ہے۔ یہ صرف فقیر ہی ہے جو دم بھر میں محض اسمِ اَللّٰہُ کے الف کے نور سے دل کو صیقل کر کے تصدیق حاصل کرتا ہے اور اُسی سے ہی خود پر توحید اثبات کر کے صاحبِ روایت و ہدایت کے مقابلے میں یقین حاصل کرتا ہے کیونکہ اُس کی چشمِ دل کھل جاتی ہے جس سے وہ ظاہر و باطن کا مشاہدہ کر کے "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ "(پس تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ نظر آئے گا) کی معنوی حقیقت تک پہنچتا ہے۔ بیت:-

"صاحبِ نظر عارف کی نظر میں سرسبز درختوں کا ہر پتا معرفتِ پروردگار کا مکمل دفتر ہے۔"

فقرا ہر بات سماعتِ حق سے سنتے ہیں، ہر بولی زبانِ حق سے بولتے ہیں اور ہر چیز نگاہِ حق سے دیکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ کا فرمان ہے:۔" اُس کی آیات میں تفکر کرو مگر اُس کی ذات میں تفکر مت کرو۔" سب سے بڑی نعمت دوئی سے نکل کر وحدانیتِ ذات میں یکتا بخدا ہونا ہے۔ یہ وہ عظیم نعمت ہے کہ جس میں مقامِ فنافی اللہ، مقامِ فنافی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مقامِ فی الشیخ میں مشاہدۂ ربوبیت اور استغراقِ توحیدِ ربِّ کریم ہے۔ یہ مراتب ہیں نفس پر امیر ہونے کے نہ کہ نفس کا اسیر ہونے کے البتہ نفس پرست ہر کوئی ہے اور خدا پرست کوئی کوئی ہے۔

بیت:۔"خلق کی طاعت کسبِ تن سے ہوتی ہے لیکن عارفوں کی طاعت ترکِ تن سے ہوتی ہے۔"

اسمِ اَللّٰہُ مثلِ فرمان ہے۔ جو کوئی اسمِ اَللّٰہُ کا نافرمان ہے وہ فرعون و ہامان ہے۔

بیت:۔" اسم " اَللّٰہُ " بہت بھاری و قیمتی خزانہ ہے، اس حقیقت کو صحیح طور پر مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے سمجھا ہے۔"

جان لے کہ دوستیٔ مولیٰ کا تعلق جان سے ہے۔

ابیات:۔(1) "مجھے اپنے پیرِ طریقت کی یہ نصیحت اچھی طرح یاد ہے کہ ذکرِ خدا کے

سوا ہر چیز برباد ہے۔'' (2) ''اللہ تعالیٰ نے دولت کتوں میں بانٹ دی ہے اور نعمت گدھوں میں اور ہم مزے سے بیٹھے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں۔''

یاد رکھ کہ ہر قسم کی بلاؤں، ہر قسم کے مصائب، شیطانی شر کی جملہ آفات، ایمان کو ضرر پہنچانے والے تمام خطرات و وہمات اور جملہ فتنہ انگیز فسق و فجور کو اگر ایک کمرے میں بند کر دیا جائے تو اُس کی چابی دُنیا بنتی ہے چنانچہ مولانا رومؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:۔

''اہل دنیا دیوانے کتے کی مانند ہیں، اُن سے دُور رہو کہ وہ اپنے پرائے سے بے گانے ہیں۔اہل دنیا مطلق کافر ہیں جو رات دن چق چق بق بق میں مصروف رہتے ہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''دُنیا ایمان کو اِس طرح کھاتی ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو۔'' دُنیا کو وہ آدمی ہاتھ میں لیتا ہے جو دین و ایمان کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔

بیت:۔'' گدا گر بادشاہِ زمانہ ہونے کی لافزنی کیوں نہ کرے کہ سایۂ ابر اُس کا چھتر اور لبِ کھیت کی گھاس اُس کا تخت ہوتا ہے۔''

دنیا کی بادشاہی فانی ہے اور فقر کی بادشاہی ابدالآباد تک باقی رہنے والی ہے۔دنیا کی بادشاہی کا تعلق ہوا سے ہے اور فقر کی بادشاہی کا تعلق خدا سے ہے۔اہل ہوا، اہل خدا اور علما کو ایک دوسرے کی مجلس راس نہیں آتی۔دُنیا کی بادشاہی کیا چیز ہے؟ حکمِ دُنیا۔علم کیا چیز ہے؟ آدابِ شریعت کی جانکاری و نگہداشت یعنی علما صاحبِ ادب ہیں۔علما کے ادب کو مدِ نظر رکھ چاہے اُن کی تصویر تجھے کسی دیوار پر ہی لگی نظر آئے۔فقیر خدا کے حکم سے صاحبِ امر ہوتا ہے اور امر غالب ہے ادب پر اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''امر غالب ہے ادب پر۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔فقر دین کی ضیا ہے۔'' دوستی فقر خوبیِ دین ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''فقرا کی محبت دونوں جہان کا نور ہے۔'' فقرا کی دوستی دونوں جہان کا نور ہے۔امر کیا چیز ہے؟ امر طلبِ حق میں ہدایت حق ہے جسے خدا جانتا ہے

بندہ نہیں جانتا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" تم پر فرض ہوا اللہ کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے لیکن وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور کوئی بات تمہیں پسند ہو مگر تمہارے حق میں وہ مضر ہو، اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔" ہدایتِ الٰہی کے بارے میں آیت مبارک ہے:۔" اے نبی! آپ فرمادیں کہ تمارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو تمہیں حق کی راہ دکھاوے؟ آپ فرمادیں کہ اللہ حق کی راہ دکھاتا ہے۔ تو کیا جو حق کی راہ دکھائے اُس کے حکم پر چلنا چاہیے یا اُس کے حکم پر کہ جو خود ہی راہ نہ پائے جب تک کہ اُسے راہ نہ دکھائی جائے۔ تو کیا ہوا تمہیں؟ تم کیسا حکم لگاتے ہو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" مفلس اللہ کی امان میں ہوتا ہے۔" دُنیا دونوں طرح کی بُری ہے خواہ حلال کی راہ سے کمائی گئی ہو خواہ حرام کی راہ سے اور وہ حلال بھی بُری ہے جو حرام پر خرچ ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" حلال پر حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔" جو آدمی دُنیا رکھتا ہے نہ شمار کرتا ہے اُسے حشر میں حساب کتاب کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ بندے اور اللہ کے درمیان دُنیا ہی حجاب و ظلمت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" ہر چیز کی کنجی ہے اور جنت کی کنجی فقراً کی محبت ہے۔" فقراً کا دشمن تین آفات سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ منافق ہوگا یا حاسد ہوگا یا کافر ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقراً کی محبت اخلاقِ انبیاً میں سے ہے اور فقراً سے بغض اخلاقِ فرعون میں سے ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقراً کی محبت رحمان کی محبت ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" دُنیا ایک خواب ہے اور اِس میں عیش و عشرت احتلام ہے۔" پس دُنیا وہ طلب کرتا ہے جو احتلامی، حرامی، خونی، حیضی اور وارثِ فرعون ہو اور سراسر ظلم و حرام کی طلب میں غرق ہو۔ فقر کی طلب وہ شخص کرتا ہے جو صاحبِ معرفت ہو، فیض و فضل بخش ہو، حلالی و حلال طلب ہو، جس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ سے زندہ ہو اور وہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طالب ہو۔ پس دُنیا کا طالب وارثِ فرعون ہے اور فقر کا طالب وارثِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہٖ وسلم ہے۔ اہلِ فرعون اور اہلِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس ایک دوسرے کو راس نہیں آتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے کسی کی امارت کی وجہ سے اُس کی تواضع کی اُس نے اپنے دین کا تیسرا حصہ گنوا دیا۔" حق شناس مرد اہلِ دُنیا سے منہ موڑ لیتا ہے کہ اُس کے لئے دُنیا اور زمین و زر طلبِ مولیٰ سے بہتر نہیں۔ جس نے حق کو پا لیا وہ حق کے سوا ہر چیز کو بھول گیا لیکن ان چیزوں کو چھوڑتا کوئی کوئی ہے۔ صد آفرین ہے اُس مرد پر جو ان تمام چیزوں سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ مرد وہ ہے جو حبِّ دُنیا کی میخ مٹی میں گاڑھتا ہے نہ کہ دل میں لیکن حبِّ دُنیا کو دِل سے نکالنا بہت ہی مشکل کام ہے یعنی شرِ شیطان سے فارغ ہو کر خالص راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ جان لے کہ اگر تُو غور سے دیکھے تو حبِّ دُنیا کی میخ کا اصل مقام شیطان کے دو خصیوں کے نیچے کی جگہ ہے۔ جو آدمی دُنیا طلب کرتا ہے یا مراتبِ دُنیا پر پہنچتا ہے تو شیطان اُس کا سر نیچے کر کے اُس کی آنکھوں اور اُس کے چہرے پر اپنے خصیے مل دیتا ہے۔ اِس کے بعد اہلِ دُنیا حق و عارفِ حق اور حق پرستوں کے چہرے نہیں پہچان سکتا، وہ حق سے اندھا ہو جاتا ہے اور اُس کی آنکھوں میں باطل شیطان سما جاتا ہے۔ ایسا مطلق نابینا آدمی شیطانِ لعین کا طالب مرید بن کر دُنیائے بے دین کو خدا سے عزیز تر سمجھتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، وہ اس طرف آنے والے نہیں ہیں۔" وہ کفر و ریا میں گھر جاتا ہے اور اُس کے دِل میں طلبِ دُنیا کے بیشمار امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اُن کے دِلوں میں مرض ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے مرض کو بڑھا دیا ہے۔" جس دِل میں مرض پیدا ہو جاتا ہے اُس کے خون میں پیپ پڑ جاتی ہے اور مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" یہودی بولے ہمارے دِلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔" جس دِل پر پردہ پڑ جاتا ہے اُس پر مہر لگ جاتی ہے چنانچہ منافقوں اور کافروں کے دِلوں پر بُرائی کی مہر لگ جاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اُن کی آنکھوں پر

پردہ پڑا ہوا ہے اور اُن کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے:-" پس جب کوئی ایسا مریض کسی صاحبِ عظمت عارف باللہ فقیر صاحبِ حکمت حکیم کے پاس جاتا ہے تو وہ اُس کے مرض کا علاج کرنا جانتا ہے۔ وہ اُس کی اندھی آنکھ کو معرفتِ سبحانی کے نور سے روشن کر دیتا ہے، اُس کے دِل کو صاف کر کے روشن کر دیتا اور اُس کی زبان پر کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کا ورد جاری کر دیتا ہے کہ ذکر کلمہ طیب پاک ہے جو اُسے دُنیا کی پلیدی سے پاک کر دیتا ہے، اُسے تلاوتِ قرآن پاک سے پاک کر دیتا ہے اور اُس کے کانوں کو اللہ اور اُس کے رسول کا کلام سناتا ہے اور امر معروف وخوف و رجا کی باتیں سناتا ہے۔ ایسا صاحبِ قوت فقیر جو دین میں قوی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا فیض یافتہ ہو اہل دُنیا کے در پر قدم نہیں رکھتا لیکن اُسے چاہیے کہ وہ جائے اور نافع المسلمین بن کر اُن اہل دُنیا میں اُٹھے بیٹھے اور اُنہیں ظلمتِ دنیا سے نکالے کہ جن کا دین وایمان روٹی کپڑا اور خوفِ جان ہے حالانکہ فقیر کے لئے دنیا و اہل دنیا سے میل جول باعثِ ضرر و زیان ہے کہ عقل کے مطابق رزقِ حرام کھانے والا پاگل کتے کی طرح خدا سے بیگانہ ہوتا ہے چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

" اہل دنیا پاگل کتے کی طرح دیوانے ہیں، اُن سے دور رہو کہ وہ اپنے پرائے سے بیگانے ہیں۔"

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اہل دنیا کمینے ہوائے خود پرستی میں مست ہو کر اپنی زندگی کا قیمتی وقت دنیائے حقیر کے معاملات میں ضائع کر دیتے ہیں اور راہِ مولیٰ کی طرف قدم نہیں بڑھاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" وقت ایک کاٹ دار تلوار ہے۔" یہی وجہ ہے کہ عارفانِ مولیٰ مراقبہ تفکر میں غرق ہو کر اپنی آنکھیں دنیا و عقبیٰ کے نظارے سے بند کر لیتے ہیں کہ وہ لذاتِ ہر دو جہان کو مولیٰ ولذتِ دیدارِ مولیٰ سے بہتر نہیں جانتے۔ اگرچہ فقیر نگاہِ خلق میں مجنوں و دیوانہ واہل زشت ہوتا ہے لیکن بباطن اُس میں استغراقِ اشتغال اللہ کی حلاوت و

لذت اور جمعیت وشوق بہتر از بہشت ہوتا ہے- عاشقانِ الٰہی کی بنیادی اینٹ ہی نور سرشت سے پیدا و ہویدا ہے- الٰہی! تُو نے آدمی کے وجود میں دریائے شہوت، دریائے حرص، دریائے طمع اور دریائے زینتِ دنیا جیسے چار گہرے دریا بہا دیئے ہیں اور حکم فرمادیا ہے کہ اے میرے سعید بندے! ان دریاؤں کا پانی تیرے وجود سے باہر نہ نکلنے پائے- الٰہی اگر تیری توفیق شاملِ حال نہ ہوتو یہ ذرہ بھر عقل ان کی نگہداشت کیسے کرسکتی ہے؟ آدمی کے وجود میں چار عقل اور چار جسم ہیں اوراُن میں چار نفس، چار اسم اور دو روح ہیں ایک عام نباتی روح اور دوسری جمادی روح- چنانچہ اِن تمام سے انسان تکمیل پذیر ہے اور چار ہی طریقوں سے علماَ کے عقلی کمال کو تحقیقِ علم کی کسوٹی پر پرکھا جاسکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اعمال وافعال کو درست رکھتے ہیں تو ٹھیک ورنہ ہر کمال کو زوال ہے- فقراَ کا عقلی کمال یہ ہے کہ وہ تصورِ اسم اللہ ذات کی مدد سے وصالِ وحدانیت میں غرق ہوتے ہیں، اگر وہ شریعت میں راسخ رہیں تو صاحبِ وصال رہتے ہیں ورنہ زوال کا شکار ہو جاتے ہیں- منافقوں، کاذبوں، جاہلوں اور اہلِ دنیا ظالموں کے عقلی کمال کا پتہ اِس بات سے چلتا ہے کہ اُن کے احوال اُن کے بدخصلت مراتب کے گرد گھومتے رہتے ہیں- اہلِ جہنم کافروں کی عقل کا کمال یہ ہے کہ وہ آخرت میں بہشت و دیدارِ پروردگار پر اعتبار نہیں کرتے اور نہ ہی وہ شکر بجالاتے ہیں بلکہ دین کے بدلے دنیا قبول کر لیتے ہیں- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "شکر بجالاؤ اور ناشکری مت کرو-" عقلِ کل انبیاَ واولیاَ کے پاس ہے اور عقلِ جز عوام کے پاس ہے جو ناقص و بے عقل اور غلامِ ہوا و ہوس ہیں، اُن کی عقلی و نقلی دلیل ناحق (باطل) پر دلالت کرتی ہے اور انبیاَ واولیاَ کی عقل حق پر دلالت کرتی ہے- جو آدمی باطل کا طلبگار ہو وہ حق کی طرف نہیں آتا- عقل وہ ہے جو نص وحدیث کے موافق ہو- جو علم وعقل راہِ حکمت ورواِ نص وحدیث سے دُور لے جائے بے شک وہ شیطانی علم وعقل ہے کہ ابلیس کو اِسی علم وعقل نے کبروہوا کی راہ پر ڈال دیا تھا- ابلیس کے پاس حکمت کا علم تھا اور وہ خود کو صاحبِ حکمت سمجھتا تھا- اُس کے پاس " اَلْعِلْمُ حِجَابُ

اَلْاَکْبَرِ "۱ والا وہ علم تھا جو اُس سے حکمِ الٰہی کی تعمیل نہ کرا سکا اور نہ ہی اُسے قربِ حق کی طرف لے جا سکا۔

بیت :۔"اے باھوؒ ! شریعت کا یار بن کر بیدار ہو جا اور لائق دیدار ہو کر دلدارِ پروردگار ہو جا۔ "

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" مومن کے دل میں دین و دنیا کی محبت جمع نہیں ہو سکتی جس طرح کہ ایک ہی برتن میں آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے :۔" دین اور دنیا دو بہنیں ہیں اور دو بہنیں نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔" صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے :۔" دنیا آخرت کی کھیتی ہے بشرطیکہ دن کی روزی شام تک اور رات کی روزی صبح تک ختم کر لی جائے۔" اے آنکھوں کے اندھے! اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے دین اور دنیا دونوں عطا کی گئی ہیں تو وہ غلط کہتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے برتر نہیں ہے، یہ اُس کی خطا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" ایک ترکِ دنیا حصولِ دنیا ہی کی خاطر کی جاتی ہے۔" اس سے مراد یہ ہے کہ بعض لوگ دنیا سے ترکِ تعلق کر کے محض اس لئے درویش بن جاتے ہیں کہ خلقِ خدا اُن کی طرف رجوع کرے اور اُن کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" طامع ہو نہ مانع ہو نہ جامع ہو۔" یعنی اگر تجھے کوئی دیتا ہے تو منع نہ کر، اگر تُو لیتا ہے تو طمع نہ کر اور اگر تیرے پاس کچھ آتا ہے تو اُسے جمع نہ کر۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس درم و دینار و نقد و جنس و املاک میں سے جو کچھ بھی ہے میری اپنی ذات کے لئے نہیں اور نہ ہی مجھے ان کی طمع ہے کہ یہ سب کچھ محض بیواؤں، فقیروں، مسکینوں، مستحقوں، عاجزوں، بھوکوں اور یتیموں کی حاجت روائی کے لئے ہے تو یاد رکھ کہ یہ سب واویلا اُس کا مکر و فریب اور شیطانی حیلہ ہے۔ وہ کثرتِ دنیا کا طالب ہے اور دنیا کو طالبانِ دنیا تک پہنچاتا ہے

۱ :۔ ترجمہ = علم ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔

کیونکہ وہ خود طالبِ مولیٰ نہیں ہے بلکہ شہرت پسند طالبِ دنیا ہے اور یہ سب شور و غوغا اُس کے اپنے نام و ناموس کی خاطر ہے جو محض اُس کی رسوائی ہے، اُس کے اِس مرتبہ سے فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

شرحِ اسمِ اَللّٰہُ ذات

جان لے کہ جب روحِ اعظم وجود میں داخل ہوئی تو آغاز ہی میں اُس نے کہا:۔" یا اَللّٰہُ " اور اُس پر قیامت تک کی ہر چیز کی حقیقت منکشف ہوگئی لیکن اسمِ اَللّٰہُ کی انتہا تک اب تک کوئی نہیں پہنچ پایا۔ ہر علم، ہر صحیفہ، ہر الہام اور تمام کتابیں مثلاً توریت، انجیل، زبور اور فرقان یعنی قرآن مجید سب اسمِ اَللّٰہُ کی شرح ہیں۔ تمام انبیا و اصفیا و اولیا نے ظاہر باطن کا جو علم بھی حاصل کیا اسمِ اَللّٰہُ کی ماہیت کو جاننے کے لئے حاصل کیا اور انہیں مراتبِ فنا فی اللہ تک رسائی بھی الوہیت و ہویتِ اسمِ اَللّٰہُ کی معرفت ہی سے نصیب ہوئی۔ اسم اَللّٰہُ اور اُس کی الوہیت کے علم سے فائق تر وہ کون سا علم ہے کہ جس کی خاطر تُو اسمِ اَللّٰہُ سے روگردانی کرتا ہے؟ تو اُسے پڑھتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ کو چھوڑتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ کو اپنا پیشوا نہیں بناتا اور اُس کی وجہ سے تُو مردہ و سیاہ دل ہو کر ذلت و خواری میں گرفتار ہے۔

بیت:۔" تُو جو کچھ پڑھنا چاہتا ہے اسمِ اَللّٰہُ ہی سے پڑھ کہ اسمِ اَللّٰہُ ہی نے تیرے ساتھ ہمیشہ رہنا ہے۔"

جس قدر کسی کا علمِ کل بڑھتا ہے اُسی قدر اُس کے عقلِ کل میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی راہبر عقلِ کل ہو جاتی ہے اُس کے ہر عضو میں اسم " اَللّٰہُ " کی برکت سے شوقِ توحید، طلبِ مولیٰ، صفائی دل، معرفتِ الٰہی، کشف الاسرار، حیرت، خوف و رجا، ترک و توکل اور جملہ صفاتِ الٰہیہ جمع ہو جاتی ہیں اور وہ ہر گناہِ ناشائستہ سے تائب ہو کر طاعت و امانِ الٰہی اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ میں غرق ہو

جاتا ہے۔ خاص الخاص استغراق یہ ہے کہ بندہ جب تصورِ اسمِ اَللّٰہُ میں غرق ہوتا ہے تو اُس کی روح پُرفتوح جسے روح الفرح فیض اللہ کہتے ہیں جثۂ نورِ "اَللّٰہُ" کی صورت میں چشمۂ ذکرِ نورِ اَللّٰہُ سے نکل کر اسمِ "اَللّٰہُ" کی اُس نوری قندیل میں آجاتی ہے جو وحدتِ الٰہی کے نور سے منور اتنی وسیع ہے کہ شش جہات (چھ سمتیں) اُس کا احاطہ نہیں کر سکتیں کہ اُس کی سمائی کسی مکان میں نہیں، نہ اُس کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی اُس کی صورت کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو آدمی اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے مطلق صاحبِ استغراق ہو جاتا ہے۔ اُس کے اِس مرتبے کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ط اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَایَمُوْتُوْنَ [1] کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اِس مقام پر اولیائے اَللّٰہُ فقیر کے لئے موت وحیات برابر ہو جاتی ہے۔ وہ اِس لئے کہ اُس کا جسم تو زیرِ خاک ہوتا ہے لیکن اُس کی روح عرش سے اوپر نورِ اَللّٰہُ کی قندیل میں مشاہدۂ نورِ اَللّٰہُ میں غرق ہوتی ہے۔ جس روز قیامت قائم ہوگی تمام اہلِ استغراق جثۂ قبور میں آکر کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوں گے، اُن پر دیدارِ الٰہی کی مستی اِس قدر غالب ہوگی کہ وہ اپنے سر عرش پر مارتے ہوں گے۔ یہ ہے کمالِ شوق ومعرفت وتصور وتصرفِ اسمِ اَللّٰہُ برحق۔ ایسے ہی فقیر کو صاحبِ گنج فقیر کہتے ہیں یعنی وہ فقیر کہ جسے اسمِ اَللّٰہُ کی برکت سے بلا رنج معرفتِ وصال حاصل ہو۔ مرشد ہو تو ایسا ہی مشکل کشا صاحبِ گنج فقیر ہو ورنہ ناقص ومقلد مرشد کسی کام کا نہیں ہوتا۔ مرشد ہونا کوئی آسان کام نہیں کہ راہِ مرشدی میں ہدایتِ اسمِ "اَللّٰہُ" کی برکت سے اسرارِ الٰہی کے عظیم خزانے پائے جاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "فقر خزائنِ الٰہی میں سے ایک خزانہ ہے۔" اَللّٰہُ بس ماسوی اَللّٰہُ ہوس۔ یہ آیتِ کریمہ بھی استغراقِ توحید، استغراقِ دل، نورِ اَللّٰہُ سے پُر آفتاب سے روشن تر قندیلِ دل، درختِ زیتون کا تیل اور محبت ومحرمیتِ الٰہی سے باخبر کرنے والی، عطائے فیض اللہ اور معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ سے سرفراز کرنے والی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ

[1]:۔ ترجمہ = مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ بے شک اولیائے اَللّٰہُ مرتے نہیں۔

ہے:-" اَللّٰہُ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا، مثال اُس نور کی یہ ہے کہ جیسے ایک ہو طاق، اُس میں ہو ایک چراغ جو رکھا ہو ایک شیشہ میں اور شیشہ ہو چمکتے ہوئے ستارے جیسا، جلتا ہو اُس میں تیل برکت والے درختِ زیتون کا جو شرقی ہے نہ غربی- قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے چاہے اُسے آگ نہ بھی چھوئے- نور پر نور چڑھا ہوا ہے- اللہ راہ دکھاتا ہے اپنے اُس نور کی طرف اُسے جسے وہ چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ جانتا ہے ہر چیز کو اُن گھروں میں کہ جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اُن میں اُس کا نام لیا جاتا ہے- اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اُن میں صبح و شام- " تو جان لے کہ ایک وقت وہ تھا کہ جب کچھ بھی نہ تھا- اُس وقت اللہ کہاں تھا؟ اللہ ہمارے ساتھ تھا، ہم کہاں تھے؟ ہم اللہ کے ساتھ تھے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" اور اللہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں بھی ہوتے ہو-" پس کلامِ الٰہی میں دوسرا نہیں سماتا سوائے اللہ کے- اللہ کے کلام اور اُس کے نام سے فائق تر کون سی چیز ہے کہ جس کا مَیں نام لوں؟ اللہ کا نام غیر مخلوق صانع ہے اور باقی سب صفت مخلوق ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" مخلوق کے لئے ایسی طاعت جائز نہیں جس میں معصیتِ خالق کا احتمال ہو-" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" میرا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ-" پس طالبانِ اَللّٰہُ معیتِ الٰہی میں اس قدر یگانہ ٔخدا ہیں کہ وہ خدا سے کبھی جدا نہیں ہوتے-

بیت:-"جس پر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ظہور چاہتا ہے وہ فنا فی اللہ ہو کر وحدتِ حضور میں غرق ہو جاتا ہے-"

ایک آیت کریمہ ایسی ہے کہ جسے اگر اللہ تعالیٰ سے یکتائی حاصل کرنے کے لئے استخارہ کی نیت سے پڑھا جائے یا محض زبانی پڑھا جائے تو اُس سے تمام حجابات پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور بندہ غرقِ مشاہدہ ہو کر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے، وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ "(آنکھیں اُس کا احاطہ نہیں کرسکتیں

مگر سب آنکھیں اُس کے احاطہ میں ہیں) جو کوئی تصورِ اسمِ "اَللّٰهُ" کے ساتھ نظر جما کر اس آیت کریمہ کو پڑھتا ہے تو اُس کی روح زندہ ہو جاتی ہے اور نفس مر جاتا ہے۔

ابیات:-(1)"دل کی آنکھ اسرارِ تن کھول دیتی ہے اور بندہ ذاتِ حق تعالیٰ کا ہم مجلس ہو کر رات دن اُس سے ہم کلام رہتا ہے۔"(2)"جس پر مرشدِ کامل نگاہِ التفات کر دے اُس کے حجابات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ غرق فنا فی اللہ ہو کر نجات پا جاتا ہے۔"

شرحِ قلب، ذکرِ قلب اور ذاکرِ قلب

قلب کسے کہتے ہیں اور ذاکرِ قلب کی پہچان کس چیز سے ہوتی ہے؟ یہ بھی جان لے کہ ذکرِ قلبی کیا چیز ہے؟ قلب کی دس صفات ہیں اور ذکرِ قلبی وہ ہے کہ جس سے قلب دس صفات سے متصف ہو جائے، اوّل یہ کہ قلب روشن آفتاب کی مثل ہے، شبِ تاریک کے روشن چراغ کی مجال کہاں کہ وہ روشن آفتاب کے سامنے شعلہ زن ہو سکے؟ بلکہ ہر خاص و عام چیز ایک ذرّے کی مانند روشنیٔ آفتاب سے مستفیض ہوتی ہے۔ دوسرا قلب آبِ حیات کی مثل ہے کہ جو کوئی آبِ حیات کے چشمے سے معرفتِ الٰہی کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مست و دیوانہ و بے ہوش ہو کر دنیا و عقبیٰ کو فراموش کر دیتا ہے اور نفس و ہوا سے فارغ ہو کر "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی"[1] کا مصداق بن جاتا ہے۔ اُسے صاحبِ سیر و سفرِ باطنی خضر کہتے ہیں کہ ظاہر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ایسے خضر کی مجلس کے خواہاں رہے اور وہ معیتِ دوست (معیتِ حق تعالیٰ) میں غرق رہے۔ ایسے صاحبِ قلب کو "یحی القلب ویمیت النفس" (زندہ قلب و مردہ نفس) ولی اللہ کہتے ہیں، ایسے ہی صاحبِ قلب اولیا کے متعلق حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "بے شک میرے خاص اولیا میری قبا کے نیچے پوشیدہ رہتے ہیں انہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔" تیسرا قلب سنگِ لعل کی

1:- ترجمہ = نہ پھری آنکھ، نہ حد سے بڑھی۔

مثل ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے مدِ نظر رہتا ہے کہ اُس سے نورِ اَللّٰهُ کا لعل پیدا ہوتا ہے اور اُس سے معرفتِ ربانی کا ظہور ہوتا ہے۔ چوتھا قلب آتشِ عشق و محبتِ الٰہی کی مثل ہے جس سے خس و خاشاکِ گمراہی اور غیر ماسویٰ اللہ کی ہر چیز جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔ پانچواں قلب طلسمی خزانے کی مثل ہے جس کا طلسم مرشدِ کامل رنج و ریاضت کے بغیر محض اپنی نگاہ سے توڑ دیتا ہے۔ ایسا صاحبِ قلب خزائنِ الٰہی سے پُر گنجِ الٰہی ہوتا ہے۔ چھٹا قلب آئینے کی مثل ہے جس میں تصورِ اسمِ اَللّٰهُ کی مدد سے ہر دو جہان کا تماشا دیکھا جا سکتا ہے۔ تُو ایسے ہر آئینے کو راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دیکھ اور پرکھ۔ ساتواں قلب ولایتِ ہدایتِ الٰہی کے ملکِ عظیم و کریم کی مثل ہے۔ جو آدمی اُس مملکتِ دارالامان میں داخل ہو جاتا ہے اُس کے وجود میں غضب و غصہ باقی نہیں رہتا۔ آٹھواں قلب کانِ کرم کی مثل ہے جس سے فتوحاتِ غیبی کی واردات کا علم حاصل ہوتا ہے جسے علمِ الہام، علمِ لدنی اور علمِ معرفتِ مولیٰ کامل بھی کہتے ہیں۔ نواں قلب اشتغالِ اَللّٰهُ میں غرق ہوتا ہے اور دسواں قلب " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " کا مصداق مقربِ اللہ ہے جس سے صاحبِ قلب کو قربِ حضور نصیب ہوتا ہے اور وہ نفس و شیطان، دُنیا و اہلِ دنیا اور خلق سے دور مستغرق بحق ہو کر مسرور رہتا ہے۔ ایسے باطن آباد صاحبِ قلب کی اِس حقیقت کو بھلا خود فروش زاہد کیا جانے جو ریا کاری کی ریاضت میں مغرور رہتا ہے۔ الغرض! علم و ریاضتِ وظائف کا تعلق زبان سے ہے جو مطلق قال ہے اور صاحبِ قال بے خبر ہے ذکر فکرِ باطنی و معرفتِ الٰہی اور قرب و وصال سے کہ زبان کی بولی سے دل بے تعلق رہتا ہے۔ علم اقرار ہے اور ذکرِ دل تصدیقِ قلب ہے۔ نفاق کا تعلق دل سے ہے۔ جس آدمی کو تصدیقِ قلب حاصل نہیں اور وہ ذکرِ "اَللّٰهُ" سے دِل کو صاف کر کے معرفتِ الٰہی حاصل نہیں کرتا وہ نفاق سے پاک نہیں ہو سکتا کہ وہ ظاہر باطن میں محض اقرارِ زبان تک محدود ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے:۔ "علم اللہ تعالیٰ کے حجابات میں سب سے بڑا حجاب ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس

کی زبان گونگی ہو گئی۔" ایسے ناطق بشر بہت ہوتے ہیں جو صورت کے لحاظ سے آدمی مگر سیرت کے لحاظ سے بیل گدھے ہوتے ہیں۔ قلب اسرارِ الٰہی کا نور ہے جو ظاہر و باطن میں ہر طریق سے آگاہی بخشتا ہے۔ کامل و دانا وہ ہے جو بظاہر مطالعۂ ورق میں مشغول ہو اور بباطن دل میں اشتغال اللہ (تصورِ اسمِ اَللّٰہُ) میں غرق ہو۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ذکرِ قلب سرود کی آواز سے دل کی جنبش بڑھانے کا نام ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں، دل کی یہ جنبش شیطانی جنبش ہے۔

بیت :۔" دِل وہ ہے جو اگر جنبش کرے تو عرش کو ہلا کر رکھ دے، جو دل آوازِ سرود سے جنبش کرے وہ ہوا و ہوس کا گھر ہے۔"

جس آدمی کے وجود میں یہ دس صفاتِ قلب موجود ہوں وہ صاحبِ قلب ہے اور جو آدمی اِن صفاتِ قلب سے واقف نہیں وہ صاحبِ کلب (کتا) ہے جو جیفۂ مردار کی طلب میں گرفتار اہل سلب ہے۔ اہل قلب کو اہل سلب کی مجلس راس نہیں آتی۔ جس آدمی کا قلب اسمِ اَللّٰہُ کے نور سے آباد ہو وہ ظاہر و باطن کی ہر حالت کو مشروحاً دکھا سکتا ہے کہ اُس کے لئے ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے اور یہ کوئی عیب نہیں کہ یہ فیض بخش معرفت عطائے خدا ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ یاد رکھ کہ دونوں جہان کی کل مخلوق، نو فلک و سات طبقاتِ زمین، تمام چھوٹے بڑے علوی و سفلی مقامات، ظاہر و باطن میں قدرتِ الٰہی کا سارا علم اور اٹھارہ ہزار عالم کا تمام کلی و جزوی علم اسمِ اَللّٰہُ کی طے میں پایا جاتا ہے اور اسمِ "اَللّٰہُ" قلب کی طے میں ہے۔ جب مرشدِ کامل ولی اللہ کی نظر سے طالب اللہ کے دل پر اسمِ اَللّٰہُ نقش ہو جاتا ہے تو اُس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ سے زبان کھول لیتا ہے اور وہ زور زور سے دِل پر اَللّٰہُ، اَللّٰہُ کی ضرب لگاتا ہے اور طالب اللہ خروشِ اسمِ اَللّٰہُ سے بے ہوش ہو کر اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاتا ہے، اُس کے سامنے سے خناس و خرطوم جیسے تمام شیطانی و نفسانی حجاباتِ ظلمانی پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور وہ مشاہدۂ حقیقی سے فیض یاب ہو کر اصلی راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گامزن ہو جاتا ہے۔

بیت:۔" اپنے جسم کو اسمِ " اَللّٰہُ "میں اِس طرح گم کردے کہ جس طرح الف بسم اللہ کی بسم میں گم ہے۔"

جب طالبِ اللہ اِس مقام پر پہنچتا ہے تو ظاہر میں وہ حرام کھاتا ہے مگر باطن میں وہ ہر وقت مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتا ہے۔ یہ ہے فقرِ کامل کمال یعنی ظاہر میں وہ غضب وغصہ کھاتا ہے جو حرام ہے اور باطن میں حرص وحسد وکبر، ہوا وہوس اور خود پرستی سے باہر نکل آتا ہے جس سے اُس کا وجود محسن الخلق بن جاتا ہے۔ اسے خلیق وشریف ولطیف مراتب کہتے ہیں یعنی صاحبِ التفات فقر کی راہ صرف اسمِ اللہ ذات ہی سے ہاتھ آتی ہے کہ شاغل اہل ذات ذاکر کا ہر ساعت میں قال اور ہے، حال اور ہے اور خیال اور ہے اور ہر لحظہ اُن کی جان اور ہے، مکان اور ہے، بیان اور ہے اور نشان اور ہے۔ وہ رات دِن خونِ جگر پیتے رہتے ہیں۔ اُن کا ہر کھانا مجاہدہ اور ہر خواب وحدتِ حق کا مشاہدہ ہے۔ یہ اُن کا مرتبۂ وصال ہے۔ فقرائے حقیقی کے مراتب لازوال ہیں، وہ تن پر لباسِ شریعت کا پہنتے ہیں اور ساغرِ معرفتِ توحید وحدانیت کا پیتے ہیں۔ جب فقیر ان مراتب پر پہنچتا ہے تو یک وجود فقیر کہلاتا ہے یعنی وہ حق سنتا ہے، حق کہتا ہے، حق کو تلاش کرتا ہے اور حق کو دیکھتا ہے۔ اِس کو مقامِ حق الیقین کہتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور اپنے ربّ کی عبادت اِس حد تک کر کہ تجھے حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔" نیز یہ بھی مقامِ یک وجود ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" جان لو کہ وہ ہر چیز کو محیط ہے۔" یعنی محققین حق عارفان باللہ جو آواز بھی سنتے ہیں اسمِ اَللّٰہُ سے سنتے ہیں اور اُن کی زبان سے جو بات بھی نکلتی ہے اسمِ اَللّٰہُ کی نکلتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" برتن سے وہی برآمد ہوتا ہے جو اُس کے اندر ہوتا ہے۔" جہاں سب کچھ عیاں ہے وہاں کیا حاجتِ بیان ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب ہے۔" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا قول ہے:۔" مَیں جس چیز کو بھی دیکھتا ہوں اُس میں اللہ ہی اللہ دیکھتا ہوں۔" یعنی مَیں ہر صنعت میں سرِّ

قدرتِ صانع کو دیکھتا ہوں-اہل صفات کے لئے لازوال ذات اَللّٰہُ ہی ہے-اہل ذات کی نظر جب صفات پر پڑتی ہے وہ تماشائے ناسوت کو دیکھتا ہے اور جب اُس کی نظر ذات پر پڑتی ہے تو تماشائے لاہوت کو دیکھتا ہے اور لاہوت کے بھی دو درجے ہیں، ایک لانہایت ہے اور دوسرا لامکان ہے-اہل ذات کی اس حقیقت کو بھلا خطرات سے پُر اہل ناسوت پریشان کیا جانے؟ جہاں ذات ہے وہاں خطرات کو قدرت نہیں-ہر چیز کے مغز و پوست میں بس ایک ہی ذات جلوہ گر ہے-"

بیت:-"وہ اپنے مشتاقین کو اپنے جلوے دکھاتا رہتا ہے، جب مَیں نے اُس ذاتِ باقی کو پالیا تو میرا فانی وجود کالعدم ہوگیا-"

جان لے کہ پہلے پہل جب اسمِ اَللّٰہُ کی امانت زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کی گئی تو وہ اس کی برکت و بزرگی وعظمت و کرامت کو برداشت نہ کر سکے اور سب نے اپنی معذوری پیش کر دی جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"بے شک ہم نے اپنی امانت پیش فرمائی آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر تو اُنہوں نے اُس کو اُٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی اور وہ اُس سے ڈر گئے مگر انسان نے اُس کو اُٹھالیا، بے شک وہ اپنے نفس کے لئے ظالم و جاہل ثابت ہوا-"

بیت:-" کتنا پیارا ہے وہ درد جو بدخواہوں کی نظر سے پوشیدہ ہے اور کتنا پیارا ہے وہ گھاؤ جو کھجور کی گٹھلی کے گھاؤ کی طرح ہڈی کے اندر لگا ہوا ہے-"

فرد:-"مجھ پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا جسے چنگاری کے شعلہ نے جلا کر راکھ کر دیا-اب مَیں بہت خوش ہوں کہ اُس پردے کی راکھ کے پاس بیٹھا ہوں-"

جو دل حُبِ دنیا کی حرص میں فنا ہو چکا ہو اور لایعنی مشاغل اختیار کر کے مردہ وافسردہ و فاسد ہو چکا ہو اُسے تُو اگر وعظ و نصیحت کرے یا قرآن و تفسیر اور احادیث و تمام اقوالِ مشائخ سنا ڈالے تو کوئی فائدہ نہیں کہ شدتِ حرصِ حُبِ دنیا اور اوصافِ ذمیمہ سے وہ دل مردہ ہو چکا ہے-

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"بے شک مُردے تمہاری بات نہیں سنتے۔" یعنی اے محمدؐ! آپ مُردوں کو اپنی بات نہیں سنوا سکتے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"اور اپنے ربّ کی طرف رغبت کر۔" یعنی اے محمدؐ! رغبت کر اپنے پروردگار کی طرف۔ مصنف کہتا ہے کہ اگر تجھے ملکِ سلیمانی جیسی ہزاروں بادشاہتیں بھی دے دی جائیں تو اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تُو ایک مرتبہ پوری جمیعت و تصدیق قلب و اقرارِ زبان اور پورے اخلاص کے ساتھ یَا اَللّٰہُ کہہ دے کہ حشر کے دن ترازو میں نیکی کا پلہ اسمِ اَللّٰہُ کے وزن سے اتنا بھاری ہوگا کہ اگر بدی کے پلہ میں گناہوں کے انبار پہاڑوں کی مثل بھی ہوئے تو بدی کا پلہ ہلکا ہوگا۔ اسمِ اَللّٰہُ اور مرتبۂ فقر کی قوت کی قدر اُس دن معلوم ہوگی کہ ملکِ سلیمانی جیسی حکومت فانی ہے اور اسمِ اَللّٰہُ باقی ہے جس نے تیرے ہمراہ رہنا ہے چنانچہ خاقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بیت:۔"تیس سالہ تحقیق کے بعد خاقانیؒ کو معلوم ہوا ہے کہ محض دم بھر کے لئے یادِ خدا میں غرق رہنا ملکِ سلیمانی سے بہتر ہے۔"

جوابِ مصنف:۔"دمِ فانی سے نکل آنا ملکِ سلیمانی سے کہیں بہتر ہے کہ فنافی اللہ سبحانی کے مراتب پر دم کی کوئی گنجائش نہیں۔"

جوابِ باھوؒ:۔" دریائے فنافی اللہ میں غرق ہوجا تا کہ تیرے وجود میں خودی کی بُو باقی نہ رہے۔ استغراقِ حق کے اس مقام پر دم بھی نامحرم ہے لہٰذا خاقانیؒ کا یہ قول درست نہیں۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اپنے ربّ کے ذکر میں اس طرح غرق ہوجا کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔"

ابیات:۔(1)" یہ کتاب اسرارِ حق کی کسوٹی ہے، اس کی ہر سطر اور ہر ورق سے اسرارِ حق کی پردہ کشائی ہوتی ہے۔" (2)" اسے ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھ اور اس سے ذکر و فکر کے انداز سیکھ، اپنی زبان کو اسمِ اَللّٰہُ سے تر رکھ اور اپنے ہر سخن کو اسمِ اَللّٰہُ سے زیبا رکھ۔" (3)" اگر تجھ

میں عقل ہے تو فکر و شعور سے کام لے اور عارفانِ الٰہی سے مجلسِ حضور کا علم سیکھ۔" (4) "مردہ دل آدمی علم سے خواری حاصل کرتا ہے اور زندہ دل آدمی علم سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔" (5) "اگر علم نے ساری دنیا ہی تیرے حوالے کر دی تو تُو کثرتِ دنیا سے رزقِ حرام ہی طلب کرے گا۔" (6) "حرام خور کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور رزقِ حرام اُسے اللہ سے دُور رکھتا ہے۔"

خبردار اے عاقل! جہاں سب کچھ عیاں ہے وہاں کیا حاجتِ بیان ہے؟

بیت:- "اگر ساری دنیا ہی آندھی طوفان بن جائے تو مقبولانِ حق کا چراغ پھر بھی نہیں بجھے گا۔"

جوابِ مصنف:- "مجھے چراغ کی کیا حاجت کہ میں تو خود آفتاب ہوں، میری ایک ہی تاب سے چراغ بجھ جائے گا۔" بیت:-

"جس چراغ کو اللہ روشن کرے اُس پر تھوکنے والا خود اپنی ہی داڑھی جلا بیٹھتا ہے۔"

جوابِ مصنف:- (1) "فقر کو اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت و جواں مردی عطا کی ہے کہ فقیر اپنی داڑھی کی حفاظت پوری قوت سے کرتا ہے۔" (2) "وہ چاہے تو کسی کو بلندیوں سے نواز دے اور چاہے تو کسی کی جان لے لے۔"

آدمی کا مرتبہ بہت ہی افضل ہے۔ آدمی کے مرتبے کو کوئی شے نہیں پہنچ سکتی۔ جو کچھ پیدا ہوا ہے اُسے آدمی ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور آدمی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت و عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا طلبگار نہیں لعنت ہے اُس کی اوقات پر۔

ابیات:- (1) "میں ایک چیونٹی ہوں جس نے اپنی خوراک کے عوض گوشۂ تنہائی کو قبول کیا ہے، اب اگر مجھے ملکِ سلیمانی کی بادشاہی بھی عطا کر دیا جائے تو قبول نہ کروں گا۔" (2) "عارفانِ الٰہی تو ایک دو روزہ زندگی سے تنگ ہیں اور تو بے وقوف زندگی کو دوبارہ طلب کرتا ہے۔" (3) "عارف کے لئے وہ دن بہار کا دن ہوتا ہے جس دن وہ خدا کا ہم مجلس ہوتا ہے

اور وہ دِن خزاں کا دن ہوتا ہے جس دن وہ خدا سے غافل ہوتا ہے۔"

ملکِ سلیمانی کی کیا وقعت؟ عارفان باللہ تو دونوں جہان کو قبول نہیں کرتے کہ وہ مرد ہیں اور مرد اُسے کہتے ہیں جو نفس پر قدیر ہو اور ہر دو جہان اُس کا اسیر ہو۔ سن اے صاحبِ عین العیان روشن ضمیر! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"دنیا دریا ہے، اِنسان مچھلی ہے، مرض جال ہے اور موت شکاری ہے۔" ایسے بھی آدمی ہیں جو محض کتے، بیل گدھے اور بھیڑ بکری کی مثل ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی بے عقلی کے طفیل قیامت کے دن دیدارِ حق کے بھی اُمیدوار ہیں اور نہیں جانتے کہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا۔ مادر زاد ولی اللہ ناظرِ حق تعالیٰ ہوتا ہے، وہ کسی وقت بھی خود کو قدرتِ خداوندی سے جدا نہیں ہونے دیتا، اُس کے ہر حال و اقوال و احوال و افعال و اعمال میں اللہ تعالیٰ اُس کے سامنے حاضر و ناظر رہتا ہے۔

بیت:۔"مادر زاد اندھا صاف کہاں دیکھ سکتا ہے؟ وہ تو ہر وقت خود پرستی و ہوا و ہوس میں غرق رہتا ہے۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"قسم ہے اُس چمکتے ہوئے ستارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جب وہ معراج سے اُترے۔ تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے، وہ کوئی بات بھی اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ وہی کچھ کہتے ہیں جو اُنہیں وحی کی جاتی ہے۔ اُنہیں سکھایا سخت قوت والے طاقتور نے، پھر اُس نے جلوے کا قصد فرمایا جب وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اُتر آیا تو اُس جلوے اور محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اِس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے پر جو بھی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ تو کیا تم اُن سے اُن کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو، اُنہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اُس کے پاس جنت الماویٰ ہے، جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا۔ آنکھ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔"

ابیات:-(1)" مَیں بلبل نہیں کہ گیت گا گا کر سر دردی پیدا کروں، مَیں تو پروانہ ہوں کہ جلتا ہوں تو دم بھی نہیں مارتا۔"(2)" مَیں پروانہ بھی نہیں کہ ایک ہی شعلہ میں جان دے دوں، مَیں تو مرغِ سمندر ہوں جو ہر وقت آگ کے اندر رہتا ہے۔"

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیمؑ پر۔" زندہ دل عارف سب خلیل ہیں اور مردہ دل سب بخیل ہیں۔ جان لے کہ فقر ایک من موہنی صورت ہے اور اُس کا سارا وجود ذکر " اَللّٰہُ " اور تسبیح سے معیتِ الٰہی میں سرشار ہے۔ فقر نہایت ہی خوبرو و سُرخرو صورت ہے، دونوں جہاں اُس کی طلب میں حیران و پریشان اور مشتاق و غمگین ہیں۔ جو آدمی باطن میں سلطان الفقر کے چہرے کی زیارت کر لیتا ہے وہ لایحتاج ہو کر صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-"فقرا کی زبان اللہ کی تلوار ہے۔" اُن کی زبان قلم ہے جس پر کُنۡ فَیَکُوۡنُ کی سیاہی ازل سے لگی ہوئی ہے، اُن کی نظر لوحِ محفوظ کے مطالعہ پر لگی رہتی ہے یعنی وہ جس چیز کے لئے کہہ دیں کہ ہو جا اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ چیز ہو جاتی ہے۔ سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو اِن فقرا کو صدقات دے کر راضی رکھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:-"صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹال دیتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" قضا کو صدقہ و دعا کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ٹال سکتی۔"

ابیات:-(1) " فقر وحدتِ حق کا راز ہے، فقر کی نظر ہمیشہ حق پر رہتی ہے۔ خاص الخاص فقر وہ ہے جو ذاتِ حق سے باخبر ہو۔"(2)" فقر کی سمائی زمین و آسمان میں نہیں، فقر کو عیاں طور پر فقیر ہی پہچان سکتا ہے۔"(3)" فقر فیض و فضل اور جود و کرم کا دریا ہے، فقر رات دن ذاتِ حق کے سامنے سربسجود رہتا ہے۔"(4)" اے باھُو! برکاتِ فقر کو ذاتِ حق میں تلاش کر، جس چیز کا تعلق غیرِ حق سے ہو اُسے اپنے دل سے نکال دے۔"

جب تُو کسی فقیر کو گرائی فقر کے خوف سے رات دن روتا ہوا دیکھے تو جان لے کہ اُس

سے فقر کا بوجھ نہیں اُٹھایا جا رہا ہے اور جب تُو کسی فقیر کو ہر وقت ہنستا مسکراتا دیکھے تو جان لے کہ خدا اُس سے ناخوش ہے اور اُسے پسند نہیں کرتا۔ فقر کا مقام اِن دونوں باتوں کے درمیان ہے جہاں کسی قسم کی پریشانی نہیں۔ صاحبِ باطن فقیر ہر کام وسیلہ و وہم و توجہ و نظر سے کرتا ہے۔ اگر کسی کے خلاف اُس کے دل میں گرانی پیدا ہو جائے تو مخالف خراب و پریشان حال ہو جاتا ہے۔ صاحبِ باطن فقیر ذکرِ حضوری میں غرق رہتا ہے اِس لئے اُسے کیا ضرورت ہے کہ وہ شہر ہائے اقلیمِ جسمانیہ کی تفصیل جانتا پھرے؟ کہ وہ تو ہر وقت شہر ہائے ربانیہ کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے جہاں صد ہزار لطائف و حکمت و ظرائفِ قدرت آراستہ و پیراستہ ہیں۔ اُسے مَدِیْنَۃُ الْقَلْب کہتے ہیں، اُس کے اطراف میں ایک گنبد ہے جسے گنبدِ دماغ کہتے ہیں۔ اُس گنبد میں چھ کھڑکیاں ہیں، ہر کھڑکی کو طلسماتِ حکمت سے بنایا گیا ہے اور اُس پر حکمت ہی کے پردے ڈالے گئے ہیں۔ دو کھڑکیاں دو آنکھیں ہیں، دو کھڑکیاں دو کان ہیں اور دو کھڑکیاں ناک کے دو سوراخ ہیں۔ اُس شہر میں ایک بادشاہ ہے جسے عقل بادشاہ کہتے ہیں۔ جب عقل بادشاہ کسی بات کا ارادہ کرے اور تختِ شاہی پر بیٹھے ہوئے وہ بات ممکن نہ ہو تو وہ اُس کھڑکی پر آتا ہے جس سے وہ بات ممکن ہوتی ہے۔ جب وہ اسرارِ نہانی سے آگاہ ہونا چاہتا ہے تو آنکھ کی کھڑکیوں کو کھول لیتا ہے، جب اُسے دریافت آواز و حروف کی تمنا ہوتی ہے تو وہ کانوں کی کھڑکیاں کھول لیتا ہے اور اگر وہ عطر و خوشبو سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے تو وہ ناک کی کھڑکیاں کھول لیتا ہے۔ جب عقل بادشاہ چھوٹا تھا تو اُس کے سات امرائے دولت اور ارکانِ مملکت نے سرکشی و بغاوت کر کے اُسے گنبدِ دماغ میں قید کر دیا اور خود مَدِیْنَۃُ الْقَلْب پر قابض ہو گئے۔ اُن سات باغیوں میں سے اوّل نفسِ امارہ ہے جو وکیلِ مطلق ہے، دوم شہوت ہے جو میرِ عرض ہے، سوم غفلت ہے کہ جس کے ذمہ عشر و خراج کی وصولیابی ہے، چہارم کھیل کود ہے جو ندیمِ مجلس ہے، پنجم غرور ہے جو میر اسلحہ خانہ ہے، ششم حرص ہے جو میر سامان ہے اور ہفتم بخل ہے جو فوطہ دار (پیٹی بند) ہے۔ القصہ جب عقل بادشاہ سن بلوغ

ورشد کو پہنچا تو وہ اِس بات کا منتظر ومتوقع ہوا کہ غیب سے اُسے کوئی مدد پہنچے اور وہ باغیوں کی اذیت سے نجات پا کر اپنی مرضی کے حکامِ سلطنت مقرر کرے۔ ایک دن وہ گنبد دماغ میں سوچ بچار و انتظار کے تخت پر متمکن تھا کہ اچانک ایک نوجوان نورانی ولی ربانی دروازے سے اندر داخل ہوا، عقل بادشاہ نے نہایت ہی اکرام واحترام اور تقدیم وتحیتِ سلام کے بعد اُس نوجوان کی حقیقت جاننا چاہی تو اُس جوان نے کہا کہ میں توفیق الٰہی ہوں، میرے تصرف میں بے انتہا نعمتیں ہیں، مجھے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے کہ تم میرے ہاتھ پر اراداتِ صحیح کے ساتھ بیعت کرو تا کہ حکامِ سلطنت تیری مرضی کے مطابق مصروفِ عمل ہوں اور تیرے باغی ودشمن مغلوب ومقہور ہوں۔ اب تُو مجھے جہاں بھی اپنے دل میں یاد کرے گا اُسی وقت مجھے اپنے پاس حاضر پائے گا۔ جان لے کہ تُو سات بدخصلت دشمن رکھتا ہے، تجھے چاہیے کہ تُو اُن کے ساتھ اپنے سات نیکوکار خیر خواہ مقرر کردے وہ سات خیر خواہ یہ ہیں :۔"علم، شریعت، حکمت، یقین، دیانت، ادب اور راستی۔ جب تُو اِن کی طرف التفات کر کے اِن کو اپنا رفیق ومصاحب بنا لے گا تو تیرے باغی اِن کا سامنا کرنے سے گریز کریں گے اور اپنی شکست وہزیمت کو غنیمت جانیں گے کہ یہ صورتیں وارداتِ غیبیہ کا معتبر آئینہ اور مکاشفات لاریبیہ کا بہت بڑا گنجینہ ہیں۔ یہ باتیں کہہ کر شیخ توفیق اُس مجلس شریف ومحفل منیف سے غائب ہوگیا اور شاہِ عالی جاہ نے اُس رفیق شفیق کی فرمائش کے مطابق اُس کی ارشاد وتوفیق وامداد سے نفس امارہ سے رخصت چاہی تا کہ اُسے چھوڑ کر راستی کو اپنا ہم دم بنا لے۔ نفس امارہ نے بہت سر مارا کہ کسی طرح اِس افتاد سے بچ نکلے مگر توفیق کی رسی کا پھندا اپنی گردن سے نہ چھڑا سکا اور جب اُس نے دیکھا کہ راستی کو زوال نہیں اور انکار کی اُس کو مجال نہیں تو اُس نے رخصت چاہی۔ بادشاہ عقل نے اپنے ہم دم وندیم ورفیق صدیق کی بشارت کی تحقیق چاہی تو راستی نمودار ہوگئی اور اُس نے زمین خدمت چوم کر عرض کی:

بیت :۔"اے بادشاہ! ساتوں ستارے تیرے غلام رہیں اور زمین وزمانہ تیری خدمت

پہ مامور رہے۔“

مجھ میں یہ اہلیت کہاں کہ آپ سے بالمشافہ عرض والتماس کروں لیکن کیا کروں کہ حکمِ جہاں مطاع ہے اس لئے نہایت ادب و احترام سے عرض گزار ہوں کہ آفتابِ سلطنتِ روح کے سات ستارے ہیں جو مستقل ملازم کی حیثیت سے آسمانِ سلطنت پر درخشاں نظر آتے ہیں اور آپ کی خیرخواہی و جان سپاری میں ثابت قدم و بلند حوصلہ ہیں کہ یہ اوصاف لوازمِ خدمت گاری میں شامل ہیں۔ اگر اجازت ہو تو مقدمہ کی غرض سے قطبی ستاروں کی کارگزاری کا احوال بیان کروں۔ عقل بادشاہ نے فرمایا:۔ ”کہو!“ راستی نے جبینِ نیاز زمین پر رکھی، شاہِ عقل کی چوکھٹ چومی اور عرض کی۔”مصلحت اس میں ہے کہ بادشاہ سلامت اپنا رُخ باغاتِ ایمان اور جوئے بارِ عرفان کے مشاہدہ کی طرف کر کے خود معائنہ فرمائیں کہ باغِ ایمان سرکش و ظالم لوگوں کے دستِ تغلب سے اُجڑ گیا ہے، منابعِ اصول مسدود ہو گئے ہیں، طاعت اور قول و کمال کے درخت پھل دینے سے معذور ہو گئے ہیں، فکر و ذہن کے پنچھی قید ہو گئے ہیں اور قوتِ ادراک کے بال و پر ٹوٹ گئے ہیں۔

رباعی:۔”بادِ خزاں سے باغ اُجڑ گیا، سیلاب کے پانی نے چمن کو برباد کر ڈالا، قمری و بلبل نے باغ میں آنا چھوڑ دیا اور کوے اُن کی جگہ ترنم سرا ہو گئے۔“

مشاہدہ کرنے کے بعد عقل بادشاہ نے از روئے عتاب نفسِ امارہ سے خطاب فرمایا کہ ایسا لطیف و دلکش باغ اور ایسا شریف و پاکیزہ گلشن تیرے ہی عہدِ وزارت میں خرابی کی اس منزل کو پہنچا۔ ظاہر ہے کہ تجھ میں تعمیر و ترقی کا سلیقہ نہیں ہے، تمہاری توجہ ملک کی ابتری و بربادی میں مصروف رہی ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تُو ملک کی تدبیرِ حراست و آبادکاری کا عہدہ اہتمامِ علم و شریعت کے لئے خالی کر دے۔ یہ ترش و ہتک آمیز حکم سن کر باغیوں کے منہ لٹک گئے اور اُن کے چہروں پر مایوسی چھا گئی۔ اُس کے جان نثار ساتھیوں نے بہت زور مارا مگر اس گفتگو کے جواب میں وہ کچھ نہ

کہہ سکے۔ راستی نے مزید کہا کہ مَیں عوام کے ہجوم میں جا کر بھی استحقاق وکالت و وزارت پر اچھے دلائل اور حجت و براہین پیش کروں گی اور مجلس قضا میں بھی اپنا دعویٰ ثابت کروں گی اور باغیوں کو ملزم بنا کر دربار میں تمام ارکانِ حکومت کے سامنے خجل و شرمندہ کروں گی۔ جب لشکر و رعیت ان کی قلتِ دانش سے واقف ہو گی تو خود بخود ان سے روگردان ہو گی اور وکالت و وزارت ہمارے تصرف میں آ جائے گی اور بادشاہ بھی اپنے مقصود کو پہنچ جائے گا۔ بادشاہ نے اس تعلیم کے موافق باغِ ایمان کا مشاہدہ کیا۔ مضمونِ نصیحت و علمِ شریعت کے یہ کلمات کہنے پر اگرچہ لوگ اُسے دیوانہ ہی کہتے رہیں وہ اہلِ بہشت کا سردار ہے اور قیامت کے دن جملہ پیغمبر اُس کا استقبال کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جو کوئی نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد کرے گا اور اس دوران کوئی دنیوی بات نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اُسے جنت میں داخل کرے اور اُس سے تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی نہ پوچھے اور وہ ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو گی۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جو آدمی وضو کرتے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا رہے گا تو وضو کرنے والے پانی کے ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو قیامت تک اِس کلمہ کو پڑھتا رہے گا اور اُس کا ثواب کلمہ پڑھنے والے کو ملتا رہے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جو آدمی سوتے وقت دس بار کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے گا تو اُس کا یہ عمل ایسا ہے گویا کہ اُس نے ایک غلام کو آزاد کیا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "مَیں جا رہا ہوں اور تمہیں کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کی پناہ میں دے رہا ہوں۔ جو آدمی اِس کلمہ کی پناہ میں رہے گا وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا، پس تمہیں چاہیے کہ کثرت سے یہ کلمہ پڑھو تا کہ جنت میں بلند درجہ پاؤ۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ " مرتے وقت جس آدمی کا آخری کلام کلمہ طیب ہو

گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی تنہائی میں بیٹھ کر دو سو بار " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " پڑھے گا اُس کے لئے حج اکبر کا ثواب ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی کلمہ طیب لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا رہتا ہے اُس پر رضوانِ اکبر واجب ہو جاتی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر وحی کی کہ اے موسیٰ! اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ایک گروہ ہو گا جو بلندیوں پر چڑھ کر بلند آواز سے کلمہ طیب " لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد کریں گے، اُنہی میں سے میرے دوست ہونگے جنہیں مَیں سب سے پہلے اپنا دیدار کراؤں گا اور اُنہیں پیغمبروں جتنا ثواب عطا کروں گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی نمازِ فجر کے بعد دس بار، نمازِ ظہر کے بعد بیس بار، نمازِ عصر کے بعد تیس بار، نمازِ مغرب کے بعد چالیس بار، نمازِ عشاء کے بعد پچاس بار اور نمازِ وتر کے بعد ساٹھ بار بیٹھ کر کلمہ طیب لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے گا اُسے ساٹھ انبیا کے برابر ثواب دیا جائے گا اور اُس کے لئے اللہ تعالیٰ بہشت میں ساٹھ شہر بنائے گا، ہر شہر میں ساٹھ محلات ہونگے، ہر محل میں ساٹھ گھر ہونگے، ہر گھر میں ساٹھ تخت ہوں گے اور ہر تخت پر حور بیٹھی ہوگی۔" (روایت از البیہقی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی ہر روز سو بار کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے گا قیامت کے دن اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"تنہائی میں کلمہ طیب لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر زکوٰۃ ادا کیا کرو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی ہر روز سو مرتبہ کلمہ طیب لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے گا اُسے راہِ جنت میں اُس کا پسندیدہ توشہ دیا جائے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"بندہ جس دم میں کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس دم سے ایک سبز پرندہ پیدا کرتا

ہے جس کے پر موتیوں اور یاقوت سے مرصّع ہوتے ہیں۔ وہ پرندہ عرش کے نیچے جا کر لرزنا شروع کر دیتا ہے، بارگاہِ حق سے فرمان ہوتا ہے کہ اے پرندہ! ساکن ہو جا۔ پرندہ عرض کرتا ہے کہ الٰہی! جب تک تُو ذاکرِ کلمہ طیب کو بخش نہیں دیتا میں ساکن کس طرح ہو سکتا ہوں؟ فرمان ہوتا ہے کہ مَیں نے اُسے بخش دیا ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور جان لو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اے محبوب! مومن مردوں اور مومن عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا چلنا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام کرنا۔" اہلِ معانی کہتے ہیں کہ یہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے ہے اور اِس سے مراد اُن کے غیر ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو خوب جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں چنانچہ فرمایا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اگر تمہیں کچھ شک ہے اُس میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا...." یہاں بھی خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے لیکن مراد اس سے اُن کے غیر ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ نفع و نقصان دینے والا اور زیر و زبر کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔" سہیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سوائے ذاتِ حق تعالیٰ کے نفع و نقصان پہنچانے والا اور کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی روکنے والا ہے، اُسی کی ذات ہی توحید اور توکل کی اصل ہے۔ اِس جملہ میں فرمایا گیا ہے کہ جان لو کہ مومنوں کا بخشنہار اللہ تعالیٰ ہے اور تمہاری جائے رہائش اور منتقلی کا جاننے والا بھی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ ابنِ مسعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تُو اپنے لئے اور دوسرے مومنوں کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے تو اپنے دل کو حاضر رکھ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے:۔" جس نے بخشش کی دعا مانگی اور زبان کے ساتھ دل کو شامل نہ کیا تو اُس کی بخشش نہ ہوگی۔" اے عزیز! معتبر دل ہے اِس لئے مغفرت حضوریٔ دل سے طلب کر اگرچہ اُن کی مغفرت اس سے پہلے ہی ہو چکی ہو جیسا کہ فرمانِ

حق تعالیٰ ہے:-" ...... تا کہ تمہارے اگلے وپچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔'' پس چونکہ حضرت عزوجل معافی مانگنے والوں کو دوست رکھتا ہے اس لئے مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے لئے استغفار کریں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) نے اللہ جل جلالہٗ سے پوچھا کہ خداوندا! تُو کس گنہگار کو دوست رکھتا ہے؟ فرمایا کہ مَیں اُس گنہگار کو دوست رکھتا ہوں جو مجھ سے معافی مانگتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا چلنا اور رات کو تمہارا آرام کرنا۔'' یعنی خدائے تعالیٰ اُس جگہ کو بھی جانتا ہے جہاں تم جاتے ہو اور اُس مکان کو بھی جانتا ہے جہاں تم گناہ کرتے ہو۔ اگرچہ تم چھپ کر گناہ کرتے ہو لیکن ہم سے وہ چھپا نہیں رہتا۔ پس جب تم میری نظرگاہ ہی میں گناہ کرتے ہو تو اُس کی معافی بھی مانگ لیا کرو مَیں تمہارا دوست بن جاؤں گا اور تمہارا ٹھکانہ جنت ہوگا اور اگر مَیں نے تمہیں اِس کی توفیق نہ دی تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اے مومن! ایک نماز ایسی ہے کہ جسے صلوٰۃ الذاکرین کہتے ہیں، تُو اُسے پڑھنا شروع کر دے اور کبھی کبھی اُسے پڑھ لیا کر کہ جو آدمی اِس نماز کو پڑھے گا اُس کا حشر ذاکرین کے ساتھ ہوگا اور وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اُسے عطا کرے گا اور وہ اُس کا ثواب اتنا زیادہ پائے گا کہ تحریر میں اُس کی گنجائش نہیں۔ اِس نماز میں چار رکعات ہیں اور ہر رکعت کے قیام میں سورۃ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص اور تین سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور رکوع وسجود و قومہ وجلسہ میں چالیس چالیس بار "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور سلام کے بعد تین سو ساٹھ مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیں۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی یہ نماز فوت ہوگئی تو آپ چالیس روز تک اُس کے افسوس میں ماتم کناں رہے۔ آپ ہی سے آپ کا یہ فرمان منقول ہے کہ ایک رات مَیں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا:-" اے بایزید! تم نے بہت اچھی نماز اختیار کر رکھی ہے، جو آدمی اِس نماز کو زندگی میں ایک بار پڑھے گا اُس پر بہشت حلال اور دوزخ حرام ہو جائے گی۔'' پس اے مومن! کبھی کبھی تُو بھی یہ نماز پڑھ لیا کرتا کہ تجھے بھی یہ

سعادت نصیب ہو جائے۔ کلمہ شہادت کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو شخص کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا تاکہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔" جان لے کہ کلمہ شہادت پڑھنا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گواہی دینا ہے جو توحید کی بنیاد ہے اس لئے کلمہ شہادت پڑھنے والے کے لئے بہت زیادہ ثواب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے جنت اُس پر واجب ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری اور دیگر انبیا کی گواہی دیتا ہے تو میں اور دوسرے تمام انبیائے کرام اُس کے لئے جنت کی ضمانت ہیں اور ہم اُس کی شفاعت کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی درست اعتقاد کے ساتھ " اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" پڑھتا ہے اور کفر و نفاق سے بیزاری اختیار کرتا ہے تو اُس کے نامۂ اعمال سے کفر و نفاق کی ہر بدی خارج کر کے اُس کی جگہ نیکی ثبت کر دی جاتی ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی پورے اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اللہ تعالیٰ اُس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے اُس کے تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی کثرت سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو یہ کلمہ اُس کے لئے آتشِ دوزخ کے سامنے ڈھال بن جاتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کا ایک ستون ہے، جب بندہ کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو وہ ستون ہلنے

لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اے ستون تھم جا، وہ ستون جواب دیتا ہے کہ خداوندا! جب تک تُو اِس کلمہ گو کو بخش نہیں دیتا میں کیسے تھم سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اِسے بخش دیا ہے۔ اِس پر وہ ستون تھم جاتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی دن میں سو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھتا ہے اُس کے لیے دس غلاموں کو دس بار آزاد کرنے کا ثواب ہے اور وہ ایسا ہے گویا کہ اُس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے چار بیٹوں کو غلامی سے آزاد کیا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ط ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کو دن میں سو مرتبہ پڑھے گا اُس کے نامۂ اعمال میں دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب لکھا جائے گا، سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ مٹائے جائیں گے اور اُس دن رات تک شیطان کے شر سے اُسے امان دی جائے گی اور اُس جتنا ثواب کسی اور کو نہیں ملے گا سوائے اُس شخص کے کہ جس نے اُسی کی طرح یہ کلمات پڑھے ہوں گے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی گواہی دے کر پڑھے گا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَابْنُ اَمَتِہٖ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ حَقٌّ اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے کیے ہوئے ہر عمل کے بدلے جنت میں داخل کرے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مبارک ہو، آپ کی اُمت کے لیے خوشخبری ہے کہ جو آدمی فرض نماز کے بعد تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ط ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے گا اللہ

تعالیٰ اُس کی نماز کو قبول کرے گا اور اُسے ہر رکعت کا ثواب اسی (80) سالہ عبادت کے برابر دے گا اور جو آدمی یہی کلمات فجر کی نماز کے بعد پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوئے تو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" اگر کوئی مومن قبرستان سے گزرتے وقت پڑھے گا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدَ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اللہ تعالیٰ اُس قبرستان کی تمام قبروں کو منور کر دے گا اور پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور ہزار ہزار نیکی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا، ہزار ہزار گناہ اُس کے اعمالنامے سے مٹا دے گا اور ہزار ہزار درجات بلند فرما دے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" جو آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُسے بہشت عطا فرما دے گا خواہ وہ اس سے پہلے اہل دوزخ ہی کیوں نہ ہو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" جو آدمی بازار میں جائے اور پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدَ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" تو اللہ تعالیٰ اُس کے اعمالنامے میں چالیس ہزار نیکی لکھ دیتا ہے اور ہزار گناہ مٹا دیتا ہے اور اُس کے چالیس ہزار درجے بلند کر دیتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" جو آدمی وضو کر کے ایک ہی مجلس میں سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ ھُوَ حَیٌّ لَایَمُوْتُ اَبَدَ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی ہر حاجت پوری کرے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" جو آدمی کسی کا جنازہ دیکھ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ

اَلْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے جسم کے ہر ہر بال پر ہزار ہزار نیکی اُس کے اعمال نامے میں درج کرے گا اور اتنے ہی گناہ معاف کرے گا اور اتنے ہی اُس کے درجات بلند کرے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی چار مرتبہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْھَدُکَ وَکَفٰی بِکَ شَھِیْدًا وَّاُشْھِدُ حَمَلَۃَ الْعَرْشِکَ وَمَلٰٓئِکَتِکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ ،اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّآاَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے آتشِ دوزخ سے رہائی لکھ دے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھے اور اس پر انگشتِ شہادت اُٹھائے تو جب وہ قبر سے اُٹھے گا تو اُس کی سب انگلیاں اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ پڑھیں گی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی پیشوائی کے لئے ایک براق بھیجے گا جس پر سوار ہو کر وہ میدانِ حشر میں آئے گا۔" کلمہ شہادت پڑھتے وقت اور گواہی دیتے وقت شہادت کی اُنگلی اُٹھانا مستحب ہے اور دورانِ نماز التحیات پڑھتے ہوئے بوقتِ شہادت بھی اُنگلی اُٹھانا مستحب ہے اور بعض علماً کے نزدیک سنت ہے اور بعض اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جو آدمی ہر جمعہ کی رات کو چالیس بار لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَّایَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا نام اپنے محبین میں لکھ لیتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی غروبِ آفتاب کے وقت دس بار لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ

اُس کی طرف فرشتے بھیجے گا جو اُس کی حفاظت کریں گے اور اُسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمایا جائے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔"جو آدمی ہر نماز پڑھنے کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَحَيٌّ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَايَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اعمال نامے میں ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھ دے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خالدؓ بن ولید سے فرمایا:۔"لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ جو آدمی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ پڑھا کرے گا اُس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی بستر پر لیٹتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دے گا چاہے وہ کفِ دریا کی مانند کثیر ہی کیوں نہ ہوں؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی کروٹ بدلتے ہوئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَحَيٌّ لَايَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اعمال نامے میں رات دن نماز روزے میں رہنے والے کا ثواب لکھے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔"جو آدمی نیند سے بیدار ہوتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَحَيٌّ لَايَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اعمال نامے میں ستر سال کی عبادت کا ثواب لکھ دے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی طلوعِ آفتاب کے وقت دس بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَحَيٌّ

لَا یَمُوْتُ اَبَدً ا اَبَدًا ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اعمال نامے میں بے شمار نیکیوں کا ثواب لکھ دے گا ، اِس قدر کہ جس قدر چیزیں نورِ آفتاب سے روشن ہوتی ہیں۔" اللہ عزوجل نے اپنی وحدانیت کی خود گواہی دی ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اللہ گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور منصف مزاج اہل علم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اُس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔" یعنی خدائے تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہی ہے "اَللّٰہُ" نہ کہ دوسرا کوئی اور فرشتے بھی شاہد ہیں کہ وہ بھی قائم ہیں اِس کلمۂ عدل کے ساتھ کہ نہیں ہے کوئی خدا سوائے اُس کے ، وہی استوار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کی گواہی دیتے ہیں۔ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے کثرت سے اپنی وحدانیت کو بیان فرمایا ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- (1) " بے شک میں ہی اللہ ہوں ، نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا۔" (2) " سچی بات تو یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔" (3) " بے شک میں ہی اللہ ہوں۔" (4) " پس جان لو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔" (5) " اللہ ہے ، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ حیُّ قیوم ذات ہے۔" تمام پیغمبر اور فرشتے اُس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں ، وہ اُس کے انکاری نہیں ہیں اور نہ ہی وہ کسی کو اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں ، وہ ہمیشہ اُس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اُسی ہی کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن کی جلوہ نمائی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" وہ اللہ کے حکم کو نہیں ٹالتے۔" اُن کی صفت کے اظہار میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " وہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔" اور وہ لوگ بھی اُس کی خدائی کا اقرار کرتے ہیں کہ جنہیں خداوند کریم نے علم و دانش سے نواز رکھا ہے۔ جن کے پاس علم و شعور ہے وہ کبھی کسی کو اُس کا شریک نہیں ٹھہراتے ، وحوش وطیور بھی اُسے ایک مانتے ہیں اور ایک ہی جانتے ہیں تو پھر اے آدمی ! تو اُسے کیوں نہیں پہچانتا؟ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے احسان اور کمالِ کرم سے سب کو اپنی شناسائی بخش رکھی ہے وصلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ مصنف کہتا ہے،

بیت:۔" لعنت ہے اعمالِ کفر پر اور رحمت ہے اعمالِ دین پر، تُو اِن سب کو اور تمام عارفان باللہ اولیا اللہ کو حق کا نمائندہ سمجھ۔"

کلمہ طیب چار چیزوں کا حاجت مند ہے(1) جس کے دل میں صدق نہیں وہ منافق ہے،(2) جس کے دِل میں کلمہ طیب کا احترام نہیں وہ فاسق ہے،(3) جسے کلمہ طیب سے حلاوتِ قلب نصیب نہیں وہ ریا کار ہے اور(4) جس کے دِل میں کلمہ طیب کی تعظیم نہیں وہ بدعتی ہے۔

ابیات:۔(1)"روحِ انسانی کے لئے باعثِ نجات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، جنت کے قفل کی چابی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔"(2)"اُسے آتشِ دوزخ اور شیطانِ لعین کا کیا خوف؟ کہ جس کی زبان کا ورد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔"(3)"جب دونوں عالم ناپید تھے اور نیلے آسمان کا وجود نہ تھا اُس وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا دَور اماں تھا۔"

جس پر کلمہ طیب کی تاثیر ہو جائے وہ کلمہ طیب پڑھنے میں تاخیر نہیں کرتا، جس کی زبان کو کلمہ طیب کھول دے اُس کے منہ سے دم بھر کے لئے بھی کوئی دوسرا ذکر نہیں نکلتا اور جس پر ذکرِ کلمہ غالب آجاتا ہے اُسے چھوڑتا نہیں چاہے وہ ذکر نہ بھی کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ دیا وہ حساب وعذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو گیا خواہ وہ زانی ہو یا چور ہو۔" مطلب یہ ہے کہ اگر چہ وہ حرام کھائے مگر شرک وریا وکفر اور عذرِ تقصیر سے باز رہے اور بحر و بر کے ہر کوچہ و بازار اور ہر شہر میں خفیہ واعلانیہ کلمہ طیب پڑھتا رہے تو وہ اس بخشش کا سزاوار ہے۔ اگر کوئی کلمہ طیب پڑھنے سے روکتا ہے تو وہ کافر ہے یا منافق اور اگر کوئی کہے کہ نجس و پلید جگہ پر کلمہ مت پڑھو تو کہو کہ منہ تو پاک ہے۔ ایک روایت کے مطابق جو جس طریقے سے بھی کلمہ طیب پڑھتا ہے وہ یکتا بخدا ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا اُس کے ذمہ ذرہ بھر گناہ باقی نہ رہا۔ تو نے کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ

رَسُوْلُ اللّٰہِ کو کیا سمجھا ہے؟ جب تُو نے اپنی زبان سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کر ہی لیا یعنی تُو نے اقرار کرلیا کہ نہیں ہے کوئی معبود و موجود و مقصود سوائے اللہ کے تو پھر دوسروں سے اِلتجا کرنے کا کیا مطلب؟ دوسروں سے ڈرنا تو موجب شرک و کفر ہے کہ فرمایا گیا ہے:-"اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ذرہ بھی نہیں ہلتا-" چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-"محض زبان سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے تو کثیر ہیں مگر اخلاص سے کلمہ پڑھنے والے بہت قلیل ہیں-" جو آدمی مخلص ہو کر اخلاصِ خاص سے کلمہ طیب کو پڑھ لیتا ہے وہ قرب مع اللہ وصال کی حضوری سے مشرف ہو کر دائمی طور پر صاحب ِلفظ بن جاتا ہے، اُس کی زبان اللہ کی تلوار بن جاتی ہے اور وہ صاحب ِدعوت کامل بن جاتا ہے- جان لے! مصنف کہتا ہے کہ مرنے کے بعد نفس ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے منکر ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو گناہ بھی واقع ہوا ہے وہ روح کے ذمے ہے، مجھے تو کسی گناہ کی خبر ہی نہیں کہ زندگی کا جو بھی فعل ہے اُس کا تعلق روح سے ہے-ہاں اگر مرنے کے بعد کوئی گناہ واقع ہوا ہے تو اُس کا ذمہ دار میں ہوں-ایسی ہی باتوں سے نفس روح کو ملزم ٹھہراتا ہے اور روح نفس کی اس چیرہ دستی سے حیران و پریشان ہو جاتی ہے- دروغ گو نفس بہت فریبی ہے-چنانچہ جب بخار سے وجود تپ رہا ہوتا ہے تو قلب و قالب اور روح و نفس چاروں برابر جلتے ہیں اور تپ کی سوزش و عذاب سے چاروں معذب ہوتے ہیں-پس کافر و منافق کا نفس کافر، قلب کافر، قالب کافر اور روح کافر ہے یعنی کافر کے یہ چاروں مظاہر کافر ہیں اور یہ سخت ترین آگ کے گڑھے میں ہوں گے اور مومن مسلمان کے یہ چاروں مظاہر صاحب ِایمان مومن مسلمان ہیں-اگر وجود میں روح بادشاہ ہو تو دل اُس کا وزیر ہوتا ہے- فقر کی گفتگو وعظ و نصیحت اور خاموشی راز ہوتی ہے، اُس کا تمام وعظ راز کی خاطر ہوتا ہے-اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" آدمی جس چیز کی جستجو کرتا ہے اُسے پا لیتا ہے-" جو آدمی فقر کے مرتبہ ٔ فردانیت پر پہنچ کر یکتا بخدا ہو جاتا

ہے اُسے گفتگو اور سرود کی سریلی آواز پسند نہیں آتی خواہ وہ لحن داؤدی ہی کیوں نہ ہو؟ انسان کا سر سجدہ ریزی کے لئے ہے، جسم طاعت شعاری کے لئے ہے، زبان ثنائے ربانی کے لئے ہے، دل ذکر اللہ کے لئے ہے، روح فکر فیض اللہ کے لئے ہے، ہاتھ سخاوت کے لئے ہیں، آنکھ مشاہدۂ معرفتِ حق کے لئے ہے، قدم قیامِ عبادت کے لئے ہیں، کمر امر معروف پر کمر بند ہونے کے لئے ہے اور کان کلامِ الٰہی سننے کے لئے ہیں، اب بتا کہ تُو سرودِ ملعون کو کہاں رکھے گا؟ راہِ مولیٰ میں سوائے طلبِ مولیٰ کے تمام گویائی و شنوائی راہزن ہے چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :-"اے لوگو! یہ جہان تن آسانی کے لئے نہیں ہے، مردِ دانا کے لئے جہان بانی آسان کام نہیں- شیطان کے پنجے کو ریاضت کے بازو سے توڑ دے کہ شیطان سے پنجہ آزمائی ظاہری جسم کا کام نہیں- نفس کی پیروی سے ڈر کہ اس جنگلی بھوت سے بڑا مردافگن اور کوئی نہیں- طاعت یہ نہیں کہ تُو سر اور پیشانی کو زمین پر رکھ دے، صدقِ دل پیش کر کہ اخلاص پیشانی میں نہیں-اے سعدی! تُو سخن ور بھی ہے اور مصلحت گو بھی ہے لیکن کام عمل سے ہوتا ہے نہ کہ باتوں سے-"

جوابِ مصنف :-"عمل وہ ہے جو دل وجان اور صفائی قلب سے ہو- مطلب یہ ہے کہ طلبِ خدا کے سوا تُو کوئی اور طلب دل میں مت رکھ، اِس طلب کے لئے راہِ شریعت اختیار کر کہ شریعت کے بغیر سراسر گمراہی ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-"جو آدمی بدعت کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو ایمان سے بھر دیتا ہے-" اکثر لوگ رزقِ مقسوم کے لئے بدعت اختیار کرتے ہیں چنانچہ مشائخ نے چار قسم کے طبقاتِ رزق بیان فرمائے ہیں، (1) رزقِ مقسوم، (2) رزقِ مضمون، (3) رزقِ مملوک اور (4) رزقِ موعود- بعدازاں اِس کی تمثیل کرتے ہوئے اُنہوں نے فرمایا ہے کہ رزقِ مضمون وہ ہے جو کھانے پینے کی چیزوں کی صورت میں پہنچتا ہے، یہ روز مرہ کا خرچ ہے، اِسے رزقِ مضمون کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ یہ رزق پہنچانے کا ضامن ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"نہیں ہے زمین میں کوئی جاندار ایسا کہ جس کی روزی کا ضامن

اللہ نہ ہو۔" رزقِ مقسوم وہ ہے جو ازل کے دن تقسیم کر کے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے، جو جس کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے بے شک وہ اُس تک پہنچ جائے گا۔ یہ بھی لوحِ محفوظ میں درج ہے۔ رزقِ مملوک وہ ہے جو نقدی، لباس اور دیگر اسباب کہ جن کا ذخیرہ کیا جاتا ہے اور اللہ کے فضل سے جن کی تجارت کی جاتی اور جن سے چیزیں پیدا کر کے قوت حاصل کی جاتی ہے، اسے رزقِ مملوک کہتے ہیں۔ اِس کے جواب میں مصنف کہتا ہے کہ رزق دو قسم کا ہے، ایک حلال ذرائع سے کمایا ہوا رزق ہے یہ رزق رضائے خداوندی سے خاصانِ خدا کا خاص نصیبہ ہے جسے وہ توکل و رضائے الٰہی کی راہ سے حاصل کرتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اور روزی دے اُسے جہاں سے اُس کو خیال بھی نہ ہو اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اُس کے لئے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کرتا ہے، بے شک اللہ نے ہر چیز کا اندازہ کر رکھا ہے۔" دوسرا عوام کا رزق ہے جو حرام ذرائع سے کمایا جاتا ہے چنانچہ ظالم مردہ دل اہلِ نفاق منافق و کاذب طلبِ رزق میں ہوائے نفس کے تابع رہتے ہیں اور خصوصاً وہ آوازِ سرود سے خوش رہتے ہیں حالانکہ وہ شیطان کی آواز ہے، اُس سے نفس کو قوت حاصل ہوتی ہے جو عارفانِ صاحبِ حضور کے لئے روح کی گرانی اور دل کے ملال کا باعث بنتی ہے۔ طائفہ اہلِ سرود کی حقیقت یہ ہے کہ آوازِ سرود سننے والا ہوائے نفس کا قیدی اور دین سے خارج ہوتا ہے۔

ابیات:۔(1) " وہ سرود اور ہے جو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اہل الوصول اُس سے اپنے نفس کو قتل کرتے ہیں۔"(2)" عارفانِ باللہ نغمہ سرا کے بغیر ہی مستِ حال رہتے ہیں، اُن کی مستی خالص وصال وحدت کے باعث ہوتی ہے۔"

اے مردِ حق اِس سے معلوم ہوا کہ آواز دو قسم کی ہے، ایک آواز رحمانی ہے چنانچہ تلاوتِ قرآنی و ذکرِ سبحانی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، یہ آواز قدرتِ الٰہی سے متفق ہے۔ جو آدمی اِس پر اعتبار نہیں کرتا وہ منافق و گمراہ ہے اور دوسری آواز ماسوی اللہ کی ہے جو ہوائے نفس کی

شیطانی آواز ہے۔ سن اے مردِ خام! حقیقتِ عارفان یہ ہے کہ وہ خاموشی اختیار کر کے استغراقِ مولیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ مزید سن! حقیقتِ عارفان یہ ہے کہ اُن کے نزدیک فکرِ حق کے علاوہ ہر فکر صحو ہے اور ذکرِ حق کے علاوہ ہر گفتگو لہو (کھیل تماشا) ہے۔ تمام سعادتوں سے بڑی سعادت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس پر غالب آجائے اور نفس پر غالب وہ آدمی آسکتا ہے جو صاحبِ دل ہو اور صاحبِ دل اُسے کہتے ہیں کہ جب کوئی صاحبِ دل مرشد اپنی توجہ سے طالب اللہ کے دل پر اسمِ اَللّٰہُ نقش کرے تو اسمِ اَللّٰہُ منقش ہو کر اُس کے دل میں قرار پکڑ لے اور برکتِ اسمِ اَللّٰہُ سے اُس کا دل روشن ہو جائے۔ قرآن کی ابتدا "ب" ہے یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اور انتہا "س" ہے یعنی مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ - وہ ابتدا سے انتہا تک سارے قرآن کو اپنے دل کی تختی پر پڑھے اور پھر لوحِ محفوظ پر اُس کی تکرار کرے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "جو مجھے تلاش کرتا ہے بے شک وہ مجھے پالیتا ہے، جو مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے، جو مجھے پہچان لیتا ہے اُسے مجھ سے محبت ہو جاتی ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا عاشق بن جاتا ہے، جو میرا عاشق بنتا ہے میں اُسے قتل کر دیتا ہوں، جسے میں قتل کرتا ہوں اُس کی دیت مجھ پر لازم آجاتی ہے اور میں ہی اُس کی دیت ہوں۔"

ابیات:۔(1) "جس عاشق درویش کو میں قتل کرتا ہوں اُس کی دیت میں اِس طرح دیتا ہوں کہ میں اُسے اپنی وحدت کا شوق بخش دیتا ہوں۔" (2) "میں ہر منظر اور ہر مقام کی دید سے فارغ ہوں کہ حاضراتِ اسمِ اَللّٰہُ کا مشاہدہ مجھ پر کامل ہو چکا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "عافیت کے دس اجزا ہیں، نو اجزا کا تعلق خاموشی سے ہے اور ایک کا تعلق وحدت سے ہے۔" جان لے کہ جب جان کنی کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزرائیل علیہ السلام کے چہرے پر اپنی تجلی ثبت کر دیتا ہے، جونہی عاشق، واصل، عارف اور اہلِ ایمان اُس تجلی کو دیکھتے ہیں تو مست ہو کر خود ہی قدرتِ الٰہی سے اپنی جان سے باہر

آجاتے ہیں، عزرائیل علیہ السلام تو محض آئینہ کی مثل اپنے چہرے پر ثبت شدہ انوارِ تجلی اُن کو دکھاتا ہے، وہ اُن کی جان پر ہاتھ نہیں ڈالتا، رُوئے عزرائیل علیہ السلام کے آئینے کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہو جاتے ہیں۔ جب عزرائیل علیہ السلام کسی اہل دنیا کی جان قبض کرتے ہیں تو اِس طرح کرتے ہیں کہ جیسے ایک زندہ مرغ کو سیخ میں پرو کر آگ پر لٹکا دیا جائے اور وہ جل کر کباب ہو جائے۔ میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ سن! اہل دنیا ویران و برباد ہیں۔ جو آدمی دنیا کا نام محبت سے لیتا ہے ستر روز تک اُس کے دل سے سیاہی نہیں جاتی اگرچہ ستر دن کا ایک دن ہو اور وہ رات دن توبہ کرتا رہے۔ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو اِس لئے قبول نہیں کیا کہ دنیا کو قبول کرنا رسمِ کفار اور مرتبۂ ابوجہل ہے اور ابوجہل کے خلاف فقر اختیار کرنا سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لوگ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو باعثِ ذلت سمجھ کر اُس سے شرمندہ ہوتے ہیں اور دنیا سے خوش ہو کر اُس پر فخر کرتے ہیں، یہ لوگ اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شمار کس طرح ہو سکتے ہیں؟ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا فرمان ہے:۔" جو آدمی جس قوم کو پسند کرتا ہے وہ اُسی میں شمار ہوگا۔" قیامت کے دن کسی دنیادار کا رُخ قبلہ کی طرف نہ ہوگا، وہ جب قبر سے اُٹھے گا تو اُس کی پشت قبلہ کی طرف ہوگی۔ جان لے کہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ آفاتِ نفس کو پہچانے کہ نفس غلبۂ شہوت کے وقت اندھا حیوان بن جاتا ہے اور چوپائے جانور کی طرح بے عقل دیوانہ بن جاتا ہے، شکم سیری کے وقت فرعون بن جاتا ہے، بھوک کے وقت درندہ بن کر دیوانے کتے کی طرح حرام خور بن جاتا ہے، حکمرانی و اقتدار کے وقت پُرغضب و بے ترس ظالم بن جاتا ہے، محفلِ سرود ہو تو خود پسند ہو کر طالبِ زنا و فتنہ انگیز بن جاتا ہے اور شیطان سے متفق ہو کر اُس کا مونس بن جاتا ہے، غصے کی حالت میں دیوانہ دیو اور پاگل جن بن جاتا ہے جو نفس تلاوتِ قرآن، ذکرِ رحمٰن، نص و حدیث، تفسیر، مسائل علمِ فقہ، اقوال مشائخ اور روایت و ہدایت کے مطالعہ کے وقت استغراق فنا فی اللہ ذات میں ڈوب جاتا ہے، وہ

صاحبِ توفیق رفیق، دین میں راسخ قوی مسلمان اور محرمِ اسرارِ ذاتِ حق یارِ جانی بن جاتا ہے۔

بیت:۔"ایک قدم تُو اپنے نفس کی گردن پر رکھ دے اور دوسرا قدم ہوائے نفس پر رکھ دے۔ تُو یا تو اپنے یار کی مرضی پہ چل یا اپنی مرضی کو پورا کرلے۔"

جان لے جب آدم علیہ السلام کو آراستہ کیا جا رہا تھا تو فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے فرشتو! ہمارے اور آدم (علیہ السلام) کے درمیان چالیس ہزار حجاباتِ نفسانی ظلمانی حائل ہیں جس کی وجہ سے سر سے قدم تک آدمی کا سارا وجود نفسانیت کا گھر بن گیا ہے، لذتِ نفسی اور کبر و ہوا سے اُس کی یگانگت ہوگئی ہے اور وہ خدا سے دور ہوگیا ہے۔ اب آدمی جب حرام کھاتا ہے، غیبت کرتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے تو اِن ناشائستہ افعال کی تاثیر اُس کے تمام اعضا میں دوڑ جاتی ہے اور اُس کے ہر رونگٹے میں بدخوئی سما جاتی ہے اور رزقِ حرام سے اُس کی ہر رگ اور گوشت پوست میں حرام خون جمع ہو جاتا ہے جس سے دل پر سیاہی اور فربہی چھا جاتی ہے، پھر معصیتِ شیطانی اور لذتِ نفسِ امارہ و نفسانیت سے اُس کے دل کو راحت محسوس ہوتی ہے اور دل روح سے جدائی و بیگانگی اختیار کر کے مردہ و سیاہ و گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اِن تینوں (نفس، شیطان اور دلِ سیاہ) میں اتفاق ہو جاتا ہے اور دل نیکی سے روگرداں ہو جاتا ہے کہ اس مقام پر نیکی و بدی اُس کے نزدیک برابر ہو جاتی ہے، اُسے حرام و حلال میں تمیز نہیں رہتی، وہ ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر جو چاہتا ہے کھاتا پیتا ہے، جو منہ میں آتا ہے بکتا ہے، روزِ قیامت، موت، قبر اور عزرائیل کو فراموش کر کے دن رات طلبِ معصیت و عصیان میں غرق رہتا ہے اور ایک لاکھ ستر ہزار حجاباتِ زنارِ انانیت و تکبر اُس کے دل پر پڑے رہتے ہیں۔ جب مرشدِ کامل کی نگاہِ کرم سے تصورِ اسمِ "اَللّٰہُ" اور ذکرِ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تاثیر طالب اللہ کے وجود میں وارد ہوتی ہے تو آتشِ ذکرِ اَللّٰہُ کی گرمی اور مرشدِ عارف باللہ کی نظر سے اُس کے دل میں محبت و عشق، سوزشِ معرفتِ حق، اعتقاد و اخلاص مع اللہ ذات، شوق و تعطش،

اشتیاقِ دیدار فنا فی اللہ ذات کا سورج طلوع ہو جاتا ہے جس کی تابش و گرمی سے تمام ناری زنار مردار اہلِ خوار شبنم کی طرح اُڑ جاتے ہیں اور رزقِ حرام وغیبت سے پیدا ہونے والا تمام خون و پیپ و مردار گوشت پسینہ بن کر بہہ جاتا ہے اور وجود اُن حجابات سے عریاں ہو جاتا ہے، چشمِ دل سے خون جاری ہو جاتا ہے، جان آتشِ عشق سے کباب بن جاتی ہے، سارے وجود میں ذکرِ اَللّٰہُ جاری ہو جاتا ہے اور طالب اللہ جوہرِ جمال کا مشاہدہ کر کے صاحبِ وصال ہو جاتا ہے اور اُس کا وجود خطراتِ ہوا و ہوس کے خاروخس سے پاک ہو جاتا ہے، اُس کے تمام اوصافِ ذمیمہ ختم ہو جاتے ہیں اور نفسِ امارہ بدحصال کی بُو وجود میں باقی نہیں رہتی، اُس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ کے نور سے معمور ہو کر روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور اُس کا نفس مطمئنہ بن جاتا ہے کہ اُس کے نفسِ امارہ کا سرکش و کج خرام گھوڑا اُس کی رانوں کے نیچے رام ہو کر آرام پکڑ لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وسیلتِ مرشد بہتر ہے فضیلت سے کیونکہ فضیلت کی غرض و غایت محض وسیلت تک راہنمائی ہے، وسیلت کے بغیر فضیلت محض وقت کا ضیاع اور عمر کی بربادی ہے لیکن یہ راہ صاحبِ توفیق مرشد کی وسیلت کے بغیر ہرگز طے نہیں کی جا سکتی، کسی میں یہ طاقت نہیں کہ محض فضیلت کے زور پر مقاماتِ باطن طے کر کے معرفتِ حق تک پہنچ جائے۔

بیت:- " کسی مردِ کامل کا ہاتھ پکڑ لے تاکہ تُو بھی مرد بن جائے کہ مردانِ کامل کے سوا راہِ حق کی راہبری کوئی نہیں کر سکتا۔"

لوگوں کی طرف سے اگر تجھے دُکھ و تکالیف پہنچیں تو اُن پر رنجیدہ خاطر نہ ہو کہ اِس سے تیرے مراتب میں اضافہ ہوگا، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے انسانوں اور جنوں میں سے۔" اے جانِ عزیز! یاد رکھ، تُو نہیں جانتا کہ نفس کیا چیز ہے اور کہاں سے پیدا ہوا؟ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور روحِ اعظم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدم علیہ السلام کے وجود میں داخل ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کو " عَلَّمَ

اٰدَمَ الْاَ سْمَآءَ " کا علم عطا کر دیا گیا تو اُن کی نظر عرش پر پڑی، وہاں انہوں نے کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا، جب آپ نے یہ کلمہ پڑھا تو تعجب سے بولے کہ یہ کیا؟ اللہ کے نام کے ساتھ یہ دوسرا نام " محمدؐ " کس کا ہے؟ بارگاہِ حق تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے آدم ! یہ تیرے بیٹے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت فرمائیں گے۔ آدم علیہ السلام بولے کہ بیٹا باپ کا شفیع کس طرح ہو سکتا ہے؟ اسی غیرت سے آدم علیہ السلام کے وجود میں نفس پیدا ہوا اور اُس سے حرص وطمع پیدا ہوئے جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام دانۂ گندم کھا بیٹھے اور بہشت سے نکال دیئے گئے۔ یہ قصہ ہر ایک کو معلوم ہے اس لئے یہاں اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ نیز نفسِ امارہ کی شرح میں علمِ شریعت نے سوال کیا کہ اے نفسِ امارہ! کیا تُو جانتا ہے کہ تیری پیدائش کس چیز سے ہوئی ہے؟ شارحین بیان کرتے ہیں اور ناقلین آثار روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر جب لوحِ محفوظ پر پڑی اور آپ نے وہاں کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا تو آپ کے دل میں غیرت پیدا ہوئی کہ الٰہی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تُو کسی سے مشارکت کرے؟ اسی غیرت کی وجہ سے آپ کی زبانِ فصیح البیان پر یہ کلمات جاری ہو گئے۔ " الٰہی! وہ ذاتِ پاک کون ہے کہ جس کا نام تُو نے اپنے نام کے ساتھ متصل کر رکھا ہے؟ " فرمان ہوا:۔ " میرے انبیاؑ میں سے ایک نبی ہے جو آپ کی اولاد میں سے آپ کا ایک بیٹا ہے، یہ آپ کی خطاؤں کی شفاعت کرے گا۔ " یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ شفاعت تو باپ کو بیٹے کی کرنی چاہیے نہ کہ اس کے برعکس۔ اُسی وقت بارگاہِ رب العزت سے حکم ہوا کہ اے جبرائیل جا اور آدم علیہ السلام کے سینے کے اندر پیدا ہونے والے وسوسے کے دو ٹکڑے کر دے۔ ناموسِ اکبرو طاؤسِ نور جبرائیل علیہ السلام اس حکم پر بارگاہِ جلال سے تشریف لائے اور آدم علیہ السلام کے سینے کے وسوسہ کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑے کو لاکر جنت میں دفن کر دیا جس سے گندم کا پودہ اُگا

اور اُس کے سبب سے آدم علیہ السلام کو خفت اُٹھانی پڑی اور اُسی ٹکڑے سے دیگر مخلوق پیدا ہوئی اور دوسرا ٹکڑا جو آدم علیہ السلام کے سینے میں باقی بچ رہا تھا اُس سے نفس امارہ وجود میں آیا۔ علم بولا کہ اے غدار! جب تیری پیدائش ہی اُس وسوسہ سے ہوئی تو تجھے تو ہر وقت ڈرنا چاہیے تھا، یہ تُو بے خوف کیونکر ہوا؟ مجھے دیکھ کہ میں ایک صفت ہوں، جو ذرہ بھر بھی مجھ سے متحقق ہوا وہ حیاتِ ابدی و دولتِ سرمدی پا گیا۔ نفس بولا کہ اے علم! اگر تیری تحقیق حیاتِ ابدی کا موجب ہوتی تو ہر عالم حیاتِ ابدی سے سرفراز ہوتا لیکن تُو خوب جانتا ہے کہ ابلیس اہلِ علم تھا، کیا اُسے علم سے لعنتِ ابدی نصیب نہیں ہوئی؟ علم بولا کہ اے مکار! وہ تیری ہی مصاحبت سے اس حال کو پہنچا ورنہ تو وہ ملائکہ کا پیشوا تھا۔ پس یہ تیری ہی وکالت و وزارت ہے جو ملک کی بربادی کا موجب بنتی ہے اور یہ امر ہے کہ دراصل حق ہمارا تھا اور میں اب بھی یہی چاہتا ہوں کہ اپنے مرکز پر قرار پکڑوں۔ اُس وقت نفس امارہ کا تیز و تند خیر تو جوان گھوڑا اثباتِ مدعا کی خاطر ایسا مطلق العنان ہوا کہ سارے جہاں پر اظہر من الشمس ہے اور یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ عوام و رعایا کی دیکھ بھال اور باز پرس ہمارے انتظام سے منسلک ہے اور اصولی طور پر اس میں غیبت و رتبہ کا اعتراض جگہ نہیں پا سکتا کیونکہ کسی چیز پر قبضہ ملکیت کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا اس تقدیر کی بنا پر ہم مطلق مختار ہیں۔ پس یہ سب کچھ استحقاق متعین کے مطابق اقامت نما ہوا۔ اُس وقت علمِ شریعت اپنے تکلم کا گھوڑا میدانِ مجادلہ میں لے آیا اور حجت قاطعہ اور برہانِ لامعہ سے ثابت کیا کہ وکالت وزارت پر اصلی حق ہمارا ہے لیکن مجبوری کے تحت حقِ اصلی میں توقف واقع ہوا ہے کہ اگر ہم عقل بادشاہ کو کم عمری ہی میں رعیت پروری اور عدالت گستری پر مجبور کرتے تو یہ تکلیف اُن کی طاقت سے باہر ہوتی اور فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "اللہ تعالیٰ کسی جان کو اُس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔" کیونکہ گہوارہ میں کھیلنے والے دودھ پیتے بچے کو سوائے مشتہیاتِ نفسانی کے کسی چیز سے اُنس نہیں ہوتا ہے اس لئے ہم نے اُسے کھیل کود کے دلدادہ لوگوں کے سپرد کر دیا اور یہ چیز اُن کی نفسی خوشی کا باعث بھی بنی مگر اب جب

کہ ہماری وکالت ووزارت کا وقت آ گیا ہے تو ہم حاضرِ خدمت ہو گئے ہیں۔ جب پانی مل جائے تو تیمّم کی حاجت باقی نہیں رہتی اور تاج مرصع مل جائے تو پگڑی کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے دو سچے گواہ بھی ساتھ لائے ہیں۔ ایک قاضی شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جس کا فتویٰ ہے کہ اگر والدین میں جدائی ہو جائے اور بچے کی سپردگی کا تنازع کھڑا ہو جائے تو بچے کو ماں کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ واجب ہے اور جب بچہ حدِ شرعی کو پہنچے تو بچے کو والد کے سپرد کر دیا جائے تاکہ حلولِ مدتِ تربیت کے واسطے سے بچے کا حق اصلی زائل نہ ہو۔ اِس پر نفس امارہ نے کہا کہ بچے کا رجوع ابوابِ لطیفہ کے واسطے سے ہے اس لئے حق اصلی کا اثبات ان معنوں میں کیا جائے گا اور اس صورت میں کوئی وجہ سرشتِ حق اصلی کی نہیں ہے۔ اِس پر علم وشریعت نے کہا کہ والدین شریفین کا اجتماع اس فرمانِ خداوندی کے تحت ہے:۔" تو نکاح میں لاؤ وہ عورتیں جو تم پسند کرو۔" اِس لئے وجودی نسبت سے کس کا حق زیادہ ہے؟ دوسرے گواہ کے طور پر پڑوسی سلاطین کے خطوط ورسائل عقل بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی گئی کہ آپ کے امرأ سے اِن کے رد کا امکان نہیں ہے جب کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ہر ایک فرد دانش وبینش کا مالک ہے اور ادراکِ حقائق کا ملکہ بھی رکھتا ہے اور اس وقت ان رسائل کے محادثہ کے لئے آپ کی طرف سے تقرری کا محتاج ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ سب محتاج الیہ ہمارے ایوانِ سلطنت کے معتمد بھی ہیں۔ نفس امارہ نے کہا کہ تم لوگ بادشاہ کو اوامر ونواہی کا اسیر بنانا چاہتے ہو حالانکہ حبس و قید بادشاہوں کے لئے عذر نشست نہیں بن سکتی جب تک کہ وہ باغی وطاغی نہ ہوں۔ کیا تم نے ہوش کے کانوں سے یہ فرمانِ الٰہی نہیں سنا کہ:۔"اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔" پس تمام سمعیات، تمام مستلذات اور تمام لذائذ جن کا تعلق لذاتِ جسمانیہ سے ہے یا نعمائے شہوانیہ سے ہے حکمرانوں کے لئے مباح ہیں اس لئے ہم بادشاہ کو مطلق العنان قرار دیتے ہیں۔ اِس طرح بادشاہ جب اپنی ہر مطلوب چیز پر بلا روک ٹوک متصرف ہوں گے اور

اُن کے چہروں پر ذوق و فرحت کی چمک و فتح یابی ہوگی تو اُن کی رعایا بھی ناز و نعم کے جھولے جھولے گی۔ اِس کے جواب میں علمِ شریعت نے کہا کہ فرمانِ الٰہی :۔"اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔" کا یہ مطلب نہیں جو تم کہہ رہے ہو بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رنگ برنگے کھانے، انواع و اقسام کے وجوبات اور لذیذ مشروبات تمہارے لئے پیدا فرمائے ہیں مگر تم اُن میں سے وہی کچھ کھاؤ پیو جس کی اجازت تمہیں شریعت مطہرہ دے نہ کہ حیوانوں کی طرح بلا تامل و بلا تفکر ہر وہ چیز کھاتے پیتے چلے جاؤ جو تمہارے سامنے آئے۔ بعض لوگوں نے احکامِ شریعت سے انحراف کیا اور ممنوعہ چیزوں کو بھی کھانا پینا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں خبر دی ہے :۔"وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی گمراہ تر ہیں۔" ایسے لوگ صورت کے لحاظ سے انسان مگر سیرت کے لحاظ سے حیوان ہیں اور یہ بات تو کسی عقلمند سے پوشیدہ نہیں کہ جب بادشاہ ناشائستہ کام کرے گا اور اُن پر مُصر بھی ہوگا تو ضرور سپاہ و رعیت بھی اُس کی اِقتدا کرے گی کیونکہ عوام اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ملک میں فساد و گمراہی کی کثرت ہوگی جس کی وجہ سے مملکتِ بدن میں مختلف قسم کی خرابیوں اور امراض کا ظہور ہوگا اور صورتِ حال اِس درجہ خراب ہو جائے گی کہ حکمائے زمانہ اور عقلائے یگانہ اُس کی اصلاح سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور نتیجے کے طور پر مملکت میں خرابی و پریشانی کا دور دورہ ہوگا اور خیر و برکت اُٹھ جائے گی لہٰذا امورِ ناشائستہ سے احتراز لازم و واجب ہے۔ اِس کے جواب میں نفسِ امارہ نے کہا کہ تمام شہوات و لذاتِ بشریہ سے بہتر لذت زنا کی ہے اور تمام مخلوق میں سے اشراف ترین مخلوق اِنسان ہے۔ جو آدمی اشرفِ موجودات ہوتے ہوئے لذاتِ بشریہ سے شغل نہیں کرتا اور اُس کی اقامت کا اہتمام کرنے کی بجائے اُس کا اتلاف کرتا ہے تو یہ جائز نہ ہوگا کہ یہ قانونِ انصاف کی نفی ہے۔ علم و شریعت نے اِس کے خلاف کہا کہ خواہشِ نفس سے زنا بالطبع ممنوع و مردود ہے کہ کلامِ مجید ربانی میں اِس پر اقامتِ حد کا حکم

وارد ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے لگائے جائیں-" دریائے نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث میں بھی پوری صحت کے ساتھ زنا کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے-اِس کے علاوہ عقلی دلیل سے بھی واضح ہے کہ انتظامِ امورِ عالم کا سارا دارو مدار غیرت وحمیت پر ہے اور عدمِ غیرت آدمی کو حیوان سے بدتر بنا دیتی ہے کہ عدمِ غیرت فقدانِ عقل کا نتیجہ ہے-اِس پر باوجود عقل کے نفس امارہ بولا کہ شرابِ ارغوانی کے پیالے گھونٹ گھونٹ بھر کے پینا اور شرابِ ریحانی کے جام پینا اگرچہ نامشروع وحرام ہے لیکن اطبأ وحکمأ کے ہاں ان کا استعمال بطورِ معالجات ومداراتِ عظام کیا جاتا ہے-وہ اِن کے زعفرانی رنگ کو سفری رنگ سے مبدل کر کے سرخروئی حاصل کرتے ہیں جواُن کی مطلوب ومرغوب شے ہے کہ اس میں منفعتِ خاص کے ساتھ ساتھ نفعِ عام بھی ہے یعنی یہ دلالت کرتی ہے شجاعت پر اور اُبھارتی ہے جسارت کو اور دروازے کھولتی ہے سخاوت وشجاعت کے اس لئے اگر بادشاہ اِن صفات سے متصف ہو تو تمام رعایا کو اِس سے بہت بڑا منافع اور کثیر فائدہ ہوگا-پس ایسے امورِ شریفہ کا امتناع طریق خیر خواہی نہیں-اِس کے جواب میں علم وشریعت نے کہا کہ یہ جو تم شجاعت و سخاوت کا پیوند انگوری شراب سے جوڑ رہے ہو اہلِ معنی کے نزدیک امرِ معطّل ہے بلکہ اس کا وجود بے بود اور دل بدنمود ہے اس لئے کہ شجاعتِ ضمیر اکثر حقوقِ شرعی کے بغیر فعل کی ترغیب دیتی ہے اور ساعتِ سکری (مدہوشی کی حالت میں سنائی دینے والی باتوں) میں اتلافِ اموال کی تحریص پیدا کرتی ہے اور یہ بات کسی بھی عاقل سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اس عمارت خوف کی بنیاد بخل کی کارگزاری ہے جو عقل کے خلاف ہے اور عقل انسانی ایک جوہر ہے جو انوارِ صفا سے مصفا ہونے کی بنا پر معروف سچائی کی طرف راہ پاتا ہے اور نفس بشری کے شرف کا مادہ اصالت عقل کا یہی جوہر نورانی ہے-فرمایا گیا ہے کہ اِنسان اور حیوان میں تمیز کا ذریعہ صرف علم ہے اور شغل شراب شرفِ اصلی کا حُسن تباہ کر دیتا ہے-پس خدا نہ کرے کہ اُمّ الخبائث ابوالفضائل قرار پائے-اِس پر نفس

امارہ نے کہا کہ دنیا صراف کے ہاتھ میں نقدی کی مثل ہے اور آخرت ادھار کی مثل ہے، پس نقد کو ادھار کے بدلے فروخت کرنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ اِس پر علم و شریعت نے کہا کہ بقائے رواج کی خاطر اگر دانا اِس نقد کو اُس دوگنا چوگنا ادھار کے بدلے نہ بیچے تو وہ ایک لمحے کو بھی امان نہ پائے گا اِس لئے بقائے ابدی کی خاطر یہ سودا کمالِ حکمت و دانائی کا مظہر ہے۔ جب مباحثہ یہاں تک پہنچا تو نفس امارہ اور اُس کے ساتھی ملزم قرار پائے اور شرمندہ ہوئے اور اہل مجلس نے کہا کہ اے نفس! اب دم نہ مار اور اِس سے آگے نہ بڑھ، اِس حکایت بازی کو چھوڑ کہ بیچ کا سودا جوئے کے مترادف نہیں ہو سکتا، عقل بادشاہ نے اُس کی معزولی کا حکم دے کر متعلقانِ بارگاہِ جلالت میں سے تامل و انصاف کو نفس امارہ کے معاملات کی تفتیش پر مامور کر دیا تا کہ تمام رعایا کو اُس کے احوال و واقعات اور کارگزاری سے آگاہ کر دیا جائے۔ بادشاہ جہاں پناہ کے اِس حکم کی تعمیل میں تامل و انصاف مملکتِ مدینۃ القلب کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس میں موجود حواسِ ظاہری یعنی قوت باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ اور حواس باطن یعنی قوت متفکرہ و مذکرہ و حافظہ و مخیلہ اور حس ہاضمہ و واقعہ و مولدہ و مصورہ کو طلب کر کے اُن سے نفس امارہ کے اعمال کے بارے استفسار کیا تو اُن سب نے نفس امارہ اور اُس کے ساتھیوں کے ظلم و تعدی اور بد دیانتی و خیانت کی گواہی دی۔ تامل و انصاف نے اِس بارے میں صحیح رپورٹ بادشاہ کے سامنے پیش کی اور بادشاہ نے تمام افعال و احوال سننے کے بعد اِن ذلیل و رسوا اُمرأ کے اخراج کا حکم صادر فرمایا۔ علم و شریعت نے حکمت و دانائی سے کام لیتے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ عرصہ دراز سے نفس امارہ اور اُس کے ساتھی حکومت کے مالک و مختار چلے آ رہے ہیں اور اب بھی مملکت کا تصرف اِن کے متعلقین کے ہاتھ میں ہے اور حضرت کو تو معلوم ہی ہے کہ رعایا میں سے ایک خائن گروہ مدت مدید سے خزائن معمورہ کے اموال میں خیانت کر کے "آدھا میرا اور آدھا تیرا" کے اصول سے حصہ وصول کرتا چلا آ رہا ہے اِس لئے اِن کا قلع قمع کرتے وقت تدبیر اور حیل و حجت سے کام لیا جائے تا کہ اِن

کے فسادات کی بنیاد ہی ختم ہو جائے ورنہ اگر اس فرقۂ باغیہ کا اخراج یک دم کیا گیا تو مملکتِ محروسہ میں خلل وافراتفری پیدا ہو جائے گی اِس لئے حکمتِ عملی سے کام لے کر ان کو بے دخل کرنا بہتر ثابت ہوگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ وکالت ووزارت اب تمہارے حوالے ہے اس لئے ہر وہ عمل بروئے کار لایا جائے جو اصلاحِ مملکت کے لئے سود مند ثابت ہو۔ اُس وقت علم وشریعت نے ریاضت کو اختیاراتِ فوجداری سے سرفراز کر کے تمام لشکرِ عبادت اُس کے ہمراہ کر دیا اور چپکے سے اُس کے کان میں کہا کہ جہاں بھی متعلقانِ نفس نے اپنا دستور العمل نافذ کر رکھا ہے اُسے اپنا تابع امر بناؤ اور جہاں جہاں متعلقانِ نفس کو دیکھو انہیں قید کر لو اور اُن کے ہاتھوں میں زنجیریں اور گلے میں طوق ڈال دو۔ جب نفس نے یہ احوال دیکھے تو اپنے قدیمی مربی شیطانِ مردود سے مدد و پناہ کی درخواست کی اور کہا کہ مخاصمت اور مشروع مسارعتِ علم وشریعت کے وقوع پذیر ہونے سے ہمارے کام میں خلل پڑا اور ہماری حکومت کی بنیادیں ہل گئیں اور تمام رعیت ہم سے روگردان ہو گئی۔

بیت:۔"جس درخت نے زمین میں نئی جڑ پکڑی ہو اُسے ایک ہی آدمی کی قوت جڑ سے اُکھیڑ سکتی ہے۔"

اب میرے پاس تمہارے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں، کوئی تدبیر کر اور میری راہنمائی کرتا کہ آبِ رفتہ نہر میں واپس آجائے اور میرا رکا ہوا کاروبار دوبارہ چل پڑے۔ شیطان بولا کہ سواحل حد سے آگے جن چیزوں سے نکلا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں، ایک فراق، دوسرے سوز، تیسرے گریہ زاری، چوتھے درد، پانچویں بے قراری، چھٹے جنون اور ساتویں صبر۔ یہ کلمات سن کر عقل دنگ رہ گئی۔ اُس وقت طلب دینی بولی کہ اس راہ کی صعوبت اور اس بیابان کی سنگینی سے مت گھبرا۔ القصہ نفس نے شیطان کی تلقین پر خطرات عجب کو ریاضت کے لشکر پر متعین کر دیا۔ جب یہ خبر علم وشریعت تک پہنچی تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے حصار کو لشکرِ ریاضت کی حراست پر

متعین کر دیا- ہر چند کہ خطراتِ عجب نے حصار سے گزرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے اور خجل وخوار ہو کر نفسِ امارہ کی خدمت میں پہنچے اور زمین خدمت کو چوم کر عرض کی کہ ہم میں سے ہر ایک آپ کے ملک و دولت کی برکت سے اس قدر قوت رکھتا ہے کہ تنہا ریاضت کے سینکڑوں لشکروں کو درہم برہم کر سکتا ہے لیکن ہم نے نورِ جلال سے مشاہدہ کیا ہے کہ ہم جب بھی اپنی بہادری کے جوہر دکھانے آگے بڑھتے ہیں تو ہمارے سامنے حصار کی آندھی کھڑی ہو جاتی ہے- ایسی صورت میں اگر ہم میں سے کسی کی سینکڑوں جانیں بھی ہوں تو خلاصی نہیں پا سکتا- یہ خبر سن کر نفس بہت پریشان ہوا اور اپنے ساتھیوں سے بولا کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے اور ایسے جینے سے مر جانا بہتر ہے- اُس نے علم و شریعت سے جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کیا اور ایک بار پھر مقابلے پر خود آ گیا- پہلے روز حرص اپنی دلیری کا گھوڑا میدانِ شجاعت میں لے آیا اور دعوتِ مبارزت دی- دوسری طرف سے قناعت نے پیش قدمی کی اور اُن دونوں کی لڑائی شروع ہو گئی- جنگ وجدال اور مناقشہ و مقابلہ کے بعد نسیمِ قناعت چلی جس نے حرص کا چہرہ خاک آلودہ کر کے اُسے ہلاک کر دیا- دوسرے دن غضب اپنا تند خیز گھوڑا میدانِ جسارت میں لے آیا جسے دیکھ کر علم و شریعت کے لشکر میں بے حد خوف و وہم پیدا ہوا اور اُس کے مقابلے میں کسی نے قدم نہ بڑھایا- آخر حلم نے اجازت چاہی اور میدانِ دلیری میں آیا اور عجب تماشا یہ ہوا کہ اُس کے مقابلے میں غضب جو بھی وار کرتا وہ اپنا ہی کوئی عضو مجروح کر بیٹھتا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُس کا کوئی عضو بھی سلامت نہ رہا اور وہ بے خود ہو کر گر پڑا اور دل میں حسرت لئے جان سے گزر گیا- اُس کے مقابلے میں حلم کامیاب و کامران لوٹا- اس کے بعد نا اہل جہالت بھی بھاگ کھڑی ہوئی اور حلم کے ماتھے پر فتح مندی کے آثار نمایاں ہو گئے- اس طرح ہر روز دونوں جانب سے مبارز میدانِ جنگ میں آتے رہے، مقابلہ ہوتا رہا، علم و شریعت کے لشکر غالب آتے رہے اور جنسِ نفس و شیطان مغلوب ہوتی گئی- ایک مدتِ مدید اسی حالت میں گزر گئی ایک روز نفس نے

لشکر آراستہ کیا اور میدان میں اُتر آیا، علم و شریعت کا لشکر بھی موجود تھا، اُس نے بھی قدم بڑھائے اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ ایک بہت بڑے قتال و جدال کے بعد نفس نے ہزیمت اُٹھائی اور شریعت کی قید میں آ گیا۔ اُسے گرفتار کر کے عقل بادشاہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ عقل بادشاہ نے حکم دیا کہ اگر یہ کفر و تمرد ترک دے اور قلبِ صمیم کے ساتھ مسلمان ہو جائے تو اس کی جان بخشی کر دوں گا اور اس کا دل بھی قبول کر لوں گا ورنہ جلادانِ فنا کے سپرد کر کے اِس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا اور مدینۃ القلب کو اس کے شر سے آزاد کر دیا جائے گا۔ نفس نے توبہ استغفار کی، زبان سے کلمہ شہادت پڑھا، کانوں میں طاعت کے بُندے ڈالے اور کاندھے پر بیعت کی جھلی ڈال لی۔ جب یہ خبر عقل بادشاہ تک پہنچی تو اس نے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ اِس کے بعد عقل بادشاہ بے شرکت اغیار و بے کدورتِ جفا کا مدینۃ القلب کے تخت پر متمکن ہوا اور معاملاتِ سلطنت میں عدل گستری و رعیت پروری شروع کر دی۔ ایک روز راہِ سلوک میں چہل قدمی کرتے ہوئے دیکھا کہ ابھی تک راہِ خداوندی کی گزرگاہوں پر نامشروع خاروخس پائے جاتے ہیں۔ اُسی وقت حکم جاری فرمایا کہ تمام راستوں پر نفی کی جھاڑو پھیری جائے اور نامشروع خاروخس کو اُٹھا کر آتش قہر میں جلا دیا جائے تا کہ روئے ہدایت واضح ہو جائے۔ علم و شریعت کو طلب کر کے فرمایا کہ معماران ہدایت کو حکم دیا جائے کہ بعض عمارتیں جو نفس اور اُس کے شکست خوردہ لشکر کی غارت گری سے بالکل ویران و تباہ ہو گئی ہیں اُنہیں دوبارہ آباد کریں اور اُن کی طرح ترتیب نئے سرے سے وضع کریں۔ مملکت کے پودے کی پرورش احسان کے پانی سے کریں اور اُسی پانی کے چھڑکاؤ سے ظلم کے گرد و غبار بٹھائیں، رعایا کو تسلی اور اہل دل کو تجلی سے نوازیں اور ایسی عمارتیں تعمیر کریں جو قیامِ قیامت تک یادگار رہیں۔ علم و شریعت نے بادشاہِ جہاں پناہ کے حکم کے مطابق معمارانِ ہدایت کے اتفاق سے شہر کی تعمیر نو شروع کر دی۔ بزازان طہارتِ بدن، صرافانِ تکرار العلوم، عطاران خوشبوئے خیر الاعمال، نقادانِ شیریں زبان و جوہر معانی،

رنگریزانِ اخلاص وسرور اور خاتمانِ قضاتِ امر معروف ونہی عن المنکر کو طلب کر کے اُنہیں اُن کے مراتب کے لحاظ سے مناصب سونپے اور اُنہیں مطلق اختیار دے دیا گیا کہ شہر ودیہات میں جہاں بھی خطرات وجاسوسِ شہوات کو پائیں یا جہاں بھی دل کے چور یا آب وگل کے تخریب کار کو دیکھیں اُسے زندانِ عدم میں بھیج دیں۔ تھوڑی سی مدت میں مدینۃ القلب کی رونقیں بحال ہو گئیں اور اُس میں امن وامان رواج پا گیا۔ الغرض! جب مدینۃ القلب میں عقل بادشاہ کی سلطنت مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگئی اور مملکت میں دشمن کا کوئی خدشہ باقی نہ رہا تو ایک روز بادشاہ صحرائے صحت البدن میں شکار کر رہا تھا کہ اُسے ایک اُلجھے بالوں والا پریشان صورت آدمی دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ شہنشاہ عقل کو اُس کی ہمت پر تعجب ہوا اور اُس کی جانب گھوڑا دوڑا دیا۔ قریب جا کر پوچھا کہ اے درویش! مسافر دکھائی دیتے ہو، کہاں سے آ رہے ہو؟ کیا نام ہے تمہارا؟ وہ بولا! میرا نام طلب ہے اور مَیں ملکِ الٰہی کی طرف سے آ رہا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے اُس ملک کے اطراف واکناف کی حقیقت وکیفیت سے آگاہ کرو۔ طلب نے زبانِ فصیح وعبارتِ ملیح سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اُس مملکت میں ایک شہر ہے جسے لامکان کہا جاتا ہے، وہاں کے بادشاہ کا نام حُسنِ مطلق ہے۔ اُس کے انتہائی جمال کی بدولت کسی میں طاقت نہیں کہ اُس کے روبرو ہو سکے اِس لئے وہ ہمیشہ عظمت وجلال کے پردوں میں مستور رہتا ہے۔ اُس شہر کے عجائب وغرائب کو تقریر کا کوئی اسلوب بیان کر سکتا ہے نہ تحریر کی کوئی صنف اُس کے اسرار کی چہرہ کشائی کر سکتی ہے۔ عقل بادشاہ نے پوچھا کہ کیا اُس کے دیدار کی کوئی صورت میسر آسکتی ہے یا اُس کے مشاہدے کا کوئی ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے؟ بولا ممکن نہیں مگر عشق کے وسیلہ سے کہ وہ بارگاہِ حجاب میں ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ عشق سے ملاقات کس طرح ہو سکتی ہے؟ بولا بہت مشکل ہے، بے حد دشوار ہے۔ جب تک تُو خود کو فنا نہیں کرتا، اُس راہ میں جان کی بازی نہیں لگاتا اور خود کو درمیان سے ہٹا نہیں لیتا اُس کے شرف ملاقات تک نہیں پہنچ سکتا چنانچہ ایک بزرگ کہ

سے نکلے، ندی پر پہنچے، گھوڑے کو پانی میں چلانا چاہا لیکن گھوڑا پانی میں قدم نہیں رکھتا تھا۔ اُس کے شیخ نے کہا کہ اِس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دو، اُس نے پٹی باندی تو گھوڑا پانی سے گزر گیا۔ شیخ نے کہا کہ جب یہ خود کو دیکھتا تھا تو پانی سے نہیں گزرتا تھا۔

ابیات :۔(1)" تُو جب تک عشق میں خود سے باخبر رہے گا تیرا معاملہ معرضِ خوف و خطر میں رہے گا۔" (2)"جب تُو خود سے بے خبر ہو جائے گا تو آب و آتش سے تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔" (3)"جب تُو اپنی ہستی سے آزاد ہو جائے گا تو تجھے دلبر کا وصال نصیب ہو جائے گا۔"

اِس راہ میں سات عمیق دریا پیش آتے ہیں جن کی طلاطم خیزی روح کا بیڑا غرق کر دیتی ہے لہٰذا مصلحت اِس میں ہے کہ تُو بار بار کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر لشکرِ ریاضت کو خطراتِ عجب کے مقابلے میں بھیجتا رہے کہ لشکرِ ریاضت کو سوائے خطراتِ عجب کے اور کوئی چیز شکست نہیں دے سکتی۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک نیک و پارسا آدمی کہیں جا رہا تھا، اتفاق سے اُس کے سامنے ایک ایسا فاسق آدمی آ گیا جو اپنی عمر کا قیمتی سرمایہ فسق و فجور میں برباد کر چکا تھا، اپنے سانسوں کی نعمتِ جاودانی کو خاک میں ملا کر سیاہ کر چکا تھا اور اپنے خرمنِ حیات کو آگ لگا کر جلا چکا تھا حتیٰ کہ اپنی آبرو بھی گنوا چکا تھا۔ پارسا آدمی نے از روئے عجب اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور بولا :۔"الٰہی! مجھے اور اِس فاسق کو کہیں جمع نہ کرنا۔" اِسی دوران وہ فاسق غَفُوْرُ الذُّنُوْبْ پروردگار کی طرف متوجہ ہوا اور خائف ہو کر اپنے عجز پر نظر ڈالی اور جو بارِ اعمال شائستہ کی ٹہنی پکڑنا چاہی مگر پکڑ نہ سکا، اُس کے دل سے دردبھری آہ نکلی، چشمِ گریاں سے اشکِ حرمان بہا کر عرض کی :۔" پروردگار! اِس عاجز پر رحم فرما کہ تیرے سوا اِس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں۔" بالائے عرش غیب سے ندا آئی کہ میں نے دونوں کی دعا قبول کر لی۔ چونکہ فاسق نے نیازمندی و عاجزی کے ساتھ میرے دامنِ فضل کو اپنے دستِ اُمید سے پکڑا ہے اِس لئے میں نے اُسے اپنے دامنِ عفو میں چھپا کر بخش دیا ہے اور زاہد نے راہِ عجب اختیار کر کے اُس کمتر کو نگاہِ حقارت سے دیکھا حالانکہ عجب مہلکِ دل

اور غشائے آب و گل ہے- پس وہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (مَیں اِس سے برتر ہوں) کے ناکام مرتبے پر پہنچا اور مَیں نے اُسے مردود کر دیا کہ جب بھی کوئی یہ شامت انگیز کلمہ کہتا ہے مَیں اُس متکبر کو یہی مقام دیتا ہوں- جو ریاضت عجب آلودہ ہو جائے وہ کوئی مرتبہ حاصل نہیں کر سکتی-

ابیات:-(1) "جس نے اپنی ہستی مٹا کر گمنامی اختیار کر لی اُس کا نام ذاتِ حق سے منسوب ہو گیا اور ترکِ شہرت سے اُس کی غیرت کو آرام آ گیا-" (2) "آفتاب اگر چھپ جائے تو سارے عالم میں خرابی آ جاتی ہے اور فقر وہ آفتاب ہے جو فیض و فضل بانٹتا ہے-"

پس جب مشاہدۂ ربانی کے دوران نورِ الٰہی کی تجلیات کا شعلہ آفتاب کی طرح نہاں خانۂ دل سے طلوع ہوتا ہے تو اُس کی تابش سے جملہ ناشائستہ ظلماتِ نفسانی و شیطانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور بندہ صاحبِ استغراق ہو کر مشاہدۂ ذات میں اِس طرح مستغرق جاتا ہے کہ اُسے نفس یاد رہتا ہے نہ عقل نہ علم نہ شیطان نہ معصیت و ہوا- یہ مراتب ہیں اُس صاحبِ استغراق و باطن صفا غرقِ ذات فنا فی اللہ فقیر کے جو ہر وقت مجلسِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہتا ہے-

بیت:-"پانی جب دودھ سے یکجا ہو جاتا ہے تو دودھ کہلاتا ہے، ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے غرق فی اللہ فقیر کی-"

بالکل اُسی طرح جس طرح کہ چنگاری آگ میں یا نمک طعام میں-

بیت:-" مردانِ خدا خدا تو نہیں ہوتے مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے-"

اور اِس مرتبے پر وہ شریعت کی راہ ہی سے پہنچتے ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-"اولادِ آدمؑ کے وجود میں چار جواہر ہیں جنہیں چار چیزیں تباہ کر دیتی ہیں- وہ جواہر یہ ہیں، عقل، دین، حیا اور اعمالِ صالحہ- غصہ عقل کو تباہ کرتا ہے، زنا دین کو تباہ کرتا ہے، طمع حیا کو تباہ کرتی ہے اور ریا اعمالِ صالحہ کو تباہ کرتا ہے-" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" آدمی چار قسم کے ہیں، کریم، سخی، لئیم اور بخیل- کریم وہ ہے جو خود نہ کھائے اور دوسروں کو کھلائے، سخی وہ

ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے ۔لئیم وہ ہے جو خود کھائے نہ دوسروں کو کھلائے اور بخیل وہ ہے جو خود کھائے اور دوسروں کو نہ کھلائے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا اور اُسے سخاوت و حیا سے آراستہ کیا اور کفر کو پیدا کیا اور اُسے بخل و جفا سے سجایا۔" اگر فقیر چاہتا ہے تو خدا اُس کی نگہبانی کرتا ہے یعنی اُسے اپنی رحمت کے مدِ نظر رکھتا ہے، اگر فقیر بھوکا ہو جائے تو خدا اُس کی مہمانی کرتا ہے یعنی وہ سیر ہو جاتا ہے اور اُس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ کے نور سے پُر ہو جاتا ہے۔ اگر فقیر گناہ کرتا ہے تو خدا اُس پر مہربانی کرتا ہے یعنی اپنے نام کی حرمت سے اُس پر فضل و عطا کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اِنسان کو چار چیزوں سے پیدا کیا گیا ہے یعنی پانی آگ، مٹی اور ہوا سے۔ اگر اُس کے وجود میں پانی کا غلبہ ہو جائے تو وہ عاقل و دانا ہو جاتا ہے، اگر آگ کا غلبہ ہو جائے تو حریص ہو جاتا ہے، اگر مٹی کا غلبہ ہو جائے تو متواضع ہو جاتا ہے اور اگر ہوا کا غلبہ ہو جائے تو منکر و متکبر ہو جاتا ہے۔" مصنف کہتا ہے کہ پانی عقل ہے جس میں تحمل و سردی ہے، ہوا علم ہے یعنی ہر چیز کو حرکت علم دیتا ہے، آگ عشق ہے جو اگر وجود میں داخل ہو جائے تو گرمی پیدا کرتا ہے اور وجود کو جلا کر صفائی بخشتا ہے اور مٹی معرفت ہے جو بالکل پاک ہے اِس لئے اگر پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے۔ باقی تینوں چیزوں کا تعلق بھی مٹی ہی سے ہے یعنی ہر ایک کا رجوع مٹی کی طرف ہے۔ جو آدمی راہِ معرفت میں خاک نہیں ہو جاتا خاک پڑے اُس کے سر پر۔

ابیات:۔(1)" اگر تُو دل رکھتا ہے تو کعبۂ دل کا طواف کر کہ دل ہی کعبۂ اعظم ہے، تُو اِسے مشتِ خاک کیوں سمجھتا ہے؟" (2)"دل کا مرتبہ عرش و کرسی اور لوح و قلم سے فزوں تر ہے، ہاں جو دل خراب ہے اُسے دل شمار مت کر۔"

اہل دل کا حوصلہ اور دل کی کشادگی بہت وسیع ہے کہ دل " ن " کی مثل ہے جس میں چودہ طبق محض ایک نقطہ ہیں۔ یہ ایک ایسا بھید ہے جسے محرم کے علاوہ اور کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ نٓ وَ

اَلْقَلَمِ وَيَسْطُرُوْنَ ۔ا کلام الٰہی کی وہ سطر ہے جس میں دل کی بزرگی و پاکیزگی کی وہ شان بیان کی گئی ہے جو اُسے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اسمِ "اَللّٰہُ" کی عظمت و برکت و رحمت سے حاصل ہے۔ اسمِ "اَللّٰہُ" نہایت ہی عظیم ہے اس لئے فرمانِ الٰہی ہے :- "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" (میں اسمِ " اَللّٰہُ " کی پناہ مانگتا ہوں شیطانِ مردود سے) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اَلْخَنَّاسِ ٥ ص ۷ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٥ ۷ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ - خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تمام شیطانوں سے جو جنوں میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی ہیں اور دل میں وسوسے وخناس وخطرات پیدا کرتے ہیں اس لئے ان کے دفعیے کے لئے اگر یہ آیات پڑھی جائیں تو دل ان سے صفائی پکڑ کر مکشوف ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " شروع کرتا ہوں اسمِ اَللّٰہُ سے کہ اس میں بے انتہا مہربانی و رحمت ہے۔ اللہ پاک جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو بھی اور اُن رازوں کو بھی جو سینوں کے اندر پوشیدہ ہیں۔"

بیت :- "دل تو گھر ہے خدائے تعالیٰ کا تُو شیطان کے گھر کو دل کیوں کہتا ہے؟"

دل اسرارِ الٰہی کا ذخیرہ ہے۔ دل وہ نہیں جسے اہلِ خوار طالبِ دنیا کتے سانس بند کر کے دھڑکاتے ہیں اور ناک کی راہ سے ذکر کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تو ان بدمذہبوں کا منہ نہ دیکھے۔

بیت :- " زمین و آسمان اور عرش و کرسی تیرے اپنے اندر موجود ہے پھر تُو دوسروں سے کیا پوچھتا پھرتا ہے؟"

دل ایک پرندے کی صورت ہے جس کے ہزار بدن، ہزار سر اور ہزار زبانیں ہیں جن سے وہ ہر وقت ذکر اَللّٰہُ میں مشغول رہتا ہے۔

ابیات :- (1) "دل کو نورِ وحدت سے پیدا کیا گیا ہے، یہ ماں باپ کے ملاپ سے ظہور پذیر نہیں ہوا -" (2) " نہ ہی دل کی تخلیق آب و خاک و آتش و ہوا سے ہے کہ دل قدرتِ الٰہی

ا :- ترجمہ = قسم ہے قلم کی اور اُن کے لکھے کی۔

کی پاکیزگی کا نور ہے۔“

دل یہ نہیں جو سانس کی بندش سے جنبش کرتا ہے۔ جنبش دل کی یہ راہ تیلی کے چشم بند اندھے بیل جیسے کفار کی رسم ہے جسے یہ لوگ اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ پروردگار سے بہت دور ہیں۔ ان سے بے زار ہو جا اور ان کی اس رسم پر ہزار بار استغفار کر۔ ان بدکیشوں کی یہ جنبش محض عبث ہے۔ انسان کا جسم تاریک رات کی مثل ہے اور دل آفتاب کی مثل ہے۔ آفتاب کے طلوع ہونے پر جب صبح صادق نمودار ہوتی ہے تو صبح کاذب کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا اور آفتاب کی روشنی سے قاف سے قاف تک ساری دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ سن اے صاحبِ انصاف! اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں میں دس باغ پیدا کیے ہیں، (1) باغِ توحید (2) باغِ علم، (3) باغِ حلم، (4) باغِ تواضع، (5) باغِ سخاوت، (6) باغِ توکل، (7) باغِ قسمت، حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:۔ ”طلبِ رزق طلبِ موت سے زیادہ شدید ہے۔“ (8) باغِ سنت، (9) باغِ خوف اور (10) باغِ رجا۔ ایمان کا مقام خوف و رجا کے درمیان ہے۔ شرطِ باغ یہ ہے کہ جب صبح صادق نمودار ہو تو مومن اپنے باغ کا معائنہ کرے اور اُسے جہاں بھی خار و خس نظر آئیں اُنہیں جڑ سے اُکھیڑ کر باہر پھینک دے اور اصلی و صلی پودوں اور اعمالِ نیک کے پھل کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہنے دے۔ مومن کو چاہیے کہ جب باغِ توحید میں آئے تو شرک کے کانٹوں کو باہر پھینک دے۔ جب وہ باغِ علم میں آئے تو جہالت و نادانی کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ حلم میں آئے تو سرکشی کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ تواضع میں آئے تو تکبر کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ سخاوت میں آئے تو بخل کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ توکل میں آئے تو طمع کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ قسمت میں آئے تو خصومت (لڑائی جھگڑے) کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ سنت میں آئے تو بدعت کے کانٹے باہر پھینک دے۔ جب باغِ خوف و رجا میں آئے تو بے ادبی کے کانٹے باہر پھینک دے۔

بیت:-"ادب لطفِ الٰہی کا تاج ہے، اگر تُو اِسے سر پر سجا لے تو تُو ہر اُس جگہ جا سکتا ہے جہاں تُو چاہے۔"

جان لے، مصنف کہتا ہے کہ اُسے تصورِ حرفی کی مدد سے ہر روز سیرِ باغ کی کیا ضرورت ہے جو ایک ہی وار میں نفس کے کوے کو قتل کر دے، جس کے دل میں حُبِّ مولیٰ پیدا ہو جائے وہ دم بدم سوزِ محبت میں جل کر آہیں بھرتا رہتا ہے اور آخر کار غرقِ ذات ہو جاتا ہے۔

بیت:-"جو آدمی عقل و نقل اور سیم و زر کا طالب ہو جائے وہ معرفتِ مولیٰ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔"

عاقبت وہ ہے جس میں عافیت ہو۔

بیت:-"دل کعبۂ اعظم ہے اِسے بتوں سے خالی کر دے، دل بیت المقدس ہے اِسے بت گروں کی آماج گاہ نہ بنا۔"

تصدیقِ قلب اور طلبِ مولیٰ کا تعلق خاتمہ بالخیر سے ہے اور طلبِ دنیا کا تعلق خاتمہ بالشر سے ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"وہ مومنوں کے حق میں نرم دل اور کافروں کے حق میں سخت گیر ہیں۔" علمِ دین ضروری ہے۔ مَیں نے ایک خاص بات یہ بھی دیکھی ہے کہ دعوت پڑھتے وقت اولیائے اللہ قبر کی ہم نشینی میں جس قدر قرآن پڑھتے ہیں اہلِ قبر روحانی کو اُسی قدر خوشی ہوتی ہے کہ اُن کی قرآن خوانی سے اُسے کلامِ الٰہی کے نور کی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوتی ہے جس سے اُس کے مراتب میں روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ پڑھنے والے کا کام جلد اپنے مقصود کو پہنچے اِس لئے اگر کوئی چاہے کہ اُس کا رکا ہوا کام ایک ہی رات یا ایک ہی ہفتہ کے اندر ہو جائے اور اُس کا تمام مطلب پورا ہو جائے تو اگر وہ قربِ الٰہی میں قوی مراتب رکھتا ہے تو اُسے چاہیے کہ قبر پر سوار ہو جائے جیسا کہ گھوڑے پر سوار ہوا جاتا ہے۔ اِس حالت میں اگر وہ قبر پر گھاس کا ایک تنکا ہی مار دے تو روحانی کو اتنی تکلیف ہوتی ہے گویا کہ اُس کی جان پر تازیانہ تیغ

مار دیا گیا ہو۔ روحانی فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش ہو کر فریاد والتماس کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حکمِ الٰہی سے اُسی وقت روحانی کی فریاد رسی فرماتے ہوئے صاحبِ دعوت کے کارِ بستہ کی مشکل کشائی کر کے روحانی کو اُس سے نجات دلاتے ہیں۔ یہ اس حدیث مبارک کے عین مطابق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جب تم کسی امر میں حیران ہو جایا کرو تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔" فقیر ظاہر باطن میں ہمیشہ قوی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "ملک اُسی کا ہے جس کا اُس پر غلبہ ہو۔"

بیت:۔ "جب تک تُو دونوں ہاتھوں سے شدید تیغ زنی نہیں کرے گا تو جان لے کہ ملک کسی کو میراث میں نہیں ملا کرتے۔"

صاحبِ دعوت جب دعوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انتہا کو پہنچتا ہے تو چار غیبی لشکر ہر وقت اُس کے گرد گھیرا ڈالے رہتے ہیں، ایک لشکر شہدا کا، دوسرا لشکر رجال الغیب ابدال اللہ کا، تیسرا لشکر روحانیتِ انبیا و اولیا اللہ کا اور چوتھا لشکر موکل فرشتوں کا۔ ان چار لشکروں کی تسخیر و حاضرات اولیائے "اَللّٰہُ" کی قبور سے حاصل ہوتی ہے کہ جب کوئی اہلِ قبر فریاد کناں ہوتا ہے تو اُس کی فریاد پر یہ سب لشکر حاضر ہو جاتے ہیں اور اہلِ دعوت شہسوار سے آشنا ہو کر اُس سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ جہاں بھی آپ کو مشکل پیش آئے گی ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی کی خاطر آپ کی مدد کریں گے۔ آپ کو جہاں بھی عاجزی پیش آئے آپ "اُحْضُرُوْا لِلْمُسَخَّرَاۃِ" کہہ کر جس کا نام لیں گے ہم حاضر ہو جایا کریں گے۔ فقیر کو تنہا کبھی نہ سمجھ، اُسے ہمیشہ لشکر تن ہا کے ساتھ سمجھا کر۔ ایک صورت منتہی دعوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صاحبِ مراتب حق الیقین یہ دعوت پڑھے تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ہر قسم کا اسلحہ اُسے دکھائی دینے لگتا ہے چنانچہ ننگی تلوار، کمان میں کسا ہوا تیر، نیزہ اور کلہاڑی جیسے بے شمار اوزارِ حرب غیبی طور پر ہر وقت صاحبِ دعوت

فقیرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد موجود رہتے ہیں۔ اگر اُسے کسی پر غصہ آجائے تو غیب سے اُسے زخم لگتا ہے اور اللہ کے حکم سے وہ مرجاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" محبت بھی اللہ کی خاطر اور بغض بھی اللہ کی خاطر ہو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" موذیوں کو اُن کی ایذا رسانی سے پہلے ہی ماردو۔" ایسے باطن صفا اہلِ دعوت فقیر کی نظر و توجہ اور گفتگو قاتل ہوتی ہے۔ اِس دعوت کا تعلق ریاضت سے ہے۔ ایسے صاحبِ دعوت کو اگر کسی کی کوئی بات ناگوار گزرے یا اُسے کسی پر رنجش ہوجائے یا کوئی اُس سے دشمنی کرے تو بے شک وہ خراب و پریشان و بے جمعیت ہوجاتا ہے۔ اِس بنا پر فقرا نہ تو خدا ہوتے ہیں نہ خدا سے جدا ہوتے ہیں۔

ابیات:۔(1)" مردانِ خدا خدا تو نہیں ہوتے مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔" (2) "جو فقیر اپنے باطن سے آگاہ ہوجاتا ہے اُس کا قہر خدا کے قہر کا نمونہ ہوتا ہے جس سے سب کچھ درہم برہم ہوسکتا ہے۔"

فقیر جس وقت آزردہ خاطر ہوتا ہے ماہ سے ماہی تک ہر چیز بلکہ عرشِ اکبر بھی جنبش پذیر ہوجاتا ہے کیونکہ

بیت:۔" سادہ لوح اہلِ جنوں خوفِ محشر سے بے نیاز ہوتے ہیں، انہیں اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خط سے رسوائی کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔"

جو لوگ دیوانے و مجنون ہیں وہ چوں و چرا سے پاک اُس ذاتِ بے چون کی یاد میں غرق ہوتے ہیں یعنی وہ صاحبِ راز ہوتے ہیں۔

بیت:۔" آوازِ رازِ جہان سے باہر نکل گئی، وہ خود ہی آواز ہے جس کی نگاہ اتنی دور تک چلی گئی۔"

یعنی آواز اللہ کا نام ہے جس کا تعلق حرفِ راز سے ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو مکرم کیا ہے۔" راز کو برداشت کرنا اولیائے اَللّٰہُ کا کام ہے۔ حقیقت

رازکو کم حوصلہ مقلد ہوائے نفس کے غلام کمینے لوگ کیا جانیں؟ راز کی اصل رضائے الٰہی ہے۔ راز ایک حرف ہے، نہایت عظیم حرف جس کا تعلق دل سے ہے اور اُسے زبان کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔ اُس عظیم حرف کی برکت سے ہر مکان تک پہنچا جا سکتا ہے۔

ابیات:۔(1) "اِس حرف سے مجلس مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری کا شرف نصیب ہوتا ہے، یہ وہ سرِّ الٰہی ہے جو کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔" (2) "جہاں سرِّ اسرار وحدتِ الٰہی ہے وہاں کاغذ ہے نہ قطرۂ سیاہی ہے۔" (3) "دل کی اِس تحریر سے جبرائیل علیہ السلام بھی نامحرم ہیں کہ فرشتہ مقامِ دل تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔"

جو آدمی اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے اُس پر راہِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نص وحدیث کے عین مطابق فتوحاتِ علمِ غیبی کی لامحدود و بے انتہا برکات نازل ہوتی ہیں۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

قطعہ:۔ "مَیں نے حلقۂ علم میں سینکڑوں کتابوں کی رنگین صحبتیں دیکھی ہیں جن میں سے مَیں نے ایک شعر کا انتخاب کیا ہے، وہ یہ ہے:۔

اہل دنیا را بہ غفلت زندہ دل پنداشتم

خفتہ دائم مُردگان راز زندہ می بینم بخواب

ترجمہ = "غفلت میں جکڑے ہوئے مُردہ دل اہل دنیا کو مَیں اِس طرح زندہ دل دیکھتا ہوں جس طرح کہ موت کی نیند سونے والے دائمی مُردوں کو مَیں خواب میں زندہ دیکھتا ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "دنیا زائل ہو جانے والا سایہ ہے۔" "دنیا ایک فرعونِ بے فرمان ہے۔ قرآن میں فرمانِ حق تعالیٰ کے مطابق خبر دی گئی ہے کہ دنیا درویش کے لئے راہزن ہے جو اُسے بے دین کرتی ہے اور دین دنیا کو بے دین کرتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ "اور اُن درویشوں کو خود سے دُور مت کرو جو اپنے ربّ کے قرب و دیدار کی خاطر صبح و شام اُسے

پکارتے رہتے ہیں، آپ پر کوئی باز پُرس نہیں ہے اُن کے حساب میں سے اور نہ ہی اُن پر کوئی باز پرس ہے آپ کے حساب میں سے، پھر بھی آپ انہیں خود سے دور ہٹائیں گے تو آپ کا شمار بے انصافوں میں ہوگا۔'' اپنے جسمِ خاکی پر قدم رکھ دے تو تُو سرفرازی کا تماشا دیکھے گا۔ جب تو اِس پل پر چڑھ جائے گا تو آسمان تیرے قدموں میں ہوگا اور تُو فتح القلب و مقربِ حق ہوگا۔

بیت:۔''مجھے دیدارِ الٰہی کی خاطر رَبِّ اَرِنِیْ کے سوال کی کیا ضرورت ہے؟ کہ مَیں تو ظاہر باطن میں غرق فنافی اللہ فقیر ہوں۔''

اکثر بعض لوگ جو مجاہدہ و مشاہدہ سے محروم ہوتے ہیں اور اُن کی نظر حُبِّ دنیا پر لگی رہتی ہے اور اُن کا کلام احوال سے خالی ہوتا ہے کہتے پھرتے ہیں کہ نفلی روزے رکھنا روٹی کی بچت ہے، نفل نماز پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے، حج کے لئے جانا دنیا کا سیر تماشا ہے اور دل کو ہاتھ میں لینا مردوں کا کام ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اِس بات سے اِن پریشان و بدخصلت لوگوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ درویشوں کے باطنی راز سے محروم اور ذکرِ دل سے بے خبر خجل و خوار لوگ ہیں۔ اِنہیں نہیں معلوم کہ دل کو ہاتھ میں لینا بہت ہی مشکل کام ہے۔ جو آدمی رات دن خود کو عبودیت میں مصروف نہیں رکھتا اُس پر دل سے راہِ ربوبیت نہیں کھلتی کہ طالبِ دنیا کا دل خطرات کی بدولت مٹھی بھر ریت یا مٹی کی مثل بالکل پژمردہ ہوتا ہے۔ جاہل اگر ریاضت کے پتھر سے سر ٹکراتا رہے تو اِس کا کوئی فائدہ نہیں۔ نفل روزے رکھنا پاکی جان ہے، نفل نماز پڑھنا خوشنودیٔ رحمان ہے، حج کو جانا سلامتیٔ ایمان ہے اور جو آدمی عباداتِ ربانی میں رکاوٹ بنتا ہے وہ راہزن شیطان ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ دل ہاتھ میں لینا خام لوگوں کا کام ہے، کشف و کرامات کے مرتبے پر اٹکا رہنا ناتمام لوگوں کا کام ہے اور خود سے فانی ہو کر عین فنافی اللہ بقاباللہ ہونا مردوں کا کام ہے۔

ابیات:۔(1)''جب تک تیری ذات اُس کی ذات میں فنا نہیں ہو جاتی تُو اللہ تعالیٰ کی

جستجو معرفت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔" (2) "خود نمائی تیرا حجاب ہے، اِس حجاب کو اُٹھا دے۔جب خود نمائی کا حجاب اُٹھ گیا تو تُو مراتبِ حق الیقین کو پالے گا۔"

خودی میں ہوا و ہوس ہے اور معیتِ خدا میں پاکیزگی ہے۔پس ذکرِ وحدتِ الٰہی سے نفس و قلب و روح و سرّ تمام پاک ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ پاک لوگوں کو بہشت میں جگہ دے گا،اُن پر آتش دوزخ حرام ہے۔ذاکر اولیائے اَللّٰہُ کا مرتبہ یہ ہے:۔"خوب جان لو کہ بے شک اولیائے اَللّٰہُ پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اے علیؓ! اپنی آنکھیں بند کر لے اور اپنے دل میں لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر سن۔"

بیت:۔" لام (کلمہ طیب) جب دو دھاری تلوار کی صورت اختیار کرتا ہے تو آتش پرست واہلِ نار نفس کو قتل کر دیتا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" رات دن ذکر "اَللّٰہُ" میں مشغول رہنا اللہ کی راہ میں تلوار سے جہاد کرنے سے افضل ہے۔"

ذاکرین اَللّٰہُ انبیائے کرام اور اُن کے اصحاب کی مثل ہیں کیونکہ ذکر تلوار کی مانند ہے جس سے وہ رات دن فرعون و نمرود جیسے کافروں کو قتل کرتے ہیں،گویا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کافروں سے میدانِ جنگ میں لڑتے ہیں۔خدا سے غافل بے ذکر مردہ دل آدمی گویا کافر ہے جو ہر دم مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اے میرے بندے! جب تُو میرا ذکر کرتا ہے تو تُو میرا شکر ادا کرتا اور جب تُو میرے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو تُو کفر کرتا ہے۔"

ابیات:۔(1) "جب کوئی اللہ سے غافل ہوتا ہے تو اُس وقت وہ کافر ہوتا ہے مگر اُس کا کفر خفی ہوتا ہے۔" (2) " میرے پروردگار! مجھے اپنی بارگاہ کی حضوری بخش دے کہ بے طلب

ہو کر میں کمزور ہو جاتا ہوں۔"

شرحِ ذکرِ تجلیاتِ ذات وصفات

جان لے کہ جب شکمِ مادر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز کے ساتھ التجا کی :-" رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ "(پروردگار مجھے اپنا جلوہ دکھا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں) اور اس التجا کو آپ نے رات دن کا وِرد بنا لیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو یہ آواز سن کر حیرت ہوئی کہ میرے شکم میں یہ کیا چیز ہے جو رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کی التجا کرتی رہتی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے انہیں الہام ہوا کہ اے مادرِ موسیٰ! حیران نہ ہو اور غم نہ کر اور آوازِ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کا ذکر کسی کافر کے سامنے مت کرنا کہ آپ کے شکم میں میرا دوست وپیغمبر اور آپ کا فرزند حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو یہ الہامِ ربانی سن کر اطمینان ہوا اور آپ با ادب ہو گئیں اور اپنے شکم ہی کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیغمبر مان لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب شکمِ مادر سے باہر آئے اور مراتبِ نبوت پر فائز ہوئے، کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کی التجا پر بارگاہِ ربّ الارباب سے لَنْ تَرَانِیْ (تُو مجھے نہیں دیکھ سکتا) کا جواب آیا کہ اے موسیٰ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ سب سے پہلے میں اپنا دیدار اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اُس کی اُمت کو کراؤں گا اور اُس کے بعد ہر اُمت کو نصیب ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر التجا کی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ، پھر جواب آیا لَنْ تَرَانِیْ۔ دنیا میں تُو میرا دیدار نہیں کر سکتا کہ تجھ میں میرے دیدار کی طاقت نہیں ہے، تُو وہ آنکھ کہاں سے لائے گا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ میرے پاس وہ آنکھ ہے جس میں طاقت وقوتِ دیدار ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ دوگانہ نماز پڑھ اور کوہِ طور پر باادب وہوشیار ہو کر بیٹھ جا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ حق سبحانہٗ و

تعالیٰ نے صفاتی تجلّی کے انوار میں سے ایک ذرہ سوئی کی نوک کے برابر لو ہے کے ایک ہزار پردوں میں لپیٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب اُچھالا۔ تجلّی کا وہ ذرہ کوہِ طور پر پڑا، اُس تجلّیٔ صفات کی دید کی طاقت موسیٰ علیہ السلام میں پیدا نہ ہو سکی اور بے خود ہو کر گر گئے اور تین دن رات تک بے ہوش رہے اور جب ہوش میں آئے تو عرض کی:۔" الٰہی! مَیں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور مَیں سب سے پہلا مومن ہوں۔" اِس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جس چیز کی طرف نگاہ کرتے وہ جل جاتی۔ اس بنا پر آپ نے نقاب بنا لیا اور اُس سے اپنا چہرہ ڈھانپنا شروع کر دیا تاکہ دوسرے لوگ جلنے سے محفوظ رہیں۔

بیت:۔" اے باھُو! اپنے نفس فرعون کو قتل کر دے کہ ایسا کرنے سے درویش کو موسیٰ علیہ السلام کے یہ مراتب حاصل ہو جاتے ہیں۔"

اِس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے سات دھاتوں یعنی سونا، چاندی، لوہا، تانبا، جست، سیسہ اور کانسی کے نقاب پہنے مگر وہ بھی آپ کی نگاہ سے جل گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے التماس کی:۔" خداوندا! مَیں اِس آگ برسانے والی نگاہ کا کیا علاج کروں؟" حکم ہوا کہ اے موسیٰ! زندہ دل وصفا کیش درویش کی گدڑی کا ٹکڑا لے اور اُس کا نقاب بنا کر اپنے چہرے پر ڈال لے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو وہ نقاب آپ کی نگاہ سے نہ جلا اگرچہ آپ نے کتنے ہی جذب قہر وغضب سے دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:۔" خداوندا! لباسِ درویشان سے تیار کردہ اِس نقاب میں کیا خاصیت ہے کہ یہ میری نظر کے قہر سے نہیں جلا؟" حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ درویش اپنے دل میں طلبِ مولیٰ کے سوا اور کچھ نہیں رکھتے اور طلبِ مولیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔ سن اے درویش روشن ضمیر! درویش وہ ہے جو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) کے مرتبے پر فائز ہو۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! تُو میرے نور کی ذرہ بھر تجلّی برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا اور تین دن رات

مُردے کی طرح بے ہوش رہا مگر میرے محبوب نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اُمت میں ایسے فقیر درویش ولی اللہ پیدا ہوں گے کہ جن کے دل پر ستر ہزار تجلّی ٔ رحمت اور ہزار ہا بلکہ بے شمار بار میری نگاہِ جمالیت اُن کے دلوں پر ہر لحظہ، ہر ساعت، ہر دم اور ہر روز دن رات پڑے گی مگر وہ بے ہوش ہوں گے نہ سکر میں آئیں گے بلکہ ہوشیار رہ کر فقرِ تمام سے سرفراز رہیں گے۔ اِس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اِس امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درویشوں کا حوصلہ اس قدر وسیع ہوگا کہ وہ دن رات فریاد کریں گے کہ خداوندا! ہم پر اپنے نور کی تجلیات زیادہ کر کہ ہم تو تیری دید کے مشتاق و غلام ہیں۔ وہ میرے دیدار کے متلاشی ہوں گے بلکہ اُن کی قبر و خاک بھی طلبِ دیدار سے پاک ہوگی۔ ید بیضا، عصائے موسیٰ، صبرِ ایوبؑ، شوقِ جرجیسؑ، قربانیٔ خلیلؑ، دمِ عیسیٰؑ، خاتمِ سلیمانؑ، آئینۂ سکندری اور خُلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جو کچھ کونین کے اندر ہے اِن سب کا ظہور برکتِ اسمِ "اَللّٰہُ" اور تجلیاتِ نورِ اَللّٰہُ سے ہے۔ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ان تمام صفات کا جامع ہے کی برکت ہی کی بدولت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔"میری اُمت کے علما انبیائے بنی اسرائیل سے بلند مرتبہ ہیں۔"[1] علما ظاہری و باطنی طور پر کامل فقرا کو کہتے ہیں جن کا نشانِ کمالیت یہ ہے کہ اُن کے تصرفِ ظاہر و باطن میں کمی نہیں آتی۔ وہ بہتے دریا کی طرح فیض بخش ہوتے ہیں۔ اُن کا فیض ایسا ہے جیسا کہ فیضِ طلوعِ آفتاب یا فیضِ بارانِ رحمت یا فیضِ جود و سخا۔ اِن تینوں فیوض سے صاحبِ نظر مرشد کے مراتب فائق تر ہیں۔

بیت:۔" میرے لئے میرے مرشدِ کامل کی نیم نگاہ ہی بہتر ہے ہر اُس عبادت و کرامت سے کہ جس کی بدولت تُو ہوا میں اُڑتا پھرتا ہے۔"

---

[1] :- اس حدیثِ مبارک کی شرح ملاحظہ فرمائیں مترجم کے رسالہ تفہیم الکلام حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ میں۔

عارفوں کے کانوں میں ہر وقت روزِ ازل کی آوازِ الست گونجتی رہتی ہے۔ اُن کی نظر میں مرادِ دنیا محض بربادی ہے کہ فقرا پیوستہ شاد و باطن آباد و معمور باد ہوتے ہیں۔

بیت:۔"اے جانِ من! تُو اپنی جان جانان کے حوالے کر دے۔ عارفوں کے لیے تو یہی ایک نکتہ کافی ہے۔"

جان کیا ہے اور جانان کون ہے؟ جان و جانان توفیق الٰہی ہے اور یہ وہ راز ہے جس کا تعلق خط و خال، حُسن پرستی، ساغر و ساقی و مستی، مطرب و نغمہ اور زلفِ پریشان سے نہیں۔ اللہ کی لعنت ہو بدکیشوں پر۔ تُو طالب بن خیر اندیشوں کا تا کہ بحرمتِ نبیؐ والا مجاد تیرا خاتمہ بالخیر ہو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اختتام پذیر ہوا اردو ترجمہ کتابِ مستطاب محک الفقر کلاں کا جو تصنیفِ لطیف ہے سُلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَحَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

مترجم:۔ سید امیر خان نیازی سروری قادری
ساکن وَرے خیلانوالہ چھدرو روڈ میانوالی
حال محلہ سرگوجرہ غربی چکوال
اکتوبر 9-2005 بروز اتوار